رجسٹرڈ نمبر اے ۱۰۷۷

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر سرپرستی حجۃ الاسلام حضرت نجم العلماء مدظلہم العالی

مدیر

حکیم سید قاسم علی رضوی [illegible] عمدۃ الافاضل

باہتمام داروغہ سید محمد عرف چھٹن صاحب منیجر مطبع

مطبع الاسلام الواعظ پریس لکھنؤ میں چھپ کر

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شایع ہوا

کتبہ جعفر الکونین ابن السید شوکت حسین عفی عنہ

مقاصد

(۱) مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا۔
(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا
(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اسکی جامعیت
(۴) اسلامی اخلاق وآداب کی افضلیت
(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت
(۶) اسلامی احکام وقوانین شریعت
(۷) ائمہ طاہرین کے کمالات وہدایات
(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات
(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا
(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ ونقلیہ
(۱۱) فلسفۂ قدیمہ جدیدہ اور دیگر
(۱۲) مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام وازالہ شبہات
(۱۳) اکتشافات جدیدہ وحقائق اسلام
اخبار علمیہ

قواعد

(۱) یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی ماہ کی آخری تاریخ میں شایع ہوا کریگا
(۲) ہر خریدار کو کم از کم ایکسال کے لیئے رسالہ خریدنا ہوگا
(۳) نمونہ کا پرچہ ۲ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے
(۴) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے
(۵) اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتی ہے
(۶) علمی معاملات کے متعلق خط وکتابت وارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیے
(۷) شرح قیمت:۔ روساء ووالیان ملک سے جو مرحمت فرمائیں عام خریداران سے ۲ر
پتہ دفتر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہوسکے گا
(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئیں اڈیٹر کو تغیر وتبدل واصلاح کا اختیار ہوگا
(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو
(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کیے جائیں اور عبارات عربیہ پر اعراب لگائے جائیں نیز عربی عبارت کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیئے،
(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے
(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیئے



جناب معلی القاب راجہ سید اکبر علیخانصاحب بہادر آف پنڈراول ضلع علیگڈھ
صدر اجلاس دہم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ



سورۂ آل عمران

الواعظ

جلد (۹) بابت ماہ جنوری ۱۹۳۰ء مطابق ماہ شعبان ۱۳۴۸ھ نمبر

فہرست مضامین



شذرات

جناب مولوی سید اظہار حسین صاحب ضلع رانچی وغیرہ میں

گذشتہ نمبر میں جناب ممدوح کے کارنامہ آخر اگست ۲۹ء تک حاضر کیے جا چکے ہیں اس نمبر میں اسی سلسلہ سے مابعد کے خدمات پیش کش ہیں،

لوہرڈگا ضلع رانچی یکم ستمبر ۲۹ء کو جناب ممدوح یہاں پہونچکر جناب عبد القادر صاحب نمبردار ایس چیرمین کے مہمان ہوئے اور ۵ ستمبر ۲۹ء تک تین جلسہ وعظ کے منعقد ہوئے جنمیں علاوہ مواعظ ونصائح کے مدرسۃ الواعظین کا تعارف بھی کرادیا سامعین متاثر ومحظوظ ہوئے اور بعض حضرات نے الواعظ کی خریداری بھی منظور فرمائی،

رانچی کی واپسی ۵ ستمبر ۲۹ء کو پھر رانچی واپس ہوئے اور ۸ ستمبر اور ۱۲ ستمبر کو دو جلسہ وعظ کے منعقد ہوئے جنمیں علی الترتیب آیۂ تطہیر کی تفسیر اور سیرت ائمہ اور حقوق زن وشوہر کو تفصیل سے بیان کیا،

رانچی میں قادیانی بھی اپنا مرکز بنائے ہوئے ہیں اور ماسٹر اے ڈی پال امرتسری یا سیالکوٹی اس مذہب کی اشاعت میں بہت کوشاں رہتے ہیں اور ایک اچھی خاصی تعداد کتابوں کی اُنکے پاس ہے موصوف نے ۱۰ ستمبر کو جناب واعظ کو نہایت پر تکلف دعوت دی فراغ طعام اور تعارف معمولی کے بعد مماثلت مرزائے قادیانی اور حضرت عیسیٰ اور حیات و ممات حضرت عیسیٰ پر گفتگو شروع ہوئی جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

جناب واعظ - جناب مرزا صاحب کو حضرت عیسیٰ سے کیا مماثلت تھی نہ ابن مریم نہ بے پدر، نہ ابرا اکمہ وابرص اور احیاء اموات پر قادر؟

جناب ماسٹر صاحب - حیات کے دو معنی ہیں، مردہ کو زندہ کرنا اور حقیقی مردہ یعنی کافر و گمراہ کو ہدایت کرکے حقیقی حیات بخشنا مرزا صاحب نے بہتوں کو ہدایت فرمائی اور یہ کام خاص انبیاء کا ہے،

جناب واعظ ہدایت خلق تو ہر نبی کا کام ہے جناب عیسیٰ سے مماثلت کی کیا خصوصیت ہے؟

جناب ماسٹر صاحب اگر حیات ظاہری ہی مقصود ہو تو حضرت مسیح قادیانی کی دعا سے اکثر لوگ جو قریب ہلاکت اور گویا مردہ تھے اچھے ہو گئے

جناب واعظ جناب عیسیٰ نے تو خلق کا بھی دعویٰ فرمایا تھا کیا حضرت صاحب نے بھی کسی چیز کو خلق فرمایا تھا،

جناب ماسٹر صاحب خلق وحیات کا ذکر تو خود انکی کتاب انجیل مقدس میں ہے نہیں،

جناب واعظ - کیا قرآن پر اعتبار نہیں ہے - انجیل موجود تو ہمارے اعتقاد میں بلفظہ محرف ہے

الکلم عن مواضعہ محرف ہے اور قرآن مجید میں انی اخلق من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحیی الموتی باذن اللہ موجود ہے

(دیکھو پ ۳ ع ۱۳)

جناب ماسٹر صاحب خلق کے کوئی اور معنی ہوں گے جسکو میں نہیں جانتا۔

جناب واعظ۔ واضح اور مستعمل لفظ ہے اور اگر کوئی اور معنی ہوں بھی تو اسکی تحقیق کرنا چاہیئے دینی معاملہ میں غفلت و بے پروائی مناسب نہیں،

جناب ماسٹر صاحب جب حضرت صاحب نبی ہیں کیونکہ موصوف سے اکثر و بیشتر معجزات و کرامات ظاہر ہوئے تو اگر کوئی بات خاص طور سے نہ بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں،

جناب واعظ۔ نبوت تو ہمارے نبی پر ختم ہوگئی، ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پھر حضرت صاحب کس قاعدہ سے نبی ہوگئے کیا وہی جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہر سر صدی پر ایک مجدد آئیگا ؟

جناب ماسٹر صاحب۔ جی ہاں اسی ارشاد کی تصدیق میں حضرت صاحب آئے،

جناب واعظ حضرت صاحب تو تیرہویں صدی میں تشریف لائے انکے قبل کے مجدد انبیا کون کون تھے ان کے نام کہیں مل سکتے ہیں اور کیا ان انبیاء مجددین کے بھی کچھ پیر واور معتقد ہیں ؟

جناب ماسٹر صاحب حضرت صاحب بارہویں صدی میں آئے انکے قبل گیارہ اور آچکے ہیں جنکے نام تمام کتابوں میں موجود ہیں اور انکے پیر و اور معتقد ہم لوگ ہیں۔

جناب واعظ مینے تو کسی تفسیر اور حدیث میں انکے نام نہیں پائے اور نہ انکا کوئی گروہ ملا آپکو نام معلوم ہوں تو ارشاد فرمائیے اور یہ بھی بتائیے کہ آئندہ جو مجدد ہوگا اسکا بھی کوئی نام موجود ہے یا نہیں،

جناب ماسٹر صاحب (جزو اول کا جواب چھوڑکر) ۱۳ یا ۱۴ صدی میں جب نبی آئیگا تب اسکا نام ظاہر ہوگا اور ہم لوگ اسکے آنے پر ایمان رکھتے ہیں۔

جناب واعظ اسوقت کون ہے؟

جناب ماسٹر صاحب۔ حضرت صاحب کے خلیفہ،

جناب واعظ ۔ قادیانوں میں تو دو فرقہ ہوگئے ہیں۔

جناب ماسٹر صاحب ہاں ابتو دو فرقہ ہوگئے ہیں اور دو خلیفہ مگر ہم لوگ اس دوسرے گروہ کو قادیانی نہیں مانتے،

جناب واعظ توکیا خود حضرت صاحب یا خلیفہ اوّل نے دوسرے کو خلیفہ مقرر کرکے نص کردی تھی،
جناب ماسٹر صاحب نہیں بلکہ جماعت نے منتخب کیا تھا۔
جناب واعظ ۔ توجس طرح آپکی جماعت نے آپ کے خلیفہ کو منتخب کیا تھا اسیطرح اس جماعت نے اپنے لیئے ایک خلیفہ منتخب کیا کوئی وجہ نہیں کہ جسے آپ منتخب کریں وہ تو حق ہو اور جسے وہ منتخب کریں وہ باطل ہو اگر خود حضرت صاحب یا خلیفہ اوّل مقرر کر جاتے، تو تمام احمدیوں پر اسکی اطاعت واجب ہوتی اور جب ایسا نہیں ہے تو وہ لوگ کیونکر باطل پرست ہو سکتے ہیں،
جناب ماسٹر صاحب انھوں نے اکثر تعلیمات وارشادات کو حضرت صاحب کے ترک کردیا اور اسکے قائل نہ رہے،
جناب واعظ اچھا اب حیات وممات حضرت عیسیٰ کے متعلق آپکا کیا خیال ہے آپکے حضرت صاحب تو ازالۃ الاوہام میں وفات حضرت عیسیٰ کے متعلق ایک روایت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ اماتت کے متعدد معنی ہیں، مارنا، بیہوش ہونا، غافل ہونا، سوجانا، وغیرہ وغیرہ پہر معنی اوّل کی تحقیق کے لیئے کوئی وجہ ہونا چاہیئے،
جناب ماسٹر صاحب ساکت وصامت اور کوئی جواب نہیں؟

اس مناظرہ کے بعد ۲۸ ستمبر سے ۲۹ ستمبر ۲۹ء تک ایک مجلس عزا بتقریب فاتحہ خوانی حضرت قدوۃ العلما اعلی اللہ مقامہٗ دولتخانہ جناب سید صابر حسین صاحب ڈسٹرکٹ رجسٹرار پر اور ایک مجلس وعظ دولتخانہ جناب علام زین العابدین صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ پر منعقد ہوئی جسمیں علی الترتیب فضائل علماء اعلام اور حضرت قدوۃ العلماء کے اوصاف حمیدہ اور مصائب سید الشہداء اور حقوق والدین واولاد بیان فرمائے،

ٹاٹا نگر ضلع سنگھبوم ۳۰ ستمبر وقت شب ٹاٹا نگر پہونچکر جناب سید علی مرتضیٰ صاحب ڈسٹرکٹ انجنیئر کے دولتکدہ پر مہمان ہوئے اور ۷ راکتوبر ۲۹ء تک تین مجلسیں دولتخانہ جناب سید علی مرزا صاحب اور جناب سید ابن حسن صاحب اور جناب سید علی مرتضیٰ صاحب پر منعقد ہوئیں اور دو جلسہ وعظ کے دولتکدہ جناب سید ابن حسن صاحب اور جمشید پور اسکول میں اور ایک محفل میلاد باہتمام جناب سید ابن حسن صاحب اعلی پیمانہ پر منعقد ہوئی جنمیں علی الترتیب توحید خداوند متعال اور اعجاز قرآن مجید اور ایمان کی اہمیت اور ایمان حضرت سلمان وابوذر اور حضرت امیر اور تفسیر سورۂ والشمس اور شمس رسالت وقمر امامت کے فضائل وحالات اور حقانیت اسلام اور دیگر مذاہب پر اسکا تفوق اور ترغیب تعلیم وتجارت پر موعظہ فرماکر آخری جلسہ میں ایک مدرسہ دینیہ کی تحریک فرمائی یہ تمام تقریریں کافی اثر سے روشناس ہوئیں اور جناب سید علی مرتضیٰ صاحب نے

مبلغ عـ۵/ ماہوار چندہ مقرر فرما کر چار ماہ کا چندہ ادا کر دیا،
رانچی کی واپسی ۱۱ تا ۱۸ اکتوبر کو پھر رانچی واپس آکر ۲۱ اکتوبر ۲۹ء تک فرائض تبلیغ ادا کرتے رہے بعض لوگوں کو اعمال و عبادات واجبہ کی تلقین و تعلیم فرمائی بعض کو اختلاف فرق اسلامیہ پر متنبہ فرما کر صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائی دو مجلسیں بھی حسب معمول منعقد ہوئیں بعض تعلیمیافتہ حضرات کو عربیت کی طرف متوجہ کیا،
جائے باسا ضلع سنگھوم ۲۲ اکتوبر ۲۹ء کو یہاں پہونچکر جناب عبدالحق صاحب ٹھیکہ دار کے مہمان ہوئے اور ۲۸ اکتوبر ۲۹ء تک تین جلسہ وعظ کے ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۸، اکتوبر ۲۹ء کو منعقد ہوئے جنمیں علی الترتیب مدرسہ کا تعارف، اتفاق و اتحاد کی خوبی، یوم جمعہ کی فضیلت، نماز کی افضلیت، احکام خدا و رسول پر عمل درآمد کی تاکید، ضرورت تعلیم و تجارت، اصلاح معاشرت، احکام زوجین و ابوین، عدل و مساوات اسلام اور دیگر مذاہب میں عورتوں کے ساتھ سلوک اور اُنکے حقوق کے مقابلہ پر تقریریں فرمائیں جو کافی اثر سے روشناس ہوئیں،
جگناتھ پور ضلع سنگھوم یکم نومبر کو جگناتھ پور پہونچکر مرزا عبدالحق بیگ صاحب کے مہمان ہوئے اور اُسی روز دو جلسہ وعظ کے صبح و شام منعقد ہوئے اور چونکہ یہاں کے کل مسلمان وہابی ہیں اسوجہ سے ۲ نومبر کو یہاں کے مولوی صاحبان سے حیات و تعظیم رسول پر گفتگو رہی جسے لوگوں نے بہت دلچسپی سے سنا،
چمپوا ضلع سنگھوم ۳ نومبر کو یہاں پہونچکر جناب حاجی محمد سعید صاحب کے دولتخانہ پر قیام کیا مگر چونکہ یہاں تعصب زیادہ ہے تقریباً تمام مسلمان وہابی ہیں اسوجہ سے ۴ نومبر کو بعض ہمدردوں کے مشورہ سے زیادہ قیام مناسب جانکر چکدر پور چلے آئے،

جناب مولوی مرزا یوسف حسین صاحب کے تبلیغی کارنامہ

جناب ممدوح ۱۸ اگست کو لکھنؤ سے روانہ ہوکر آخر نومبر ۲۹ء تک جن جن مقامات پر تشریف لے گئے انکی تفصیل حسب ذیل ہے:-
شمس آباد ضلع فرخ آباد یہاں کے اکثر لوگ باہم اور سنجیدہ ہیں ایک انجمن بھی اہل تشیع کی قائم ہے جسکا نام ضیاء الاسلام ہے وہیں جناب ممدوح نے قیام فرمایا اور دوران قیام میں چار جلسہ موعظہ کے منعقد ہوئے جنمیں علی الترتیب دو اصلاح عمل، توحید باری تعالیٰ محاسن تعلیم اسلام، سیرت آنحضرت پر تقریریں فرمائیں جو کافی سے زیادہ مؤثر ہوئیں، یہ تمام جلسہ برادران اہلسنت کی مسجد جامع میں منعقد ہوئے اور مجمع کی تعداد بعض جلسوں میں ہزاروں تک پہونچ گئی،

امروہہ ضلع مراد آباد ۵ ستمبر کو امروہہ پہونچکر لکڑوں کے امام باڑہ میں فروکش ہوئے ۱ستمبر کو مجلس وعظ منعقد ہوئی جسمیں ایک گھنٹہ سے کچھ زیادہ "محبت ومودت" پر تقریر فرمائی جو نہایت مؤثر ہوئی،

موضع بنی شاہ ضلع ملتان ۶ ستمبر کو امروہہ سے روانہ ہوکر لکھنؤ اور وہاں سے ۱۱ ستمبر کو لاہور ۱۲ ستمبر کو ہلوال اور ۱۴ ستمبر کو موضع بنی شاہ سے مرور کرتے اور تپ شدید کے مصائب جھیلتے ہوئے بکیالی پہونچے اور یہاں کے مناظرہ میں شرکت فرماکر پھر بنی شاہ واپس ہوئے،

موضع بہل - ۲۶ ستمبر کو بنی شاہ سے بھکر وہاں سے دریائے سندھ کے سیلاب وطغیانی اور ان اطراف میں عام تباہی کی خبریں معلوم کرکے دورہ کو غیر مفید اور بے موقع سمجھکر موضع بہل میں تشریف لائے یہاں سیلاب کے بعد بخار کی طغیانی تھی تاہم ۲۸ ستمبر سے ۵ اکتوبر تک استفسار مسائل کا سلسلہ جاری رہا اور ۴ اکتوبر کو جلسۂ وعظ منعقد ہوا جسمیں اُولی الامر کی تعیین پر تقریر فرمائی ختم تقریر کے بعد بھادل خاں بلوچ بہت دیر تک موعظہ کے مطالب کو سمجھتے رہے اور تحقیق حق کے بعد صراط مستقیم کے رہرو بن گئے

ڈیرہ اسماعیل خان کی واپسی ۶ اکتوبر کو بہل سے روانہ ہوکر راہ کے مصائب عظیمہ برداشت کرتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خاں میں واپس آئے یہاں مولوی خادم حسین شاہ صاحب واعظ موجود تھے جن کے اصرار سے اُنکے دولتخانہ پر ۹ اکتوبر کو جلسۂ وعظ منعقد ہوا جسمیں احترام بیت اللہ پر ایک گھنٹہ کامل تقریر فرمائی اور اسکے بعد علم تجوید اور ترجمۂ قرآن مجید کی تعلیم ہوتی رہی،

ریاست جموں (کشمیر) ۱۱ نومبر تک رسالہ سرنامۂ اخلاق اور گلدستۂ اخلاق جناب سید مہدی حسن صاحب ترمذی منیجر امامیہ کتب خانہ لاہور کی فرمائش سے تالیف کرکے موصوف کو روانہ کیے اور ۱۰ نومبر کو جموں سے دوسرا خط پہونچنے کے بعد جموں روانہ ہوگئے جہاں ۱۴ نومبر کو پہونچکر جناب سید الطاف علی شاہ صاحب صدر انجمن سادات جموں کے دولتخانہ پر قیام فرمایا اور ۱۹ نومبر تک چھ جلسۂ وعظ کے پیر مٹھا شاہ صاحب کے دربار اور جناب صدر انجمن اور جناب سید ولی شاہ صاحب کے دولتخانہ اور جامع مسجد برادران اہلسنت میں منعقد ہوئے جنمیں علی الترتیب شان امیر المومنین اور مصائب سید الشہدا اور شان جناب سرور کائنات اور محاسن تعلیم اسلام اور اصلاح عمل اور عصمت انبیا خصوصاً عصمت حضرت آدم اور عظمت قرآن مجید اور حیات حضرت مسیح اور ختم نبوت اور شان انبیا پر تقریریں فرمائیں جو کافی سے زیادہ موثر ہوئیں اور فریقین اسلام نہایت مسرور محظوظ ہوئے

مذکورہ بالا جلسوں میں اگرچہ ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے رہے اور مجمع بھی اچھا خاصہ ہوتا رہا لیکن چھٹا جلسہ خاص اہتمام سے منعقد ہوا ہر فریق کے لوگ کافی تعداد میں موجود تھے، تقریر ایسی مکمل و متقن دلائل مدلل تھی کہ تمام حضار نے تسلیم کرلیا - آج کے جلسہ میں یہ بھی فرمائش تھی کہ وعظ کا کچھ حصہ ملتانی زبان میں بھی

بیان کیا جائے چنانچہ اس فرائش کی بھی تعمیل کی گئی اور وعظ ایسا کامیاب ثابت ہوا کہ غلام محمد صاحب سوداگر بساط خانہ نے مجمع عام میں علانیہ اظہار کیا کہ آج سے پہلے میرے عقائد مرزائیت کی طرف مائل تھے اور اسی طرز پر عمل درآمد بھی شروع ہوگیا تھا مگر آج مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور سرور کائنات پر نبوت و رسالت ختم ہوگئی اور مرزا صاحب ہرگز نبی نہیں ہو سکتے، ختم وعظ کے بعد جناب ممدوح نے بعض شکوک بھی پیش کیے جنکا انھیں اطمینان بخش جواب دیدیا گیا اور انھوں نے مذہب حق اختیار کرلیا اور بعض اور لوگوں نے بھی اُن کا ساتھ دیا مگر اُنکے نام معلوم نہ ہو سکے،

جموں کے اطراف و جوانب اور کشمیر و گلگت و لداخ وغیرہ میں ایک مستقل واعظ کی ضرورت ظاہر کی جاتی ہے اور امداد و اعانت مدرسہ کے خیالات ممبران انجمن سادات میں اچھی طرح موجود ہیں اور بظاہر کچھ اسباب بھی کوشش سے مہیا ہو سکتے ہیں،

کوٹلہ حاجی شاہ تحصیل لیہ ۲۸ نومبر کو جموں سے روانہ ہوکر ۲۱ نومبر کو کوٹلہ پہونچکر سید کرم حسین شاہ صاحب کے مہمان ہوے اور تین چار دن مقیم رہے مگر تمام بستی مثل دیگر اطراف کے بخار کی وجہ سے پریشان تھی اسوجہ سے کوئی تبلیغی کارروائی ممکن نہ ہوئی،

جناب خادم حسین شاہ صاحب واعظ کے کارنامہ

جناب ممدوح علاقہ سندھ کے تبلیغی خدمات کے لیئے عرصہ سے مامور ہیں اور جو خدمات آپنے انجام دیے ہیں اور جس حسن و خوبی سے مجالس اور مواعظ اور مناظرات کی منزلیں طے کی ہیں اور مقامی ضروریات کے لیے مختلف مقامات پر انجمنیں قائم کی ہیں وہ سب آپکے حسن خدمات پر کافی روشنی ڈال رہی ہیں مئی سنہ ۲۹ء میں آپ اس علاقہ کا دورہ کرتے ہوے خیرپور میرس بھی تشریف لے گئے جہاں آپ نے چار موعظے فرمائے اور ترک رسوم ناشروع میں بلیغ کوشش فرماکر پوری کامیابی حاصل کی اور پابندان رسوم نے شادی اور غمی اور عزاے حضرت سید الشہداء کے مواقع پر اُن رسوم کے ترک کا عہد کر لیا اور بعض تقریبات جو ممدوح کی موجودگی میں ہوے ان میں اُن رسوم مذمومہ سے اجتناب کیا گیا،

جناب مولوی سید اسماعیل حسین صاحب بمبئی میں -

جناب ممدوح ایک عرصہ سے بمبئی میں تشریف فرما ہیں اور وہاں اپنے فرائض کو کمال حسن و خوبی سے ادا کر رہے ہیں بوہرہ قوم میں سلسلہ تقریر کا جاری ہونا بابیوں کی سوسائٹی میں پہونچکر سلسلہ جنبانی کرنا پارسیوں کی جماعت میں کام کرنا ایک آباد اور نیا اس مقام پر ہفتہ میں دو بار مذہب و ملت کی موجودگی میں حقانیت اسلام کو واضح کرنا، گجراتی زبان میں مدرسہ کی طرف سے ایک ہوا پرچہ کا جاری کرنا آپکے حسن خدمات پر کافی روشنی ڈال رہا ہے

مقالہ

محمد و آل محمد کا تبلیغی اسوۂ حسنہ

فریضۂ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائی کا بے نظیر منظر

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا دسواں سالانہ اجلاس

سادات رفیع الدرجات امروہہ کے روایات اولو العزمی کی تجدید

یہ ایک حقیقت ہے کہ تبلیغ اسلام و احکام اسلام اور فریضۂ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حقیقی عامل کامل وہی حضرات قدسی صفات تھے جنہیں خود خدائے واجد قدوس نے اس خدمت کے لئے منتخب اور اس خطاب کا پہلا مخاطب قرار دیکر وحی و الہام کے شرف سے مشرف اور فاصدع بما تؤمر کے واجب الامتثال خطاب سے مخاطب اور اتمامات منذر و لکل قوم ھاد کے ارشاد پر سداد سے یاد فرمایا تھا وہ حضرات اپنے اپنے زمانوں میں حسب مقتضیات وقت و ضرورت جیسے مافوق التصور عنوانوں سے ان فرائض کو جانکاہ مصیبتیں جھیلکر اور ناقابل برداشت امور کو خارج از امکان صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرکے صحیح معنوں میں اپنے ذوات قدسیہ کو انکا اہل ثابت کر گئے انکی مثال انبیاء سابقین میں عدیم الوجود ہے چہ جائیکہ ہم ایسے محدود المساعی اور قاصر الہمت لیکن کچھ شبہ نہیں کہ مرتبۂ ثانیہ میں ہماری ناقص ذاتیں بھی اس خطاب کے تعلق سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتیں اور یہ فریضہ بشرطہا و شروطہا ہماری ذاتوں سے بھی ضرور متعلق ہے، ہرچند کہ ہم اور ہماری تبلیغ آفتاب امامت کے سحاب غیبت میں مستور ہونے سے کالاعمی بیدہ السراج کا مصداق ہے لیکن محمد و آل محمد کا اسوۂ حسنہ انکے تمام متبعین کو بالعموم اور ان کے نائبان عام حضرات علمائے کرام کو بالخصوص اس اہم بالشان خدمت کے ادا کرنے کی دعوت دے رہا ہے چنانچہ اسی نظریہ کو پیش نظر رکھکر حضرت حجۃ الاسلام مقتدی الانام سرکار صدر الشریعہ آقائے آقا السید نجم الحسن صاحب ادام اللہ ظلہ العالی نے جامعہ مدرسۃ الواعظین قائم کرنیکا ارادہ فرماکر ھل من ناصر کی آواز بلند کی اور سرکار دولتمدار سرکار مہاراجہ صاحب بہادر والی محمود آباد کی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی نے اس مقدس مگر دلدوز آواز پر لبیک کہکر چھ ہزار روپیہ سالانہ سے اسکی ابتدائی تعمیر فرماکر اس رقم کو سات ہزار تک پہونچا دیا اور دیگر شیدائیان تبلیغ کو بھی شرکت عمل کی اجازت مرحمت فرمائی باہمت افراد قوم نے کمر ہمت چست کرکے اپنی روایتی ایثار کی تجدید کی مدرسہ قائم ہوگیا عمارت بھی خرید لی گئی

مدرسین و متعلمین کی تنخواہیں اور وظیفہ مقرر ہوگئے کتب خانہ تیار ہوگیا مختلف شعبوں میں تقسیم عمل کے اصول پر ضروریات منقسم ہوگئے ذرایع اشاعت (الواعظ اردو میں مسلم ریویو انگریزی میں اور فی الحال تحفہ نو گجراتی میں شایع ہونے لگے پڑھے مبلغین اطراف عالم میں بھیجے جانے لگے یہانتک کہ حدود ہندوستان سے نکلکر بیرون ہند تک اسکی آواز پہونچ گئی نو برس تک اسکے سالانہ اجلاس اسکے مولد و منشا (لکھنؤ ہی) میں منعقد ہوتے رہے دسویں سال سادات رفیع الدرجات امروہہ کی رگ حمیت متحرک ہوئی اور بانی مدرسہ کی ہموطنوں نے مدرسہ ہی کے کارہو نیز اس بار عظیم کا رَما رہنا گوارا نہ کرکے سالانہ اجلاس کو اپنے یہاں مدعو کیا اور مسرا مینجنگ کمیٹی نے انکی دعوت کو قبول و منظور فرماکر اہل امروہہ کو ایک قابل تقلید مثال قائم کرنے کا موقع دیدیا ۳۰، ۳۱ ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء اور یکم جنوری ۱۹۳۰ء اس اجلاس کے لیے مقرر ہوگئی، داعیان نے استقبالیہ کمیٹی مرتب کرکے اپنے وفد اکابر قوم کو دعوت دینے کیلئے روانہ کرنا شروع کیے اور باوجودیکہ اس زمانہ میں تمام کانفرنسیں اور سبھائیں اور تمام قومی اجتماع مہمانوں کی ضیافت کا انتظام اپنی ذمہ نہیں لیتے اور سال گذشتہ سے ہی خواہان قوم مدرسۃ الواعظین کو بھی یہی مشورہ دے رہے ہیں لیکن امروہہ کے بلند ہمت اور با حمیت سادات نے اپنے بھائیوں کو مہمان بلاکر کھانے پینے اور سواری کے انتظام کو انھیں کی جیبوں پر محول کردینا گوارا نہ کیا اور قیام و طعام و سواری اور جملہ مصارف کے متحمل ہوکر پرزور و پرخلوص شکریہ کے مستحق ہوگئے، ہم سادات امروہہ کو انکی لبند ہمتی پر تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں مگر ہمیں خوف ہے کہ کہیں رسم اپنی صورت اختیار کرکے دیگر بعض ملک کے باشندوں کو اپنے یہاں مدرسۃ الواعظین کے سالانہ اجلاس کو دعوت دینے کی مانع نہ ہوجائے اسلیئے ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ آئندہ سے کھانے پینے اور سواری کا بار داعیوں کی ہمت پر نہ ڈالا جائے وہ صرف ہوٹلوں کا انتظام کردیں تاکہ مہمان قیمت اداکرکے بسہولت طعام حاصل کرسکیں، شیعہ کانفرنس بھی چھ سات برس تک اسی کشمکش میں مبتلا رہی بالآخر اہل بنارس نے اخلاقی جرأت سے کام لیکر کھانے کے انتظام سے دستکشی کرکے ایک مثال قائم کردی اور بہر نہ نظام داعیوں کی مرضی پر منحصر ہوگیا، ہمارے استدعا یہ ہے کہ داعیوں کو آئینی طور پر اس انتظام سے روک دیا جائے اور جو لوگ کھانے کے مصارف ادا نہ کرنے کو اپنے لیے ننگ و عار سمجھیں وہ کھانے کی رقم مہمانوں کی طرف سے مدرسہ میں داخل کردیں جو لوگ مصارف سفر برداشت کرکے تشریف لاتے ہیں انھیں کھانے کی قیمت اداکرنا کچھ زیادہ بار نہ ہوگا اور اسطرح ہر مہمان اعانت مدرسہ میں شریک ہوجائے گا،

بہرحال سادات امروہہ کے تمام انتظامات لائق صد مدح تھے، اور جوش ایمانی اور اخوت اسلامی کا مظاہرہ اُن سب کا طرۂ امتیاز تھا،

استقبالیہ کمیٹی کی ترتیب

ہم چار پانچ روز تک سادات امروہہ کے مہمان رہے اور استقبالیہ کمیٹی کے ممبروں اور مہمانوں کی فہرست کے خواہاں رہے لیکن اُن حضرات کی مصروفیتوں نے انھیں اتنی مہلت نہ دی کہ وہ ان فہرستوں کو باطمینان مکمل کر دیتے ہمکو جسقدر دریافت کرنے سے معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ،

جناب مستطاب معلی القاب حکیم سید محمد صاحب قبلہ رئیس امروہہ اس کمیٹی کے صدر تھے اور جناب اختر حسین خاں صاحب رئیس امروہہ جنرل سکریٹری اور اکابر و عمائد سادات امروہہ اس کمیٹی کے ارکان تھے، بعض کی نگرانی میں انکوائری آفس اور محکمہ ارڈاک اور دیگر ضروری دفاتر بھی تھے اور یہی حضرات مہمانوں کے فرودکش کرنے اور اُنکی تواضع و ضیافت کے بھی منتظم تھے، ان سب حضرات نے اپنے فرائض کو باحسن وجوہ انجام دیکر پُر زور شکریہ کا استحقاق حاصل کر لیا اور تمام شرکا رجلسہ ان حضرات کے حسن خدمات و استقبال و انتظام سے نہایت مسرور و محظوظ رہے کسی کو کوئی موقع کسی طرح کی شکایت کا نہیں ملا،

جماعت رضاکاران

امروہہ میں تین مدرسہ سادات کی جانب سے قائم ہیں نورالمدارس، سید المدارس، امام المدارس جنمیں سے آخرالذکر ہائی اسکول کے درجہ تک پہونچا دیا گیا ہے اور یکم جنوری ۳۰ء کو اُسکا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے اور ایک ہائی اسکول گورنمنٹ کی جانب سے قائم ہے رضاکاران کی جماعت بظاہر انھیں مدارس کے طلبہ سے مرتب کی گئی تھی اور کچھ حضرات اُنکے علاوہ بھی اس جماعت میں داخل معلوم ہوتے تھے،

مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست

اسٹیشن امروہہ پر استقبالیہ کمیٹی کے ممبروں اور رضاکاروں کی کافی تعداد استقبال کے لیے موجود رہتی تھی جو کمال احترام سے مہمانوں کو اتار کر تانگوں اور گاڑیوں پر سوار کرکے فرودگاہوں تک پہونچاتی تھی سادات عظام کے مکانات مہمانوں کے لیئے کثیر تعداد میں پنڈال کے قریب خالی کر دیئے گئے تھے جنمیں ہر طرح کی راحت و آرام کے اسباب بہم پہونچا دیئے گئے اور عندالضرورت موجود کر دیئے جاتے تھے، کھانا تمام مہمانوں کو جناب سید نورالحسن صاحب مرحوم بانی مدرسہ نورالمدارس کے امام باڑہ میں بیکوقت ایک دسترخوان پر نہایت تکلف کے ساتھ کھلایا جاتا اور ہر چیز کافی سے زائد موجود رہتی تھی اور پر تکلف کھانے کے ساتھ معزز میزبانوں

کی انتہائی تواضع و انکسار انھیں ویسی ہی پرخلوص شکریہ کا مستحق ثابت کر رہی تھی جس خلوص اور جوش سے وہ لوازم میزبانی کو ادا کر رہے تھے،

پنڈال

آبادی سے بالکل ہی متصل ایک کھلے میدان میں نہایت پرتکلف پنڈال تقریباً پندرہ سو آدمیوں کی نشست کے لئے بنایا گیا تھا جو سلیقہ شعار منتظمین کے حسن انتظام اور سلیقہ شعاری کی خود داد دے رہا تھا کرسیوں کی نشست تھی ڈیس بھی نہایت پرتکلف تھا جو علمائے اعلام اور رؤسائے عظام اور واعظین و مبلغین اور دیگر اکابر و عمائد قوم کے لیے مخصوص تھا، ڈیس کے وسط میں ایک پرتکلف زردوزی شامیانے کے نیچے جو نقرئی چوبوں پر استادہ تھا جناب صدر اجلاس کی کرسی تھی اور انکے برابر صدر استقبالیہ کمیٹی کی کرسی تھی اور داہنے بائیں حضرات علمائے کرام اور رؤسائے عظام اور اکابر قوم کی کرسیاں تھیں جنرل سکریٹری مدرسہ اور سکریٹری استقبالیہ کمیٹی جناب صدر اجلاس کے سامنے داہنی جانب اور واعظین و مقررین کی تقریروں کے لیے بائیں جانب جگہ دی گئی تھی،

مہمانوں کی تعداد

باہر آنے والے حضرات جو ممالک متحدہ آگرہ و اودھ اور پنجاب اور دہلی اور صوبہ سرحدی اور بہار اور دیگر حصص ملک سے رونق افروز تھے جنکی تعداد بالآخر ۵۰۰ کے قریب ہوگئی تھی وہ سب ہماری بہترین شکریہ کے مستحق ہیں لیکن حضرات ذیل جن کا نام و نشان ہمکو معلوم ہوسکا وہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں،

(۱) عالیجناب شمس العلما صدر الشریعہ آقائے آقا السید نجم الحسن صاحب قبلہ دام ظلہٗ　　لکھنؤ
(۲) عالیجناب مولانا المفتی السید احمد علی صاحب قبلہ　　"
(۳) عالیجناب شمس العلما مولانا السید ابن حسن صاحب قبلہ　　"
(۴) عالیجناب شمس العلما مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ　　"
(۵) عالیجناب مولانا الشیخ اعجاز حسن صاحب قبلہ　　"
(۶) عالیجناب مولانا السید ابن حسن صاحب قبلہ　　کانپور
(۷) عالیجناب مولوی محمد عیوض صاحب قبلہ　　شکارپور
(۸) عالیجناب مولانا السید سبط نبی صاحب قبلہ　　نوگانواں
(۹) عالیجناب مولانا آغا شیر حسین صاحب قبلہ　　رامپور
(۱۰) عالیجناب مولانا السید الصار حسین صاحب قبلہ　　"
(۱۱) عالیجناب مولانا سراج الحسن صاحب قبلہ　　نوگانواں
(۱۲) عالیجناب مرزا عابد حسین خانصاحب آنریری جنرل سکریٹری مدرسۃ الواعظین　　لکھنؤ

(۱۳) عالیجناب سید اکبر حسین صاحب سکریٹری شعبۂ تبلیغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ
(۱۴) عالیجناب سرکار راجہ اکبر علیخاں صاحب بہادر صدر اجلاس بنڈرول
(۱۵) عالیجناب مولوی دولت علی صاحب وکیل بدایوں
(۱۶) عالیجناب مولوی اقتدار عالم صاحب وکیل "
(۱۷) عالیجناب خواجہ غلام الحسنین صاحب فاضل پانی پت
(۱۸) عالیجناب مرزا عبد الرحیم خانصاحب قزلباش فیض آباد
(۱۹) عالیجناب مرزا لطف علیخانصاحب قزلباش "
(۲۰) عالیجناب ابو غلام رضا صاحب قزلباش "
(۲۱) عالیجناب آنریبل سید رضا علی صاحب مراد آباد
(۲۲) عالیجناب مولوی سید محمد حسین صاحب شوق میرٹھ
(۲۳) عالیجناب مولوی مرزا احمد علی صاحب امرتسر
(۲۴) عالیجناب مولوی سید محمد مہدی صاحب تسکین بی اے ال ال بی وکیل فیض آباد
(۲۵) عالیجناب خاں بہادر سیٹھ احمد چاند صاحب رنگون

(۲۶) عالیجناب مولوی ذوالفقار علی صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین بدایوں
(۲۷) عالیجناب مولوی عدیل اختر صاحب " ضلع گیا
(۲۸) عالیجناب مولوی سید محمد مہدی صاحب " ضلع بارہ بنکی
(۲۹) عالیجناب مولوی مرزا یوسف حسین خاں صاحب " لکھنؤ
(۳۰) عالیجناب مولوی سید علی صاحب " "
(۳۱) عالیجناب مولوی فضل علی صاحب " حیدرآباد دکن
(۳۲) عالیجناب مولوی اظہار الحسنین صاحب " لکھنؤ
(۳۳) عالیجناب مولوی سید وجیہ الحسن صاحب متعلم مدرسۃ الواعظین غازیپور
(۳۴) عالیجناب مولوی محمد عارف صاحب " پنجاب
(۳۵) عالیجناب مولوی محمد بشیر صاحب " شکارپور
(۳۶) عالیجناب مولوی محمد نذیر صاحب " "
(۳۷) عالیجناب مولوی انصار حسین صاحب " رسولپور
(۳۸) عالیجناب مولوی احمد رضا صاحب " سرسی
(۳۹) احقر قاسم علی مدیر الواعظ - لکھنؤ
(۴۰) عالیجناب نواب عاشق حسین صاحب مراد آباد

مقامی حضرات میں سے ہر طبقہ کے لوگ کافی دلچسپی سے شریک ہوکر موجب رونق اجلاس ہوئے ہم بکمال امتنان ان سب حضرات کے صمیم قلب سے شکرگذار ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ جو حضرات قابل ذکر ہیں ان سب میں سے جن حضرات کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) عالیجناب مولانا السید یوسف حسین صاحب قبلہ
(۲) عالیجناب مولانا السید محمد صاحب قبلہ
(۳) عالیجناب حاجی سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ
(۴) عالیجناب مولوی سید باقر حسین صاحب قبلہ
(۵) عالیجناب حکیم سید محمد صاحب صدر استقبالیہ کمیٹی
(۶) عالیجناب سید اختر حسین خانصاحب سکریٹری استقبالیہ کمیٹی
(۷) عالیجناب سید انور حسین خانصاحب
(۸) عالیجناب سید توصیف الحسن صاحب
(۹) عالیجناب سید محمد نبی ہادی صاحب چیرمین میونسپل بورڈ
(۱۰) عالیجناب سید نہال احمد صاحب پنشنر منصرم چنگی
(۱۱) عالیجناب حکیم سید معصوم حسن صاحب
(۱۲) عالیجناب سید وصال محمد صاحب بی اے ال ال بی
(۱۳) عالیجناب سید ولی محمد صاحب اڈیٹر قرطاس
(۱۴) عالیجناب سید محمد مجاہد حسین صاحب جوہر اڈیٹر اتحاد

(۱۵) عالیجناب مولوی سید مسرور حسین صاحب (۱۶) عالیجناب سید ممتاز حسین صاحب تحصیلدار پنشنر
مبلغ مدرسۃ الواعظین (۱۷) عالیجناب سید آل احمد صاحب نعیم۔

بہر حال ۳۰ دسمبر ۲۹ء سے جلسے شروع ہوئے اور ہر روز صبح و شام دو جلسہ ہوتے رہے جنمیں شرکاء کی تعداد بتدریج ۱۵۰۰ تک تخمیناً ہو چکی تھی،

اجلاس اول

۳۰ دسمبر ۲۹ء وقت صبح

۸ بجے صبح سے لوگ ۱۱ بجے تک مجتمع رہے مگر چونکہ جناب صدر اجلاس دام اقبالہ العالی کیوجہ سے اُسوقت تک رونق افروز ہم نہ ہوسکے لہذا اعلان کر دیا گیا کہ اسوقت کا جلسہ جناب صدر کے رونق افروز نہ ہونیسے ملتوی کیا جاتا ہے امید ہے کہ جناب صدر عنقریب تشریف لے آئینگے ٹھیک ۲ بجے جلسہ شروع ہو جائیگا

اجلاس دوم

۳۰ دسمبر ۲۹ء وقت شام

(۱) عالیجناب حافظ امجد علی صاحب نے تلاوت کلام اللہ فرما کر مسامع حاضرین کو منور فرمایا۔

(۲) عالیجناب حکیم سید محمد صاحب قبلہ صدر استقبالیہ کمیٹی نے اپنے پرزور خطبہ میں (جو چھپا کر تقسیم کر دیا گیا تھا) مدرسۃ الواعظین کی اہمیت اور قومی التفات و توجہ کی ضرورت پر کافی روشنی ڈالتے ہوئے حضار ذوی الوقار و مہمانان عالی مقدار کا پرخلوص خیر مقدم اور پرجوش شکریہ ادا فرما کر تحریک فرمائی کہ اجلاس کی کرسی صدارت عالی جناب معلی القاب راجہ سید اکبر علیخانصاحب بہادر آف بندولی ضلع علیگڈھ کی خدمت فیضدرجت میں پیش کیجائے عالیجناب مولانا السید محمد صاحب قبلہ نے تائید فرمائی اور تمام حضار ذوی الوقار نے نعرہ صلواۃ سے اپنے اتفاق رائے کا اظہار کیا اور ممدوح کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے،

(۳) عالیجناب سید ممتاز حسین صاحب تحصیلدار پنشنر نے گوٹہ کے نہایت پرتکلف ہار جناب صدر اجلاس اور جناب صدر استقبالیہ کمیٹی کو پہنائے

(۴) عالیجناب شمس العلماء صدر الشریعہ آقائے آقا السید نجم الحسن صاحب قبلہ دام ظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ ابتداءً جب اس مدرسہ کا افتتاح ہوا ہے تو ربیع الاول ۱۳۳۸ھ ہجری کی ۱۰ تاریخ تھی

جو روز ولادت باسعادت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور آج جب کہ وہ پہلے پہل سادات رفیع الدرجات امروہہ کی طلب کے موافق اپنے مولد ومنشا سے باہر نکلکر اس سرزمین پر اپنا سالانہ اجلاس منعقد کر رہا ہے تو رجب ۱۳۵۵ھ کی ۲۷ تاریخ ہے جو روز بعثت جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلواۃ واکمل التحیات ہے اور اسلئے امید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوض وبرکات باطنی اس مدرسہ کو اسکے مقاصد کے اعلیٰ ترین مدارج تک پہونچادیں گے،

(۵) عالیجناب راجہ صاحب بہادر دام اقبالہم صدر اجلاس نے اپنے خطبۂ صدارت میں اپنے منتخب کیے جانے کا شکریہ ادا فرماکر مدرسہ کی اجمالی تاریخ اور اسکے تمام شعبوں پر روشنی ڈال کر حضرات معاونین اور زر اعانت کا تذکرہ فرماتے ہوئے پرجوش الفاظ میں قوم کے باہمت اور مستطیع حضرات سے اعانت وامداد کی پرزور اپیل فرماکر اپنی جانب سے ایک ہزار نقد یکمشت اور دو ہائی سو روپیہ سالانہ کے وظیفہ کا اعلان فرمایا جسکا پرزور نعرہ صلوۃ سے استقبال کیا گیا،

(۶) جناب مولوی سید اظہار الحسنین صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین نے ضرورت بعثت انبیا کے موضوع پر نہایت متین ومتقن اور مدلل ومبرہن تقریر فرماکر بعثت جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات پر بہت بہتر روشنی ڈالتے ہوئے منکرین نبوت کی رد فرمائی،

(۷) جناب مولوی محمد عارف صاحب اور مولوی محمد بشیر صاحب متعلمان مدرسہ نے ایک فرضی مناظرہ کا منظر اثبات وابطال تناسخ اور ابطال واثبات معاد جسمانی کے متعلق پیش کیا اول الذکر نے گویا آریوں کی وکالت میں تناسخ کا اثبات کیا اور آخر الذکر نے اسلام کی وکالت کا فرض ادا کر کے تناسخ کے ابطال اور معاد جسمانی کے اثبات پر کافی روشنی ڈالی اور یہ مصنوعی مناظرہ جو اپنی نوعیت میں بالکل جدید تھا کمال توجہ سے سماعت کیا گیا اور سامعین نے محسوس کر لیا کہ مدرسہ کس پیمانہ کے واعظین تیار کر رہا ہے،

اجلاس سوم

۲۹ / ۳۱ دسمبر ۱۹۳۶ء وقت صبح

(۱) جناب حافظ سلطان احمد صاحب نے تلاوت کلام مجید سے حاضرین کے قلوب کو منور فرمایا،

(۲) جناب سید آل احمد صاحب نعیم نے اپنی دلچسپ نظم سے قلوب سامعین کو مسرور ومحظوظ فرمایا۔

(۳) جناب مولوی سید سرور حسین صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین نے مسئلہ غلامی اور درجۂ نسواں پر نہایت

مدلل و مبرہن تقریر فرماکر واضح فرمایا کہ غلامی کا مسئلہ اسلام سے مخصوص نہیں ہے یہ امت ہائے سابقہ میں بھی پایا جاتا تھا اور قبل ظہور جناب رسالتمآب ایام جاہلیت میں بھی موجود تھا اسلام نے اسکو بمصالح عدیدہ یک قلم موقوف نہیں کیا لیکن غلاموں کا درجہ دوسری ملتوں کے آزادوں سے بہتر کر دیا اور قانون مساوات اسلامی نے غلام اور آقا میں کوئی فرق نہیں رکھا اب رہا عورت کا درجہ تو واضح ہو کہ قبل ظہور اسلام لڑکی کی ولادت موجب ننگ و عار سمجھی جاتی تھی اور وہ زندہ دفن کر دی جاتی تھی اور اگر کسی صورت سے بچ بھی گئی تو ذلیل سے ذلیل حالتیں بسر کرنا اُسکے لیئے لازمی تھا اسلام نے اس ننگ و عار کو برطرف کر کے اُسکے لئے حقوق قرار دیئے اُسے گھر کی چار دیواری میں بٹھا کر گویا تاج کی ملکہ بنا دیا اُسے حیات انسانی کا شریک اور تدبیر منزل کا جزو اعظم بنا دیا،

(۴) جناب مرزا عابد حسینخانصاحب رئیس لکھنؤ آنریری جنرل سکریٹری مدرسۃ الواعظین نے اپنی سالانہ رپورٹ سنائی جسمیں مدرسہ کے ہر شعبہ پر کافی روشنی ڈالی گئی تھی اور ہر شعبہ کا حساب آمدنی و خرچ دکھلا نہایت وضاحت سے دکھا کر یہ بات ثابت کر دی گئی تھی کہ حضرات معطیان کے عطایا اُن کے منشا کے موافق کس حسن و خوبی و امانت و دیانت سے صرف کیے گئے،

(۵) جناب مولوی مرزا احمد علیصاحب امرتسری نے ختم نبوت اور رد مذہب قادیانی پر ایک بسیط و مفصل اور پر زور تقریر فرماکر موضوع مذکور پر انتہا کی تیز روشنی ڈالدی،

(۶) رزولیوشن نمبر ا ذیل کے الفاظ میں منجانب صدارت پیش کیا گیا،

مدرسۃ الواعظین کا یہ سالانہ جلسہ اُس بزدلانہ حملہ کو جو ہز ایکسلنسی وائسرائے ہند پر کیا گیا اپنے دلی افسوس کا باعث سمجھتے ہوئے حضور ممدوح کے محفوظ رہنے پر خدائے تعالیٰ کا پرخلوص شکریہ ادا کر کے اپنے جذبات وفاداری کو پیش کرنیکا افتخار حاصل کرتا ہے،

اجلاس چہارم

۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء وقت شام

(۱) جناب حافظ انوار الحسن صاحب نے تلاوت کلام مجید سے حاضرین کے قلوب کو منور و روشن فرمایا،

(۲) جناب مولوی سید اظہار الحسنین صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین نے ایک مختصر خطبہ اور تمہید کے بعد اس مطلب کو واضح کیا کہ:۔

میں منجانب مدرسہ صوبۂ بہار و اڑیسہ میں فرائض تبلیغ ادا کر رہا ہوں، جب میں اس صوبہ میں پہونچا ہوں تو جناب سرکار صدر الشریعہ دام ظلہ العالی کا ایک خط چندۂ تعمیر کتب خانہ کی بابت میرے

پاس تھا جسمیں یہ اپیل کی گئی تھی کہ اگر بارہ حضرات بارہ ہزار روپیہ اعانت فرمادیں تو مدرسہ کے لیئے ایک کتبخانہ کی تعمیر مکمل ہو سکتی ہے جس کی اشد ضرورت ہے، جب میں اس خط کو لیئے ہوئے رانچی پہونچا اور جناب سید علی مرتضیٰ صاحب اسسٹنٹ انجنیر جمشید پور نے اسکو ملاحظہ فرمایا تو ممدوح نے ایک ہزار نقد کتب خانہ کے لیئے عطا فرمائے اور دس روپیہ ماہوار مدرسہ کی اعانت میں اور پانچ روپیہ ماہوار ایک طالب علم کا وظیفہ مقرر فرمایا،

(۳) جناب مولوی محمد لقاء علی صاحب حیدری مبلغ مدرسۃ الواعظین نے "مذہب اور تمدن" کے موضوع پر ایک بسیط تقریر ارشاد فرمائی جسمیں واضح فرمایا کہ اسلام اور اسلامی تمدن میں کوئی تفرقہ نہیں ہے،

(۴) جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب فاضل پانی پتی نے قرآن اور مطالعہ کائنات پر ایک فاضلانہ تقریر میں واضح کیا کہ قرآن مجید نے تمام کائنات کا مطالعہ کرا کے معرفت الٰہی حاصل کرنے اور عبادت خدا کو اصل مقصد حیات انسانی قرار دینے کی تعلیم دی ہے اور اسی ضمن میں آپنے مسئلہ تناسخ کی بھی رد فرما کر ایک باب معلومات اسلامیہ کا منکشف کردیا۔

(۵) ذیل کے رزولیوشن پیش ہو کر باتفاق آراء پاس ہوئے،

رزولیوشن نمبر ۲۔ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا یہ سالانہ جلسہ حضور پرنور نظام الملک آصف جاہ سابع اعلیٰحضرت دکن خلد اللہ ملکہم واقبالہم کے اُن توجہات خسروانہ کا پرخلوص شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہے جو حضور ممدوح نے تبلیغ اسلام کے متعلق ظاہر فرما کر تمام اہل اسلام کو مخلصانہ شکریہ کا موقع مرحمت فرمایا،

منجانب صدارت

رزولیوشن نمبر ۳ مدرسۃ الواعظین کا یہ سالانہ جلسہ حفظ شعار اسلام کو اس ادارہ کا فریضہ مذہبی خیال کرتا ہے اور ساردا ایکٹ کو مداخلت فی المذہب یقین کرتے ہوئے سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور گورنمنٹ کے قانون آزادی مذہب کو پیش نظر رکھکر حضور گورنر جنرل باجلاس کونسل سے متدعی ہے کہ وہ اہل اسلام کو اس قانون سے مستثنیٰ قرار دیکر شکر گذاری کا موقع مرحمت فرمائیں،

محرک جناب مولی الحاج الشیخ محمد اعجاز حسن صاحب فاضل مرادآبادی

مؤید جناب مولوی سید محمد مہدی صاحب تمکین بی اے ال ال بی کیل (وکیل) فتحپور (فیض آباد)

رزولیوشن نمبر ۴۔ مدرسۃ الواعظین کا یہ سالانہ جلسہ حضرات حجت الاسلام سرکار شریعتمدار قدوۃ العلماء مولانا السید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد العصر اعلی اللہ مقامہ کی وفات حسرت آیات کو دیوار اسلام کا ناقابل السداد رخنہ تصور کرتے ہوئے اپنے دلی رنج وملال کا اظہار کرتا ہے، اور جناب مرحوم کی اخلاف سے ہمدردی

رکھتا ہے۔	محرک جناب الحاج الشیخ محمد اعجاز حسن صاحب فاضل بدایونی
موئید جناب مرزا عابد حسین خانصاحب جنرل سکریٹری مدرسہ

رزولیوشن نمبر ۵ مدرسۃ الواعظین کا یہ سالانہ جلسہ جناب مولوی السید محمد سجاد صاحب قبلہ بانی مدرسہ جوادیہ بنارس کے انتقال پر ملال پر اپنے دلی رنج وملال کا اظہار کرتا ہے اور جناب مرحوم کے اخلاف سے دلی ہمدردی رکھتا ہے،

محرک جناب مولانا السید محمد صاحب قبلہ
مؤید جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب قبلہ

اجلاس سوم

یکم جنوری سنہ ۳۰ء وقت صبح

(۱) جناب علی محمد جعفر خوجہ اثنا عشری متعلم مدرسہ باب العلوم نوگانواں ضلع مرادآباد نے تلاوت کلام مجید سے اہل جلسہ کے قلوب کو منور وروشن کیا۔

(۲) جناب مولوی سید علیصاحب واعظ مبلغ مدرسۃ الواعظین نے بنگال میں اہمیت تبلیغ "پر ایک عجیب تقریر ارشاد فرمائی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ میں ۲۷ جنوری سنہ ۲۹ء سے بنگال میں مقرر کیا گیا اور اب تک وہیں کام کر رہا ہوں لیکن جہاں پرن کی مخالفت میں علما کو چیلنج دینے کی تجویز پاس کی جائے وہاں جسقدر کامیابی ہو سکتی ہے واضح ہے تاہم مینے سب سے پہلے کلکتہ میں ایک مدرسہ دینیہ کا افتتاح کیا جسکے لیے مینے افریقہ سے ۲۵ روپیہ ماہوار کی اعانت حاصل کی اور ۲۵ روپیہ ماہوار نذر علیخانصاحب متولی وقف نے دینے کا وعدہ کیا پھر مینے سندربن کی طرف توجہ کی جو کلکتہ سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور جہاں پچاس میل کے اندر ۲۰ ہزار نام نہاد شیعوں کی آبادی ہے یہ لوگ ڈیڑھ سو برس سے وہاں آباد ہیں مگر چونکہ انکی کوئی خبر لینے والا نہ تھا اس وجہ سے پیری مریدی کا طریقہ انمیں رائج ہو گیا سنیوں کے طرز عمل پر عامل ہو گئے مگر اپنے کو شیعہ کہتے ہے احباب علی پیر نے ایک کتاب تحفۃ الاحباب بنگلہ زبان میں تصنیف کی تھی اسی پر انکا عمل درآمد ہے۔ موجودہ پیر سید مطلوب علی ہیں کلمہ انکا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مہدی ولی اللہ سید مطلوب علی کی حجۃ ہے پورب کی طرف ذبیحہ کرتے ہیں پورب کی طرف سجدہ کرتے ہیں، میں اپنے ہمراہ ایک ترجمان لیتا گیا تھا کیونکہ وہ لوگ اردو بالکل ہی نہیں یا بہت کم جانتے ہیں

مترجم کے ذریعہ سے حسب ذیل سوال وجواب ہوئے ۔

س تم پورب کی طرف ذبیحہ اور سجدہ کیوں کرتے ہو؟

ج خدا ہر جگہ ہے۔

س خدا نے تو کعبہ کی طرف سجدہ کرنیکا حکم دیا ہے،

ج حضرت اسماعیل ذبح کے لیے اسطرف لٹائے گئے تھے ہم بھی اسیطرف ذبیحہ کرتے ہیں،

س وہ حکم بعد کو منسوخ کر دیا گیا اور ہمارے رسول کے زمانہ میں کعبہ کی طرف سجدہ اور ذبیحہ کا حکم دیا گیا تم حضرت کی امت ہو کیوں ایسا کرتے ہو؟

ج زمین گھومتی ہے پورب کی طرف مونہ کریں گے تو پچھم کی طرف ہو جائیگا اور اگر پچھم کی طرف منہ کرینگے تو پورب کی طرف ہو جائیگا،

س رسول دو چیزیں چھوڑ گئے تھے قرآن و اہلبیت لہذا انھیں کے ارشادات پر عمل کرنا چاہئیے ۔

ج سید مطلوب علی اہلبیت میں داخل ہیں،

س تو پھر ہم بھی اہلبیت میں داخل ہیں کیونکہ ہم بھی سید ہیں ہمارے کہنے پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ بھائیو اہلبیت سے مراد ائمہ معصومین ہیں،

بہرحال بہت کچھ سمجھایا بجھایا بظاہر راہ راست پر آئے مگر مطلوب علی کے پاس جاکر پھر پلٹ گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ بجز بنگلہ زبان میں کتابیں شایع کرنے کے کوئی چارہ نہیں ہے تاہم مطلوب علی کے پاس گیا اور اُنکو سمجھا بجھا کر آمادہ کیا کہ کل تمام قوم کو بلاکر کہدو کہ وہ ان عقائد سے باز آئے لیکن جب تمام قوم جمع ہوئی تو صرف اتنا کہا کہ جو کچھ مولانا کہتے ہیں اُسے سن لو جسے سُن کر وہ مذکورہ بالا کلمہ پڑھتے ہوے چلے گئے؛ میرے پاس کوئی سرمایہ نہ تھا کہ جس سے میں کتابیں چھپوا سکتا لہذا میں نے احباب افریقہ کو تکلیف دی، اور اُن حضرات نے چار سو اسّی روپیہ سے اس امر خیر میں اعانت فرمائی جسکے بعد ترجمہ کی دقتیں پیش آئیں اور میں حضرت حجت اللہ سے طالب امداد ہوا اور حضرت ہی کے فیوض باطنی سے حسب ذیل چھ کتابیں ترجمہ بھی ہو گئیں اور طبع بھی ہو گئیں اور سب سے پہلے ترجمہ کرنے والا ہی راہ راست پر آگیا۔ کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوۃ، کتاب الصوم، کتاب النکاح، احکام اموات، تعلیم الاطفال یہ کتابیں شایع ہو گئیں اب شریعۃ الاسلام اور النبوۃ والخلافہ کا ترجمہ اور چھپنا باقی ہے جسمیں تین سو صرف ہو گا۔

اس قوم میں دو جماعتیں ہیں ایک مطلوب علی کے موافق اور دوسری مخالف میں بربنا راستخارۂ قرآن

تشکر پر پہونچکر مولوی سید الطاف حسین صاحب کے ذریعہ سے مطلوبہ علی کے مخالفین کے ادران کتابوں کو پیش کیا، اور ایک انجمن اور مدرسہ کے قائم کرنے کی خواہش کی اور عربی کے مدرس کی تنخواہ دینے کا خود وعدہ کیا اور بنگلہ زبان میں مدرس کی تنخواہ اور مدرسہ کی جگہ کا انسے مطالبہ کیا، چنانچہ انجمن جعفریہ قائم ہوگئی،

اس تقریر کے ختم پر جناب صدر نے رقم مطلوبہ (مبلغ تین سو روپیہ) کے عطا فرمانے کا اعلان کیا اور مبلغ پانچ روپیہ اختر حسین خانصاحب نے اور ایک ایک روپیہ قاری علی حسین خانصاحب اور بزم حق نما کی جانب سے دیا گیا،

(۳) جناب مولوی سید محمد مہدی صاحب تسکین بی اے ال ال بی وکیل فیض آباد نے مقصد حیات انسانی پر ایک پر مغز و متین اور معرکۃ الآرا تقریر فرماکر واضح کردیا کہ اقوام سابقہ اور موجودہ اقوام میں مقصد حیات کیا سمجھا گیا ہے اور اہل اسلام کا مقصد حیات کیا ہے، یہ تقریر جیسی لطیف قابل سماعت تھی ویسی ہی توجہ سے سنی گئی اور اپنی نوعیت میں بے مثل ثابت ہوئی،

(۴) جناب مولوی سید محمد مہدی صاحب واعظ نے تقیہ اور اسلام پر ایک فاضلانہ تقریر ارشاد فرماکر واضح کردیا کہ آج دنیا میں اسلام کی اشاعت صرف تقیہ کا نتیجہ ہے۔

(۵) سید آل احمد صاحب نعیم نے اپنی دوسری نظم ارشاد فرمائی جسکے بعد جلسہ برخواست ہوا،

اجلاس ششم

یکم جنوری سنہ ۳۰ء وقت شام

(۱) حافظ محمود خانصاحب نے تلاوت کلام مجید سے قلوب سامعین کو منور فرمایا،

(۲) جناب آنریری جنرل سکریٹری صاحب نے وہ ٹیلگرامس پڑھکر سنائے جو بعض اکابر و عمائد کی جانب سے انجمن موصول ہوئے تھے اور جنہیں شریک اجلاس نہ ہونے پر افسوس اور مدرسہ سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا تھا،

۳ جناب مرزا عبد الکریم صاحب قزلباش کی جانب سے مرزا غلام رضا صاحب قزلباش نے ممدوح کا ایک خواب بدیں خلاصہ بیان کیا کہ انھوں نے انوار مقدسہ حضرات ائمہ اور انھیں کی حضوری میں جناب سرکار صدر الشریعہ کی زیارت کی اور جناب سید الشہدا علیہ السلام نے ممدوح کی پشت پر ہاتھ رکھکر ارشاد فرمایا کہ ہم تمھارے تبلیغی خدمات سے بہت خوش ہیں،

(۴) ذیل کے رزولیوشن پیش ہو کر پاس ہوئے:-

رزلیوشن نمبر ۶ مدرسۃ الواعظین کا یہ سالانہ جلسہ جناب مولی السید محمد سجاد صاحب قبلہ مرحوم کی آخری اور شاندار یادگار یعنی مدرسہ جوادیہ بنارس کے خدمات کا اعتراف کرتا ہے اور اسکو مدرسۃ الواعظین کا دست و بازو تصور کرتے ہوئے اسکی اعانت و ہمدردی کے لیئے پر زور اپیل کرتا ہے

محرک مولوی سید محمد مہدی صاحب بی اے ال ال بی وکیل فیض آباد

مؤید - مولوی سید سرور حسین صاحب واعظ -

رزولیوشن نمبر ۷ مدرسۃ الواعظین کا یہ سالانہ جلسہ مختلف فرق اسلام کے مذہبی اواروں سے استدعا کرتا ہے کہ موجودہ دور ابتلا میں اُن پیہم حملوں کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے جو اسلام پر ہو رہے ہیں فرقہ وارانہ نزاعات کا حتی الامکان سد باب کریں اور اسلام کی محافظت کی طرف تمام تر توجہ مبذول فرمائیں اور اس طرح اُن حملات کی مدافعت کا بہانہ ایک متحدہ محاذ پر مخالفین ملت حنیف کے سامنے پیش کر کے انصار اللہ میں شامل ہوں،

محرک مولوی محمد مہدی صاحب بی اے ال ال بی وکیل فیض آباد

مؤید مولوی محمد لقا علی صاحب واعظ حیدری -

(۵) جناب شمس العلما مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ نے امیر المومنین علی بن ابیطالب ع کے قول مبارک «رحم اللہ من علم من این جاء و این یذھب» کی شرح میں ایک مبسوط اور مفصل تقریر فرما کر تمام حاضرین کو ایسا محظوظ و متاثر فرمایا کہ زبان قلم اسکی تصویرکشی سے عاجز ہے۔

(۶) مولوی سید محمد صاحب قبلہ کے صاحبزادہ حبیب حسن نے اپنی دلکش نظم ارشاد فرمائی،

(۷) مولوی سید قائم رضا صاحب نے اپنی نظم ارشاد فرمائی،

(۸) جناب سرکار صدر الشریعہ دام ظلہ العالی نے ایک عالمانہ تقریر بدیں خلاصہ ارشاد فرمائی کہ مدرسۃ الواعظین کی تاسیس اور اسکا قیام بڑے غور و فکر کا نتیجہ ہے اور اسکی غرض وہی ہے جو بانی اسلام علیہ و آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی تھی مجھے اہمیت تبلیغ کے تعلق وہ وقت یاد آرہا ہے کہ جب آنحضرت نے امیر المومنین کو دعوت اسلام کے لیے جانب یمن روانہ فرمایا ہے تو ارشاد فرمایا کہ جب تم وہاں ہونچکر تبلیغ اسلام کرنا اور وہاں کے لوگ اسلام قبول کرلیں تو انکو نماز کی تاکید کرنا اور بتلانا کہ تم اپنے اموال کی زکوٰۃ اپنے یہاں کے ارباب استحقاق پر تقسیم کردیا کرو یا علی تم تبلیغ کے لیے جارہے ہو اگر تمھاری ہدایت سے ایک شخص بھی مسلمان ہوگیا تو اُسکا اسلام لانا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جنپر آفتاب طلوع ہوا اور جہاں غروب

ہوا، اسیطرح جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے حضرت اپنے دولت سرا میں تشریف فرما ہیں بنی ہاشم بھی حاضر و موجود ہیں کہ دفعتہً دروازہ سے ایک شخص داخل ہوا جو بظاہر معمولی حیثیت کا آدمی تھا مگر آپنے اسکا استقبال کیا اپنی جگہ پر بٹھایا، بنی ہاشم شاکی ہوئے فرمایا کہ آج یہ ایک مخالف سے مباحثہ میں غالب آیا ہے، دیکھئیے ہمارے رسول اور امام نے مبلغین کی کیسی قدر افزائیاں فرمائی ہیں۔ آپ بھی انکی تاسی میں اس مدرسہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور جہانتک ممکن اعانت فرماتے ہیں نہ صرف یہاں بلکہ اپنے مقام پر پہونچکر سوچئیے کیونکر اسکا اعانت پہونچانا چاہیئے یہ امر آپکی مرضی پر منحصر ہے، بعد اسکے سو روپیہ نواب عاشق حسین صاحب نے ۲۲ روپیہ سید غلام نجف صاحب نے اور پانچ روپیہ سید مبارک رضا صاحب نے عطا فرمائے،

(۹) جناب مولوی سید محمد صاحب قبلہ امروہوی نے منجانب استقبالیہ کمیٹی مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

(۱۰) جناب مولوی سید محمد مہدی صاحب بی اے ال ال بی نے مہمانوں کی طرف سے معزز میزبانوں کا شکریہ ادا کیا۔

نوٹ ہم بوجہ قلت صفحات مفصل کارروائی شائع نہ کرسکے لیکن اگر مفصل کارروائی شائع ہوگئی جسکی بہ نسبت سالہائے گذشتہ امسال زیادہ امید ہے تو ناظرین ملاحظہ فرمائینگے کہ تمام تقریریں کسقدر پرزور و متین اور تمام رپورٹیں کسقدر دلچسپ تھیں۔ — (ناچیز مدیر)

انگریزی ترجمۂ صحیفۂ کاملہ

کلام الامام امام الکلام

علی ثانی یا آدم ثالث یا امام چہارم حضرت علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کا وہ کلام بلاغت نظام جو تحت کلام الخالق و فوق کلام المخلوق کا مصداق اور مافوق تصور انسانی علوم و کمالات کا معدن اور رابطۂ عبدیت و معبودیت کے صحیح معانی کا مخزن اور دعا و مناجات کے اعلیٰ ترین طرق کا معلم مدرسۃ الواعظین کے کافی وقت اور روپیہ کے صرف سے انگریزی میں ترجمہ ہوکر طبع ہو رہا ہے اور شائقین کے سخت تقاضے سے پہلا حصہ جو ۲۰ دعاوں پر مشتمل اور ۹۰ صفحہ پر ختم ہوا ہے شائع بھی کردیا گیا ایک صفحہ پر اصل عبارت عربی ہے اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہے جلد نہایت عمدہ انگلش فیشن قیمت عہ

یہ ترجمہ کیسا ہے اور اسکے کیا خصوصیات ہیں؟ ایک دہریت جرمنی اسکو دیکھکر لکھتا ہے کہ اگر خدا ایسا ہی ہے جیسا اس کتاب میں بتلایا گیا ہے تو میں ایسے خدا کے ماننے کو تیار ہوں، ہاتھوں ہاتھ نکل رہا ہے جلد منگوا لیجئے ایسا نہ ہو کہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے،

بابی بہائی و قادیانی مذہب کا تطابق

مسئلہ واحدہ ......

تمام مسلمانوں کا اتفاقی مسئلہ ہے کہ اسلام کے تین اصول ایسے ہیں جنمیں سے اگر کسی ایک کا بھی کوئی شخص منکر ہو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے (پہلے) خداوند عالم کی الوہیت اور اسکی وحدت کا اقرار و اعتقاد (دوسرے) حضرت سرور کائنات محمد بن عبد اللہ کی نبوت و رسالت کا اقرار اور یہ کہ جو کچھ اُنپر خدا کے یہاں سے نازل ہوا ہے وہ حق ہے اور قرآن کریم جو مسلمانوں کے درمیان میں تواتر کا درجہ رکھتا ہے یہ خدا کی کتاب اور اسکی وحی ہے جو اُسکے سچے اور امانت دار رسول پر نازل ہوی ہے اور ان سب باتوں کا اعتقاد (تیسرے) معاد جسمانی کا اعتقاد اور یہ کہ خداوند عالم تمام اموات کے اجسام کو بعد امتداد زمانہ کے زندہ کریگا اور اُنکے جسم میں روح واپس لائیگا اور اُنکو نیک و بد اعمال کی جزا و سزا دیجائیگی (فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر)

جیسا کہ قرآن مجید نے تصریح کے ساتھ اسکا ذکر فرمایا ہے اور ادلہ و براہین کے ساتھ اسکو ثابت کرتے ہوئے منکرین کی کافی زجر و ملامت کی گئی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ موجودہ صدی یا اُسکے کچھ پہلے سے بعض اشخاص ایسے پیدا ہوئے جو اپنے بعض اقوال کے اندر اگرچہ ان اصول کے اقرار کا اظہار کرتے ہیں لیکن اگر اُنکے عقائد کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت ان اصول کے منکر ہیں لیکن سادہ لوح اور نا فہم افراد کا دام فریب میں لانا مقصود ہے اور انھی افراد کے سبب سے روز انہ نت نئے مذاہب کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور ہر ایک اپنے لیے ایک مخصوص نام کو پسند کر کے ملت اسلامیہ میں رخنہ اندازی کا باعث ہوتا ہے۔ ان اشخاص کے اقوال یا اُنکے اتباع کے تصریحات پر اگر نظر کیجائے تو اُنکا مآل مذکورہ بالا اصول کے انکار ہی کی طرف راجع ہے۔

اصل اول کی مخالفت تیرھویں صدی ہجری میں "علی محمد شیرازی" کا نشو و نما ہوا جن کا نام باب قرار دیا گیا اور جسکے اتباع بابیہ کہلاتے ہیں، اس شخص نے الوہیت کا ادعا کیا اور اُسکے تصریحات جو اس بارے میں کتاب البیان اور کتاب الالواح کے اندر موجود ہیں وہ کتاب نصائح الہدی (مطبوعہ بغداد ۱۳۳۹ھ صفحہ ۹۰) میں درج کردیے گئے ہیں۔

اسکے بعد "حسین علی" جسکو اسکے اتباع بہا کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور اپنے تئیں بہائی کہتے ہیں اس نے بھی اگر آگے ہونیکا دعوی کیا اور اُسکے کفریہ کلمات بھی اس دعوی کے ثبوت میں نصائح الہدی صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۳ میں موجود ہیں۔

ان کی دیکھا دیکھی پنجاب میں غلام احمد قادیانی کا نشوونما ہوا، وہ اپنی کتاب "خطبہ عید اضحیٰ" میں جسکے بین السطور فارسی و اُردو ترجمہ بھی موجود ہے صفحہ ۹۰ میں حسب ذیل الفاظ لکھتے ہیں۔

وبعد ذلک یکسیٰ لانسان الکامل حلۃ الخلافۃ من الحضرۃ ویصبغ بصبغ صفات الالوھیۃ — اسکے بعد انسان کامل کو اُس بارگاہ سے خلافت کا حلہ پہنا دیا جاتا ہے اور وہ صفات الوہیت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

مرزا صاحب نے الوہیت اور اوسکے صفات کو بالکل ارزان بنا دیا ہے اور اس حساب سے ایک وقت میں ہزاروں شخص الوہیت کے صفات سے رنگے ہوئے پیدا ہو سکتے ہیں۔ کیا جو شخص الوہیت کے صفات میں رنگا ہوا ہو وہ الٰہ نہیں ہے؟ پھر توحید اور کلمہ لاالٰہ الا اللہ کی تصدیق کہاں رہ گئی؟!

اسی کتاب کے صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے۔

لیری بی ربی من بعض صفات الجلالیۃ والجمالیۃ — تاکہ مجھ میں خدا اپنے بعض صفات جلالیہ اور جمالیہ کو دیکھنے لگے۔

ذرا اہل توحید سے اس وحشت خیز کلام کے معنی پوچھو اور تجسد الٰہ دحلول واتحاد کے امتناع پر نظر کرتے ہوئے مذکورہ بالا کلمات کا اندازہ کرو کہ یہ معیار توحید اور نقائص بشریہ سے خداوند عالم کی تنزیہ کے میزان میں کامل تر نکلنے قابل ہیں یا کفر و شرک کی میزان میں آنیکے مستحق ہیں۔

کتاب البریہ صفحہ ۷۹ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

رائیت انی عین اللہ — میں نے دیکھا کہ میں خود خدا ہوں (نعوذ باللہ من ذلک)

اور کتاب استفتاء یا ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵ میں اپنے تئیں مظہر خدا قرار دیا ہے اور صفحہ ۸۰ میں بزعم خود خداوند عالم کی طرف نسبت دیتے ہوئے اپنے متعلق حسب ذیل خطاب تحریر کیا ہے۔

یا قمر یا شمس انت منی وانا منک۔ — اے آفتاب اے ماہتاب تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں

ذرا غور کرنا چاہئیے کہ براہمہ اور بودہ مذہب اور نصاریٰ نے شرک یا تثلیث میں اس حد تک اکتفا کی کہ کہا برہما اور بودہ اور مسیح خدا سے پیدا ہوا ہے لیکن قادیانی کے جرأت کی انتہا نہیں رہتی وہ کبھی تو لوگوں پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ براہمہ اور بودہ اور نصاریٰ مشرک و تثلیث پرست ہیں اور کبھی خود ایسے ایسے کلمات لکھتا ہے جو مذکورہ بالا مذاہب کے اقوال سے زیادہ شرمناک اور وحشت انگیز ہیں اور ایسی جرأت کو جائز سمجھتا ہے جو ہماری واقفیت کے حدود میں کسی مشرک نے اسکے قبل نہیں کی،

کسی مشرک یا بت پرست سے کہکر دیکھ لو کہ خدا غلام احمد قادیانی یا کسی اور شئے سے ہے۔ دیکھو وہ تصدیق

کرنے پر طیار ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ مسلمانوں کی طرح وہ بھی کانوں پر ہاتھ رکھنے لگے گا۔ استفتا کے صفحہ ۸۵ میں بھی قادیانی نے خداوند عالم کی طرف نسبت دیتے ہوئے حسب ذیل کلمات لکھے ہیں۔

انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلی کان اللہ نزل من السماء۔ — ہم تم کو بشارت دیتے ہیں ایسے فرزند کی جو مظہر حق و بلندی ہے، گویا خدا آسمان سے اتر آیا ہے

خود قادیانی مذہب کے افراد سے پوچھنا چاہیے کہ ان کے پیش رو کا ایسے الفاظ سے کیا مطلب ہے؟ کتاب استفتاء کے صفحہ ۸۶ میں خدا کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ وہ فرماتا ہے

انی مع الرسول اجیب اخطی واصیب — میں رسول کے ساتھ جواب دیتا ہوں کبھی غلطی کرتا اور کبھی ٹھیک کہتا ہوں۔

قادیانیوں کو بتلانا چاہیئے کہ خدا غلطی کیونکر کرتا ہے؟

انی مع الرسول اقوم افطر واصوم۔ — میں خدا کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں افطار کرتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں۔

یہ امر تحقیق طلب ہے کہ خداوند عالم جل شانہٗ کس زمانہ میں روزہ رکھتا ہے؟ کیا بندوں کے مثل ماہ رمضان میں یا جاڑوں کی راتوں میں اور کون سی چیز سے افطار ہوتا ہے اور افطار کے وقت کونسا خاصہ سامنے لایا جاتا ہے؟

ولن ابرح الارض الی الوقت المعلوم — اور میں مقررہ زمانہ تک زمین پر رہوں گا۔

وہ کونسا وقت معلوم ہے جس میں خدا زمین سے ہٹجائیگا اور یہاں سے ہٹ کر کہاں جائیگا؟ اسکے علاوہ کتاب استفتا کے صفحہ ۵ میں قادیانی صاحب لکھتے ہیں۔

فی ذلک الوقت خاطبہ اللہ تعالی وقال انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی۔ — اسوقت (مرزا صاحب سے) خدا نے خطاب کی اور فرمایا کہ تم مجھ سے بمنزلہ میری توحید اور تفرید کے ہو۔

اور اسی کے مثل صفحہ ۲۶ میں بھی درج ہے نیز صفحہ ۸۲ میں لکھا ہے:۔

انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی انت منی بمنزلۃ عرشی انت منی بمنزلۃ ولدی — تو مجھ سے بمنزلہ میری توحید و تفرید کے ہے تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے، تو مجھ سے بجائے میرے فرزند کے ہے

یہ کیسے وحشتناک کلمات ہیں اور یہ اشتراک کے دائرہ میں داخل ہیں یا اسلام میں جگہ دیے جانے کے مستحق ہیں، بعض ظریف الطبع اشخاص نے ان کلمات کو سنکر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب خود اپنے والد بزرگوار سے وہ نسبت نہ تھی جو ایک فرزند کو اپنے باپ سے ہوتی ہے۔

حاشا وکلا کہ خدا کے لئے کوئی فرزند یا بجائے فرزند ہو (انی یکون لہ ولد)

معلوم ہوا کہ قادیانی صاحب کی نسبت خدا کے ساتھ ایک غلط کفر و شرک کی نسبت تھی جس سے خداوند عالم کو مبرا و منزہ سمجھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارے پاس مرزا صاحب قادیانی کے کفر آمیز تحریرات میں سے تین کتابوں سے زیادہ نہ تھیں اور اگر دیگر کتابیں موجود ہوتیں تو شاید اس سے زیادہ اقوال کو ہدیۂ ناظرین کرتے۔

اصل دوم (رسالت) حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا صرف ظاہری اقرار در صورتیکہ کی مخالفت آپکی شریعت کے وہ بنیادی مسائل جو ضروریات دین میں داخل ہیں معرض انکار میں لائے جا رہے ہوں کسی طرح کافی نہیں ہے، بلکہ ایسے ضروریات کا انکار درحقیقت حضرت کی رسالت و نبوت کا انکار ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رسالت کا ظاہری طور پر اقرار مخصوص وقتی مصالح پر مبنی ہے۔ علی محمد باب اور حسین علی بہار ووکلا ظاہر میں رسالت آپ کی رسالت کے معترف ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن جو مسلمانوں کے درمیان میں متواتر ہے یہی خدا کی کتاب ہے، نصائح الہدیٰ کے صفحہ ۲ تا ۱۰ میں وہ عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں جن سے اس اعتراف کا پتہ چلتا ہے اور مرزا صاحب قادیانی بھی ظاہر میں اس سب کے معترف ہیں جیسا کہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۴ و ۹۴ اور خطبۂ عید الاضحیٰ صفحہ ۱۳ و ۲۵ و ۶۲ و ۶۷، ۱۹ اور کتاب الاستفتا صفحہ ۱۶ و ۲۸ میں مذکور ہے لیکن ان تینوں نے اسلام اور قرآن کے اہم ضروری مسائل کا انکار کیا ہے جن میں سے ایک ختم نبوت ہے جسکی تصریح قرآن مجید میں ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے الفاظ میں موجود ہے۔

علی محمد باب اور حسین علی بہار کا ادعائے نبوت و رسالت اور اس بات کا اظہار کہ انپر وحی و کتاب نازل ہوئی ہے نصائح الہدیٰ صفحہ ۵ تا ۱۶ میں مذکور ہے اور قادیانی نے بھی نبوت اور نزول وحی کا دعویٰ کیا ہے اور یہ کہ خداوند عالم اس سے خطاب و کلام کرتا ہے۔ دیکھو کتاب الاستفتا صفحہ ۱۹۔

ان اللہ سمانی نبیا بوحیہ وکذلک سمیت — یعنی خدا نے وحی کے ذریعہ سے میرا نام نبی رکھا ہے

من قبل علی لسان رسولہ محمد المصطفیٰ — اور اس سے قبل رسولخدا محمد مصطفیٰ کی زبان سے میرا نام یہی قرار دیا گیا ہے۔

اور اکثر مقامات پر مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ خدا نے انکو مبعوث اور روانہ کیا ہے جیسا کہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۹ و ۳۲ و ۴۴ میں اور خطبۂ عید الاضحیٰ صفحہ ۷، اور استفتا صفحہ ۱۱ و ۲۱ میں مذکور ہے نیز یہ کہ خداوند عالم نے انکی طرف وحی نازل کی اور کلام کیا جیسا کہ خطبۂ عید الاضحیٰ صفحہ ۱۱۹ اور استفتا صفحہ ۱۷، ۱۶،

۲۰، ۲۴، ۲۵ میں مذکور ہے اور صفحہ ۷۹ تا ۸۰ میں وہ کلمات ذکر کیے گئے ہیں جنکے متعلق نسبت دی گئی ہے کہ خداوند عالم نے اُنکے ساتھ تکلم فرمایا اور یہ کہ خداوند عالم کے دیگر کتب کی طرح اُن پر اعتقاد ضروری ہے اور اسی قسم کے کلمات میں سے یہ ہے کہ صفحہ ۸۰ میں اپنے وقت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں یا نبی اللہ کنت لا اعرفک اور نہ خود ان لوگوں سے کہتا ہوگا لا تثریب علیکم الیوم اور یہ کہ خدا فرماتا ہے۔

انت فیھم بمنزلۃ موسیٰ	تم ان لوگوں میں بجائے موسیٰ کے ہو۔ اور فرماتا ہے:-
انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھدا علیکم	ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تمہارے
کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا	اعمال کا گواہ ہے جسطرح فرعون کی طرف ہمنے رسول بھیجا تھا

اور صفحہ ۸۷ میں اس آیت کو اپنے اوپر منطبق کیا گیا ہے۔

یٰسٓ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین	یٰسٓ قسم قرآن کی تم پیغمبروں میں سے ہو راہ راست کے
علیٰ صراط مستقیم تنزیل العزیز الرحیم۔	اوپر یہی خدا کے نزدیک تنزیل ہے۔

اور صفحہ ۱۳ کے اس حاشیہ میں جو عید اضحیٰ سے تعلق رکھتا ہے لکھا ہے:-

فارسل رسولہ کما جرت سنتہ فی	خدا نے اپنا رسول بھیجا جس طرح سابقہ قرون میں
قرون اولیٰ فذلک ھو المسیح خاتم الخلفاء	اُس نے انبیاء روانہ کیے تھے، یہی رسول مسیح خاتم خلفا
وان اللہ سماہ احمد وسماہ عیسیٰ بن مریم	ہے اور خدا نے اُسکا نام احمد رکھا ہے نیز عیسیٰ بن مریم بھی اُسکا نام رکھا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان عبارات سے غلام احمد کا مقصود خود اپنی ذات ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ مثل دیگر انبیاء کے اپنی رسالت کے بھی مدعی ہیں۔

اب انصاف سے کہنا چاہیئے کہ قادیانی نے ختم نبوت کی جسکا ذکر قرآن میں ہے کونسی وقعت باقی رکھی باوجودیکہ خود مرزا صاحب قادیانی نے اعتراف کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ خاتم النبیین اسکے معنی یہی ہیں کہ نبوت جناب رسالتمآب پر ختم ہوگئی ہے۔ دیکھو صفحہ ۹۴ کتاب حمامۃ البشریٰ اور حاشیہ صفحہ ۱۶ استفتاء اور مرزا صاحب اُن متواتر احادیث کے بھی معترف ہیں جنہیں کہا گیا ہے کہ حضرت سرورکائنات کے بعد کوئی نبی نہیں ہے ملاحظہ ہو استفتاء صفحہ ۲۸ اسکے باوجود ان دعاوی کو قرآن مجید اور سنۃ متواترہ سے عناد کے سوا کس چیز پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

مشہور ہے کہ ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا، لوگوں نے کہا کہ رسالتمآب نے فرمایا ہے لا نبی بعدی

اُس نے جواب دیا کہ بے شک مردوں میں سے نبی نہیں ہو سکتا لیکن یہ تو نہیں فرمایا ہے لا نبیۃ بعدی میرے بعد عورتوں میں سے کوئی نبیہ نہوگی،

ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا اور اپنا نام لا رکھا جب کہا گیا کہ رسول فرماتے ہیں لا نبی بعدی اُس نے کہا کہ بالکل درست ہے، میرا نام لا ہے اور رسالت مآبؐ نے میری ہی نبوت کی خبر دی ہے مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں لیکن لا میرے بعد نبی ہونیوالا ہے،

مرزا صاحب کے تاویلات بھی کچھ اس سے ملتے جلتے ہیں کبھی تو وہ اسی قسم یا اس سے زیادہ مضحکہ خیز انداز کے ذریعہ سے اپنی نبوت کو تسلیم کرانا چاہتے ہیں اور کبھی بالکل دعائے نبوت سے انکار کرتے اور لکھتے ہیں کہ مجھپر افترا باندھا گیا ہے تاکہ مسلمان اُنپر لعنت کریں اور کافر کہیں جیسا کہ صفحہ ۸۹، و ۸۹ کتاب حمامۃ البشریٰ میں مذکور ہے۔

اصل سوم معاد کا انکار اسلام کے اصول میں سے کہ جسکا علی محمد باب و حسین وعلی بہار اور مرزا غلام احمد قادیانی نے انکار کیا ہے معاد جسمانی ہے اور درحقیقت اس مسئلہ کے انکار سے اُن تمام آیات کی مخالفت ہوتی ہے جنمیں صراحۃً اُن کفار و مشرکین کو تہدید کی گئی ہے جو معاد جسمانی کا انکار کرتے ہیں اور انکے مقابل میں ادلہ قائم کرکے انکی حماقت و کفر کو ثابت کیا گیا ہے مکی اور مدنی دونوں قسم کے سوروں میں چالیس آیتوں سے زیادہ موجود ہیں بلکہ یہ مسئلہ قرآن مجید کا سب سے اہم نصب العین معلوم ہوتا ہے اسلیئے کہ بار بار اسکا تذکرہ کیا گیا اور ادلہ قائم کیے گئے ہیں، ملاحظہ ہو۔

ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الیٰ ربھم ینسلون ۞ قالوا یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا ھذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون ۞ سورہ یٰسین آیت ۵۱، ۵۲

اور جب صور پھونکا جائیگا تو اُسی دم سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل نکل کر اپنے پروردگار کی طرف چل کھڑے ہوں گے۔ اور کہیں گے کہ ہائے افسوس ہمکو ہماری خوابگاہ سے کس نے اٹھا دیا (جواب ملیگا) یہ وہ ہے جسکا خدا نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔

اولم یرا الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ۞ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم ۞ سورہ یٰسین آیت ۷۷، ۷۸، ۷۹

کیا انسان نے غور نہیں کیا کہ ہمنے اُسکو نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ یکایک کھلی کھلی مخاصمت کرنے لگا اور ہمارے لیئے باتیں بنانے لگا اور اپنی خلقت کو بھول گیا کہنے لگا کہ جب یہ ہڈیاں خاک ہو جائیں گے تو کون انھیں زندہ کرے گا (اے رسول کہدو کہ انھیں وہی

زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلے زندہ کیا تھا اور وہ ہر طرح کی پیدائش سے واقف ہے،

انظر كيف ضربوا لك الامثال فضلوا فلا يستطيعون سبيلا ۝ وقالوا اذا كنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون خلقا جديدا ۝ قل كونوا حجارة او حديدا ۝ او خلقا مما يكبر في صدوركم فسيقولون من يعيدنا قل الذي فطركم اول مرة (سورہ اسرا آیت ۵۱،۵۲،۵۳)

(اے رسول) دیکھو تو وہ تم پر کیونکر پھبتیاں کستے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایسے گمراہ ہوئے کہ اب کسی طرح راہ حق پر آ ہی نہیں سکتے اور کہتے ہیں کہ جب ہم مرنے کے بعد محض ہڈیاں رہ جائینگے اور ریزہ ریزہ ہو جائینگے تو کیا پھر از سر نو زندہ ہو کر اٹھائے جائینگے (اے رسول) کہہ دو کہ تم (مرنے کے بعد) پتھر بن جاؤ یا لوہا یا اور کوئی چیز جو تمھارے خیال میں اس سے بھی زیادہ سخت ہو تو یہ لوگ عنقریب تم سے کہیں گے کہ کون ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا تم کہدو کہ وہی جس نے تمکو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا،

يا ايها الناس ان كنتم في ريب من البعث فانا خلقناكم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة وغير مخلقة لنبين لكم ونقر في الارحام ما نشاء الى اجل مسمى ثم نخرجكم طفلا ثم لتبلغوا اشدكم ومنكم من يتوفى ومنكم من يرد الى ارذل العمر لكيلا يعلم من بعد علم شيئا وترى الارض هامدة فاذا انزلنا عليها الماء اهتزت وربت وانبتت من كل زوج بهيج (۶) ذلك بان الله هو الحق وانه يحيي الموتى وانه على كل شيء قدير (۷) وان الساعة اتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور (سورہ حج آیت ۵ تا ۷)

اے گروہ مردم اگر تم کو دوبارہ جی اُٹھنے میں کسی طرح کا شک ہے تو ہم نے تمکو (شروع میں) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر سڈول یا بے سڈول لوتھڑے سے تاکہ تم پر اپنی قدرت ظاہر کر دیں اور ہم عورتوں کے پیٹ میں جس نطفہ کو چاہتے ہیں ایک مدت معین تک ٹھہرا رکھتے ہیں پھر تمکو لڑکا بنا کر نکالتے ہیں پھر (تمکو پالتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہونچو اور تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو قبل بڑھاپے کے، مر جاتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو رزیل ترین عمر تک پھر لائے جاتے ہیں تاکہ سمجھنے کے بعد کچھ بھی نہ سمجھ سکے اور تو زمین کو افتادہ دیکھ رہا ہے پھر جب ہم اُس پر پانی برسا دیتے ہیں تو لہلہاتی اور ابھرنے لگتی ہے اور خوش نما چیزیں اوگاتی ہے، یہ اس لیے کہ تم معلوم کر لو کہ خدا برحق ہے اور یہ کہ وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اسمیں کوئی شک نہیں اور بیشک جو لوگ قبروں میں ہیں اُنکو اللہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا،

ءاذا متنا وكنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون

بھلا جب ہم مر جائینگے اور خاک اور ہڈیاں رہ جائیں گے

او آباؤنا الاوّلون (۱۷) قل نعم و انتم داخرون (سورہ الصافات آیت ۱۶ تا ۱۷)

تو کیا ہم یا ہمارے اگلے باپ دادا پھر دوبارہ زندہ کرکے قبروں سے اٹھائے جائینگے اے رسول، تم کہدو کہ ہاں (ضرور) اور تم ذلیل ہوگے،

خشعا ابصارھم یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر ہ (سورہ قمر آیت ۷)

آنکھیں جھکائے ہوئے اسطرح قبروں سے نکلیں گے گویا پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں۔

یوم یخرجون من الاجداث سراعا کانھم الی نصب یوفضون ہ خاشعۃ ابصارھم ترھقھم ذلۃ ذلک الیوم الذی کانوا یوعدون (سورۂ معارج آیت ۴۳ و ۴۴)

اس روز یہ لوگ قبروں سے نکلکر اس تیزی سے دوڑیں گے کہ گویا وہ کسی جھنڈے کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں اپنی آنکھیں جھکائے ہوئے ذلت و رسوائی انپر چھائی ہوئی یہ وہی دن ہے جکا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا،

ونحشرھم یوم القیامۃ علی وجوھھم عمیا وبکما وصما ماوٰھم جھنم کلما خبت زدناھم سعیرا ہ ذلک جزاؤھم بانھم کفروا بایاتنا وقالوا ءاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون خلقا جدیدا ۔ (سورۂ اسرا آیت ۹۹ و ۱۰۰)

اور قیامت کے دن ہم اُن کو ان کے مونہ کے بھل (اوندھے) اندھا اور گونگا اور بہرا قبروں سے اٹھائینگے انکا ٹھکانا جہنم ہے جب کبھی آگ بجھنے لگے گی تو ہم اُسکو اور بھڑکاوینگے، یہ سزا اُن کی اسوجہ سے ہے کہ اُنھوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ کیا جب ہم (مرنے کے بعد) محض ہڈیاں اور ریزہ ریزہ رہ جائینگے تو از سر نو زندہ کرکے اٹھائے جائینگے ؟

ثم انکم بعد ذلک لمیتون ہ ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون ہ (سورۂ مومنون آیت ۱۵ و ۱۶)

پھر اسکے بعد یقیناً تم سب لوگوں کو مرنا ہے، پھر اسکے بعد قیامت کے دن تم سب دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جاؤگے

قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیامۃ لاریب فیہ (سورہ جاثیہ آیت ۲۵)

(اے رسول) کہدو کہ خدا ہی تم کو زندہ پیدا کرتا ہے پھر وہی تمکو موت دیتا ہے پھر وہی تم سب کو قیامت کے دن جسمیں کوئی شک نہیں ہے اکٹھا کرے گا،

لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ بلی قادرین علی ان نسوی بنانہ (سورۂ قیامت آیت ۱ تا ۴)

میں روز قیامت کی قسم کھاتا ہوں اور برائی پر ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اُسکی ہڈیوں کو (بوسیدہ ہونے کے بعد) اکٹھا نہ کرینگے، ہاں ضرور کرینگے ہم اسپر قادر ہیں کہ اُسکی پور پور درست کردیں،

علی محمد باب اور حسین علی بہا نے معاد جسمانی اور جزاؤ سزا کے لیے مُردوں کے زندہ ہونیکا انکار کیا اور لکھا کہ قرآن مجید میں جو روز قیامت کا تذکرہ ہے اُس سے مراد انہی دونوں شخصوں کے دعوت مذہب کے لیے قیام کا دن ہے، نصلئ الھدیٰ صفحہ ۸۰ و ۸۵ میں ان دونوں کے اقوال نقل کر دیے گئے ہیں، غلام احمد قادیانی نے بھی ان دونوں کی طرح معاد جسمانی کا انکار کیا ہے اور روز قیامت و بعث و نشور کو اپنے ظہور و دعوت مذہب کا زمانہ قرار دیا ہے، تین کتابیں جو ہمارے پیش نظر ہیں اُنمیں جو تصریحات ہماری نظر سے گذریں وہ درج ذیل کیے جاتے ہیں اور یقیناً اگر دیگر کتابیں ان لوگوں کی ہمارے سامنے ہوتیں تو اس سے زیادہ روشنی ڈالنے کا موقع ملسکتا. صفحہ ۳ حمامۃ البشریٰ میں لکھا ہے. مومن کی قبر جنت کا باغ ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ مومنین مرنیکے بعد ہی بلا انتظار جنت میں داخل ہو جاتے ہیں (یعنی برزخ و معاد وغیرہ کا فاصلہ نہیں ہے) پھر وہاں سے کبھی نکالے نہ جائینگے اور ہمیشہ اس میں باقی رہینگے اور اسی طرح اہل دوزخ جہنم میں مرنیکے ساتھ ہی بلا انتظار داخل ہو جاتے ہیں، اگر کوئی شخص لکھے کہ قرآن مجید اور اخبار صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بعث حق ہے اور میزان حق ہے اور خداوند عالم کا اپنے بندوں سے سوالات کرنا حق ہے اور اسمیں کوئی شبہ نہیں پھر ان تمام واقعات یعنی حشر و نشر اور حساب و کتاب کے بعد اہل جنت بہشت میں اور اہل دوزخ جہنم میں داخل کیے جائینگے، جبکہ یہ درست ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ اہل جنت و جہنم اپنی اپنی جگہ پر قبل حشر کے پہونچ جائیں جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے تو جواب یہ ہے کہ اگر ان (حشر و معاد جسمانی والے) آیات کو اُنکے ظاہری معانی پر محمول کیا جائے تو کتاب خدا کا نظم و نسق بگڑ جائیگا اور آیات الٰہیہ میں موافقت باقی نہ رہیگی،

اس عبارت سے صاف حشر اور معاد جسمانی کا انکار ثابت ہوتا ہے اس مقام پر ہم یہ ثابت کرنیکی ضرورت نہیں سمجھتے کہ قادیاں کا یہ عقیدہ کس قدر آیات قرآن مجید سے چشم پوشی پر مبنی ہے سورۂ مومنون آیت ۱۰۲ میں ارشاد ہوتا ہے.

ومن وراۓھم برزخ الیٰ یوم یبعثون   انکے آگے روز بعث و نشور تک برزخ ہے،

اس بات سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اسی حمامۃ البشریٰ میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد روز قیامت اور بعث و حساب کا بھی تذکرہ کیا ہے کیونکہ حمامۃ البشریٰ کے بعد جو کتابیں لکھی ہیں اُنمیں صاف مقصود کو ظاہر کر دیا گیا ہے ملاحظہ ہو ضمیمہ کتاب خطبۂ عید الاضحیٰ کا حاشیہ صفحہ اُسمیں کس جرأت سے اپنے زمانہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:-

یھدی الضالون ویبعث المقبورون ھذا   گمراہوں کی ہدایت ہو گئی اور قبر میں گڑے ہوئے

معنیٰ قولہ الی یوم یبعثون فان ھذا البعث بعث ما دعاہ الاولون ولا المرسلون السابقون والنبیون اجمعون:۔

مردے زندہ ہوگئے یہی معنی ہیں قول خدا الی یوم یبعثون کے کیونکہ یہ ایسا بعث ونشور ہے جس کو سابق کے لوگوں نے نہیں دیکھا اور گذشتہ پیغمبر اور تمام انبیاء کی نظر سے بھی نہیں گذرا۔

اور خطبۂ عید الاضحیٰ صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰ میں اپنے زمان دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

والیہ اشار فی قولہ تعالیٰ ونفخ فی الصور فجمعناھم جمعا وھو مراد من بعث المسیح الموعود یا معشر العاقلین۔

اسی کی طرف اشارہ کیا ہے خدا نے اپنے اس قول میں صور پھونکا گیا اور تمام لوگوں کو ہم نے پورے طور پر جمع کیا اور یہی معنی ہیں مسیح موعود کی بعثت کے اے عقلمند لوگوں،

اور یہ معلوم ہے کہ مسیح موعود ہونیکا دعوی خود مرزا صاحب کو تھا لہذا اس کلام سے اشارہ خود اپنے زمان ظہور کی طرف ہوا اور ایسی ہی لفظیں صفحہ ۱۹۲ میں بھی موجود ہیں اور اسکے بعد والے صفحہ میں لکھا ہے

ثم بشر بقولہ ونفخ فی الصور یجمع بعد التفرقۃ فلا یکون ھذا الجمع الا فی آخر البدر

خدا نے اپنے قول کے ساتھ کہ صور پھونکا گیا بشارت دی اس امر کی کہ تفرقہ کے بعد اجتماع حاصل ہو جائیگا پس یہ اجتماع نہ ہوگا لیکن مائۃ البدر میں،

اور مائۃ البدر سے مراد چودھویں صدی ہجری ہے جس کے اوائل میں انھوں نے اپنی دعوت کا اظہار کیا جسکی تصریح صفحہ ۱۸۲ خطبۂ عید الاضحیٰ میں موجود ہے اور صفحہ ۵۲ خطبۂ مذکورہ میں لکھا ہے کہ میں چھٹے ہزار کے آخری اوقات میں خلق ہوا ہوں یعنی خلقت آدم کے بعد سے چھ ہزار سال گذرنیوالے ہیں اور اسکے بعد والے صفحہ میں ہے۔ فانا صاحب الزمان لا زمان بعدی، میں صاحب الزمان ہوں میرے بعد کوئی زمانہ نہیں اور اسکے بعد لکھا ہے قد مضیٰ آخر الف السادس یعنی چھٹے ہزار کا آخری زمانہ گذر چکا ہے اور حاشیہ متعلقہ بخطبۂ عید الاضحیٰ صفحہ میں ہے۔

"خدا نے زمانہ (یعنی خلقت آدم سے چھ ہزار سال بعد تک) کے چھ حصہ کیے ہیں، زمانۂ ابتدا، زمانۂ تزاید ونمو، زمانۂ کمال وانتہا، زمانۂ انحطاط، زمانۂ موت طرح طرح کی گمراہیوں سے زمانۂ بعث بعد موت، اور یہ بات بھی مقرر کردی تھی کہ تمام لوگ سوائے کم افراد کے چھٹے ہزار سال میں گمراہ ہو جائینگے اسی وجہ سے شیطان نے کہا تھا کہ میں ان سب کو گمراہ کرونگا اور چونکہ معلوم تھا کہ خداوند عالم ان تمام ازمنہ کے بعد زمانۂ بعث وہدایت کو ظاہر کریگا اسلئے کہا گیا تھا الی یوم یبعثون حاصل کلام یہ ہے کہ آخر زمانہ بعثت کا زمانہ ہے

پس خدا نے چھ ہزار سال کو چھ زمانوں پر تقسیم کیا اور ساتویں زمانہ کے بعض حصوں کو قیامت کے ساتھ مخصوص کیا اور جبکہ چھٹا ہزارہ کہ جو لعنت کا زمانہ ہے آگیا تو خدا نے دیکھا کہ اب تو لعنت کا زمانہ آگیا ہے اور موت انتہا درجہ تک پہونچ چکی ہے لہذا اپنے رسول کو بھیجا جیسا کہ سابقہ زمانوں میں اُسکا قاعدہ رہا ہے تاکہ اُسکے سبب سے مردوں کو زندہ کرے، یہی پیغمبر مسیح ہے خاتم خلفاء ہے اور خدا نے اُسکا نام احمد رکھا ہے اور نیز اُسکا نام عیسی بن مریم بھی رکھا ہے" اس سے مراد خود مرزا صاحب کی ذات شریف ہو۔

غور کرکے دیکھنا چاہیئے کہ قرآن میں جو بعث و قیامت، نفخ صور، احیاء اموات کا تذکرہ ہے اُسکو کس طرح بازیچۂ اطفال بنا دیا ہے اور اس سب کی غرض یہ ہے کہ حشر و معاد جسمانی وغیرہ کی حقیقت کا انکار کیا جائے،

معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی نبوت و رسالت کے ادعا کے ساتھ معاد جسمانی کا انکار کرتے ہوئے قرآن و رسول خدا کی تکذیب کی ہے اور اس سے قبل توحید کے متعلق بھی اس شخص کے کفر آمیز خیالات کا تذکرہ ہو چکا ہے لہذا یہ شخص اسلام کی تینوں اصول کا منکر ہے اور قرآن و احادیث متواترہ کو اپنی خواہش کے موافق دور از کار تاویلات کا جامہ پہنانا کسی طرح سود مند نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے صرف اپنے کفر کو غلط اور مضحکہ خیز تاویلات کے پردے میں چھپانا مقصود ہے اور ان تاویلات کی وقعت علی محمد باب و حسین علی بہاء کے غلط و بیجا تاویلات سے زیادہ نہیں ہے تعالی اللہ عما یقولون علواً کبیراً۔



اعجاز الہدایہ فی رد المادیین و آریہ یہ رسالہ سلسلۂ تبلیغ اعجازی کا ساتواں رسالہ ہے جسمیں مصنف علام جناب مولانا الشیخ الحاج محمد اعجاز حسن صاحب فاضل بدایونی مدرس مدرسۃ الواعظین دامت افاداتہم نے وجود واجب الوجود پر دلائل عقلیہ قائم کرکے مادیین اور آریہ کے توہمات کے ابطال کی کم نظیر بلکہ عدیم النظیر کوشش فرمائی ہے، مادہ کی حقیقت اور دیمقراطیس کا واہمہ اور اُسکا ازالہ: نیوٹن کا خیال اور اُسکا ابطال، ابیقورس کا منصوبہ اور اُسکا ازالہ، دیگر مادیین کے توہمات اور اُنکے جوابات، طبقات مادیین کے اقوال اور اُنکی رد، نیچریوں کے واہمہ اور اُن کا دعویٰ فنائے عالم پر مختصر دلیل، مادہ کو قدیم ماننے کی وجہ اور اُس کا ابطال، تناسخ کے برے نتائج، دلائل کا اتقان براہین کا استحکام اعتراضات کی پختگی طرز استدلال کی متانت اس رسالہ کے وہ خصوصیات ہیں جو اس موضوع کے شائقین کو اُسکے مطالعہ پر مجبور کرتے ہیں مصنف علام سے ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر بلاقیمت یا بیرنگ یا ایک روپیہ کے قیمتی وی پی کی اجازت دیکر طلب فرمائیے۔

معجزات مستمرہ

عرصہ ہوا کہ میرا ایک مضمون تنویع معجزات کے مسئلہ پر رسالۂ مقدسہ الشہید میں چھپا تھا جو علامۂ
نحریر مدیر الواعظ کو بہت پسند آیا چنانچہ انھوں نے اگست و ستمبر ۲۸ء کے الواعظ میں اُسے نقل فرماکر اپنی سخن فہمی
اور حب علمی کی داد دیدی، درحقیقت یہ مسئلہ (تنویع معجزات کا) ایک حد تک نہایت اہم مسئلہ ہے اور مجھ سے
پیشتر غالبًا اسکی طرف کسی نے توجہ بھی نہیں کی حالانکہ ضرورت تھی اور بہت تھی جسے مینے اُس مضمون کی ابتدا
میں دکھا بھی دیا تھا، اُس زمانہ میں مینے اس مضمون کو معجزات متواترہ پر ختم کردیا تھا کیونکہ اُسوقت تک یہی
خیال تھا کہ معجزات کی تنویع انھیں اقسام میں منحصر ہے مگر الحمد للہ کہ چند روز کے بعد یہ خیال غلط ثابت ہوا اور
معلوم ہوا کہ یہ استقرا تام نہ تھا بلکہ ناقص تھا اور ابھی ایک خاص قسم اور باقی ہے جو اُسوقت خیال میں نہیں آئی
تھی لہذا اس قسم سے بھی ناظرین کو مطلع کرنا ضروری ہے اور وہ قسم معجزات مستمرہ کی ہے، اور مراد ان معجزات سے
یہ ہے کہ ان کا تعلق کسی خاص وقت اور زمانہ سے نہیں ہے بلکہ زمین و آسمان کے قرار اور زمانہ کے قیام
و وجود کے ساتھ ہی ساتھ بطور لزوم اُن کا وجود بھی وابستہ ہے مثلًا ایام حج میں زمین منیٰ یا زمین خانہ
کعبہ زادہا اللہ عزًّا و شرفًا یا مشاہد مقدسہ خصوصًا مشاہد نجف اشرف و کربلائے معلی کا اتساع جو مخصوصیوں
کے زمانہ میں ہوا کرتا ہے اور عالم کے مشاہدہ میں آیا کرتا ہے مگر حجاج و زائرین کا خیال اس طرف نہیں جاتا
اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے آفتاب اگر غروب نہ ہو تو کسیکو اُسکے اُن فوائد کا جو اُس سے وابستہ ہیں ہرگز
احساس نہ ہو، اتساع زمین کا معجزہ زمین سے متعلق ہے اور ان مقامات مقدسہ کی زمین میں پروردگار عالم
نے ربڑ یا رحم مادر کی خاصیت عطا فرمائی ہے اور وہ ہمیشہ ربڑ یا رحم مادر کی طرح حسب ضرورت بڑھتی رہتی ہے
اسوجہ سے لوگوں کو خیال نہیں ہوتا کہ اسقدر محدود جگہ میں گویا نامحدود تعداد لوگوں کی ایک وقت میں
کیونکر سما سکتی ہے،

ازرقی غسانی کی تاریخ مکہ مینے پڑھی ہے یہ دوسری صدی اسلامی کی تصنیف ہے مصنف غالبًا حضرت
امام رضا علیہ السلام کا معاصر اور فن حدیث و تاریخ میں بہت بڑے پایہ کا شخص تھا ابو حاتم رازی اور ابو علانہ
اسفرائنی سے ائمہ جرح و تعدیل کا اُستاد و شیخ تھا ابو عوانہ کا قول ہے کہ ازرقی نے سنہ ۲۱۲ ہجری میں وفات پائی
مگر حاکم کا قول ہے کہ ۲۲۳ھ میں وفات پائی، اس تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان منیٰ کے متعلق
صدر اسلام میں یہ تعجب تھا کہ اتنے محدود قطعۂ زمین میں اتنی گنجائش کیونکر پیدا ہو سکتی ہے کہ اتنی بڑی تعداد
حاجیوں کی اپنی متعدد قربانیوں سمیت اُس میں سما سکے خصوصًا ایسی حالت میں کہ جب حجاج اپنی ذات کے

علاوہ اپنے اعزا و اقارب واحباب کی طرف سے بھی متعدد قربانیاں لیکر آئیں، قربانیاں اکثر اونٹوں کی ہوتی ہیں اور اکثر گائے اور مینڈھوں کی اور دمبوں کی بھی ہوتی ہیں، غرض ہر شخص اپنی حیثیت کے موافق بڑی اور بیش قیمت ہی قربانیاں کرتا ہے پھر ان قربانیوں کے علاوہ اتنے کثیر التعداد حاجیوں کی گنجائش میدان منیٰ میں کیونکر نکل سکتی ہے، ازرقی نے اپنے زمانہ کے مروجہ حساب مساحت سے خانۂ کعبہ یا میدان منیٰ کی جو پیمائش کی یا ابن جبیر اندلسی نے اپنے سفرنامہ میں لکھی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان منیٰ کا طول صرف ایک میل اور عرض نصف میل سے زائد نہیں ہے میں نے آیات حرم کو کسیقدر تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب مذہب عقل میں بیان کیا ہے اور اُن کے وجوہ (اعجاز) پر کافی طور سے روشنی ڈالی ہے، ازرقی کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود عہد رسول صلواۃ اللہ علیہ وآلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ منیٰ کی زمین رحم مادر کی خاصیت رکھتی ہے کہ حسب ضرورت بڑھتی ہے اور پھر برابر ہو جاتی ہے افسوس کہ ازرقی کی کتاب اسوقت میرے پاس نہیں مگر مینے خود کئی سال اُس طرف اُسکا مطالعہ کیا تھا،

کربلائے معلی کا حال اس سے بھی زیادہ عجیب ہے زائروں کی کثرت کا حال روشن ہے کہ صدہا قافلہ روزانہ آتے ہیں اور جاتے ہیں، مگر یہ حالت چند روز سے ہوئی ہے ورنہ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب زائرین زیارت کے جرم میں قتل کیے جاتے تھے زمین کربلا ویران پڑی ہوئی تھی مگر امیر المومنین علیہ السلام نے اُسکی آبادی کی خبر ان الفاظ میں دیدی تھی،

کانی بالقبور وقد شیدت حول قبر الحسین	گویا میں چند قبروں کو دیکھ رہا ہوں جو گرد قبر حسین کے
لاتذھب اللیالی والایام حتی یصار الیہا	بنائی گئی ہیں بہت زمانہ نگذرنے پائیگا کہ تمام لوگ
من الآفاق ؕ (عیون اخبار الرضا للشیخ الصدوق)	اُسکی جانب ٹوٹ پڑیں گے،

عیون اخبار الرضا کا قلمی نسخہ آٹھویں صدی کا لکھا ہوا میرے پاس ہے اسمیں یہ پیشین گوئی مینے دیکھی تھی جناب شیخ نے بسند صحیح اُسکو اخراج کیا ہے، ناظرین غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ یہ پیشین گوئی جس عظمت و جلالت کے ساتھ اب پوری ہوکر ہمارے مشاہدہ میں آرہی ہے اتنی جناب صدوق کے زمانہ میں ہرگز نہ آئی ہوگی اسلیئے کہ صدوق علیہ الرحمہ کا زمانہ تیسری صدی کی ابتدا کا زمانہ ہے جو بنی عباس کی خلافت وسلطنت کے عروج و کمال کا وقت ہے اور ابھی چند ہی سال گذرے ہیں کہ متوکل کربلائے معلی کو دریا سے پانی کاٹ کر کھیتی کرکے ویران بلکہ میدان کرچکا تھا پھر کیا سو برس سے کم میں یہ پیشین گوئی امیر المومنین کی اس عظمت و جلالت کے ساتھ پوری ہوسکتی ہے لاواللہ بالکل طوق بشری و طوق فطرۃ سے بالکل خارج ہے نتیجہ یہ ہے کہ صدوق علیہ الرحمہ کے زمانہ میں کربلائے معلی ایک ویران قریہ کی حالت میں پائی جاتی ہوگی اور اگر میری

یاد غلطی نہیں کرتی تو میرے اُستاذ مرحوم و مغفور جناب مولوی سید حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ اپنے ایک
ثقہ رفیق کی زبانی (جنھوں نے غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے زمانہ میں کربلا کا سفر کیا تھا) نقل
فرماتے تھے کہ اُس زمانہ تک کربلا کی یہ حالت تھی کہ گرد و پیش کے دیہات میں جو دہی والیاں رہتی تھیں جب
وہ اپنا دہی بیچنے کو کربلا آتی تھیں تو جو دہی نہ بکتا تھا یا خراب ہو جاتا تھا اُسے بوقت واپسی قریب مشہد حسینی
یا مشہد حضرت ابی الفضل العباس ایک اونچے ٹیلہ پر جہاں کوڑے کا انبار لگا رہتا تھا لنڈھا دیا کرتی تھیں،
یہ حال غازی الدین حیدر کے زمانہ کا ہے مگر اب وہی کربلا ایک عظیم الشان شہر کی صورت میں نظر آتی
ہے اور آبادی اُسکی یوماً فیوماً بڑھتی جاتی ہے تا اینکہ ایک دوسرا شہر آباد ہو رہا ہے جو شہر نو کہلاتا ہے اور زائرین
کی وہ کثرت ہے کہ العظمۃ للہ، حرم مقدس امام حسین کی صحیح پیمائش مجھے معلوم نہیں مگر اتنا قطعی ہے کہ ایسا وسیع
بھی نہیں جسکی وسعت معمولی وسعت سے زیادہ ہو بظاہر ایک ہزار آدمی کی گنجائش نہایت دقت سے نکلتی
ہے مگر ستمبر ۱۹۱۹ء کے پاینیر کے کسی پرچہ میں نامہ نگار اخبار مذکور کا جو مطبوع ہوا تھا اُسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ امسال عرفہ کی مخصوصی میں جو ہر سال ہوا کرتی ہے زائرین کی اتنی کثرت تھی جو اس سے پیشتر کبھی نہیں
ہوئی عموماً ستر اسّی ہزار آدمی ہر مخصوصی میں ہوا کرتے تھے اس سے کم نہیں، بلکہ کچھ زیادہ ہی ہوتے تھے
مگر اب کی مرتبہ حرم اقدس میں دو لاکھ زائرین بروز مخصوصی حاضر تھے اب غور کرنا چاہیے کہ جس حرم محترم
میں ایک ہزار آدمی بدقت کھڑے ہو سکیں اُسمیں اتنی گنجائش کیونکر نکل سکتی ہے کہ دو لاکھ آدمی بفراغت
زیارت پڑھ سکیں، بڑے بڑے تعلیم یافتہ روشن خیال حضرات زائرین مثلاً میرے معزز عنایت فرما قاضی سید محمد
طاہر صاحب سیتاپوری بی اے ال ال بی وکیل ہائی کورٹ جو اپنی حدت ذہن و تیزی گفتار و روانی تقریر
کی وجہ سے انجن میاں کے لقب سے مشہور ہیں اور نہایت نامور وکلا میں محسوب ہیں بیان کرتے ہیں کہ حرم محترم
میں کتنا ہی مجمع کیوں نہ ہو مگر شانہ سے شانہ نہیں لگتا اور لوگ بفراغت چلتے پھرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ امر
بالکل میدان منیٰ کی خاصیت سے مشابہت رکھتا ہے، میدان منیٰ کا طول ایک میل اور عرض نصف میل سے زیادہ
نہیں ہے پھر کیا حرم محترم امام حسین کا طول و عرض بھی اتنا ہی ہے جسمیں دو لاکھ آدمی بیک وقت آسکتے ہوں
لا واللہ یہ بھی اعجاز حسینی یہ ہے نمونہ قدرت الٰہی، لوگوں نے درخت سدر کو جس سے قبر امام حسین کا پتہ
لگتا تھا کاٹ ڈالا تھا تا کہ نشان قبر امام حسین باقی نہ رہے لیکن فکر ہر کس بقدر ہمت اوست اُنھیں کیا خبر
تھی کہ اسی قبر مطہر کی زمین مظہر آیات ہونے والی ہے فرط عداوت و جہالت میں اُنھیں جو کچھ کرنا تھا کر گذرے
وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ہ
میں نے اپنی کتاب مذہب و عقل میں اتساع میدان منیٰ و دیگر آیات حرم کے مسائل پر کافی طور سے غور کر لیا ہے

وہاں حاجیوں کی تعداد بیک وقت کربلائے معلی کے زائروں کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے چنانچہ فخر الدین
رازی کی تفسیر کبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے زمانہ میں حاجیوں کی تعداد چھ لاکھ تھی اور اُن کے بعد کے معبرین
بھی یہی تعداد لکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دنیا کی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے گھٹنے کی کوئی سبیل نہیں یہی
وجہ ہے کہ زمی اشیاء کا نرخ روز بروز گراں ہوتا جاتا ہے، مینے حکیم وارڈ ہیوم کا ایک خاص مضمون پڑھا
ہے جسمیں اُس نے ثابت کیا ہے کہ دنیا سابق میں کم آباد تھی مگر بمرور زمانہ استقدر بڑھ گئی اور بڑھتی رہے گی
اور بلحاظ اس حساب کے جو اُس نے تجویز کیا ہے فخر الدین رازی کے زمانہ سے اب تک کم از کم نو دس لاکھ تعداد
حاجیوں کی ہونا چاہیئے تو اس کثیر تعداد کے لیے بیک وقت خانہ کعبہ میں کیونکر گنجائش نکل سکتی ہے مگر یہ کہ مثل
میدان منیٰ یا کربلائے معلی کے اُسمیں بھی ربڑ یا رحم مادر کی خاصیت ہو،

اس قسم کے معجزات کو میں معجزات مستمرہ کہونگا یہ معجزات بھی از قبیل تکثیر طعام و شراب ہیں فرق یہ ہے
کہ آخر الذکر معجزات فانیہ میں شمار ہوتے ہیں اور اول الذکر معجزات باقیہ ہیں،

کہاں ہیں نیاز فتحپوری اور مولوی سلیمان ندوی و دیگر پیروان شبلی نعمانی و اتباع غلام احمد قادیانی یا
دیگر کور باطن مدعیان اسلام و شپرہ چشم منکران معجزات خیر الانام و آیات خالدات حضرات ائمہ کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام یہاں آئیں اور ان معجزات باہرات کے انکار کے لیئے تاویل و تسویل کی جد و جہد فرمائیں یہ وہ معجزات
نہیں ہیں جنکا انکار کافی شہادت نہ ہونے کی وجہ سے حکمائے فرنگ بلاد یورپ کر دیا کرتے تھے کیونکہ ان معجزات
میں شہادت کی ضرورت ہی نہیں ہے یہ معجزات برای العین ہر وقت و ہر ساعت مشاہدہ میں آسکتے ہیں جبتک
زمین و آسمان قائم ہیں یہ معجزات بھی قائم و دائم رہیں گے، مکہ اور کربلائے معلی کا وجود اگر شہادت کا محتاج
ہو سکتا ہے تو ان معجزات کے لیئے بھی شہادت درکار ہوگی، ذیل میں نقشہ تنویع معجزات کا حاضر کرتا ہوں، دو حب
العقل للحمد بلا نہایہا،

معجزات

- فانیہ
- باقیہ
  - مادی
    - مستمرہ
    - غیر مستمرہ
  - غیر مادی
    - علمی
    - ادبی
- فانیہ شبیہ باقیہ
- معجزات متواترہ

ان معجزات کی طرف میں نے مضمون سابق میں اشارہ کر دیا ہے اور تعریف ہر قسم کی ذکر کر دی ہے ناظر
بصیر کا فرض ہو کہ ان معجزات کی تطبیق کسی خاص قسم پر کر کے اُنکو اُسی قسم میں درج کرے جسمیں اُسے میری کتاب
مذہب عقل و قصیدۂ لامیۃ الہند سے کافی مدد مل سکتی ہے صرف ہمت درکار ہو سوا معجزات فانیہ کے سب باقیہ

آریہ مسلم گفتگو

آٹھویں ملاقات بپبلک لائبریری میں

بسلسلہ نمبر ۱ جلد ۸ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء

پبلک لائبریری علم دوست لوگوں کے لیئے بڑی تفریح کا مقام ہے ہر مذہب وملت کی ضروری کتابیں ہر قوم اور ہر طبقہ کے اخبارات ہر خیال کے لوگوں کی ملاقات !! غرضکہ ایک علمی آدمی کے لیئے تفریح دماغ کا بہترین موقع ہے،

مسلم کے مکان پر بھی کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہے مگر یہاں آنے میں فی الجملہ مشی بھی ہو جاتی ہے اور لوگوں سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے اس لیئے وہ اکثر سہ پہر کے وقت یہاں آجاتے ہیں چنانچہ آج بھی وہ یہاں بیٹھے ہوئے کسی اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے کہ پنڈت جی بھی تشریف لے آئے اور اس طرح سلسلہ مکالمت شروع ہوا،

مسلم۔ (تعارف معمولی کے بعد) پنڈت جی آج تو بہت عرصہ کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی،

آریہ۔ جی ہاں کچھ ایسے امور ضروری پیش آگئے تھے کہ حاضر نہ ہو سکا،

مسلم۔ اچھا یہ ارشاد فرمایئے کہ ماقبل کے مباحث آپکے حافظہ میں ہیں یا نہیں؟

آریہ۔ خوب محفوظ ہیں اور آج حسب وعدہ مسئلہ معاد پر گفتگو کرنا ہے،

مسلم۔ اچھا جو اعتراض اس مسئلہ پر ہوں وہ ارشاد فرمایئے؟

آریہ۔ اعتراض تو بہت سے ہیں مگر انکو اسوقت پیش کرنا نہیں چاہتا،

مسلم۔ کیوں؟

آریہ۔ میں اسوقت مسئلہ تناسخ کو دیکھ بھال کر آیا ہوں اور اسی پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اگر مسئلہ تناسخ ثابت ہو گیا تو مسئلہ معاد خود بخود مرتفع ہو جائیگا اور اگر تناسخ ثابت نہ ہوا تو مسئلہ معاد کے مسلم ہونے میں کوئی جائے کلام باقی نہ رہے گی لیکن پھر بھی اگر ضرورت ہوئی تو ان اعتراضات کو پیش کرونگا،

مسلم۔ اچھا پہلے یہ تو ارشاد فرمایئے کہ وہ چار رشی، جو ابتدا ئے خلقت عالم میں پیدا کیئے گیے تھے وہ کس خدمت کے صلہ میں مرتبہ الہام پر فائز ہوئے،

آریہ۔ چونکہ تمام چیزیں اپنی ذات سے انادی (ازلی) ہیں اور یہ ذرد نسے بنی ہوئی دنیا پرواہ (دور مسلسل) سے انادی ہے اسلیئے ان رشیوں کے دل میں انکے پہلے جنموں کی وجہ سے ویدوں کا الہام یا انکشاف کرنا منا تھا

مسلم۔ حاصل یہ کہ ان چاروں رشیوں نے اپنے اعمال کے پھل میں یہ مرتبہ پایا

اس منتر سے یہ ثابت ہوا کہ جزا یا سزا اسی دنیا میں آدمی کو ملجاتی اور حق بھی یہی ہے،
مسلم جناب پنڈت صاحب آپ نے حق ہونا تو کہہ دیا اور ہماری پہلی تقریر کو فراموش کردیا؟ ہم نے جا
آپ کو آپ کی کتابوں سے رشیوں کا جاہل ہونا اور عیب کے کام کرنا دکھا دیا تو پھر انھیں رشیوں کے بنا
ہوئے وید کو ہم سچ کیونکر کہہ سکتے ہیں؟ اور تعجب ہے کہ آپ نے بھی رشیوں کی حالت اپنی کتابوں سے
انکے تعلیم دیے ہوئے وید کو حق کیسے کہدیا؟
آریہ ہاں بیشک آپنے رشیوں کے حالات واضح تو ضرور کیے اچھا اب چند اشکال جو مجھے عقلی حیثیت
مسئلہ معاد و بطلان اور آواگون کی تائید پر واقع ہوگئے ہیں انھیں دفع کردیجئے تو میں جانوں؟
پہلا اشکال تمام جانداروں کو پیدا ہونے کے وقت سے برابر مرنیکا خوف رہتا ہے پس معلوم ہوا کہ
جو کوئی جسم پاتا ہے اگر گذشتہ جنم میں مرنیکا تجربہ نہ ہوا ہوتا تو اسکا کوئی اثر یا خیال ہونا چاہیے۔
مسلم بہتر تو یہی ہو کہ آپ اشکال بیان کرتے جائیں اور جواب دیتا جاؤں لہذا اس شبہ کا جواب سن لیجئے
مرنے کا خوف ہونا یہ کیونکر اگلے جنم کی دلیل ہوسکتی ہے کیونکہ ہم لوگوں کو جب چند دنوں پہلے کی بات یاد
نہیں رہتی تو اگلے جنم کی بات کیا یاد رہ سکتی ہے۔
آریہ درمیان ہی سے بات کاٹکر یہ آپ کیونکر کہتے ہیں کہ چند دنوں پہلے کی بات یاد نہیں رہتی ہم نے
تو بہتیرے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو مہینوں اسطرح بیمار پڑے رہتے ہیں کہ آنکھیں بند ہاتھ پاؤں بیکار گویا تمام
اعضا معطل صرف ایک سانس چلتی رہتی ہے آخر کار انکا علاج کیا گیا اچھے ہوئے اور تین چار مہینہ بعد
جو انسے پوچھیے تو پہلے کی تمام باتیں انھیں اسی طرح یاد ہیں! اور اگر آپ اسے نہ مانینگے تو اول تو یہ بدیہیات
کا انکار ہوگا ثانیا لازم آئیگا کہ اگر کوئی کسی علم کا عالم بیمار ہوجائے تو پھر سے طفل مکتب بنے؟ کیوں جناب مسلم
صاحب کیا ایسا نہیں ہے؟
مسلم نہیں نہیں! جو کچھ آپ نے فرمایا صحیح ہے اور یقینا یہ روزمرہ کی باتیں ہیں لیکن ان تمام امور کے بعد
یہ ارشاد ہو کہ جب مریض آدمی تین تین چار چار مہینہ بیمار اور بیکار محض رہنے کے بعد بھی اپنے کسب کردہ
علوم کو نہیں بھولتا ہے، تو پھر آخر مرنے کے بعد جب دوسرے جنم میں آتا ہے تو اسے پہلے کی اچھائی
یا برائی کیوں یاد نہیں رہتی کیا آپ میرے اس شبہہ کا جواب دیسکتے ہیں،
آریہ (نہایت درجہ تحیر سے گردن ہلاکر) جناب والا آپکا یہ اعتراض تو بہت سخت ہے مگر ہم اسکے جواب
کے لیے اسوقت تیار نہیں ہیں اور وقت بھی بہت آگیا ہے زندہ رہے تو آئندہ ملاقات میں عرض
کرینگے، (باقی آئندہ) (کاشف گوپاموی)

سیاست علویہ

حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کی عہد خلافت ظاہرہ میں آپ کے مخالفین کی تخریبی سازشوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و خانہ جنگی کی جو صورت رونما ہو گئی ہے اسپر نظر کر کے اکثر نا واقف و کوتاہ نظر لوگ اس شبہہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ حضرت کی ذات ملکوتی صفات میں سیاست ملک و نظم حکومت کا وہ جوہر موجود نہ تھا جو ایک مدبر حکمران میں ہونا چاہیئے اس خلاف واقع خیال کو دفع کرنے کے لیئے فاضل جلیل جناب مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری تلمیذ حضرت قدوۃ الکاملین مولانا السید محمد ہادی صاحب مرحوم مغفور زنگی پوری نے اس گرانقدر رسالہ کی ترتیب و تالیف میں محققانہ جد و جہد فرمائی ہے اور بے شبہہ اس موضوع خاص میں یہ رسالہ کم نظیر بلکہ عدیم النظیر ہے فاضل ممدوح نے دین و دنیا اور انکی سیاسیات کا باہمی تعلق اور اہل دنیا کی سیاستوں کے حقیقی اغراض و مقاصد سے وسعت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے نظام حکومت کی بنیاد جن اصول پر قائم فرمائی تھی اُن سے بہتر کسی انصاف پیشہ و عدالت شعار و مدبر دماغ میں نہیں آسکتی اور انھیں اصول میں دین و دنیا دونوں کی فلاح و ترقی کا راز مضمر تھا نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آپکے عہد میں اختلال و افتراق کے رونما ہونے کے حقیقی اسباب کیا تھے غرض اس رسالہ کے خصوصیات کا تقاضا یہی ہے کہ اہل ذوق کو اسکے مطالعہ سے دریغ نہ کرنا چاہیئے قیمت علاوہ محصول ڈاک بارہ آنہ ۱۲/

ا رجب دسمبر ۱۹۷۷ء

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر سرپرستی حجۃ الاسلام حضرت نجم العلماء مدظلہم العالی

مدیر

حکیم سید قاسم علی حسنوی البحرینی عمدۃ الانس

باہتمام داروغہ سید محمد عرف جھبو صاحب منیجر مطبع

مطبع حجۃ الاسلام الواعظ پریس لکھنؤ میں چھپ کر

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شایع ہوا

کتبہ حقیر ابو الحسن سید محمد حسین عفی عنہ

مقاصد

مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا۔

(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا

(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اُسکی جامعیت

(۴) اسلامی اخلاق و آداب کی فضیلت

(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت

(۶) اسلامی احکام و قوانین شریعت

(۷) ائمہ طاہرین کے کمالات و ہدایات

(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات

(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا

(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ و نقلیہ

(۱۱) فلسفۂ قدیمہ جدیدہ اور دیگر

(۱۲) مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالۂ شبہات

(۱۳) اکتشافات جدیدہ و حقائق اسلام

اخبار علمیہ

قواعد

(۱) یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی ماہ کی آخری تاریخ میں شایع ہوا کریگا

(۲) ہر خریدار کو کم از کم ایکسال کے لیئے رسالہ خریدنا ہوگا

(۳) نمونہ کا پرچہ ۱ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے

(۴) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے

(۵) اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتی ہے

(۶) علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت و ارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیے

(۷) شرح قیمت:۔ روساؤ والیان ملک سے جو مرحمت فرمائیں عام خریداران سے ۳ر

پتہ دفتر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہوسکیگا

(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئیں اڈیٹر کو تغیر و تبدل و اصلاح کا اختیار ہوگا

(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو

(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کیے جائیں اور عبارات عربیہ پر اعراب لگائے جائیں نیز عربی عبارت کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیے،

(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے

(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیئے



هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ٥

سورہ آل عمران

الواعظ

نمبر ۲ بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۰ء مطابق ماہ رمضان ۱۳۴۸ھ جلد ۹

فہرست مضامین

شذرات

جناب مولوی سید سلطان علی صاحب واعظ ممالک افریقہ میں

نمبر ۳ جلد ۸ بابت ماہ مارچ سنہ ۲۹ء میں عرض کیا گیا تھا کہ جناب ممدوح لاموسے ممباسہ واپس آکر ۲۷ر اکتوبر سنہ ۲۹ء کو نیروبی روانہ ہو جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تاریخ مذکورہ سے تا واپسی لکھنؤ جن جن مقامات پر آپ تشریف لے گئے اُنکی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نیروبی۔ یوگنڈہ ایسٹ افریقہ

۲۷ر اکتوبر سنہ ۲۹ء کو ممباسہ سے روانہ ہو کر ۲۸ر اکتوبر سنہ ۲۹ء کو نیروبی پہونچ گئے جہاں کمال احترام سے آپ کا استقبال کیا گیا اور سیٹھ نور علی بھائی دہن جی نے اپنا مہمان کیا، یوم درود زحمت سفر کے خیال سے کوئی جلسہ منعقد نہیں ہوا مختلف سوالات پیش ہوتے رہے جس کے اطمینان بخش جوابات دیدیے گئے ۲۹ر اکتوبر سے ۷ر نومبر تک ۱۰ مجلسیں جناب جمال الدین صاحب، جناب نور علی بھائی دہن جی نے منعقد فرمائیں جنمیں علاوہ حل شبہات کے حقیت مذہب حق کے دلائل عصمت حضرات انبیا خصوصاً عصمت حضرت آدم معنی ترک اولیٰ، اور لفظ غویٰ اور عصیٰ کی تاویل تفسیر آیات متعلقہ حضرت آدم، مسئلہ امامت، خدا کی جانب سے امام کا انتخاب اجماع کا حجت نہ ہونا، اور اجماع سے خلیفہ کا تقرر نہ ہو سکنا دلائل حجیت اجماع کا ابطال، امام کے اوصاف اور اُسکی ضرورت طرق معرفت امام، صدق مدعی امامت کا معیار، قرآن و اہلبیت کی معیت اور اُسکے نوائد ذریت طاہرہ میں امامت کا انحصار، حضرت حجت عجل اللہ فرجہ کی امامت اور آپ کا امام زمان ہونا، آپکی غیبت کے وجوہ اور انبیائے سابقین سے اُنکی تطبیق، زمان غیبت میں مخلوقات الٰہی کا آپ سے مستفیض ہونا، زمان ظہور میں آپکی عقلی شناخت آغاخانی شبہات و اعتراضات کے جوابات مسئلہ عدالت باری وجوہ تکلیف عباد خلقت شیطان کا موجب عبرت و نصیحت ہونا حجت باطنی (عقل) اور ظاہری انبیا و ائمہ کا تقرر اور اُنکی پیروی کے نوائد، ترغیب تعلیم دین اور اُسکے نوائد اور حسب امداد مدرسہ و مینیہ کی تحریک، فروع دین و عبادات کی اہمیت خصوصاً نماز کی تاکید انسان اور حیوان میں عقلی فرق اور انسانی مراتب کی فضلیت، اور مراتب انبیا اور اُنمیں سے ایک کا دوسرے سے افضل ہونا اور افضلیت کے وجوہ بہت تیز روشنی ڈالکر تمام حاضرین کو بے انتہا محفوظ و متاثر فرمایا اور بہ تحریک سید محمد حسین صاحب چار سو شلنگ مدرسہ کی اعانت میں وصول ہوے جو حاجی محمد جعفر صاحب کے پاس ممباسہ روانہ کر دیے گئے مذکورہ بالا مجالس کے علاوہ پرائیوٹ گفتگوئیں بھی رہیں اور جو شبہات و اعتراضات پیش کیے گئے اُن کے

اطمینان بخش جوابات دیدیے گئے، یہ شبہات و اعتراضات وہی تھے جو اکثر اوقات وہابیوں اور آریوں اور دیگر فرقوں کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں اور بعض ایسے بھی تھے جو معترضین کی غلط فہمی کا نتیجہ تھے جو جوابات پانے کے بعد رفع ہو گئی، تفصیل موجب تطویل ہے مگر ناظرین کی دلچسپی و آگاہی کے لیے بعض شبہات اور اُنکے جوابات بلحاظ ترتیب استفسار بطور سوال وجواب حسب ذیل ہیں:۔

س چونکہ قرآن موجود کے جامع حضرت عثمان تھے اس لیے قابل عمل نہیں ہوسکتا؟

ج قرآن موجود کلام خدا ہے حضرت عثمان تو حضرت عثمان تھے اگر کسی کافر کے ہاتھ سے بھی ملی تو کلام خدا ہونے سے خارج نہ ہوگا اور واجب العمل بنیگا کیونکہ ہمارے ائمہ کے ارشادات شاہد ہیں کہ قرآن موجود خدا کا کلام ہے اور واجب العمل ہے اور کسی غیر کا کلام اسمیں شامل نہیں ہے ورنہ پھر ن معجزہ باقی رہتا،

س امیر المومنین نے جو قرآن جمع کیا تھا ان اپنے عہد خلافت میں کیوں نہ جاری فرمایا؟

ج اُس قرآن اور اس قرآن میں صرف ترتیب کا فرق ہے اگر حضرت اپنے زمانہ میں اُسکو رائج فرماتے تو دوسرے کو بھی اُسکی حرمات ہوجاتی اور مثل توریت و زبور و انجیل کے قرآن کے بھی متعدد نسخہ مدون ہوکر جامعین کی طرف منسوب ہوجاتے اور قرآن کا اعجاز اور اُسکا کلام خدا ہونا بلکہ خدا کی جانب اُسکا انتساب اور قرآن و اسلام کی حقانیت کچھ بھی ثابت نہ ہوسکتی،

س روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے جو قرآن جمع کیا تھا وہ آپنے دربار خلافت میں پیش کیا مگر جب خلیفہ نے اُسکے قبول کرنے سے انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب تم اسکو قیامت تک نہ دیکھو گے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت نے اُسکو بمصلحت خاص جاری نہیں فرمایا یہ بھی ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن موجود کلام خدا ہے مگر اسی کے ساتھ یہ امر بھی یقینی ہے کہ حضرت نے جو قرآن جمع فرمایا تھا وہ یقیناً کامل ہوگا اور اُسمیں کوئی فروگذاشت نہ ہوگی ورنہ حضرت کو اُسکے پیش کرنے کی ضرورت کیا تھی

ج جب حضرت نے قرآن موجود پر عمل کرنیکا حکم فرمایا تو اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ جن چیزوں کی عمل کرنے میں ہمکو ضرورت ہوسکتی ہے وہ اس قرآن میں موجود ہیں اب اگر بفرض محال کمی بھی تجویز کرلی جائے تو ہمارے لیے مضر نہیں اور علاوہ اسکے چونکہ ہم حسبنا کتاب اللہ کے قائل نہیں ہیں بلکہ موافق حکم رسول کے قرآن و اہلبیت دونوں سے متمسک ہیں لہٰذا اس صورت میں بھی قرآن مجید کا بفرض محال ناقص ہونا ہمارے لیے مضر نہیں ہے اور وجود حضرات معصومین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین جو خدا کی کتاب ناطق اور اُسکی کتاب صامت کے معلم حقیقی ہیں ہمارے لیے کافی و وافی ہے مضرت اسکی انہیں لوگوں کو پہونچ سکتی ہے جو حسبنا کتاب اللہ کے بھی قائل ہیں اور قرآن مجید کا ناقص ہونا بھی نہیں

کے کتب معتبرہ سے ثابت ہے ،

س تناسخ (آواگون) کے بطلان کی کیا دلیل ہے اور اسمیں کونسی عقلی قباحت ہے ؟

ج جزا و سزا کا فائدہ ہر ایک عاقل کے نزدیک یہی ہے کہ جسکو جزا یا سزا دیجائے اسے اسکا احساس بھی ہو کیونکہ اگر احساس نہو تو جزا و سزا بالکل بیکار ہی، جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں اگر ان سے پوچھا جائے کہ تم پہلے جنم میں کیا تھے اور کہاں تھے اور کیسے تھے اور اب جو تم اس حالت میں ہو تو پہلے جنم کی کس بھلائی یا برائی کی وجہ سے ہو تو کوئی اسکا جواب نہیں دے سکتا لہذا معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ خلاف عقل و خلاف مشاہدہ ہے ۔

س واقعات کے یاد نہ رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو سزا یا جزا ملی ہے ان پہلے جنم کی نہ ہو کم سن بچوں سے جو حرکات بچپن میں ہوتے ہیں انھیں وہ بالکل بھول جاتے ہیں اور نہیں بتا سکتے اور یاد دلاؤ تو انکار بھی نہیں کرسکتے اسی طرح ہم اپنے پہلے جنم کی باتوں کو بھول جاتے ہیں لہذا کیا خرابی ہے اور کیوں یہ طریقہ باطل ہے؟

ج یہ درست ہے مگر ہمارے بچپن کے واقعات کے شاہد ہمارے والدین ہیں یا وہ لوگ جنھوں نے بچپن میں ہمکو دیکھا تھا موجود ہوتے ہیں اور ان تصدیق کرتے ہیں اسوجہ سے ہم انکار نہیں کرسکتے مگر اس آواگون کے طریقہ میں ہمارے پہلے جنم کے واقعات کا کوئی شاہد نہیں ہے جو ان حرکات کی تصدیق کرسکے لہذا ثابت ہوا کہ یہ امر خلاف عقل ہے، اور جو طریقہ جزا و سزا کا اسلام نے مقرر کیا ہے وہی موافق عقل بلکہ عین عقل ہے

س پھر چھوٹے چھوٹے بچے طرح طرح کی بیماریوں اور تکلیفوں میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ انکے پہلے جنم کی بدکاریوں کی سزا ہے ۔

ج معصوم بچوں کی بیماریاں اور انکی تکلیفیں اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتیں کہ یہ انکے پہلے جنم کی بدکاریوں کی سزا ہے بلکہ انکی بیماری کے وجوہ اکثر ایسے ہیں جو ہم خود سمجھ سکتے ہیں مثلاً کھانے پینے میں والدین کی بے اعتدالی، غذا کا زیادہ ہوجانا دودھ پلانے والی کا ایسے غذا کا استعمال کرنا جو بچہ کے مزاج کے موافق نہ ہو پھر بعض امراض ایسے بھی ہوتے ہیں جو ماں یا باپ یا انکے اسلاف میں ہوچکے تھے یا موجود ہیں انکا اثر نطفہ کے ذریعہ سے بچہ میں آجاتا ہے اور اس سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں اور یہ مسئلہ ایسا ہے جس پر تمام اطبا اور ڈاکٹر متفق ہیں لہذا ثابت ہوا کہ بچوں کی بیماریاں انکے پہلے جنم کی سزا نہیں ہیں اور وجہ عقلی انکی بھی وہی ہے جو میں نے پہلے عرض کی،

س اچھا بچے لولے لنگڑے کانے، اندھے ناقص الخلقت کیوں پیدا ہوتے ہیں۔

ج وجوہ مذکورہ اسمیں بھی جاری ہوسکتے ہیں اور اسلامی نقطۂ نظر سے مختلف وجوہ عقلی اور مصالح موجود ہوتے ہیں، کبھی انکا ذاتی فائدہ کبھی دوسرں کا نفع کبھی لوگوں کی عبرت کبھی اظہار قدرت وغیرہ وغیرہ،

یہ جوابات کافی سے زیادہ موثر ہوئے اور جناب واعظ اپنے دہ روزہ قیام نیروبی کے بعد ممباسہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرات نیروبی نے کمال احترام کے ساتھ دوبارہ آنیکا وعدہ لیکر رخصت کیا۔

نیروبی کے ضروری معلومات

یہاں تقریباً پچاس نفر اثنا عشری آباد ہیں جنمیں دو گھر خوجہ حضرات کے ہیں باقی سب پنجابی ہیں کوئی مسجد یا امام باڑہ یا دینی مدرسہ نہیں ہے مالی حالت بھی صرف دو صاحبوں کی اوسط درجہ کی ہے ایک سیٹھ نور علی بھائی رحمن جی دوسرے جمال الدین صاحب تاجر پنجابی باقی حضرات ملازمت پیشہ ہیں مذہبی اخلاقی حالت غنیمت ہے، عیسائی اور آریہ اور قادیانی اور آغاخانی مشنری کثرت ہیں لیکن یہاں کے مقامی قانون کسی قوم کو عام تبلیغ اور عام جلسوں کی اجازت نہیں دیتے ہندوستانی لوگ صرف ہندوستانیوں میں تبلیغ کرسکتے ہیں وہ بھی اپنے مخصوص مکانات میں عام مقامات پر کسی کو مذہبی بیان کی اجازت نہیں ہے،

ممباسہ۔ یوگنڈہ۔

۸ نومبر ۱۹۳۶ء کو نیروبی سے روانہ ہوکر ۹ نومبر کی دوپہر کو ممباسہ پہونچگئے سکرٹری صاحب جماعت مع دو دیگر حضرات کے استقبال کیلئے آئے اور بکمال احترام امام باڑہ میں فروکش کیا اور اُسی شب سے نماز جماعت اور مجالس و مواعظ اور بیان مسائل کا سلسلہ جاری ہوکر یکم دسمبر ۱۹۳۶ء تک جاری رہا اور علاوہ حل شبہات اور جواب اعتراضات اور بیان مسائل کے ۲۳ مجلسیں منعقد ہوئیں جنمیں مباحث اصول دین، اثبات نجاست مشرکین اور اُن کے مس برطوبت اشیاء کے استعمال کی حرمت اور خدا کی جانب سے اہتمام طہارت، اہمیت و افضلیت و ضرورت نماز اور اسکے فضائل و فوائد و تاکیدات، حقوق والدین، خوف خدا اور اسکے احکام کی پابندی کی ضرورت، واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ کی توضیح، تارک صلوٰۃ کا عقاب و عذاب، انسان و حیوان کی مساوات اور صرف پابندی احکام الٰہی سے انسان کو انسان کہے جانے کا استحقاق، اہلبیت کی محبت کا وجوب اور اسکے فوائد، ذریت طاہرہ میں اہلبیت رسول کا انحصار، حقیت مذہب شیعہ اصول خمسہ کے دلائل عقلیہ، عدل کو داخل اصول دین کرنے کے وجوہ عقلی فریقین اسلام کے اصول کا تفرقہ، عقائد متعلقہ توحید و نبوت کی توضیح، فضائل حضرات اہلبیت، تجارت دنیوی و اخروی اور اسکے فوائد کا تقابل، امامت کا اصول دین میں بدلیل عقل داخل ہونا، امام کی معرفت حاصل کرنے کا وجوب، آغاخانیوں کے شبہات کا جواب و ابطال خدا کی جانب سے امام کا منصوب ہونا اور اجماعی امام کا حجت نہ ہونا، امام کے عقلی اوصاف، امام کے قرآنی اوصاف ہر زمانہ میں وجود امام کی ضرورت، آغاخان کے حکم ترک صوم و صلوٰۃ کا بطلان اور اُسکی امامت کا

ابطال، سچے اور جھوٹے امام میں امتیاز کا طریقہ، امام کو خدا کی جانب سے ملا ہوا اختیار اور قدرت، تبلیغ کی اہمیت و ضرورت، مدرسۃ الواعظین کے فوائد اور اُسکے قیام کی حاجت اور استحکام کی ضرورت اور اُسکی کامیابی، اتفاق واتحاد کے فوائد، غیبت و حسد کی مذمت اور ان دونوں کے دینی و مذہبی نقصانات پر بہت تیز روشنی ڈالکر تمام حاضرین کو بے انتہا محفوظ و متاثر فرمایا،

میانی کے زمانہ قیام میں ایک قابل ذکر ضمیمہ میانی سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جسکا نام گکوڑ ہے ۲۰ نومبر کو غلام حسنین بھائی کے اصرار سے چند حضرات میانی کی معیت میں وہاں تشریف لے گئے بعد نماز مغربین مجلس موعظہ منعقد ہوئی جسمیں خدا کی طرف سے امام کا منصوب ہونا اور اُسکی معرفت کا واجب ہونا سچے اور جھوٹے مدعی امامت کا فرق اور معجزہ کا صدق دعوائے نبوت و امامت کی دلیل ہونا اور جھوٹے مدعی امامت کو اس پر قدرت نہ ہونا نہایت واضح طریقے سے بیان کرکے حاضرین کو محظوظ فرمایا، یہاں صرف یہی ایک گھر بانی مجلس کا ہے جو اثنا عشری ہیں باقی دو تین آغاخانی ہیں اور دو تین ہندو ہیں کوئی آبادی بھی قریب نہیں ہے محض جنگل ہے،

میانی کے ضروری معلومات

یہاں ۹ گھر اثنا عشری خوجوں کے ہیں جنمیں تقریباً ۵۰ نفر آباد ہیں تعلیمی حالت بالکل کمزور ہے مذہبی اور اخلاقی کمزوری بھی ہے مدرسہ کوئی نہیں ہے صرف ایک امامباڑہ ہے مالی حالت متوسط ہے صرف روئی کی تجارت ہوتی ہے، آریہ قادیانی اور عیسائی مشن کام کر رہے ہیں مگر عیسائیوں کے علاوہ کوئی مشن کامیاب نہیں ہے یہاں کے تمام لوگ مشرکین کے ہاتھ سے کھاتے پیتے ہیں مولوی سید علی صاحب واعظ کی تحریک سے مسجد میں ایک حوض بنادیا گیا ہے اور انتہائی تاکید کے بعد کچھ حضرات متاثر بھی ہوئے ہیں۔ یہاں کے آنے والے کو مسلمان ملازم اپنے ہمراہ رکھنا چاہیے، مالی امداد میں یہاں سے صرف چالیس شلنگ وصول ہوئے

سروٹی۔ یوگنڈہ۔

۴ دسمبر ۱۹۳۶ء کو میانی سے روانہ ہوکر اسی روز سروٹی پہونچگئی یہاں کے مومنین میں باہم نزاع تھی سیٹھ رحمت اللہ بھائی کی تحریک سے شب ہی کو ایک مجلس منعقد ہوئی جسمیں تمام مومنین جمع ہوئے جناب واعظ نے اتفاق واتحاد کے فوائد اور نااتفاقی کے نقصانات پر ایک مفصل تقریر فرماکر حاضرین کو متاثر فرمایا اور بعد ختم مجلس مومنین میں باہم مصالحت کرادی اور ۳ دسمبر سے نماز جماعت اور مجالس و مواعظ کا سلسلہ جاری ہوکر ۱۰ دسمبر تک جاری رہا اور علاوہ حل شبہات اور جواب اعتراضات اور بیان مسائل کے ۹ مجلس موعظہ کی منعقد ہوئیں جنمیں اتفاق واتحاد کے فوائد، تعلیم علم دین کی ترغیب، مشرکین کی نجاست اور انکے ہاتھ کے مس برطوبت اشیاء کے اکل و شرب

کی حرمت اور اُسکی عقلی قباحتیں، ایمان بالغیب کی توضیح، نماز کی تاکید، تارک صلوٰۃ کا عقاب و عذاب، عبادت کا وجوب، نماز کی اہمیت و افضلیت مذہب حق کے اصول اور اُنکے دلائل، حامیان دین کے مدارج اور اُن کے اجر و ثواب کو نہایت وضاحت سے بیان فرماکر تمام حاضرین کو محظوظ و متأثر فرمایا،

اس مقام پر آجتک کسی مبلغ کا گذر نہ ہوا تھا جناب واعظ کی تشریف بری سے یہاں کے مومنین میں مصالحت بھی ہوگئی اور مدرسہ دینیہ کے اجرا کی تحریک بھی نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور ممدوح کی روانگی کے بعد مدرسہ جاری ہوگیا جس کی اطلاع آپکو جنجہ میں دیدی گئی، اور چونکہ آپنے مناسب مواقع پر مدرسۃ الواعظین کا تعارف اور اُسکے خدمات کا اجمالی تذکرہ اور مجمع اسلامیہ عراق کے تائیدات اور جناب سرکار صدر الشریعۃ کی تحریر کا گجراتی ترجمہ تقسیم کرکے مدرسہ کی اہمیت اور ضرورت دلوںمیں جاگزیں کردی تھی لہذا سیٹھ علی بھائی مہر علی اور سیٹھ مولو دینا بھائی کی تحریک و تائید و کوشش سے چارسو پچاس شلنگ سروٹی سے اور پچیس شلنگ موڑیا سے وصول ہوگئے جو جناب واعظ کی موجودگی میں مدرسہ روانہ کردیے گئے اور جناب سرکار صدر الشریعہ کا شکریہ بذریعہ تحریر گجراتی ادا کیا گیا اور مختلف اخبارات میں بھی اشاعت کی گئی اتنی کامیابی اس مقام پر خلاف امید تھی کیونکہ یہاں مومنین کی تعداد نہایت قلیل ہے مگر خدا کے فضل سے اُن لوگوں کے دلوںمیں مدرسہ کی ایک خاص محبت پیدا ہوگئی جسکا اثر یہاں کے اطراف و جوانب میں بھی پھیل گیا اور لوگوں میں ہمدردی پیدا ہوگئی امید ہے کہ تجارت کے موسم میں یہ لوگ کافی امداد کرینگے،

سروٹی کے ضروری معلومات

یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں اثنا عشری خوجوں کے کل ۵ گھر ہیں اخلاقی اور مذہبی حالت متوسط ہے تعلیمی حالت کم زور ہے مگر افہام و تفہیم کا اثر لیتے ہیں اور اُسپر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، مالی حالت بھی اِن حضرات کی متوسط ہے ایک امام باڑہ ہے مگر اُسکی تعمیر کا کام پیسہ کی کمی سے ناتمام ہے یہاں بھی مثل میالی کے روئی کی تجارت ہوتی ہے جو جنوری سے شروع ہوکر جولائی میں ختم ہوتی ہے اور اس لیئے یہاں کا دورہ اگست سے دسمبر تک ہونا چاہیئے یہ ایک جنگل ہے یہاں کے بعض افریقی باشندہ ابھی تک مثل حیوانوں کے بالکل برہنہ رہتے ہیں اور اکثر صرف ستر عورتیں کرلیتے ہیں باقی تمام جسم زن و مرد کا برہنہ رہتا ہے،

عیسائی مشن بہت بڑا موجود ہے جسمیں لوگوں کو تعلیم و تربیت، دی جاتی ہے کھانے پینے کا بھی انتظام کیا جاتا ہے اور اُن سے زراعت کا کام لیکر مشن کے اخراجات پورے کیے جاتے ہیں، حالات مذکورہ پر نظر کرتے ہوئے نصیبی کی ۹۵ عیسائی ہیں اور خوزحمات میالی میں ہیں وہی یہاں بھی ہیں آریہ اور قادیانی بھی کبھی کبھی آجاتے ہیں (باقی آئندہ)

فہرست رقوم اعانت مقررہ و غیر مقررہ بابت ماہ جنوری سنہ ۳۰ء

رقم مقررہ مستقل

از ریاست ملیرہ بابت سالتمام سنہ ۳۰ء الصہ/

عالیجناب محمد جمال صاحب بابت ماہ ہذا صہ/

عالیجناب مرزا محمد نصیا صاحب کوکب گلباغ لہ عہ/
حیدرآباد دکن بابت ششماہی تا آخر
مارچ سنہ ۳۰ء

ریاست عالیہ رامپور بابت ماہ دسمبر سنہ ۲۹ء ۱۸

عالیجناب نواب سید محمد رضا صاحب للعہ/
چوک لکھنؤ بابت نومبر و دسمبر سنہ ۲۹ء

عالیجناب مظفر حسین صاحب وکیل بذریعہ عہ/

عالیجناب رضی احمد صاحب تالیق بابت
ماہ نومبر و دسمبر سنہ ۲۹ء

عالیجناب محمد محمود صاحب منیجر شاہ کمپنی عہ/
تحاس لکھنؤ بابت ماہ دسمبر سنہ ۲۹ء

رقم غیر مستقل

عالیجناب سید علی مرتضیٰ صاحب انجنیئر الـــ/
ٹاٹانگر جمشید پور برائے عمارت

عالیجناب موسیٰ عمران صاحب نگینہ ضلع بجنور عار

عالیجناب سید مرتضیٰ صاحب بیتیکار بنیشنر موضع ۲ عہ/
سرنیاں ڈاکخانہ دہنگھٹا ضلع بستی

عالیجناب میر زلف علی صاحب منیجر ضلع پونہ مہ عہ/

عالیجناب سید زین العابدین صاحب سے/
دھولپور

عالیجناب صادق حسین صاحب دھولپور ۸/

عالیجناب سیٹھ کرم علی بخش صاحب ہورہ صہ/
ضلع کرانچی

عالیجناب سیٹھ امام دیادلی محمد صاحب موضع ۶/
بدین ضلع سندھ

عالیجناب سیٹھ مولا بخش صاحب کڈہن ضلع سندھ سے/

عالیجناب حاجی مہر علی جیٹھہ بھائی جودیا صہ عہ/
ضلع راجکوٹ

قیمت ٹکٹ جلسہ سالانہ مرسلہ جناب مولوی الہ الصہ/
حافظ کفایت حسین صاحب

میزان کل
۲۹۹۳ عہ

بدر عاشق حسین ۴ فروری سنہ ۳۰ء
(ایسٹنٹ کلرک)

اسلام عیسائی نظر میں

نمبر ۴

ارض مستعین میں روزہ

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو الواعظ نمبر ۳ جلد ۹)

ن رسول جو ہر سفید و سیاہ پر حکمراں بناکر بھیجا گیا اور جسکے حلقۂ اطاعت میں کمزور انسانوں کے ساتھ ساتھ جنون کی زبردست اور تمرد پسند قومیں بھی داخل ہوئیں اور اُسکا کوئی قانون ایسا نہیں جو کسی ایک قوم یا ایک شہر سے خاص ہو بلکہ حکم کے حدود شرق و غرب کے مابین جو بھی آباد ہے اُسکو مکلف بنانے کو تیار ہیں اور اسلام کی ہر فرد احکام مذہب کو عام ثابت کرنے کی لیئے آمادہ ہے اور یہ دعویٰ ہے کہ روزہ نماز حج زکوٰۃ جہاد خمس کوئی فریضہ ایسا نہیں جو سیاسی یا تمدنی یا حفظ صحت کے لحاظ سے نفع رساں اور حیات بخش نہو۔ صرف اسلیئے کہ اُسکو واجب التعمیل سمجھنے میں کسی قوم کو عذر نہو۔ اور ہر شخص اسلام کو بہترین دستور العمل خیال کرے لیکن ہمکو افسوس ہے کہ دنیا کے کوتاہ بیں افراد اسلام پر بیجا نکتہ چینی کرکے کبھی اُسکو صرف عرب کے لیئے تجویز کرتے ہیں اور کبھی اُسکے عالمگیر ہونے سے انکار ہوتا ہے اور کسی حکم کو نشو و ارتقا کا مانع سمجھتے ہیں غرض یہ کہ انواع و اقسام کے خود ساختہ اور طبعزاد تخیلات کو اعتراض کی شکل میں ترتیب دیکر ہم پر حملہ کن نظر آتے ہیں لیکن یاد رہے جبتک انصاف کے جادہ سے ہٹ کر عصبیت کی تاریکی میں راہ زنی کی جو نکتہ سنج نظروں میں کبھی وقیع نہ ہوگا پادری غنڈ صاحب کے بیجا تخیلات اور خامہ فرسائی جو میزان الحق کے صفحات میں نظر خاطی سے گذرے تھے گذشتہ تین نمبروں میں جو جواب درج کیے جاچکے ہیں روزہ کے متعلق آپکا یہ خیال ہے کہ یہ حکم ناقابل برداشت ہے اور دنیا کی ہر آبادی میں پہلایا جا نہیں سکتا اس اعتراض کو پادری منگٹن صاحب نے عذر ۱۸۵۰ء کے بعد علمائے شیعہ کے سامنے پیش کیا تھا اور اپنی نزدیک بہت کچھ الفاظ کو اہمیت دی تھی جسکے ابطال پر ارباب تحقیق نے کافی توجہ کی تھی اور قرآن و حدیث سے جواب دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن پھر بھی مطلب پر بہت کچھ غبار باقی تھا جو شاید ناچیز کی تحریر میں رفع ہوسکے اسلیئے کہ میرے سامنے بھی قرآنی آیات اور عقل کی شمع ہے جو ایک دوسرے سے دست و گریباں ہے پادری منگٹن کہتے ہیں:۔

جن ممالک میں چھ مہینہ تک آفتاب غروب نہیں ہوتا وہاں روزہ کیوں کر رکھا جاسکتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ اسلام عالمگیر مذہب نہیں ہے اور جب اسکے احکام دنیا کے ان ممالک میں

ناقابل برداشت ہیں تو ایسی جگہ اسلام کی ترویج بھی نہیں ہو سکتی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شارع اسلام ایسے شہروں سے بے خبر تھا"۔

آریوں نے بھی اس اعتراض کو اسلام پر وارد کیا ہے اور عیسائیوں کے ہمصفیر ہو کر اسلام کو حقیر سمجھا ہے جو انکا فطری تعصب ہے۔ بیشک ہمارا یہ دعوی ہے کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے اور بالخصوص روزہ ان بہترین عبادات سے ہے جسکے فیوض کا دروازہ ہر شہر کے رہنے والے کو نفع پہونچا سکتا ہے اور دنیا کے تمام افراد اگر روزہ رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں اور قرآن نے اسکے طرق بتلائے ہیں یہ ہماری علمی کمزوری ہے کہ ہم قرآن کی آیات میں ان احکام کو ڈھونڈھ نہیں سکتے۔

معارضہ قبل اسکے کہ ہم قرآن سے جواب دیں اور ایسے شہروں سے بانی اسلام کی واقفیت کا ثبوت دیں عیسائی اصحاب سے ہمکو یہ پوچھنے کا حق ہے کہ مذکورہ بالا اعتراض صرف اسلام پر وارد نہیں ہے بلکہ دیگر مذاہب جسمیں خود عیسائی بھی شامل ہیں اسکے ذمہ دار ہیں اسلیئے کہ کوئی مذہب ایسا نہیں جسمیں کچھ مخصوص اور متبرک ایام خدا کی بندگی کے لیے مقرر نہوں یہودیوں میں ہفتہ کی عبادت اور عیسائیوں میں اتوار کی عبادت ضروری سمجھی جاتی ہے لہذا جو اہتمام اتوار کی تعیین میں وہ کرینگے وہی ہم روزہ کی تحدید میں کر سکتے ہیں گویا جو جواب آپکا ہے وہی ہمارا ہے اسکے علاوہ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ ایسی جگہ روزہ کا فرض ساقط ہے تو دیگر احکام کی تبلیغ میں کون مانع ہے لہذا یہ لکھنا کہ ایسی جگہ اسلام پھیلایا نہیں جاسکتا بے معنی ہے اسلیئے کہ اگر اسلام نے کسی ذات پر سے کسی وجہ سے روزہ ساقط کیا ہے تو دیگر احکام ساقط نہیں کئے یہ شبہ پیش کرنیوالے اسلامی شریعت سے انتہائی بے خبری رکھتے ہیں اور ایسے ناواقف افراد کو اسلام پر نکتہ چینی کا کوئی حق نہیں۔

شارع اسلام دنیا کے ہر خطہ سے باخبر تھا یہ اہل اسلام کا نہ صرف دعوی ہے بلکہ انکے پاس دلیل بھی ہے چنانچہ بانی اسلام نے اپنی سوانح عمری میں ایسے مقامات کی خبر دی ہے جہاں غیر معمولی طول دن ہوا کرتا ہے دعائے جوشن کبیر کے فضائل میں یہ مطلب موجود ہے:۔

> اس دعا کے پڑھنے والے کو خداوند عالم حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰ اور عیسیٰ کا ثواب مرحمت کرتا ہے اور ثواب اون بندگان خدا کا عنایت کرے گا جو پشت مغرب کے ایک وسیع شہر میں رہتے ہیں کہ ان شہروں میں سیر آفتاب چالیس دن کی ہوتی ہے (مصباح کفعمی)

میرے خیال میں اس محل سے بہتر کوئی دوسرا محل حدیث شریف کے اقتباس کا نہوگا جسکے دیکھنے کے بعد اسلام پر سے اعتراض اوٹھتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ بانی اسلام دنیا کی جغرافیہ سے واقف تھے ہم اپنی انتہائی ترقی سمجھکر جن مالک کا آج پتہ لگاتے ہیں اسکو وہ تیرہ سو برس پہلے بتا گئے تھے درود بھیجو محمد و آل محمد پر۔

بالجملہ ان تمام مقامات پر جہاں آفتاب کی سیر غیر معمولی ہو صوم وصلوٰۃ کے لیے معظم معمورات کے لحاظ سے جہاں آفتاب کی سیر معمولی ہو اوقات معین کرنا چاہئیں یا ایسی جگہ سے ہجرت کرے روزہ بہرحال ساقط نہیں یہ تھا وہ حکم فقہا جو قرآن کے آیات سے ماخوذ ہوتا ہے۔

تحدید قرآن حکیم سے وقت معین کرنیکے ثبوت میں اس محل پر ہمارے علمائے اعلام نے آیۂ لقد خلقنا السّمٰوات والارض فی ستۃ ایّام متفق اللہجہ ہو کر پیش کی ہے اور فرمایا ہے کہ یوم کا وجود آفتاب کے وجود پر موقوف ہے اور آفتاب کی خلقت آسمانوں کے بعد ہی لہٰذا جس عالم میں کہ دونوں کا وجود نہو "ستۃ ایام" کی تعبیر بتاتی ہے کہ لسان قدرت نے تحدید کی ہے میں اس جگہ ایک دوسری آیت پیش کرنا چاہتا ہوں جو ہر پہلو سے مفید مطلب ہے اور اُس سے بہترین طریقہ سے وہی مقدار معین کیجا سکتی ہے چنانچہ وصف جنت میں جناب احدیت نے وہاں کے رہنے والوں کے لیے جس جگہ تقسیم طعام کا تذکرہ کیا ہے وہاں تحدید اوقات کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ لھم رزقھم فیھا بکرۃ وعشیا اور یہ اپنی جگہ طے ہے کہ جنت میں دن اور رات نہیں ہے لہٰذا قدرت کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ جہاں دن اور رات نہو وہاں اوقات محدود ہو سکتے ہیں اب رہی

ہجرت عقلی نقطۂ نظر سے انسان کا ہمیشہ کسی ایک جگہ پڑا رہنا درست نہیں ہے اُسکی ضرورتیں نقل وحرکت کی احتیاج پیدا کرتی ہیں کبھی حفظ صحت کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر کا رخ کرنا پڑتا ہے اور کبھی خوف دشمن میں وطن چھوڑنے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے اور کبھی فکر معاش شاطرانہ لباس میں شہر در شہروں لیئے پھرتی ہے اور بنی نوع انسان کا نصب العین نقل وحرکت ہے وہ اپنی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے آزاد ہے قرآن نے اس حریت کا سبق مختلف آیتوں میں دیا ہے کہیں تو فرمایا ہے فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر زمین کے طول وعرض میں چار مہینہ سیاحت کیا کرو اور ایک جگہ فرمایا ہے ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا۔ خدا کی بچھائی ہوئی زمین بہت چوڑی ہے تو اسمیں ہجرت کرو اسکے ساتھ انبیاء کرام کی ہجرتوں کو ذکر کر کے ہماری لیئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے اور علماء نے ایسے ہی آیات کا لحاظ کر کے ارض تسعین میں صوم وصلوٰۃ کے لیئے ہجرت کر جانیکا حکم دیا ہے لیکن ہم اس عمومی حکم سے قطع نظر کر کے اس محل پر بھی ناظرین کے اذہان اور معترضین کی تشفی کے لیئے خاص قرآنی حکم سنانا چاہتے ہیں جو کہ اسی محل کے لیئے ہے لیکن اسوقت تک عوام کے سامنے پیش نہیں کیا گیا اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ دنیا کے تمام ان لوگ جو اسلام پر ایسے مہمل اعتراض کرتے ہیں سامنے آئیں قرآن انھیں ممالک سے ہجرت کا حکم دیتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

یا عبادی الّذین امنوا ان ارضی واسعۃ فایای فاعبدون ٥ (سورۂ عنکبوت)	اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو یقیناً میری زمین بہت کشادہ ہے تو خاص میری ہی عبادت کیا کرو۔

قرآن کا مذاق تدوین یہ ہے کہ وہ جس مطلب کو پیش کرتا ہے اسکے لیئے ویسی ہی تمہید اُٹھاتا ہے اگر حضرت

سرور کائنات سے کسی امر کی تبلیغ کا ارادہ ہوا تو بجائے نبی کہکر خطاب کرنے کے یاایھاالرسول کہکر بات کی اور پکارا اوسیطرح یہاں از بسکہ عبادت کا اصول بتانا تھا اسیلئے یاایھاالذین آمنوا نہیں ارشاد ہوا بلکہ یہ فرمایا کہ یاعبادی الذین آمنوا ان ارضی واسعۃ اور تکلا آیت پر ہیر ایای فاعبدون سے مطالب پر گہری روشنی ڈالی اور بتادیا کہ جہاں عبادت میں مزاحمت ہو وہاں سے ہجرت واجب ہے یہ عقلی دلیل بھی الفاظ آیت سے اور تفسیر میں بھی مفہوم آیت یہ بتایا گیا:-

جب کسی شہر میں تمکو عبادت خدا کرنا میسر نہو تو وہاں سے نکلجاؤ اور ایسی جگہ پہونچو جہاں خدا کی عبادت میں کوئی مانع نہو" (الصافی وغیرہ)

اب یہ مخالفین اسلام خواہ آریہ ہوں یا نصاری سب کے خیالات پادر ہوا ہو گئے اور قرآن نے بتایا کہ شارع مقدس قانون اسلام کی وضع کے وقت دنیا کے تمام خطوں سے واقف تھا اور قرآن نے جغرافیائی نقطہ نظر سے تمام ممالک پر نگاہ کر کے احکام پیش کیے ہیں جو ہر جگہ کے لیئے ہیں۔

(تقریر باب الہبیت آغا مہدی الرضوی)

شرایعۃ الہدی استاذ المجتہدین منار المتفقہین حجۃ الاسلام والمسلمین سرکار آقائے آقا السید محمد کاظم الطباطبائی الیزدی طاب ثراہ کی مشہور و معروف عربی کتاب جو بلحاظ جامعیت مسائل فقیہ کے ایک بے مثل و بے نظیر کتاب ہے اور اعاظم علمائے عراق و ایران و حجۃ الاسلام فی الانام امنی آقای آقا السید ابوالحسن الاصفہانی و آقای آقا میرزا حسین النائینی و آقای شیخ عبدالکریم یزدی ادام اللہ ظلالہم کے حواشی علیہ سے مزین ہے بوجہ عربیت اہل ہند کو عام طور پر نفع رساں نہتی شمس الواعظین فخر المبلغین جناب مولانا السید سبط حسین صاحب مبلغ مدرسۃ الواعظین کی سعی مشکور سے مع حواشی مذکورہ سلیس اور بامحاورہ اردو کے لباس میں آگئی ہے اور فاضل مترجم نے اپنے دیباچہ میں اسکے دقائق و حقائق اور اصطلاحات فقیہ کو عام فہم زبان میں حل کردیا ہے قلت وقت کیوجہ سے صرف کتاب الصوم شایع کی گئی ہے بڑی تقطیع کے ۸۰ صفحہ کی کتاب ہے کتابت طباعت نہایت خوب و مرغوب جلد نہایت خوشنا قیمت علاوہ محصولڈاک ۸ر انچارج بیت الشفاء امروہہ ضلع مرادآباد سے طلب فرمایئے،

امیرالمومنین کی پر اسرار شہادت

شہادتیں اپنے صحیح معنوں میں دنیا میں لاکھوں بلکہ کروڑوں ہی ہوئیں لیکن میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کل شہادتوں میں جیسی پر اسرار شہادت امیرالمومنین علیہ السلام کی ہوئی ہے ویسی غالباً کوئی نہیں ہوئی، یوں تو امیرالمومنین علیہ السلام کے حالات زمانہ ولادت سے تا زمان شہادت اور بعد شہادت حتیٰ کہ دفن وکفن بھی پر اسرار رہا ہے چنانچہ ولادت کا پر اسرار ہونا تاریخ واخبار سے اسقدر واضح وآشکار ہے کہ میرے خیال میں کسی تنبیہ و تلقین انکار کی کوئی ضرورت نہیں ہے صرف میرا مضمون حضرت کی ولادت باسعادت کے متعلق جو رسالہ مقدمۃ الشہید آگرہ میں اخبار سرفراز سے نقل ہو کر شائع ہوا ہے وہی اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہ ولادت کسقدر پر اسرار تھی اگرچہ میں پورے طور پر اسکا پر اسرار ہونا نہیں دکھا سکا مگر پھر بھی جسقدر دکھا سکا ہوں اس سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ کسقدر پر اسرار تھی، ناظرین کو اگر توفیق ہو تو وہ کسقدر عجیب وکثیر فوائد اس سے حاصل کر سکتے ہیں اور کسقدر مجال کلام اور میدان تحقیق کشادہ ہو سکتا ہے مگر انسان میں مذاق تحقیق ہونا شرط ہے میں ناظرین الواعظ سے بار بار اسکے مطالعہ کرنے کی سفارش کرتا ہوں، ولادت باسعادت کے بعد حضرت کے جملہ واقعات زندگی جو عہد رسول میں پیش آئے وہ سب اس جہت سے پر اسرار ہیں کہ بنی نوع انسان قاطبۃً اُن اعمال وافعال کے بجالانے سے صرف عاجز ہی نہیں بلکہ اُنکی حقیقت کے دریافت کرنے اور اُنکی علت وغایت کے سمجھنے سے بھی معذور رہے اور بعد عہد رسول جو واقعات ازمنۂ حضرات خلفاء ثلثہ میں حضرت کو پیش آئے یا حضرت سے ظہور میں آئے وہ بھی اسقدر پر اسرار ہیں کہ اُنکی حقیقت وعلت کے کماحقہٗ سمجھنے اور سمجھانے کے لیے عقل انسانی بالکل بیکار ہے اور اگر ان واقعات میں حضرت کے اُن مادی علمی وادبی معجزات کو بھی شامل کر لو جو ازمنہ خلفائے ثلثہ میں حضرت سے ظاہر ہوئے اور جن سے بڑھکر کوئی دلیل ان واقعات کے پر اسرار ہونے کی نہیں ہو سکتی تو کہہ سکتا ہوں کہ حضرت کی زندگی خود ہی ایک معجزہ تھی ان میں کسی فعل کو سرسری نگاہ سے نہ دیکھنا چاہیئے بلکہ اس لحاظ سے نظر کرنا چاہیئے کہ ان میں کیا کیا حکم ومصالح وغوامض خداوندی منطوی ہیں، اگر مجھ سے کہا جائے کہ حضرت کے چلنے پھرنے کھانے پینے جاگنے سونے میں کیا اسرار تھے یا کسی خاص دن کے اعمال میں کیا اسرار تھے تو سوگند بخدائے عزوجل مجھ ایسا قلیل البضاعت انسان ایک مجلد خاص اسکی توضیح وتشریح میں لکھ سکتا ہے مگر انسان میں مذاق تحقیق ہونا چاہیئے جسکے لئے غور وفکر کی عادت شرط ہے اور بغیر اس کے حقائق اشیا کا معلوم ہونا دشوار ہی نہیں بلکہ محال ہے ورنہ

وكاين من آية يمرون عليها وهم عنها معرضون ۵ بہت سی آیتیں نشانیاں اُن لوگوں کے سامنے آتی ہیں مگر وہ اُس سے روگردانی کرتے ہیں۔

خود عہد خلافت آنحضرت میں جو واقعات پیش آئے اُن سے بھی دنیا کم وبیش واقف ہے معجزات کا ذکر نہیں اُن کو تو پر اسرار ہونا ہی چاہئے کیونکہ معجزہ خود ایک راز ہے رازِ خداوندی سے مگر ساتھ ہی اسکے اس امر میں بھی غور کرنا ضروری ہے کہ جن لوگوں میں حضرت مبتلا تھے اور جن کے ساتھ حضرت کو معاشرت کرنا پڑی تھی اُن کی کیا حالت تھی اور انھوں نے حضرت کی پر اسرار ہستی کو کیا سمجھا اور حضرت کے ساتھ بسر کرکے کیا سبق لیا میرے خیال میں تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ باستثناء معدودے چند جو انگلیوں پہ گنے جاسکتے ہیں کسی نے کچھ سبق نہیں لیا بلکہ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا نفاق اُنمیں بڑھتا گیا اور بجائے اسلام وایمان سے قریب ہونے کے ن یوماً فیوماً دور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ بعض فرقہ مرقوا السهم من الرمية کے پورے مصداق ہو گئے مگر حضرت اپنی حجت اُن پر تمام کرتے رہے ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة (تاکہ جو ہلاک ہوں حجت تمام ہونے کے بعد ہلاک ہوا اور جو زندہ رہے حجت وبرہان کے بعد زندہ رہے)، اسیطرح کی حالت اُن لوگوں کی رہی یہاں تک کہ انھیں حضرت کا وجود ذیجود شاق ہونے لگا اور یہ فکر شروع ہو گئی کہ کسی طرح اس شمع ہدایت کو گل کردینا چاہئے اور بالآخر گل کر ہی دیا، عام طور سے مشہور ہے کہ ابن ملجم خارجی ملعون نے حضرت کو شہید کیا بیشک شہید کیا مجھے اس سے اس حد تک انکار نہیں ہے کہ حضرت اُس خبیث ناپاک کی تلوار سے شہید ہوئے مگر کیا یہ فعل خوارج کا تھا؟ خوارج تو فنا ہو چکے تھے نہروان کے موقع پہ بروایت کل محدثین ومورخین وارباب سیر چوبیس ہزار خوارج میں سے بیس ہزار خارجی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مناظرہ اور ہدایت سے راہ راست پہ آچکے تھے اور انھوں نے حق کی جانب رجوع کر لی تھی اور حسب روایت احمد بن عبد القادر بجری حنبلی شافعی صرف چار ہزار باقی تھے جن سے جنگ ہوئی جنمیں سے صرف نو آدمی زندہ بچے تھے باقی سب قتل ہو گئے تھے۔ لايقتل منكم عشرة ولا ينجو منهم عشرة (تم میں سے پورے دس قتل نہ ہوں گے اور اُنمیں سے پورے دس زندہ نہ بچ سکیں گے) یہ پیشین گوئی امیر المومنین کی متواتر لفظی ہے جس سے کوئی ذی ہوش انکار نہیں کرسکتا۔

بہرحال صرف نو آدمی باقی رہے اُن کی کیا ہستی یا اُنمیں سے کسی ایک کی کیا مجال تھی یا ہو سکتی تھی کہ امیر المومنین کو شہید کرسکتا، شبیب ابن بجرة الاشجعی الحروری کو جب ابن ملجم نے اس مہم کے سرانجام دینے کے واسطے اپنے ساتھ ملانا چاہا ہے تو حافظ ابن کثیر دمشقی اور محمد بن جریر طبری اور دیگر مورخین نے اپنی اسناد سے اپنی تاریخوں میں لکھا ہے۔

اور میرے شیخ الحدیث مولوی حسن الزمان[عہ] محمد ترکمانی نے (جو اس زمانہ میں کسی طرح علم حدیث و تحقیق اخبار میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ جلال الدین سیوطی سے کم نہ تھے سُنّی تھے مگر محبت اہلبیت میں غرق تھے) اتم الثقلین میں اُسنے نقل فرمایا ہے اور مینے خود بھی اُن کتابوں کو بالاستیعاب دیکھا اور پڑھا ہے انمیں مرقوم ہے:-

واستمال ابن ملجم رجلا آخر يقال له شبيب ابن بجرة الاشجعي الحروري وقال هل لك في شرف الدنيا والآخرة قال ما هو قال قتل علي فقال ثكلتك امك لقد جئت شيئا اداً كيف تقدر عليه قال اكمن له في المسجد فاذا خرج لصلاة الغداة شددت عليه فقتلناه فان نجونا شفينا انفسنا وادركنا ثار اخواننا وان قتلنا فما عند الله خير وابقى قال ويحك لو غير علي دعوتني اليه كان اهون علي

اور ابن ملجم نے ایک دوسرے شخص کو جسکا نام شبیب بن بجرۃ الاشجعی الحروری تھا اپنے مقصد پر مائل کرنا چاہا اور کہا کہ تو شرف دنیا و آخرت میں حصہ لینا چاہتا ہے شبیب نے کہا کہ وہ کیا ہے کہا علی کا قتل شبیب نے کہا کہ تیری ماں تیری سوگ نشین ہو بیشک تو ایک سخت و مشکل چیز کا ارادہ رکھتا ہے بھلا تو کیونکر اس پر قادر ہوگا ابن ملجم نے کہا کہ میں مسجد میں چھپکر بیٹھ رہوں گا۔ جب وہ صبح کی نماز کے لیئے نکلیں گے تو انپر حملہ کرکے قتل کرڈالوں گا پھر اگر میں بچگیا تو اپنے نفسوں کی شفا کا باعث ہوا اور اپنے بھائیوں کے خون کا بدلہ حاصل کرلیا اور اگر قتل ہوگیا تو جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی ہے، شبیب نے کہا کہ وائے ہو تجھ پر اگر تو سوائے علی کے کسی دوسرے کے قتل کرنے کی مجھے دعوت دیتا تو وہ مجھ پر آسان تھا۔

جب یہ حال تھا تو ابن ملجم شقی کو یہ جرأت کیونکر ہو سکتی تھی کہ وہ حضرت کو شہید کرسکتا تا وقتیکہ اُسکو قطام بنت شحنہ تیمی سے عشق تھا مگر وہ اُس سے شادی کرچکا تھا اور اُسکے وصل سے متلذذ ہوچکا تھا اور جناب امیر المومنین کا قتل اُن کے زمانہ خلافت و شاہنشاہی میں آسان نہ تھا نہ ایسا ممکن تھا کہ ایک شخص ایک عورت کے لیئے اپنی جان معرض خطر میں ڈالدے خصوصاً جبکہ اُسکے ساتھ ہم بستر بھی ہوچکا ہو لطف یہ ہے

[عہ] علمائے اہل سنت میں بہت بڑے بلند پایہ و ذوی رتبہ بزرگ اور عرب خالص تھے یمن سے بھوپال میں قاضی ہوکر آگئے تھے نواب صدیق حسن خاں نے اپنے تصانیف میں جا بجا ان کا ذکر کیا ہے اور جناب فردوس مآب طاب ثراہ نے عبقات الانوار میں اُنکی کتابوں سے استشہاد و استدلال فرمایا ہے اور منجملہ آپکے تصنیفات کے "تحفۃ اہل البیت" اور قول مستحسن نہایت جسیم و ضخیم ہیں نواب صدیق حسن خاں صاحب نے بھی اُنسے اجازہ روایت حاصل کیا تھا اور اپنے تصنیفات میں اُنسے روایت کرتے تھے اور جناب کاتب مضمون نے اگرچہ اکثر علمائے اہل سنت سے اجازہ حاصل کیے ہیں مگر آپکے اجازہ پر اُنھیں بھی نازو افتخار ہے۔

کہ ابن کثیر اور ابن جریر کی تاریخوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص عبد الرحمان بن عمرو معروف بابن ملجم مرادی ثم الکندی اور برک بن عبد اللہ تمیمی اور عمرو بن بکر التمیمی جو معاویہ اور عمرو عاص اور امیر المومنین علیہ السلام کے قتل پر باہم عہد و پیمان کر چکے تھے تینوں نے اپنی تلواروں کو زہر سے بجھوایا تھا صاحب مناقب مرتضوی یافعی سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ کے سرین پر تلوار لگی اور وہ زخمی ہوا مگر اس نے طبیب کو بلوایا اور اسکے علاج سے وہ اچھا ہو گیا جس سے معلوم ہوا کہ برک جس نے معاویہ کے ضرب لگائی تھی اسکی تلوار زہر آلود نہ تھی ورنہ اسکا زخم ہرگز اچھا نہ ہو سکتا تھا پھر یہ بھی مشہور رہے کہ ضرب معاویہ کے سر پر نہیں بلکہ اسکی تہیگاہ پر لگی تھی اور اسکے طبیب نے کہا تھا کہ یہ زخم آپکا اچھا تو ہو سکتا ہے مگر آپ اولاد کے قابل نہ رہیں گے معاویہ نے کہا کہ مجھے اولاد کی خواہش نہیں ہے یزید میری خنکی چشم کے لیئے کافی ہے یہ واقعہ اور بھی زیادہ بے اصل معلوم ہوتا ہے کیونکہ تہیگاہ پر زخم لگنے سے انسان کا قابل اولاد نہ رہنا اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے تجربہ اسکے بالکل خلاف ہے اور کتب طبیہ میں کہیں بھی اسکا ذکر نہیں کہ تہیگاہ پر زخم لگنے سے انسان ناقابل اولاد ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معاویہ کے ضرب لگنے کا واقعہ سرے سے بے اصل ہے
پھر سب پر طرہ یہ ہے کہ احمد بن عبد القادر عجیلی شافعی نے ذخیرۃ المآل میں لکھا ہے:۔

فاما البرك فانه رصد تلك الليلة لمعاوية في المحراب فلما دخل معاوية وسجد في صلاة الصبح ضربه بالسيف فقطع في بعض ثيابه وكان قد اوفاء عليه بالديباج فسلم	اب رہا برک تو وہ اس شب کو محراب میں معاویہ کی تاک لگائے رہا جب معاویہ آیا اور نماز صبح کے سجدہ میں گیا تو اس نے تلوار لگائی جس نے اسکے لباس کو کسیقدر کاٹ دیا اور وہ اپنے لباس پر دوسرا ریشمی لباس پہنے ہوئے تھا اسوجہ سے بچ گیا۔

اب فرمایئے کہ یہ سارا قصہ طبیب کے بلانے کا بے اصل ہوا یا نہیں؟ اور معاویہ کا ریشمی لباس پہننا صحیح ابن ماجہ سے ثابت ہے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کو کسی وجہ سے معلوم تھا کہ ایسا ہونیوالا ہے اسوجہ سے اس نے ریشمی پوشاک پہن لی تھی اوفا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ریشمی رضائی یا لحاف اوپر سے اوڑھ لیا تھا مگر عجیلی نے یہ نہیں لکھا کہ معاویہ نے اسکے ساتھ کیا سلوک کیا قتل کیا یا چھوڑ دیا ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے، علاوہ بریں یافعی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ تین شخصوں کے باہم عہد و پیمان کرنیکا اس لیئے صحیح نہیں ہے کہ جس نے معاویہ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اسکا نام برک نہ تھا بلکہ حجاج بن عبد اللہ ضمیری تھا اور جس نے عمرو عاص کے قتل کا ارادہ کیا تھا اسکا نام رادویہ الغیری تھا اس اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ تین شخصوں کے باہم عہد و پیمان کرنیکا درحقیقت بے اصل ہے، بات یہ ہے کہ اس سارے

قصد کی بنیاد اسی پر ہے کہ یہ تینوں شخص ایک مقام پر مجتمع ہوئے اور نہروان کے کشتوں کو یاد کرکے اُن پر افسوس
کر رہے تھے جیسا کہ ابن کثیر اور ابن جریر کی تاریخوں سے ظاہر ہوتا ہے مگر تعجب ہے ان مؤرخوں سے کہ انھوں
نے نہ اُس مقام کا نام لکھا نہ اُس شہر کا نام بتایا جہاں یہ اجتماع ہوا تھا گو صاحب مناقب مرتضوی نے مکہ لکھا ہے
مگر کسی مؤرخ کا حوالہ نہیں دیا ابن کثیر اور ابن جریر دونوں ساکت ہیں اور کچھ نہیں بتلاتے کہ یہ اجتماع
کس زمانے میں ہوا اور کس مقام پر ہوا تھا جہاں سے یہ تینوں شخص متفرق ہو کر سترہویں تاریخ تک ماہ رمضان
کی اپنے اپنے منزل مقصود پر کوفہ اور شام اور مصر میں پہونچ گئے اور آیا ایک ہی ماہ مبارک رمضان میں مقام اجتماع
سے کہیں بھی ہوا ہو پہونچنا ممکن بھی تھا یا نہیں؟ اسکا کچھ پتہ نہیں چلتا، حالانکہ واقعات کی تحقیق میں سب سے
پہلے مکان و زمان کی تعیین ضروری ہوتی ہے اور یہی بڑا معیار کسی واقعہ کی اصلیت یا عدم اصلیت کا ہے۔ اکثر
روایتیں جو میرے شیخ الحدیث مولوی حسن الزمان ترکمان نے اپنی کتاب ماتم الثقلین میں درج فرمائی ہیں
اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملعون (ابن ملجم) بعد واقعہ صفین کے کوفہ ہی میں رہا اور وہاں سے کہیں نہیں گیا تو اجتماع
تین شخصوں کا کیا معنی رکھتا ہے زبیر بن بکار کی کتاب سے بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ اجتماع کس مقام پر کس زمانہ
میں ہوا تھا عمرو عاص کا مصر میں بچ جانا یہ بھی عجلی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو کو کسی وجہ سے معلوم ہو گیا
تھا کہ آج کی شب اُسکی خیر نہیں ہے اسلیئے خارجہ کو اپنے عوض نماز پڑھانے بھیج دیا تھا اور وہ بیچارہ قتل ہو گیا
ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فلیتها اذ فدت عمرواً بخارجة   فدت علیاً بما شاءت من البشر

اس قصیدہ میں کہیں معاویہ کا ذکر بھی نہیں معلوم ہوتا، بہر کیف ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے
کہ جن واقعات مشہورہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہادت عظمیٰ خوارج کے باہمی عہد و پیمان کا نتیجہ تھی وہ کسی
طرح قرین قیاس نہیں ہیں البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ معاویہ کو حضرت کا زندہ رہنا بہت شاق تھا اور حضرت
کی حیات کو وہ اپنی بقائے سلطنت کے لیئے سخت سد راہ سمجھتا تھا نہ صرف اپنے لیے بلکہ اپنی قوم قبیلہ کیواسطے
بھی بالخصوص یزید کی جانشینی کے واسطے اسلیئے معاویہ سے شخص سے قطعاً نا ممکن تھا کہ وہ حضرت کی ہلاکت
کی فکر سے غافل رہتا لیکن ظاہر بظاہر وہ حضرت کو شہید نہ کر سکتا تھا حضرت کی شہادت حضرت عمرو بن
حمق خزاعی یا حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہما کی شہادت نہ تھی جو معاویہ کے حیلہ و تدبیر سے خالی نہ تھی یا
ام المومنین حضرت عائشہ کی ہلاکت جیسی کھلم کھلا حیلہ و تدبیر حضرت معاویہ کی تھی جیسا کہ نزہۃ القلوب حمد اللہ
مستوفی اور ربیع الابرار زمخشری و کامل علامہ حسن بن علی الطبرسی معروف بہ کامل بہائی و تاریخ حبیب السیر
میں تاریخ حافظ ابرو وغیرہ وغیرہ سے منقول ہے اور نہایت عبرت انگیز واقعہ ہے اور میں تو کہوں گا کہ ان حضرت

دامن خون امام حسن سے بھی پاک نہ تھا، غرض اس .... قسم کے آدمی سے ناممکن تھا کہ وہ کوئی تدبیر حضرت امیر کے شہید کرنے کے اظہار کرتا اور بایں ہمہ اپنے دامن کو اس شہادتِ عظمیٰ کے داغ سے ملوث ہونے دیتا اس لیئے جو کچھ ہوا وہ اس تدبیر سے ہوا کہ سارا الزام خوارج ہی کے سر رہے، ابن ملجم ممکن ہے کہ قطامہ بنت شخنہ تمیمی پر فریفتہ ہوگیا ہو مگر یہ واقعہ ضمنی تھا دراصل اشارہ و ترغیب معاویہ اور عمرو عاص کی بھی تھی چنانچہ اسکا اقرار ابن ملجم سے منقول بھی ہے زیادہ تر تائید اس خیال کی اسی سے ہوتی ہے کہ کسی مورخ نے نہ تو مقامِ اجتماع اُن خوارج کا بتلایا نہ زمانہ اور تاریخ وہ ملہ کی تعیین کی اور معاویہ کا ریشمی لباس پہن لینا اور عمرو عاص کا اپنے عوض خارجہ کو بھیجدینا اور خود باہر نہ آنا معمولی قرائن اس سازش وکید کے نہیں ہیں۔ مجھے خود اس امر میں حیرت تھی کہ حسن اتفاق سے حکیم سنائی سے مشہور و معروف امام اہل سنت رئیس الصوفیہ کی متداول مثنوی حدیقۃ الحقائق میں ذیل کے اشعار نظر آگئے جنھیں دیکھکر مجھے پورا لقین ہوگیا کہ میرا خیال بالکل صحیح تھا،،

ابیاتِ سنائی

پسر ملجم آں سگ بیدیں — آں سزاوار لعنت و نفریں
بر زنے عاشق آں شدہ میشوم — آں نگونسار تر ز رایت روم
مرد مفلس چو گشت عاشق او — کفر او در میان عاتق او
بود آں سگ ز آلِ بوسفیاں — منعم و مالدار و خوب جواں
گشت ازیں سر معاویہ آگاہ — مرد را گفت جملہ کار تباہ
گفت کار تو با کمال شود — ایں چنیں زن ترا حلال شود
گر تو در کار خویش شیر دلی — ہست کابیں چہرہ خون علی
گر تو فارغ کنی دلم زیں کار — بفزائی بنزد من ایں کار
زن ترا با ہزار زینت و زیب — نرساند ترا کسی آسیب
اسپ و مرکب ترا دہم پس ازاں — بزئی در جوار من آساں
مرد بدکار بہر عشق زنے — اندر افگند در جہاں محنے
آں چناں اصل و جہل و سنگدلی — چہرہ بگزید قتل و خون علی
آنچناں خاک تا بریں مقدار — رفت در کوفہ از پئے ایں کار
ایں چنیں جملہ یا علی گفتند — اینچنیں فتنہ ہیچ ننہفتند

کیں بد افعال را بگیر و بکشش　　داد شان پس جواب مرد بہش
گفت دیکھ بقتل قاتل خویش　　کس نکرداست سعی دے از پیش
آں چناں بیحفاظی از سر جد　　شب آدینہ رفت در مسجد
میر حیدر سحر ز بہر نماز　　رفت و دریافت خفتہ لعنر از
مرد را خفتہ دید و گفت اے مرد　　گاہ روز است بر از یں رہ برد
سفلہ از خواب گشت چوں بیدار　　متر صد نشست از پئے کار
آں سر افراز مرد حبت بتول　　چونکہ اندر نماز شد مشغول
رفت و زخمی سبک زدش برسر　　کہ بداں زخم سخت شد مضطر
خلقی از ہر طرف فراز رسید　　آں سیہ روے راستادہ بدید
بر گرفتند مرد را در حال　　کرد از و میر زخم خوردن سوال
گو کہ فرمود مرترا ایں کار　　کرد بر لفظ خویشتن اقرار
کہ مرا ایں معاویہ فرمود　　کار کردم کنوں ندارد سود
مثلہ کردند مرد را پس از آں　　رفت او را سوے جہنم جاں
وانکہ فرمود شاد مانہ بزیست　　ایں چہ حلم است یارب ایں خود چیست

ظاہر ہے کہ اتنے بڑے قدوۃ المحققین نے یہ رائے کسقدر تحقیق و تدقیق کے بعد قائم کی ہوگی اور یہ بھی واضح ہے کہ جو ذرائع تحقیق چوتھی پانچویں صدی میں حاصل تھے وہ ہمکو اس چودھویں صدی میں کیونکر حاصل ہوسکتے ہیں۔

بہرکیف جناب امیرالمومنین علیہ السلام کسی طرح شہید ہوے اور معاویہ اور عمرو عاص کی دلی مراد برآئی یہ اسرار ہوا اس شہادت کا میں اپنی حیثیت کے موافق کافی سے زیادہ اور بہت زیادہ دکھا چکا اب میں کہتا ہوں کہ میں اس شہادت عظمیٰ کو صرف اس لیے پر اسرار نہیں کہتا کہ معاویہ کے مکر و تزویر سے واقع ہوئی بلکہ اس وجہ سے بھی کہ امیرالمومنین علیہ السلام ایک جماعت عظیم کے نزدیک معاذ اللہ خداے وحدہٗ لاشریک لہٗ تھے اور اب بھی اس اعتقاد والوں سے دنیا خالی نہیں ہے ملک کے ملک آباد و معمور ہیں سطح زمین کا ذکر نہیں پہاڑ بھی ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہیں ایسی حالت میں کیا یہ شہادت اُنکی ہدایت کے لیے کافی نہیں ہوسکتی کیا اس سے ایسی مجبوری و لاچاری جو شان عبدیت ہے امیرالمومنین سے ظاہر نہیں ہوئی کہ ایسا شاہ خیبر گیر کل انس و جن بلکہ کل کائنات کا حاکم مطلق ایک ذلیل ترین و بدترین مخلوق

کے ہاتھ سے شہید ہوگیا، سچ یہ ہے ایسے خیر محض کو ایسے ہی شر محض کے ہاتھ سے شہید ہونا چاہیئے
تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا معلوم کیا کیا مفاسد دنیا میں پیدا ہوتے اور نظام عالم سب مختل ہو جاتا، گو عبد اللہ
بن سبا اُسوقت تک مدائن میں زندہ تھا کیونکہ امیر المومنین علیہ السلام نے اُسے کوفہ سے شہر بدر کر دیا تھا۔
جب اُسے خبر شہادت معلوم ہوئی تو وہ اپنے عقیدہ میں ایسا صلب تھا کہ شاید اس نے قسم کھا کر صاف
صاف کہدیا کہ اگر کوئی شخص علی کا دماغ کسی ظرف میں دکھادے جب بھی میں اُنکی الوہیت کے اعتقاد سے
نہ پھروں گا، لیکن پھر بھی یہ شہادت عظمیٰ ہزاروں بلکہ لاکھوں کے لیئے موجب ہدایت ضرور ہے خدا کا کام
اتمام حجت ہے، ماننا یا نہ ماننا بندوں کا کام ہے اور لا اکراہ فی الدین اسی کا
اشارہ ہے،

اب میں اسی سلسلہ میں حضرت کے دفن وکفن اور قبر مطہر کو بھی پر اسرار کہکر بقدر امکان اُسکے
اثبات میں کوشش کرتا ہوں:۔

اہل سنت کے مشہور امام الائمہ۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی کی کتابیں اہلسنت میں بہت مشہور و متداول
ہیں مگر اُنکی کتاب المجالس نہایت نادر الوجود اور کمیاب ہے اُسکا ایک نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں
مخزون ہے اور ایک نسخہ حسن اتفاق سے جناب فردوس مآب طاب ثراہ کو غالباً سفر عراق میں دستیاب ہوا
تھا اور اسوقت تک میرے شیخ الحدیث رئیس الشریعہ مقتدی الشیعہ حجۃ ثقۃ ثبت ابوالفضل اسحاق بن ابی
المظفر الموسوی النیشاپوری دام عزہ وعلاہ کی سرکار شریعتمدار میں موجود ہے اُسکے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ
امیر المومنین کے دفن وکفن کا انتظام جناب احدیت جلت اسماؤہ نے زمانہ حضرت نوح علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام
میں قبل از طوفان فرمایا تھا اور صورت اسکی یوں واقع ہوئی تھی کہ جب پروردگار عالم عز اسمہ نے حضرت نوح علیہ السلام
کو کشتی بنانیکا حکم دیا اور اُنھوں نے اُسکے موافق بلکہ اُسکی نگرانی میں (جیسا کہ باعیننا کی لفظ سے مستفاد ہوتا ہے)
کشتی تیار کی تو اُسمیں سے کچھ تختہ بچ رہے عرض کی کہ رب العزت اب میں ان تختوں کو کیا کروں ارشاد ہوا کہ آخر
زمانہ میں میرا ایک دوست علی پیدا ہوگا ان تختوں کو فلاں مقام پر زمین کھود کر رکھدو میں ملائکہ کو اُس قبر کی
زیارت کا حکم دیتا ہوں۔ حضرت نوح نے موافق حکم ایزدی اُن تختوں کو زمین کھود کر وہیں رکھدیا جہاں کی نسبت حکم
ہوا تھا چنانچہ فقیہ ابو اللیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

ان لی ولیاً اسمه علی بن ابی طالب فی آخر الزمان
لا یصلح هذه الالواح الا لقبره فاذهب
الی موضع کذا واحفر هناك قبره وضع

میرا ایک ولی ہے جو آخر زمانہ میں ہوگا اور جو علی بن
ابی طالب کے نام سے پکارا جائیگا یہ تختہ اسی کی قبر کے
لیئے مناسب ہیں تم فلاں مقام پر جاؤ اور وہاں

فیہ هذه الالواح فانی امرا ملائکتہ بزیارة ذلك القبر والعبادة لی هناك قبل ان یوضع فیہ ذلك الولی فقال یا نوح رب اجعلنی فی شفاعة ذلك الولی یوم القیامة۔

اسکی قبر کھود وا ور یہ تختہ اسی میں لگا دو میں ملائکہ کو اس قبر کی زیارت اور وہاں اپنی عبادت کا حکم دونگا قبل اسکے کہ وہ ولی اسمیں دفن کیا جائیگا عرض کی حضرت نوح نے کہ اے پروردگار مجھے روز قیامت اس ولی کی شفاعت نصیب کر۔

بعد اسکے فقیہ ابو اللیث تحریر کرتے ہیں:۔

وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعلی اعلم ان عندی سرًّا اخبرنیہ جبرئیل وانا افشیہ لك فان قبرك حفر فی زمن نوح فی موضع لا اعرفہ انا ولا احد من الخلق فاذا قرب اجلك فاوص الحسن والحسین یوصیہ فقل لهما اذا مت فاغسلانی وحنطانی وکفنانی واحملانی علی الجنازة وامشیا خلفی حتی ینتهیا الجنازة الی باب الکوفة ثم خلیا عنها تذهب الی حیث شاءت وارجعا انتما فقال علی لهما عند موته فقالا یا ابت نمشی خلف الجنازة حتی ینتهی الی ما تومر قال خلیا عنها لا اذن لکما الی غیر ذلك۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ سے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے پاس ایک راز ہے جسکی خبر مجھے جبرئیل نے دی ہے اور میں تم سے اسکو ظاہر کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تمھاری قبر زمان نوحؑ میں ایسے مقام پر کھودی گئی تھی جس سے نہ میں واقف ہوں نہ کوئی دوسرا مخلوق تو جب موت تمھاری قریب ہو تو حسنین کو وصیت کرنا اور کہنا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے غسل وکفن وحنوط کرکے جنازہ پر بار کردینا اور تم دونوں میرے جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنا تا اینکہ جنازہ کوفہ کے دروازہ تک پہونچ جائے پھر تم دونوں اسکو چھوڑ دینا کہ جہاں چاہے چلا جائے اور تم دونوں پلٹ آنا جب امیر المومنین نے اپنی موت کے وقت ان دونوں سے یہ وصیت کی تو انھوں نے عرض کی کہ آپ ہمیں جنازہ کے پیچھے چلنے کا حکم دیتے ہیں تا اینکہ وہ اس مقام تک پہونچ جائے جہاں کا آپ حکم دیتے ہیں فرمایا کہ ہاں تم دونوں اسکو چھوڑ دینا تمھیں اسکے علاوہ اذن نہیں ہے

یہ حدیث کئی وجہوں سے عجیب ہے اولاً اس وجہ سے کہ نوع انسانی میں انبیا بھی گذرے اور اوصیا بھی مگر یہ اہتمام کسی کے دفن وکفن کا جناب احدیت کی طرف سے کو دفن ہونے والے کی خلقت کے قبل نہیں ہوا۔ دوسرے اس خیال سے کہ حضرت کی قبر کا پتہ حسنین علیہما السلام تک سے مخفی رکھنے کا کیا منشا ہو سکتا ہے بجز اسکے کہ مثل اسم اعظم اسکو بھی دنیا سے مخفی رکھنا کسی حکمت سے منظور ہو تیسرے یہ کہ یہ خبر معارض

ہے خبر ہارون الرشید کے جسکا ذکر آئندہ آئے گا لیکن اگر کچھ وجہ کلام ہوسکتی ہے تو یہ کہ اس حدیث کو محدثین نے موضوعات میں حتماً شمار نہیں کیا نہ کتب موضوعات میں کہیں اسکا پتہ چلتا ہے اور فقیہ ابو اللیث کی جلالت شان اس کی مقتضی نہیں ہے کہ انھوں نے اسے موضوع سمجھ کر داخل مجالس کیا ہو اور اسپر تنبیہ نہ کی ہو ہاں یہ ضرور ہے کہ فقیہ مذکور نے اسکو محذوف الاسناد نقل کیا ہے پس میری راے میں یہ خبر اخبار احاد سے ہے وخبر الواحد لایوجب علماً ولا عملاً ایسی حالت میں ہم اسکو مجبوری سے طرح کرتے ہیں اور اسکا علم ہم جناب احدیث اور ائمہ معصومین کے حوالہ کرتے ہیں لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً مگر قبل اسکے کہ ہم قبر امیر المومنین کی تفتیش و تحقیق کریں ہمیں یہ دکھا دینا ضرور ہے کہ صدر اول کے مسلمانوں میں حضرت کی قبر مطہر کی نسبت کیا کیا اختلاف رہے جس سے یہ امر منکشف ہوجائیگا کہ اُس زمانہ میں قبر امیر المومنین کی نسبت کسقدر بے پروائی کا سلوک روا رکھا گیا تھا کہ کسی ایک کو بھی قبر مطہر کا ٹھیک پتہ معلوم نہ ہوا،

اگر ان لوگوں کے دلوں میں حضرت کی کچھ بھی عزت ہوتی تو اسقدر بے پروائی قبر مطہر کی تحقیق میں نہ کی جاتی اللہ اللہ خداوند عالم کا یہ انتظام کہ اپنے ولی کی خلقت کے قبل اُسکی قبر اپنے نبی مرسل حضرت نوح سے تعمیر کرائے اور ائمہ کو اُس کی زیارت کا حکم دے جس سے حدیث من زار قبر بلا مقبور کی موضوعیت واضح و آشکار ہوجائے اور ان حضرات کی اُس کی تحقیق میں یہ غفلت فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بہرکیف مورخین حضرت کے مدفن مبارک میں بہت کچھ مختلف ہیں کوئی لکھتا ہے کہ دار الامارہ میں دفن ہوے کوئی لکھتا ہے کہ حضرت کی لاش ایک راحلہ پر رکھدی گئی تھی معلوم نہیں وہ کدہر چلا گیا کوئی کہتا ہے کہ کوفہ ہی میں دفن کیے گئے مگر قبر حضرت کی پوشیدہ کردی گئی کوئی لکھتا ہے جامع کوفہ میں دفن کیے گئے کوئی لکھتا ہے کہ جامع کوفہ کی ایک دیوار کے نیچے کوئی لکھتا ہے کہ جناب سیدہ خاتون جنت کے پاس بقیع میں کوئی لکھتا ہے کہ ابو جعدہ کے گھر کی ایک کوٹھری میں کوئی لکھتا ہے کہ جب یزید کی لڑکی کا گھر کھودا گیا تو اسکی نیو میں ایک بوڑھے شخص کی لاش ملی جو بالکل تر و تازہ تھی گویا کل مرا ہے اسکو جلانے کا قصد ہوا مگر اللہ نے انھیں اس قصد سے باز رکھا پھر مصے کے کپڑوں میں لپیٹکر خوشبو لگا کر اُسی جگہ چھوڑ دیا اور وہ مقام بھی قبلہ مسجد کے قریب تھا کوئی لکھتا ہے کہ حضرت کا جنازہ ایک اونٹ پر رکھا تھا وہ راہ بھولکر بنی طے میں پہونچا انھوں نے یہ سمجھکر کہ اس صندوق میں کچھ مال ہوگا۔ اونٹ کو پکڑ لیا جب کھولا تو اُسمیں ایک میت ملی جسکو انھوں نے نہیں پہچانا آخر وہ صندوق مع اُس میت کے زمین میں دفن کردیا اور کسی کو نہیں معلوم کہ حضرت کی قبر کہاں ہے کوئی لکھتا ہے کہ کوفہ ہی میں دفن کیے گئے اور قبر حضرت کی پوشیدہ کردی گئی مگر اتنا معلوم ہے کہ وہ قصر الامارہ کے پاس تھی کوئی لکھتا ہے کہ پشت کوفہ میں دفن کردی گئی اور خوارج کے خوف سے قبر حضرت کی پوشیدہ کردی گئی اور لطف یہ ہے کہ

کہ انمیں سے بعض مؤرخین نے اپنے روایات کو ائمۂ اہلبیت تک منتہی کیا ہے بھلا اس اختلاف کا کوئی ٹھکانا ہے کسی معمولی قسم اور درجہ کے آدمی کے ساتھ تو اُس کے اعزا و اقارب یہ سلوک کرتے نہیں چہ جائیکہ امیر المومنین کے ساتھ حسنین یہ سلوک روا رکھتے خوارج کا حیلہ کیڑا جاتا ہے حالانکہ خوارج امیر المومنین کے زمانہ ہی میں فنا ہو چکے تھے اور جو کچھ باقی رہ گئے تھے انہیں اتنی طاقت نہ تھی کہ (معاذ اللہ) قبر امیر المومنین کو کھود سکتے اور اسمیں اُن کو کونسا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا اور بفرض محال حسنین نے ایسا کیا اور خوارج ہی کے خوف سے ایسا کیا تو خود اُن کو تو مقام قبر ضرور معلوم ہوگا پھر کیا خوارج کے ساتھ اُنھوں نے کبھی اپنی والد ماجد کی قبر مطہر کی زیارت اور اُس مزار پرانوار پر آنا جانا ترک کر دیا تھا اور ادائے حقوق والدین کو چھوڑ دیا تھا اور اپنی خاص احباب کو بھی اس شرف سے محروم رکھا تھا؟ حسنین علیہما السلام سے محال عقلی تھا پھر اس اختلاف کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ مگر وہی لاپروائی اُس زمانہ کے مسلمانوں کی جس سے اُن لوگوں کی دیانت و وفاداری اور محبت اہلبیت رسالت کا پتہ چلتا ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ اتنے عرصہ تک قبر امیر المومنین اس بے خبری کی حالت میں پڑی رہتی، اسمیں شک نہیں کہ حضرت کا جنازہ علی رؤس الاشہاد نہیں اٹھایا گیا اہل کوفہ سے بجز حضرت کے اہلبیت کے کوئی شریک نہیں ہوا اور رات ہی کو اٹھا اور رات ہی کو دفن ہوا اور اہل کوفہ کی طرف سے کوئی اصرار اس امر میں نہیں ہوا، غرض کہ یہی حالت زمانۂ ہارون الرشید تک رہی ہارون اُس زمانہ تک کوفہ ہی میں تھا اور بغداد مستقر خلافت نہیں ہوا تھا، تو میری نے حیواۃ الحیوان میں ابن خلکان سے نقل کیا ہے کہ ہارون الرشید ایک مرتبہ شکار کو نکلا اور جس مقام پر اسوقت حضرت کی قبر مطہر ہے وہاں تک پہونچکر کسی شکار پر کچھ چیتوں کو چھوڑا وہ چیتے شکار کے پیچھے چلے گئے یہانتک کہ جب حضرت کی قبر مطہر تک پہونچی تو ٹھہر گئے اور آگے نہ بڑھے ہارون کو تعجب ہوا کہ یہ چیتے آگے کیوں نہیں بڑھتے اہل حیرہ سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ یا امیر المومنین اگر میں آپ کے ابن عم علی بن ابیطالب کی قبر آپکو بتا دوں تو مجھے کیا انعام ملیگا ہارون نے کہا سبحان اللہ اس سے بہتر کیا بات ہے تیرا بڑا احسان ہوگا اور میں تجکو بڑا انعام دوں گا اُس شخص نے کہا کہ یہی قبر آپکے ابن عم علی بن ابیطالب کی ہے ہارون نے کہا تمکو یہ علم کیونکر ہوا اُس شخص نے کہا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ یہاں آیا کرتا تھا وہ حضرت کی قبر کی زیارت کیا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ میں جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہاں آیا کرتا تھا اور وہ اس قبر کی زیارت کرتے تھے اور وہ اپنے والد محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا کرتے تھے اور اس قبر کی زیارت کیا کرتے تھے اور محمد یعنی محمد باقر علیہ السلام اپنے والد علی بن الحسین زین العابدین کے ساتھ آیا کرتے تھے اور علی یعنی امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد حسین یعنی امام حسین کے ساتھ آیا کرتے تھے اور وہ زیارت کرتے تھے اور امام حسین سے بہتر کون واقف ہوگا قبر علی علیہ السلام سے، یہ سُنکر ہارون نے

حکم دیا کہ یہاں ایک حجرہ بنایا جائے چنانچہ حکم ہارون کی تعمیل کی گئی اور یہ پہلی نیو اس مشہد مقدس کی تھی پھر رفتہ رفتہ عمارت اسکی بڑھتی گئی اور دولت بنی ساسان اور سلطنت بنی حمدان اور ایام بویہ میں بہت بڑھ گئی اور عضد الدولہ نے مشہد نجف اشرف کی تعمیر کرکے وصیت کی کہ وہ خود بھی یہیں دفن ہو۔

میں کہتا ہوں کہ حمداللہ مستوفی نے نزہۃ القلوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہارون الرشید نے اُس مقام کو کھودا تو حضرت کی نعش مطہر کو مع زخم کے بالکل تر و تازہ پایا اور جو لوگ اس قبر کو مغیرہ بن شعبہ کی قبر بتاتے ہیں اُنکے قول کی حقیقت کھل گئی بھلا مغیرہ کو زخم کب لگا تھا اور وہ اُس زخم سے فوت کب ہوا تھا مستوفی نے اگرچہ نہیں لکھا کہ اس خبر کے متعلق اُسکے علم کا ذریعہ کیا تھا مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے شہرت پر بنا کرکے لکھا اُسکے زمانہ میں یہ خبر شہرت پزیر ہو گی،

مستوفی حضرت حر شہید ہراول امام حسین کی نسل سے ہیں اور شاید سترہویں پشت میں جناب اُسکے دادا ہوتے ہیں علاوہ اسکے وہ زیارتیں جناب امیر المومنین علیہ السلام کی جو کتب شیعہ میں حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے ماثور ہیں وہ بڑی دلیل اس امر کی ہیں کہ حضرت مشہد نجف میں مدفون ہیں اور دن رات اس مشہد مبارک سے معجزات کا صادر ہوتے رہنا بھی ایک ایسی دلیل ہے کہ جسکا انکار کسی بابصیرت شخص سے محال ہے مگر میں صدور معجزات پر زیادہ زور نہیں دیتا جسقدر کہ زیارات پر اور یہ اسلیئے کہ ان ائمہ علیہم السلام کا درجہ پیش خدا اسقدر بلند ہے کہ جو شی انکی طرف منسوب ہو جاتی ہر خواہ اُسکی نسبت واقعی ہو یا غیر واقعی وہ مصدر خوارق و معجزات ہو جاتی ہے انھیں امیر المومنین علیہ السلام سے عظیم الشان مشہد بلخ میں ہی جو مزار شریف کے لقب سے مشہور ہے اور تاریخ روضۃ الصفا میں اُسکے برآمد ہونے کا واقعہ زمان سلطان سنجر سلجوقی میں نہایت شرح و بسط سے مذکور ہے اور میرے پاس سلطان حسین ہروی کے زمانہ کا لکھا ہوا رسالہ موجود ہے جو سلطان مذکور کے لیئے لکھا گیا تھا اور وہی عمارت مزار شریف بنانے کا سبب ہوا اُس سے جو معجزات و کرامات سرزد ہوتے رہتے ہیں وہ نجف اشرف کے معجزات سے کم نہیں ہیں،

میرے پاس سراج الاخبار کے پرچے موجود ہیں جو کابل کا نیم سرکاری اخبار ہے اُسمیں اکثر معجزات اس مشہد شریف کے چھپتے رہتے ہیں اور سلطنت کی طرف سے ان معجزات کی اشاعت کا سخت انتظام ہے یہاں تک کہ ملا عبد الرحمان جامی کا ایک قصیدہ اُس مشہد کی شان میں سلطان حسین ہروی نے اس عمارت میں کندہ کرایا ہے غرض اس مسئلہ خاص پر میں نے بہت غور و خوض کیا ہے اور اپنی کتابوں میں اسپر طولانی بحث لکھی ہے۔ یہ موقع اُسکی نقل کا نہیں ہے لہذا اُسکی طرف اشارہ ذکر کرنے پر قناعت کرتا ہوں ناظرین الواعظ صرف میری کتابوں کی طرف رجوع کریں یا مجھ سے دریافت کریں خدا مسلمانوں میں مذاق تحقیق پیدا کرے۔ (عاصی فدا حسین)

مذہب اور سیاست

اس مضمون کے لکھنے کی بنا حقیقتاً یوں ہوئی کہ میں نے اکثر نئی روشنی کے تعلیم یافتہ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے
سُنا کہ صاحب مذہب اور چیز ہے اور سیاست شئی دیگر است اور حقیقتاً یہ محض اُنکا خیال ہی نہیں ہے بلکہ اسی
پر اُن کا عمل بھی ہے۔ ٹرکی میں جو تغیرات ظہور پزیر ہوئے وہ سب دنیا کے سامنے موجود ہیں کمال پاشا کی اسپیچ
اب تک کانوں میں گونج رہی ہے جسکی تائید عصمت پاشا وزیر اعظم کی بھی کمال پاشا نے کہا کہ مذہب
اور سلطنت سے کوئی تعلق نہیں سلطنت اصل شئے ہے جس سے مذہب کی بقا ہے اور زمانے کی تاریخ
دیکھنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب ہی سارے فساد اور جھگڑے کی جڑ ہے۔ اسلئے منصب خلافت توڑ دینا
چاہیئے۔ اب رہا عراق وہاں کے لوگوں کے حالات سب ہی کو معلوم ہیں مگر وہاں ائمہ کے اقدام کی برکت سے
اتنا اثر ضرور باقی ہے کہ اکثر لوگ مذہب کو سب پر مقدم سمجھتے ہیں۔ مصر و ایران بھی بگڑتا چلا جاتا ہے ایران
میں جو کچھ مذہب کی قدر ہے وہ خراسان میں ہے۔ باقی خیریت ہے کئی سو علما کو نکالا جانا سبکو معلوم ہے افغانستان
تو اس نئے لباس کے پہننے کی خواہش کرکے خون ہی میں نہا گیا اگر امان اللہ خاں رہتے تو یہ ہو ہی کے رہتا میں نے
تمام ممالک اسلام کے حالات مختصراً بیان کر دیے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ ہیر پھیر کیوں ہے۔ مناسب سمجھتا ہوں
کہ یہاں پر مذہب کے معنی پر روشنی ڈالوں۔ مذہب کیا ہے؟ انسان اپنے خالق کریم کی معرفت حاصل کرکے
اپنی پیدائش کی غرض صحیح سمجھے اور اپنے خالق کے احکام پر عمل کرے خالق کے احکام پہونچانے کے لئے ایک
مبلغ کی ضرورت ہے اور وہی نبی ہے۔ پھر نبی کے بعد بھی کوئی ایسا ہونا چاہیئے جو نبی کے بتائے ہوئے راستہ
پر خلقت کو لے جائے اور وہی امام ہے۔ جب اسکو اپنے خالق اور نبی اور امام کی معرفت حاصل ہو جائے
تو اب جو جو احکام خالق عالم نے بذریعہ نبی بھیجے ہیں اُن پر کاربند ہو۔ ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے اس دنیا کو
اور انسانوں کو اور دیگر اشیا کو عبث نہیں پیدا کیا۔ وہ خود حدیث قدسی میں فرماتا ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ
تھا میں نے مخلوقات کو اس لیئے پیدا کیا کہ میں پہچانا جاؤں۔ کلام مجید میں مختلف مقامات پر فرمایا ہے کہ
ہم نے تمکو غرض صحیح کے ساتھ پیدا کیا۔ اب وہ غرض صحیح کیا ہے اسکا جواب اُس نے خود دیا ہے وہ یہ کہ ہم نے
تمام جن و انس کو اپنی عبادت کے لیئے پیدا کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کی خلقت ہی اس لیئے ہوئی ہے کہ وہ
اپنے خالق کو پہچانکر اس دنیا میں اسکے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اب عبادت صرف روزہ نماز
ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جو خداوند عالم کی خوشنودی اور رضا کا باعث ہو عبادت ہے، میرا دعویٰ یہ ہے
کہ اسلام ایک مکمل مذہب ہے یعنی ایک ایسا قانون جس میں دنیا کے ہر جزو و کل کی تفصیل ہے کثرت سے احادیث

دنیا کی ہدایت کے لئے موجود ہیں جنکے مطابق انسان کو زندگی بسر کرنا چاہئیے۔ میں سچ لکھتا ہوں کہ اگر دنیا اسلام کے حقیقی اصول کو سمجھ لیتی اور اُنپر کاربند ہو جاتی تو تمام عالم میں اسوقت امن و اماں کا نشان لہراتا ہوتا۔ بہرحال مذہب کا مفہوم عرض کر دینے کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ سیاست کا کیا مفہوم ہے؟ سیاست سے مراد ہے امور دنیوی میں انسان کی روش۔ شیطان بہ شہادت قرآن مجید انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے اسلئے اُس نے ہمیشہ بندگان خدا کو سیدھے راستہ سے بھٹکایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں اتنے مذاہب بنا ہیں۔ اب یہی انسان کی روش امور دنیوی میں تو وہ بھی اگر احکام الٰہی کی تابع ہے تو نعم المراد ورنہ اہل عقل کے نزدیک قابل اعتنا نہیں۔ اس دنیا میں خداوند عالم نے ہمیشہ انبیا بھیجے جنھوں نے اُسکے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قواعد وضوابط لوگوں کو تعلیم کیے اس سے ثابت ہوا کہ دین و دنیا دو الگ چیزیں نہیں ہیں، بلکہ حقیقت میں دنیا دین کا پیش خیمہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ دنیا مزرع آخرت ہے جیسا یہاں بوؤ گے ویسا ہی وہاں کاٹو گے یعنی جیسا عمل یہاں کرو گے ویسا ہی نتیجہ وہاں ملیگا۔ عقل بھی اسی بات کو قبول کرتی ہے کہ خداوند عالم مدبر عالم اور مدبر امور ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی چیز کو خلق کرے اور اُسکے متعلق انتظام نہ کرے اور اُسکے قواعد درست نہ فرمائے۔ دنیا کی جتنی سلطنتیں ہیں اپنے اپنے ملک میں اپنے اپنے مصالح کی بنا پر تمام امور کی لیئے قواعد بنائے بیٹھے ہیں کیسے ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم جو حکیم مطلق ہے اپنی سلطنت کے لیئے قواعد درست نہ کرے۔ یقیناً اُس نے قواعد درست کئے اور انبیا کی زبانی اُن کو جاری کیا اب اگر انسان اپنی بد اعمالی سے اُنپر عمل نہ کرے تو یہ اُسکا قصور ہے لہذا یہ معلوم ہوا کہ اسلام میں مذہب اور سیاست دو الگ چیزیں نہیں بلکہ حقیقتاً ایک ہی ہیں اب چونکہ مذہب سے دنیا والوں کو کوئی تعلق نہیں رہا لہذا اُنھوں نے اپنے مطلب کے موافق امور دنیوی میں خاص روش اختیار کی۔ ظاہر ہے کہ انسان خاطی اور جاہل ہے وہ کبھی اس بات پر قادر نہ ہوگا کہ تمام دنیا کے خواہشات و مصالح کے مطابق امور دنیوی میں ایک خاص روش اختیار کر سکے، یہ تو خلاق عالم ہی ہے جو اس بات پر قادر ہے اور بیشک اُس نے دنیا والوں کے سامنے ایسے قواعد امور دنیوی کے متعلق بنا کر بھیجے ہیں جنمیں چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ اگر انسان اسپر قادر ہوتا تو دنیا میں اسی سیاست کی وجہ سے کیوں اسقدر جھگڑے اُٹھتے۔ ہر سلطنت کی سیاست پر غور کیجیئے دیکھیئے تو کوئی بھی ایسی ہے جس میں خلقت آسودہ ہو۔ ہر جگہ چیخ پکار مچی ہوئی ہے دور کیوں جائیے اپنے ہندوستان ہی کی سیاسی حالت پر غور کیجیئے دیکھیئے تو ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنائے بیٹھا ہے کہ نہیں؟ ہندو کانگرس بنائے بیٹھے ہیں۔ مسلمان مسلم لیگ بنائے بیٹھے ہیں اسی طرح ہر فرقہ اور ہر گروہ اپنی اپنی بہبودی کو مد نظر رکھتے ہوئے گورنمنٹ کے آگے چلا رہا ہے کہ صاحب ہمارا فلاں حق دیجیئے

آپ نے یہ حق تلفی کی وغیرہ وغیرہ یہ سب کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ خدائی قوانین اور احکام کو چھوڑنے کا یہی
نتیجہ ہے کہ کسی کو کوئی سلطنت خوش نہیں رکھ سکتی۔ اب آجکل دنیا میں سیاست سے مراد مکاری اور
خود غرضی ہے اپنا مطلب نکال لینا تمام دنیا کی سلطنتوں پر نظر کر جایئے دیکھئے تو یہی تعریف سیاست کی
صادق آتی ہے کہ نہیں؟ اس خود غرضی اور مکاری کی وجہ سے دنیا میں کوئی شخص آرام سے نہیں ہے۔
لہذا اگر جناب سیاست کا یہ مفہوم ہے تو بیشک اسلامی نقطۂ نظر سے مذہب اور سیاست دو الگ چیزیں ہیں
اور اگر سیاست کا وہ مفہوم ہے جو میں نے اسکے قبل عرض کیا تو بیشک مذہب اور سیاست ایک ہی چیز ہے
جب میں یہ ثابت کر چکا تو اب چند مثالیں اپنے ہادیان دین کے سوانح سے آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں ملاحظہ
ہوں۔ دیکھئے رسول اللہ کے زمانہ کو۔ کیوں جناب حضور کی سیاست کیا تھی اور کیسی تھی زبان قلم اُس کی شرح
سے عاجز ہے۔ لیکن اگر اُس مقدس ہستی کی لائف اور اُس ربانی سیاست کو انسان غور سے دیکھے تو صاف
معلوم ہو جاتا ہے کہ مذہب اور سیاست الگ الگ نہیں ہیں

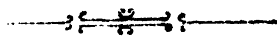
اب آیئے حضرت علی کے زمانہ کے حالات کو ملاحظہ فرمایئے۔ آپکے زمانے میں ایک عجیب انقلاب اسلام
میں پیدا ہوا جسکے نتیجہ میں کم و بیش پچیس سال تک آپ اپنے خداداد حق سے محروم رہے پچیس برس کے بعد پھر تخت خلافت
آپکے سامنے پیش کیا گیا جسکو آپنے بشرطہا و شروطہا قبول فرماکر اسلام کی دین و دنیا کو متحد دکھلا دیا۔ ملاحظہ ہو نہج
البلاغہ میں آپکا وہ خطبہ جو اس خاص واقعہ کے متعلق ہے۔ جس میں آپنے فرمایا کہ اگر یہ ضروری نہ ہوتا
کہ خلق خدا کو ہدایت کروں اور مظلوموں کی فریاد رسی کروں اور احکام خدا اور سنت رسول کو جاری
کروں تو کبھی یہ تخت خلافت قبول نہ کرتا۔

بہر حال جو زمانہ آپکی خلافت ظاہری کا تھا۔ اُس میں آپکی روش اپنی رعیت کے ساتھ امور دنیوی
میں کیا تھی تاریخیں ان واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ کیا مجال کہ ایک امر بھی دنیا کا خلاف حکم خدا نظر
تو آجائے امیر المومنین نے پچیس برس کی خانہ نشینی میں جس حکیمانہ روش سے بسر کی اور اُسکے ساتھ تبلیغ احکام
الٰہی اور ہدایت خلق کا کام بھی جاری رکھا اُسکی نظیر صفحات تاریخ میں معدوم ہے، اسواسطے کہ ہر مشکل مسئلہ میں
دینی یا دنیاوی جو بھی ہوتا بغیر آپکے در پر جبہ سائی کئے چارہ نہیں تھا۔ تواریخ ملاحظہ ہوں آپنے دنیا
کو اپنے طرز عمل اور اپنے حکیمانہ اقوال سے جو تعلیم دی وہ کیا تھی اور کیسی تھی زبان قلم اُس کی شرح میں بجز اس
کے اور کچھ نہیں کہہ سکتی کہ　　حکمائے زمانہ آج وہی تعلیم دے رہے ہیں
جو اسلام کا ایک حکیم پہلے ہی اپنے طرز زندگی سے اسلام والوں کو دے چکا ہے، بہر حال آپکی سیاست
عہد رسول کے بعد ان پچیس برس کے عرصہ میں بھی امور دنیوی و دنیاوی دونوں میں احکام خدا کو اور سنت حضرت

رسول کے مطابق رہی، جب آپ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اُسوقت بھی آپکے طرز عمل میں کوئی فرق نمایاں
نہ ہوا بالکل ایک ہی روش ہے اور یہی حال آپکے بعد آپکی اولاد امجاد کا رہا جو ہمارے نزدیک خرق عادت کی حد
کو پہونچگیا ہے کیونکہ ایک خاندان کے چار نفوس متحد الخیال متحد العمل نظر نہیں آسکتے اور یہاں چودہ نفوس
طیبہ ایک علم ایک عمل ایک خیال کے دنیا کو دین و دنیا کی بہترین خوبیوں کا سبق دیتے رہے مگر افسوس کہ
سلاطین اسلام نے جو سیاست ان بزرگواروں کے ساتھ برتی وہ آجکل کی ایسی سیاست تھی یعنی مکاری و
خودغرضی جسکی وجہ اوامر و نواہی الٰہی سے بے تعلقی تھی اور ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں مذہب اور سیاست دو
الگ چیزیں معلوم ہونگی خلفاء بنی امیہ میں حضرت عمر ابن عبد العزیز ایک ایسا شخص گذرا ہے جس کے زمانہ
میں واقعی مذہب اور سیاست ایک ہی معلوم ہوتا تھا اسکے بعد خلفاء بنی عباس میں مامون الرشید نے بھی ابتداً
اسی طرز کو اختیار کیا اور ایک بے نظیر مثال اتحاد مذہب اور سیاست کی قائم کرنا چاہی، جناب امام رضا علیہ السلام
سے اپنی بیٹی اُم حبیب کی شادی بھی کردی اور باوجود انکار باصرار تام آپکو اپنا ولیعہد بھی بنایا سکہ خطبہ بھی آپکے
نام کا جاری کیا اور شرائط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آپکو نماز عید پڑھانے پر مجبور کیا اور جب آپ اپنے جدامجد کی
شان سے مسجد کی طرف روانہ ہوئے تو خلقت کے ہجوم اور نعرہ ہائے تکبیر سے کچھ خائف ہوکر حضرت کو واپس جانیکا
حکم دیا اور وہی مطالب والی سیاست ظاہر ہوگئی اور بالآخر مامون کا دامن علی بن موسیٰ الرضا کے خون سے صاف
نظر نہ آیا اور بعد حضرت کی شہادت کے امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ اپنی دوسری بیٹی ام الفضل کو منعقد کیا مگر آخر
میں اسی ام الفضل نے آپکو زہر دغا سے شہید کیا اور ایسا ہی سلوک امام علی النقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام
کے ساتھ بھی کیا گیا جسکے بعد حجت عصر کو حجاب غیبت میں سکونت اختیار کرنا پڑی و اب مذہب و سیاست کے اتحاد
کا انکشاف آپکے ظہور وافر السرور پر منحصر ہے ؎

بس اب آ کہیں جلد او آنے والے — تری راہ مدت سے ہم دیکھتے ہیں

(سید محمد احمد حسینی اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول گونڈہ)
(ممبر مجلس انتظامیہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)



قرار دیا کہ جو قیدی مسلمان ہو جائے وہ آزاد سمجھا جائیگا اور اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ انھوں نے حکم دیا کہ آزاد شدہ غلام اسلیئے کہ اُسنے محنت اور کاوش سے ایک دیانتدارانہ زندگی بسر کی ذلیل نہیں ہے غلاموں کے متعلق یہ حکم دیا کہ اُن کے ساتھ نرمی اور ملاطفت سے کام لیا جائے چنانچہ آپنے اپنی آخری اور وداعی خطبہ میں کہا کہ مسلمانو تم اپنے غلاموں کو ویساہی کھانا ویساہی کپڑا دو جیسا کہ تم خود استعمال کرتے ہو کیونکہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں انکو تکلیف نہ دو۔ ایک غلام جو ایسے قانون اور ایسے اعلیٰ درجہ کے احکام کے زیر اثر ہو وہ اس معنی سے جو عام طور سے سمجھی جاتی ہیں غلام نہیں کہا جا سکتا۔ وہ لفظ جس کا ترجمہ غلام ہے قرآن میں کہیں نہیں آیا جو جملہ قرآن میں مستعمل ہے وہ یہ ہے "وہ جو تمہارے داہنے ہاتھ کے قبضہ میں ہیں، جسکے معنی یہ ہوے کہ وہ جو ایک واجب طور کے جنگ سے قید ہو کر آئے ہیں۔ اور اسطرح اپنی آزادی کھو بیٹھے ہیں۔ ایسے قیدی اگر اسلام لے آئے تھے تو اُنکے متعلق آزادی کا حکم تھا۔ لیکن اگر اپنے مذہب پر قائم رہیں تو اپنے معتقدوں سے یہ حکم تھا کہ اُنکو اپنا بھائی سمجھو۔ محمدؐ نے فرمایا کہ جو کوئی مالک اپنے غلام کیساتھ نرمی کرے وہ مقبول خدا ہے۔ جو غلام کو ایذا دے وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ اگر میرا غلام میری ارضامندی مول لے تو مجھے کئی بار اُسے عفو کرنا چاہیئے محمدؐ نے فرمایا کہ ایک روز میں ستر بار۔ محمدؐ نے ایک شائستہ ریاست کے سرواکی طرح قیدی عورتوں کو حرم بنانا جائز رکھا لیکن وہ عورت جسکے اسطرح پر اولاد ہو جائے وہ اولاد سے جدا نہیں کی جاسکتی تھی اور نہ وہ بیچی جا سکتی تھی۔ بلکہ مالک کے بعد آزاد ہو تی تھی۔ انجیل کے انگریزی ترجمہ میں سخت خوفناک الفاظ میں کہا گیا ہے کہ غلام اپنے مالک کا روپیہ ہے جسطرح سے چاہے اسے استعمال کرے۔ غلامی عیسائیت کے ساتھ بیشک ہے بلکہ اُسنے عیسائیت کے رو سے انیسویں صدی تک جواز کا دعویٰ کیا اور انجیل نے بے شبہ کوئی صریحی ممانعت غلامی کے متعلق نہیں کی بلکہ غلامی کو بطور ایک رسم کے تسلیم کر لیا۔ پولوس نے مالکوں کے ساتھ اسیطرح غلاموں کے فرائض بیان کیئے تھے جیسے مالکوں کے فرائض اُنکے ساتھ"

فدیہ اسلام کی ناقدانہ نظر میں

اسلام کی قابل قدر اصلاحات

اسلام نہ تو فدیہ کا موجد ہے اور نہ اُسنے فدیہ کی رسم کو ترقی دی۔ گذشتہ اقوام و ملل سے یہ طریقہ چلا آتا ہے

اسلام نے اسمیں ترمیم اور اصلاح کا شرف ضرور حاصل کیا۔ دیگر اقوام نے فدیہ کو دولت وزر کے کھینچنے کا آلہ بنالیا تھا۔ مگر اسلام کا مقصد فدیہ سے بھی احسان ہوتا تھا۔ بعض کفار نے جب فدیہ دیکر اپنی بہنیں کی میت مانگی تو حضرت نے انکار فرما دیا اگر فدیہ سے اہل خاندہ مطمح نظر ہوتا تو بہ نسبت زندوں کے مردوں کا واپس کردینا زیادہ سہل و آسان تھا اور اسے عام طور پر ایسے منافع کی زیادہ توقع ہوتی ہے مگر اسنے جس عینک سے غریب کو دیکھا اُسی عینک سے امیر پر نظر ڈالی۔ اہل یمامہ کا رئیس ثمامہ بن اثال ستون مسجد باندہ دیا گیا تھا آنحضرت جب تشریف لائے تو پوچھا کہ تیرے پاس کیا عذر ہے اُسنے عرض کی اگر آپ مجھے قتل کرینگے تو میں اسکا مستحق ہوں اور اگر احسان فرمائینگے تو یہ احسان ایک شکرگذار پر ہوگا اور اگر آپ مال ومتاع چاہیں گے تو جسقدر مطلوب ہوگا حاضر ہوسکیگا۔ تین روز تک برابر حضرت یہی سوال کرتے رہے اور وہ یہی جواب دیتا رہا آخر کار آپنے حکم دیا کہ بغیر کسی معاوضہ اور جرمانہ کے رہا کیا جائے جب وہ آزاد ہوکر مسجد سے نکلا ہے تو گھر جانے کے پہلے پھر آگیا مسجد رسول میں آیا تو اب وہ غسل کرچکا تھا اور ایک سچا اور پاکباز مسلمان ہوگیا تھا۔ اسلام نے احترام جذبات کا قانون اسقدر روا اور نافذ رکھا جسکی مثال نہیں مل سکتی۔ قیدی کو اکثر جسمانی ایذا سے زیادہ جذباتی اور روحانی تکالیف سے سابقہ ہوتا ہے اسلام کی فیاضی اور دریادلی دیکھئے کہ اُسنے اسیروں کے ہر امر کا لحاظ رکھا اور اپنے اسیروں کو کپڑے پہنائے، قبیلہ ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو کپڑا پہنا کر حضرت نے واپس کیا، طبقات ابن سعد ج

قصاص اور اسلام کی معتدل رفتار

ہنبشم عداوت بزرگ ترعلیست

شبہ کیا جاتا ہے کہ اسلام میں جو قانون قصاص ہے وہ ظالمانہ اصول پر مبنی ہے اگر کوئی شخص کسیکی تلف جان کا باعث ہو تو اسلام قاتل کو بھی اسکے عوض میں موت کا مزہ چکھا کر بنی نوع انسان کی ایک فرد کے نقصان کا اور بھی باعث ہوتا ہے اسلئے ہم اسلام اور دیگر مذاہب کے قانون قصاص کی ایک ہلکی سی تصویر پیش کرتے ہیں۔

ہنود کے مذہب میں قصاص

اگر کشتری برہمن کو چور کہے تو سوپن ڈنڈ دیوے اور اگر ویشیہ تیسرے درجہ کا آدمی تو ڈیڑھ یا دو سوپن ڈنڈ دیوے اور اگر شودر ایسی بات کہے تو قطع عضو کے لائق ہے منوسمرتی ۲۶۷ اگر شودر جاہل خدمتگار عالم سپاہی اور بیوپاری سے سخت کلامی سے پیش آئے تو اُسکی زبان چھید کرنے کے لائق ہوتی ہے منوسمرتی ۲۷۰ جو شودر۔ ارے تو فلانے برہمن۔ ایسا آواز بلند کہے تو اُسکے منہ میں بارہ انگل کی میخ آہنی جلتی ہوئی ڈالنی چاہیئے۔ منوسمرتی ۲۷۱ جو شودر

برہمن کو غرور سے دہرم کا اپدیش (نصیحت) کرنیوالا ہو اُسکے منھ اور کان میں گرم تیل راجہ ڈالے منوسمرتی ش ۸/۲۷۲
چھوٹا آدمی بڑے آدمی کیساتھ ایک آسن (بیٹھنے کا مخصوص طریقہ) پر بیٹھے تو اُسکی کمر میں نشان کر کے نکال دے یا
اسطرح کہ اُسکے چوتڑ کاٹ دے کہ مرنے نہ پائے منوسمرتی ش ۸/۲۸۱ غرور سے بدن پر تھوکے تو دونوں ہونٹ چھید
ڈالے اور پیشاب کرے تو عضو تناسل کو کاٹ ڈالے اور براز کرے تو مقعد کاٹ ڈالے منوسمرتی ش ۸/۲۸۲ سب باتوں
کے جاننے والے منوجی نے جنکا دہرم اس شاستری میں کہا سب بیدی ہے منوسمرتی ۸

یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہب میں قصاص

کتب مقدسہ میں جن سزاؤں کا تذکرہ ہے وہ دو طرح کی ہیں ایک نسبتہً خفیف اور دوسری سنگین چونکہ بظاہر خفیف ہیں اسلئے ہم پہلے انہیں کا تذکرہ کرتے ہیں۔
(۱) تازیانہ عہد عتیق و جدید میں اسکا اکثر ذکر آتا ہے ایک دُرّہ تین تسموں کا ہوتا تھا جس سے مجرم کو ۱۳ ضربیں لگانے سے ایک کم چالیس کے عدد پورے ہوجاتے تھے (۲) معاوضہ جسمیں آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک جان کے بدلے جان وغیرہ خروج ۲۱/۲۴ (۳) معاوضہ مال خروج ۲۱/۳۲،۳۶ احبار ۲۲/۶ ۲۴/۱۸ (۴) جبر نقصان (۵) چڑھاوے کی سزا (۶) سزائے قید پیدائش ۳۹/۲۰ یرمیاہ ۳۷/۱۵ اعمال ۵/۱۸ میں قید خانوں کے ذکر آئے ہیں ان قید خانوں میں نہایت مولم اور تکلیف وہ اذیت رسانی ہوتی تھی انھیں خوفناک قید خانوں کا ذکر زبور ۱۰۷/۱۱ وغیرہ میں ہے (۷) جلاوطنی مکاشفات ۱/۹ (۸) مشرقی ملکوں میں یہ قاعدہ تھا کہ قیدیوں کی آنکھیں نکال لیتے تھے ۲ سلاطین ۲۵/۷ (۹) سر کے بالوں کو جھٹکا دیکر اکھیڑ لینا اس کا ذکر نحمیاہ ۱۳/۲۵ میں بھی ہے۔ (۱۰) عبد خارج کرنا یا مجرم کو حوالہ شیطان کرنا رومیوں ۹/۳ وغیرہ میں یعنی مجرم سے دینی و دنیاوی تعلق کے سلسلہ کو منقطع کر دینا اور ذلتیں دینا۔ یہ سزائیں کچھ خفیف تھیں اب ہم سنگین سزاؤں کا ذکر چھیڑتے ہیں گیارہ قسم کے سنگین سزاؤں کا کتب مقدسہ میں پتہ ملتا ہے۔
(۱) تلوار سے قتل کرنا۔ جلاد آزاد ہوتے تھے کہ جسطرح چاہیں تلوار پھیریں۔ قاتل مقتول کے وارث کے سپرد کر دیا جاتا تھا کہ وہ حسب منشا اُس خون کا عوض لے گنتی ۳۵/۱۹ (۲) سنگسار کرنا پہلے گواہ پتھر مارتا تھا۔ پھر دوسری لوگ اُسکی عملی تقلید کرتے تھے (۳) زندہ جلا دینا۔ یہ اُن مجرموں کی سزا تھی جنکا ذکر احبار ۲۰/۱۴ ۲۱/۹ و پیدائش ۳۸/۲۴ دانی ایل ۳/۶ میں ہے (۴) سر کاٹ لینا پیدائش ۴۰/۱۹ متی ۱۴/۸،۱۰ مرقس ۶/۲۴ (۵) دریچہ سے سیدھا پھینک دینا ۲ سلاطین ۹/۳۳ (۶) غرق کرنا متی ۱۸/۶ (۷) اوکھلی میں کچلنا (۸) چیر ڈالنا دانی ایل ۲/۵ یا ۳/۲۹ پولوس کا خط عبرانیوں کو ۱۱/۳۷ (۹) مار مار کر ہلاک کرنا پولوس کا خط عبرانیوں کو ۱۱/۳۵ (۱۰) وحشی جانوروں سے پھڑوا ڈالنا دانی ایل

(۱۱) صلیب دینا جسکو صلیب دیتے تھے اُسکو صلیب پر لٹکا کر اُسکے دست و پا میں کیل جڑکر بھوک اور پیاس کی ایذا سے تڑپا تڑپا کر مار ڈالتے تھے اور اوسکی لاش کو دفن کرنیکی اجازت نہوتی تھے چیل کوے صلیب پر سے کھا جاتے تھے،

اسلام جو کہ من جمیع الوجوہ عمل ہے اسلیئے اُسکا ضابطۂ اخلاق فطرت کے ضروری حوائج کا شدت سے ناظر ہے حسن نیکی کے وہمی اور مرجوحانہ معیار پر جو ممکن العمل عسیر الامتثال ہو کوئی اعتنا نہیں کرتا۔ دوسرے مذاہب جیسے بدھ مت اور عیسائی جو خیر کا معیار قرار دیتے ہیں ان روزمرہ کے زندگی میں ہنگامہ خیز ہیں اخلاقی ضابطہ کی نسبت کوئی رائے قائم کرنیکے موقع پر اُسکے شاعرانہ حسن پر لطف نہ ہونا چاہیئے بلکہ اُسکی عملی سودمندی ملحوظ ہونی چاہیئے ابرس کیا خوب کہتا ہے۔ سیارہ سرس آفتاب سے اونچا ہو اگرے مجھے اس سے غرض میری انگور تو اُس سے نہیں پکتے ہم ذیل کے مقولہ کی شاعرانہ لطافت استحسان کی نظر سے دیکھ سکتے ہیں،

جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اُسکے آگے پھیر دے مگر اسمیں عملی دانشمندی کی بو نہیں ہے

دیکھو اسلام صلاح نوعی کے لیۓ قصاص کا دروازہ کھولدیتا ہے مگر شخصیت کو بھی بچا لیتا ہے اور دیت اور عفو کا وسیع دامن بچھا دیتا ہے۔

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ ۔ ۔ آیت ۴۶ المائدہ

واجب کردیا ہے ہمنے اُن پر توریت میں یہ کہ جان کے بدلہ جان اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک اور کان کے بدلہ کان اور دانت کے بدلہ دانت اور زخموں کے لیئے قصاص ہے اور جو شخص کہ اُسکو معاف کردے تو اُسکے گناہوں کا کفارہ ہے۔

رسالہ ختم کیا جاتا ہے حق خدمت ادا نہ ہوسکا اگر خدا کی توفیق شامل ہوئی اور مومنین نے ضرورت محسوس کی تو ایک زبردست رسالہ اس موضوع پر لکھوں گا کہ خاص شیعیت کیونکر پھیلی،

(مجتبیٰ حسن کامونپوری)
(فقیہ فاضل صدر الافاضل)

اور کتاب تثنیہ باب ۲ آیت ۶ میں ہے۔

"ہم (موسیٰ) نے ہلاک عوج کے مرد عورت اور بچوں سب کو ہلاک کر دیا۔"

کتاب عدد باب ۳۱ آیت ۳۲ میں یہ بھی ذکر ہے کہ یہ واقعات خدا کے حکم سے عمل میں آئے۔ بہت خوب!

کتاب تثنیہ باب ۲۰ آیت ۱۶، ۱۷ کو ملاحظہ کیجیے کہ خدا وند عالم بنی اسرائیل کو حکم دے رہا ہے کہ:-

حتیوں، اموریوں، کنعانیوں، فرزیوں، یبوسیوں کے شہروں کو تاراج کر کے انسان اور چوپایوں میں سے کسی ایک جاندار کو بھی زندہ باقی نہ چھوڑیں،

یوشع نے بھی اپنی لڑائیوں میں ایسا ہی عمل کیا اور اُن لڑائیوں بھی مقتول عورتوں اور بچوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے، ملاحظہ ہو یشوع کی کتاب۔

رفیق الدین اس شریعت کی حماقت انسان کو ہنساتی ہے اور اُسکی قساوت انسان کو رولاتی ہے۔ بھلا چوپایوں کے قتل سے کیا فائدہ؟ عورتوں کا قتل کسقدر دردناک ہے اور انسان کو رولا دیتا ہے۔

ابا جان! کیا آپ کا دل مانتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کا قتل کرنا خدا کی شریعت ہو؟

معین الدین خدا کی شریعت میں نہ اس درجہ قساوت و بربریت کبھی تھی اور نہ ہو سکتی ہے لیکن حضرت پادری صاحب کے موجود ہوتے ہوئے بیجا ہے کہ تم مجھ سے میرا ذاتی عقیدہ معلوم کرو۔ امید ہے کہ حضرت پادری صاحب اسکا سبب خود بیان فرمائینگے،

پادری صاحب۔ اسوقت تک جتنی باتیں ہماری قرأت میں آئیں اور جن کو توریت میں دیکھکر تمکو حیرت و تعجب ہوا معلوم ہوتا ہے کہ تم ان سب باتیں بھول گئے ورنہ ان ایک ہی کا سبب کیا پوچھنا تھا؟

معین الدین جناب عالی! ہاں مجکو توجہ ہوئی اب میں ساری ہی باتوں کا سبب پوچھتا ہوں

پادریصاحب معین الدین! ابھی صبر کرو عنقریب تم خود ہی اسکا سبب بیان کروگے ہر بات اپنے وقت پر ہوتی ہے، پیارے رفیق الدین! پڑھو!

سفر بنی اسرائیل کی منزلیں اور توریت

رفیق الدین میں قرأت کرتے ہوئے کتاب عدد باب ۳۳ تک پہونچا جہاں مصر سے عبارون حضرت موسیٰ کی جائے وفات تک بنی اسرائیل کے سفر کی سیکے بعد دیگرے منازل کا تذکرہ ہے اس مقام پر میں نے پادریصاحب سے کہا کہ ذرا غور سے سنیے، توریت بیان کرتی ہے کہ بنی اسرائیل کو طور سینا سے موسیرتک پندرہ منزلیں ہوئیں اور موسیرت کے بعد ان کی منزل ا۔ بنی یقعان پھر حور جدجاد پھر یطباث پھر عبرونہ پھر عصیون جابر پھر بریہ صین پھر قادش پھر جبل ہور (حضرت ہارون کی جائے وفات) پھر صلمونہ پھر فونوں پھر اوبوت پھر خربات عباریم پھر دہاں سے چوتھی منزل اردن اریحا پر ہوئی اور توریت یہ بیان کرتی ہے کہ خدا نے لاوی کی اولاد کو خیمۂ اجتماع کی خدمت کے لیے طور سینا کی منزل میں منتخب کیا جیساکہ کتاب عدد باب ۳ و ۴ و ۸ و ۱۶ میں مذکور ہے اور بلاشبہ عہد کی دونوں تختیوں کی کتابت اور ان دونوں کا پہلی اور دوسری دفعہ میں حضرت موسیٰ کو دیا جانا یہ واقعہ جبھی کا ہے کہ جب بنی اسرائیل کا طور سینا میں پڑاؤ تھا اور وہاں ابھی کوچ نہیں کیا تھا

پادریصاحب۔ پھر اس گفتگو سے تمھارا کیا مطلب ہے؟

رفیق الدین اس تمہید سے میری جو غرض ہے وہ جناب پادریصاحب کو عنقریب معلوم ہوجائیگی۔ میں نے پھر قرأت شروع کی اور کتاب تثنیہ باب ۱۰ تک پہونچ گیا جس مقام پر توریت میں دوسری دفعہ عہد کی دونوں تختیوں کی کتابت اور حضرت موسیٰ کے پہاڑ پر چڑھنے اور پہلی دفعہ کی طرح چالیس دن روزہ رکھنے کے متعلق خدا اور موسیٰ کا مکالمہ مذکور ہے وہاں یکایک قصہ کے بیچ میں بلا ارتباط و سیاق توریت لکھتی ہے۔

اور بنی اسرائیل نے ابار بنی یعقان سے کوچ کر کے موسیرا میں پڑاو کیا وہاں
حضرت ہارون کی وفات ہوی اور وہیں دفن ہوے۔ اور اُنکی بجاءے
عازر ابن ہارون کاہن بنے پھر وہاں سے کوچ کر کے جدجود اور وہاں سے
یطبات پہونچے جہاں پانی کی نہریں بہتی ہیں،

جناب عالی! منازل کے تذکرہ میں جو کچھ تناقض ہے اُسکو بھی جانے دیجیے لیکن
یہ بتلایئے کہ توریت کہیں تو کہتی ہے کہ ہارون کی وفات جبل ہور میں ہوئی اور کہیں بتلاتی
ہے کہ ہارون کی بجائے وفات جبل ہور سے اٹھ منزل قبل موسیرا ہر اور پہلا ان باتوں کو جبل سینا کے تخنیہ کے قصہ
بنی لاوی کے منتخب کیے جانے کے واقعے سے کہاں کا ربط ہے جناب عالی! بنی اسرائیل نے خدا سے سرکشی کی تھی اسلیے
اُن کے لیے مقدر رہوا تھا کہ وہ جنگل میں حیران سرگرداں مارے پھریں تو کیا ہماری توریت کے
لیئے بھی یہ مقدر ہو گیا تھا کہ وہ بھی ربط کلام اسلوب بیان منازل بنی اسرائیل کی ترتیب اور
ہارون کی جائے وفات کے مسئلہ میں حیران و سرگردان رہے۔

پادریصاحب۔ رفیق الدین! بالکل ٹھیک کہتے ہو یہ مقام پیچیدہ ضرور ہے اور اسمیں اور
گزشتہ بیان میں تناقض ہے مگر ہمارے کیا بس کی بات ہے،

رفیق الدین۔ اور طرفہ تر یہ کہ ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء نے اس مقام پر ایک نئی ہی توریت
تصنیف کر دی ہے اور اپنی طرف سے چار آدہ بڑھا دیا ہے اُسمیں ہے

اور جب خدا نے ہارون کے متعلق میری سفارش کو قبول کر لیا تو کٹرا
ہوا یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے ابار بنی لقعان اور موسیرا سے کوچ کیا
اس ترجمہ نے اصل عبرانی سے اتنی عبارت زیادہ کر دی ہے۔ " اور جب
خدا نے ہارون کے متعلق میری سفارش کو قبول کر لیا تو کٹرا ہوا یہاں تک"

لیکن مترجم اپنے دل سے اتنا بڑھا کر بھی خرابی کی اصلاح نہیں کر سکا اور کلام مربوط نہیں
ہوا۔ معلوم نہیں ہمارے علما ایسا کیوں کرتے ہیں۔

پادری صاحب یہ بات جو تمکو ناپسند ہے ہو ہی گی خیر آگے پڑھو۔

نبی معہود اور توریت

رفیق الدین میں نے توراۃ شریف کی اور کتاب استثنیہ باب ۱۸ تک پہونچ گیا جہاں توریت نے
بنی اسرائیل میں تبلیغ کر دینے کے لیے حضرت موسیٰ سے وحی خدا بیان کی ہے

تیرا (نبی اسرائیل) خدا خداوند تیرے اقربا میں سے تیرے ہی بھائیوں
میں سے تیرے لیے میری (موسیٰ) مثل ایک نبی مبعوث کریگا تو اُسکی بات سنیو
اُس سب کی مانند جو تو نے خداوند اپنے خدا سے حوریب میں مجمع کے دن
مانگا اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنوں اور
ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں ایسا نہو کہ میں مرجاؤں مجھ سے خدا نے
کہا کہ اُنھوں نے جو کچھ کہا اچھا کیا میں اُن کے لیے اُن کے بھائیوں میں
سے تجھ سا ایک نبی مبعوث کروں گا اور اپنا کلام اُس کے مونہ میں ڈالونگا
اور جو کچھ میں اُس سے کہوں گا وہ اُنکو بتلائے گا اور جو شخص میری باتوں
کو جسے وہ میرا نام لیکر بیان کرے گا نہ سنے گا میں اُس سے باز پرس کرونگا
لیکن وہ نبی جو گستاخی کرے اور میرے نام سے وہ بات بیان کرے
جسکے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا ہے اور جو دوسرے خداؤں کے
نام سے بیان کرے تو وہ نبی مرجائیگا۔ اور اگر تو اپنے دلمیں کہے کہ میں
کیونکر جانوں کہ یہ بات خدا کی کہی ہوئی نہیں ہے تو جب نبی خدا کے
نام سے کچھ کہے اور وہ بات ظاہر نہو اور واقع میں نہ آئے تو وہ بات خدا
کی کہی ہوئی نہیں ہے بلکہ نبی نے گستاخی سے خود کہدی ہے تو اُس سے مت ڈریو

میں نے کہا جناب پادری صاحب اس کلام میں تو معارف کا بڑا ذخیرہ ہے۔ کیا

ممکن ہے کہ ہم اُس نبی کو پہچان سکیں جسکی طرف توریت نے اشارہ کیا ہے۔
پادری صاحب۔ بیٹا! عہد جدید بتلاتا ہے کہ اُس سے مراد مسیح ہیں نیز پطرس نے توریت کے
اس کلام سے مسیح کی نبوت پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ جس نبی کی طرف اشارہ ہے وہ
مسیح ہی ہیں جیسا کہ کتاب اعمال رسل باب ۳ آیت ۲۲ و ۲۳ میں ہے یہی استفانوس نے بھی
کہا ہے جیسا کہ اعمال رسل باب ۷ آیت ۳۷ میں ہے۔ رفیق الدین! کیا تم اسکی تصدیق نہیں
کرتے ہو؟۔

مسیح اور انجیل

رفیق الدین۔ ہماری مقدس انجیلیں مجکو اجازت نہیں دیتیں کہ میں اسکی تصدیق کروں
جناب عالی! انجیل متی باب ۱۲ آیت ۴۰ میں مسیح کا یہ فقرہ منقول ہے۔
ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔
لیکن چاروں انجیلیں یہ بتلاتی ہیں کہ مسیح جمعہ کی شام اور ہفتہ کی رات اور ہفتہ کے دن
اور اتوار کی رات کے کچھ حصہ سے زیادہ قبر میں نہیں رہے اسلئے کہ عورتیں اتوار کی شب میں
صبح سے قبل قبر پر آئیں اور مسیح کو قبر میں نہ پایا اور انکو فرشتہ نے یہ بتلایا کہ وہ مردوں کے درمیان
سے کھڑے ہو گئے۔
جناب! تو اس صورت میں ہماری انجیلیں بول رہی ہیں کہ مسیح نے خدا کے نام سے
ایک بات کہی اور وہ واقع اور ظاہر نہوی لہذا اسکا جھوٹ ظاہر ہوا اور یہ علامت خدا نے
توریت میں جھوٹے نبی کی بتلائی ہے جسکا قتل ہونا ضروری ہے لہذا اسوقت مسیح ہماری
انجیلوں کے قول کے مطابق وہ نبی نہیں ہیں جسکا خدا نے وعدہ کیا تھا۔
جناب! نیز ہماری انجیلیں کہتے ہیں کہ مسیح نے دوسرے خداؤں کا نام لیکر بھی کلام کیا
چنانچہ انجیل یوحنا باب ۱۰ میں ہے کہ یہود نے مسیح سے کہا کہ۔

تو ہے تو انسان مگر اپنے کو خدا اقرار دیتا ہے۔ مسیح نے اُن کو جواب دیا کہ کیا تمھاری شریعت میں نہیں لکھا ہوا ہے کہ میں نے تم سے کہا کہ تم خدا ہو کیونکہ اس نے اُنکو جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ لکھا ہوا باطل ہو۔

جناب عالی! اس کلام سے انجیل نے مسیح کیطرف تعدد الٰہہ کے قائل ہونے کی نسبت دی ہر اور شریعت میں لکھا ہوا ہونیکی سند پیش کرکے ہمکو یہ بتلایا کہ اس سند پیش کرنے والے نے شریعت کے کلام کو نہیں سوچا سمجھا ہے بلکہ شریعت پر ایک تہمت لگائی ہے اسلئے کہ مزمور ۸۲ زبور کا دیکھنے والا جانتا ہے کہ اُسکا یہ فقرہ

"میں نے کہا کہ تم خدا ہو"

مقام انکار اور اُن لوگوں کے تنبیہ کے مقام میں ہے جو لوگوں پر اپنی ظاہری حکومت کو ریاست روحانیہ کی صورت دیکر خدا کے مقابل تکبر کرتے تھے،

جناب انیز ہماری انجلیں تعدد ارباب کے عقیدہ کو مسیح کیطرف منسوب کرتی ہیں چنانچہ انجیل متی باب ۲۲، انجیل مرقس باب ۱۲ اور انجیل لوقا باب ۲۰ میں ہے کہ:۔

مسیح نے یہود کی اس بات کا کہ مسیح داؤد کا بیٹا ہے رد کیا اور اُسکے مقابل میں یہ استدلال کیا کہ داؤد نے مسیح کو وحی کے ذریعہ سے رب کہا ہے

قال الرب لربی اجلس عن یمینی فاذا	رب نے میرے رب سے کہا کہ میرے داہنے ہاتھ پر
کان داؤد یدعوہ بالروح ربا فکیف	بیٹھ تو جب داؤد بذریعہ وحی مسیح کو اپنا رب
یکون ابنہ	کہتے ہیں تو پھر مسیح داؤد کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے

جناب! اس عبارت کے لکھنے والے نے اسی پر اکتفا نہیں کی کہ جناب عیسیٰ کے متعلق چند ارباب کے عقیدہ رکھنے کو بیان کر دیا بلکہ زبور میں تحریف بھی کی اور اسپر تہمت بھی لگائی اسلئے کہ اصل عبرانی میں مزمور ۱۱۰ کی ابتدا میں ہے

"ونامُ یہوہ لادی شب لیمینی"

جس کا ترجمہ یہ ہے:-

اوحی اللہ لسیدطا جلس لیمینی۔ خدا نے میرے سردار کو وحی کی کہ میرے داہنے بیٹھ تو انمیں لو بی (میرے رب) نہیں بلکہ لسیدی (میرے سردار) ہے اور سید ممکن ہے کہ انسانوں میں سے ہی ہو بھلا کہاں سیّد کے معنی اور کہاں رب۔ اور جب ایسی تحریف معمولی بات ہے تو بتلائیے کہ تحریف قبیح کونسی ہوتی ہے؟

جناب پادری صاحب! غرض ہماری انجلیں تو ہمکو یہ بتلاتی ہیں کہ مسیح وہ نبی صالح نہیں ہیں جن کا توریت میں وعدہ کیا گیا ہے بلکہ معاذاللہ انجیلوں کا مقتضا تو یہ ہے کہ مسیح اُس نبی صالح کی ضد ہیں۔

جناب! بھلا وہ شخص جو خدا اور رب کے تعدد کا قائل ہو اور کتب مقدسہ میں تحریف کرے اور اُنکی عبارات کو اُن کے معانی کے خلاف محمول کرے اور اپنے واہی تباہی مشرکانہ استدلال پر ملمع کرنے کیلئے نئے معنی گڑھ لے کیا وہ صالح ہو سکتا ہے؟

جناب! اور توریت یہ کہتی ہے کہ بنی اسرائیل خدا کا کلام سنکر اور اُسمیں عظمت الٰہی آیات ربانی اور عظیم الشان آگ کے ہولناک مناظر پاکر مرعوب ہو گئے اور اُنھوں نے خدا سے یہ درخواست کی کہ اُسکا کلام اس روش کے علاوہ کسی دوسرے اسلوب پر ہو خدا نے اُنکی یہ درخواست قبول کی اور کہا کہ میں اپنا کلام اس نبی کے منھ میں ڈالوں گا۔

جناب! اور عہد قدیم و جدید کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مسیح اور اُن سے پہلے جو انبیا رتھے خدا نے اپنا کلام اُن کے منھ میں نہیں ڈالا تھا چنانچہ درخت اور پہاڑ کے ذریعہ سے خدا کلام کرتا تھا بلکہ مسیح اور اُن سے پہلے کے انبیاء الہام کے مفہوم کو اپنی ہی زبان کے الفاظ میں ادا کرتے تھے

جناب! نیز خدا کا کلام توریت میں ہے کہ یہ نبی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہو گا نہ کہ بنی اسرائیل میں سے اور مسیح اپنی ان کے رشتہ سے بنی اسرائیل میں سے اور نبی اسرائیل

کی نسل سے ہیں نہ کہ اُن کے بھائیوں سے ،

پادری صاحب ۔ رفیق الدین ! اور تم توریت کے اس فقرہ کی بابتہ کیا کروگے جو بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے، من وسطک (تمھارے درمیان سے اسلئے کہ یہ فقرہ چاہتا ہے کہ وہ نبی اسرائیل ہی کے قبیلہ اور بنی اسرائیل ہی کے اندر سے ہو"

رفیق الدین ! جناب ! اصل عبرانی توریت میں جو لفظ ہے وہ تو مقربک ہے اور لفظ وسط کی تعبیر عبرانی زبان میں لفظ "تواک" سے ہوتی ہے اور ہمکو کمزا تو ریت کا تصریح کرونا کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا کافی ہے

پادری صاحب ہماری مقدس ترجموں نے توریت کے لفظ "مقربیک" کا ترجمہ "من وسطک ومن شعبک (تمھارے درمیان سے اور تمھارے خاندان سے) ہی کیا ہے ۔

راکب الجمل اور مترجمین کی تحریف

رفیق الدین ۔ خیالعالی ! ہمارے مقدس ترجمے اور ہماری مقدس مترجمین میں نے تو یہ دیکھا کہ اُنکی اغراض اُنکو بالکل فاش اور باعث فضیحت تحریف تک پہونچا دیتے ہیں، از انجملہ جناب فقال الرب لی (رب نے میرے رب سے کہا) والی .... ہم ابھی کہہ چکے ہیں اور کتاب اشعیا باب ۲۱ آیت ۷ ملاحظہ ہو اس عبارت پر اُنکی توجہ بندول ہوئی ،

زوجہ فرسان راکب حمار وراکب جمل	دو سوار ایک گدھے پر سوار اور ایک اونٹ پہ

اس عبارت میں تحریف کرکے یہ بتایا ۔

ازواج فرسان رکاب حمیر ورکاب جمال ۔	دو دو گھوڑے سوار گدھوں پر بھی سوار اور اونٹوں پر بھی سوار

حالانکہ اصل عبرانی عبارت یہ ہے ،

دراٰہ رکب صمد راکب جمور وراکب جمل

انجمن موید العلوم التبلیغ مدرسۃ الواعظین کی مفید اور قابل قدر تصنیفات

خواہشگان کیلئے قیمتوں میں زبردست رعایت

النبوۃ والخلافہ تصنیف حضرت شمس العلماء نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن مسئلہ خلافت پر تنقیدی اور محققانہ نظر قابل دید رسالہ ہے انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے ۳ر

الموحد رشحۂ قلم شمس العلماء نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن مسئلہ توحید کو نہایت متقن دلائل سے ثابت کیا گیا ہے عنقریب انگریزی ترجمہ بھی طبع ہو جائیگا۔ ۳ر

خطاب فاصل اردو ترجمہ میزان عادل ترجمہ جناب شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ نائب صدر انجمن اسلام اور عیسائیت کے اصول کا مقابلہ ۳ر

مسالک الحکما اردو ترجمہ مناہج الحکما ترجمہ جناب شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ مادہ پرستوں کے مذہب کی تفصیل اور اُنکے خیالات کا رد ۳ر

ید بیضا توریت کی پیشگوئیوں سے جناب رسالتمآب کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی علی غضنفر صاحب مبرور خباب سلطان العلماء اعلی اللہ مقامہما۔ ۳ر

رد التناسخ مصنفہ جناب مولانا محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم مسئلہ تناسخ پر حکیمانہ لیکن عام فہم بحث روح و مادہ کی قدامت کا ابطال آریوں کی مایۂ ناز کتاب کا مسکت جواب ۱۲ر

انسانی قربانی ویدوں کے زمانہ کی انسانی قربانی از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب ۲ر

ویدمت قربانی وید سے قربانی کا جواز از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب

تصدیق رسالت گوتم بدھ کی پیشینگوئیوں سے جناب ختمی مرتبت کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید احمد علی صاحب سوانی بی۔ اے ۲ر

اسلام اینڈ دی لائٹ آف شیعزم انگریزی ترجمہ شریعۃ الاسلام حصۂ اول ترجمۂ جناب بادشاہ حسین صاحب بی اے اصول و عقائد اسلام کی حقیت دیگر مذاہب کے مقابلہ میں زبردست دلائل سے ثابت کی گئی ہے مجلد انگلش فنشن ۲ر

دی رائٹ شپ اینڈ دی کیلیفٹ انگریزی ترجمہ النبوۃ والخلافہ ترجمۂ جناب مولوی تقار علی صاحب اعلیٰ مجلد انگلش فنشن ۱۲ر

دی ٹریجڈی آف کربلا عزاداری پر انگریزی نا مین تبصرہ از جناب امیر علی صاحب لیکچرار لکھنؤ یونیورسٹی ار

الاعجاز معجزہ کی حقیقت کا انکشاف اور شبہات کا رد از جناب مولانا مولوی محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ار

المعراج دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معراج کا ثبوت از جناب مولانا السید محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ار

اسلام مغرب کی نظر میں از جناب شہنشاہ حسین صاحب ایم اے ار

شریعۃ الاسلام حصۂ اول اصول عقائد مذہب حقہ کا با دلائل تذکرہ از جناب مولانا السید محمد صاحب ابن سرکار نجم الملۃ مدظلہ

شریعۃ الاسلام حصۂ دوم طہارت و صلوٰۃ کے مسائل مصدقہ جناب سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۲ر

شریعۃ الاسلام ضمیمہ مستورات کے متعلق ضروری احکام اور دیگر مفید باتیں ۲ر

سیاست علویہ

حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کی عہد خلافت ظاہرہ میں آپ کے مخالفین کی تخریبی سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و خانہ جنگی کی صورت رونما ہو گئی ہے اسپر نظر کر کے اکثر ناواقف و کوتاہ نظر لوگ اس شبہہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ حضرت کی ذات ملکوتی صفات میں سیاست ملک و نظم حکومت کا وہ مادہ موجود نہ تھا جو ایک مدبر حکمراں میں ہونا چاہیئے اس خلاف واقع خیال کو دفع کرنے کے لیئے فاضل جلیل جناب مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری تلمیذ حضرت قدوۃ الکاملین مولانا السید محمد ہارون صاحب مرحوم مغفور زنگی پوری نے اس گرانقدر رسالہ کی ترتیب و تالیف میں محققانہ جد و جہد فرمائی ہے اور بے شبہہ اس موضوع خاص میں یہ رسالہ کم نظیر بلکہ عدیم النظیر ہے فاضل ممدوح نے دین و دنیا اور انکی سیاسیات کا باہمی تعلق اور اہل دنیا کی سیاستوں کے حقیقی اغراض و مقاصد سے وسعت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے نظام حکومت کی بنیاد جن اصول پر قائم فرمائی تھی اُن سے بہتر کبھی انصاف پیشہ و عدالت شعار و مدبر دماغ میں نہیں آسکتی اور انھیں اصول میں دین و دنیا دونوں کی فلاح و ترقی کا راز مضمر تھا نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آپکے عہد میں اختلال و افتراق کے رونما ہونے کے حقیقی اسباب کیا تھے غرض اس رسالہ کے خصوصیات کا تقاضا یہی ہے کہ اہل ذوق کو اسکے مطالعہ سے دریغ نہ کرنا چاہیئے قیمت علاوہ محصول ڈاک بارہ آنہ ۱۲/

(رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۰۷۷)

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر سرپرستی حجۃ الاسلام حضرت نجم العلماء مدظلہم العالی

مدیر

حکیم سید قاسم علی رضوی البحرینی (عمدۃ الافاضل)

باہتمام داروغہ سید محمد عرف چھٹے صاحب منیجر مطبع

مصباح الاسلام الواعظ پریس لکھنؤ میں چھپکر

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع ہوا

کتبہ احقر الکونین السید شوکت حسین عفی عنہ

مقاصد

(۱) مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا۔
(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا
(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اسکی جامعیت
(۴) اسلامی اخلاق و آداب کی افضلیت
(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت
(۶) اسلامی احکام و قوانین شریعت
(۷) مظاہرین کے کمالات و ہدایات
(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات
(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا
(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ و نقلیہ
(۱۱) فلسفۂ قدیمہ جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالۂ شبہات
(۱۲) اکتشافات جدیدہ و حقائق اسلام
اخبار علمیہ

قواعد

(۱) یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی ماہ کی آخری تاریخ میں شایع ہوا کریگا
(۲) ہر خریدار کو کم از کم ایکسال کے لیے رسالہ خریدنا ہوگا
(۳) نمونہ کا پرچہ ۲ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے
(۴) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے
(۵) اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتی ہے
(۶) علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت و ارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیے
(۷) شرح قیمت:- روساء و والیان ملک سے جو مرحمت فرمائیں عام خریداران سے ۳ر
پتہ: دفتر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہوسکے گا
(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئیں ایڈیٹر کو تغیر و تبدل و اصلاح کا اختیار ہوگا
(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو
(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کیے جائیں اور عبارات عربیہ پر اعراب لگائے جائیں نیز عربی عبارت کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیے،
(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے
(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیے



هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

سورہ آل عمران

الواعظ

نمبر ۳ بابت ماہ مارچ سنہ ۳۰ء مطابق ماہ شوال سنہ ۴۸ھ جلد ۹

فہرست مضامین

شذرات

جناب مولوی سید سلطان علی صاحب واعظ ممالک افریقہ میں

۱۱ دسمبر ۱۹۲۸ء سے ۱۲ جنوری ۱۹۲۹ء تک جن جن مقامات پر جناب موصوف نے فرائض تبلیغ کو ادا کیا انکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ڈہاکہ۔ یوگنڈہ ۱۱ دسمبر کو سرونٹی سے واپس ہوکر شب بھر میالی میں قیام فرماتے ہوئے حسب وعدہ ڈہاکہ پہونچکر سیٹھ رحمت اللہ بھائی راوجی کے مہمان ہوئے جہاں ایک سناتن دھرم ہندو سے مذہب حق کی بابت گفتگو رہی جنکو تمام فرقہ ہاے اسلام کے فرق اور وجوہ مشارکت واضح طور پر سمجھا دیے گئے اور انہوں نے اس تمام گفتگو کو سنکر اعتراف کیا کہ بیشک فرقہ شیعہ تمام فرق اسلام میں مجمع محاسن ہے، گجراتی کتابیں دیکھنے کے بعد مجھے اس مذہب کی طرف کچھ رجحان ہوا تھا مگر آج آپکے بیان سے بالکل واضح ہوگیا۔

معزز میزبان اس تقریر سے بہت متاثر ہوئے اور فرمایا کہ بالفعل ہم اس قابل نہیں کہ قدر ادارہ کی کوئی امداد کر سکتے ان شاء اللہ جنوری ۱۹۲۹ء میں دوسو شلنگ مدرسہ کو روانہ کرینگے

ڈہاکہ ایک چھوٹا سا گانوں ہے جہاں دو تین مکان آغا خانیوں کے ہیں اور تین ہندوؤں کے اور ایک گھر سیٹھ صاحب موصوف کا اثنا عشری ہے باقی جنگل ہے سیٹھ صاحب روئی کا کاروبار کرتے ہیں۔

جنجہ۔ یوگنڈہ ۱۳ دسمبر کو ڈہاکہ سے روانہ ہوکر شام کے قریب جنجہ پہونچگئے امام باڑہ میں قیام ہوا مومنین بغرض ملاقات تشریف لائے اور برادران اہلسنت کو شریک مجالس کرنے کی اجازت طلب کی جو بہت خوشی سے دی گئی اور شب ہی کو مجلس موعظہ منعقد ہوئی جسمیں حضرات اہلسنت بھی شریک ہوئے جناب واعظ نے مدرسۃ الواعظین کا تعارف کرا کے اصول اسلام پر تقریر کی حاضرین بہت متاثر ہوئے اور قادیانیوں کے ڈالے ہوئے شبہات کا جواب حاصل کرکے بہت محظوظ ہوئے اور کہا کہ اہل قادیان یہاں آکر شبہے ڈال جاتے ہیں اور کوئی اُن فاسد خیالات کا دفع کرنے والا نظر نہیں آتا آپکی تشریف آوری بہت غنیمت ہے ختم مجلس کے بعد اعلان کردیا گیا کہ جبتک جناب واعظ یہاں تشریف فرما رہینگے ہر روز مجلس ہوتی رہے گی آپ حضرات برابر شرکت فرماتے ہیں چنانچہ ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء سے سلسلۂ نماز جماعت اور بیان مسائل اور انعقاد مجالس شروع ہوکر ۱۱ جنوری تک جاری رہا جسمیں علاوہ حل شبہات اور جواب اعتراضات کے اتحاد و اتفاق اور مواساۃ باہمی کے فوائد، مشرکین اور اُنکے ہاتھ کے تراشیدہ کے استعمال کی حرمت اور جن اشیاء کی تطہیر ممکن ہے بعد تطہیر اُن کے استعمال

کا جواز، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے فضائل و مناقب اہلبیت رسول کے فضائل و مناقب، حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے واقعات شہادت، شر اور قبیح امور کا خدا کی جانب سے عقلاً صادر نہ ہو سکنا اور اُسکے دلائل و براہین، امامت کی ضرورت اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی امامت کا منصوص ہونا اور آپکے فضائل و حالات ولادت، خداوند عالم عز اسمہ کی عدالت اور بندہ کا فاعل مختار ہونا اور فاعل مجبور ہونے کی لغویت، ابلیس پر تلبیس کا بھی بغرض عبادت پیدا کیا جانا اور اُسکے سُوء اختیار او نافرمانی سے اُسکا مردود بارگاہ ہونا اور اس لیے اُسکی خلقت کا شر اور قبیح نہ ہونا اور ہماری نصیحت و عبرت اور تجربہ نافرمانی کا نمونہ پیش نظر رہنے کے لیے اُسکا باقی رکھنا، نماز کی اہمیت اور اُسکا افضل عبادات ہونا اور مصلی کا اجر و ثواب اور عند اللہ اُسکا مرتبہ اور تارک نماز کا عذاب و عقاب، آیات قرآن مجید اور احادیث شریفہ سے پردہ کا وجوب اور اُسکے عقلی فوائد اور شریعت کے مصالح، مکارم[ع۱] اخلاق جناب رسالتمآب، احکام الٰہی کے عقلی فوائد، فضائل و حالات امام محمد تقی علیہ السلام، فضائل اہلبیت، شرکت مجلس کے دینی فوائد اور اُنکی بنا کے مقاصد، نفاق کے نقصانات، تحصیل علم دین کے فضائل و فوائد، اجرا مدرسہ دینیہ کی تحریک، وجوب محبت اہلبیت، اتفاق[ع۲] و اتحاد کے فوائد دینی و دنیوی اور بنا ر اسلام بلکہ نظام عالم کا اتحاد و اتفاق و اتحاد پر قائم ہونا، نبوت[ع۳] کا معیار، نبی کے لیے عصمت کی عقلی ضرورت، پیغمبر آخر الزمان کا خاتم النبیین ہونا، آنحضرت کے مراتب و مدارج، حالات معراج اور اُسکا امکان، منکرین معراج کے شبہات کی رد بدلیل عقل و نقل، وجوب مودت اہلبیت اور اہل مودت کے مراتب پر نہایت تیز روشنی ڈالی اور فریقین اسلام علی الخصوص برادران اہلسنت نہایت متاثر و محظوظ ہوے اور جو سنی المذہب حضرات شریک مجالس ہوتے تھے وہ بھی بہت خوشی سے شریک ہوئے اور اپنی جانب سے شیعوں کے امامباڑہ اور نیز اپنی مسجد میں جلسہ ہاے عام منعقد کیے جناب واعظ کی دعوت بھی کی اور اپنا مہمان بھی کیا جسے جناب واعظ نے اس شرط کے ساتھ منظور کیا کہ اُن کی دعوت و مہمانی میں بجز اہل اسلام کے مشرکین کے ہاتھ کی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے،

مذکورہ بالا مجالس کے علاوہ پرائیوٹ گفتگو میں بھی ہوتی رہیں اور جو شبہات و اعتراضات پیش کیے گئے اُنکے اطمینان بخش جوابات دیدیے گئے۔ یہ شبہات و اعتراضات وہی تھی جو اکثر اوقات وہابیوں دیا کرتے

ع۱ یہ مجلس حضرات اہلسنت نے شیعوں کے امام باڑہ میں ۲۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کو منعقد فرمائی تھی۔

ع۲ یہ مجلس بھی حضرات اہلسنت نے شیعوں کے امامباڑہ میں ۹ جنوری ۱۹۲۹ء کو منعقد فرمائی تھی۔

ع۳ یہ مجلس بھی حضرات اہلسنت نے اپنی مسجد میں، ۱۷ رجب مطابق ۹ جنوری کو جناب واعظ کے کمپالہ جانیکے بعد منعقد کی اور جناب واعظ کو کمپالہ سے باصرار تمام طلب کر کے اس مجلس میں بیان کی زحمت دی۔

اور قادیانیوں کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں اور بعض ایسے بھی تھے جو معترضین کی غلط فہمی کا نتیجہ تھے جو جواب ملنے کے بعد رفع ہو گئی، تفصیل موجب تطویل ہے مگر ناظرین کی دلچسپی و آگاہی کے لیے بعض شبہات اور اُس کے جوابات بلحاظ ترتیب استفسار بطور سوال جواب حسب ذیل ہیں۔

س جب انسان ریاضت کرتے کرتے خدا سے متحد ہو گیا تو پھر اسکو نماز روزہ کی کیا ضرورت رہی

ج خدا سے کوئی متحد نہیں ہو سکتا یہ ایک محال امر ہے اور اسکا اعتقاد انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے غور کرنے کی بات ہے کہ جناب رسالتمآب باوجود خاتم النبیین اور افضل الانبیاء والمرسلین اور جامع جمیع صفات کمال در جمیع مخلوقات الٰہیہ میں بے مثل و بے مثال ہونے کے اس مرتبہ تک پہونچ سکے تو پھر کسی دوسرے کی کیا ہستی ہے جو خدا سے متحد ہو سکے حالانکہ جو ریاضت آپنے فرائی اور جسقدر عبادت آپنے کی وہ نہ کسی بشر سے ہو سکی نہ ہو سکتی ہے یہانتک کہ خود اُس معبود حقیقی نے اپنے حبیب کو کثرت عبادت سے رو کا اور ارشاد فرمایا طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ (اے طاہر مترجم اس تعب مشقت کے لئے قرآن نازل نہیں کیا گیا) لیکن با ایں ہمہ نماز روزہ زکوٰۃ و حج وغیرہ آپ سے ساقط نہیں ہوئے اور تمام عمر آپکی عبادت میں گذر گئی اور زندگی بھر آپ حق عبادت و معرفت کے ادا نہ ہو سکنے کا اعتراف فرماتے رہے اور ما عبدناک حق عبادتک و ما عرفناک حق معرفتک آپ کا وظیفہ رہا کیا پھر اب آپ انصاف فرمائیے کہ اگر کسی شخص کو ریاضت کے بعد خداوند عالم سے اس حد کا اتحاد و وصال ہو جائے کہ پھر اسکو عبادت و ریاضت کی احتیاج نہ رہے تو ایسے شخص کا مرتبہ آنحضرت سے زائد تسلیم کرنا پڑے گا یا نہیں اور ایسا شخص جو کسی شخص کے مرتبہ کو آنحضرت سے بڑا ہوا سمجھے مسلم کہا جائے گا یا کافر۔

س قادیانی کہتے ہیں کہ آنحضرت پر نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ ہر زمانہ میں نبی کے ہونے کی ضرورت ہے اور لفظ خاتم بمعنی مہر ہے اور خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر حضرت کی تصدیق سے آتے ہیں اور اس بنا پر آپکے بعد کسی نبی کا آنا ناممکن نہیں ہے

ج یہ ایک عقلی مسئلہ ہے کہ ہر زمانہ میں حجت خدا کا ہونا ضروری ہے جسکو ہم وجود امام کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حجت پیغمبر ہی ہو مگر چونکہ مسئلہ امامت سے اسوقت بحث نہیں ہے اس لیئے میں اس سے قطع نظر کرکے یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ آیہ زیر بحث میں لفظ خاتم بمعنی مہر کسی طرح صحیح نہیں ہو کیونکہ قرآن مجید قوانین الٰہیہ کا مجموعہ ہے اور ہر کس و ناکس کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ الفاظ قرآن کو جن معنی پر چاہے اپنے مطلب کے موافق محمول کرلے و نیاوی حکومتوں

کے قوانین میں تو مشترک لفظوں کے وہی معنی قابل اعتبار ہو سکتے ہیں جو اُن قوانین کے جاننے والے بیان کریں نہ ہر کس و ناکس کے بتائے ہوئے معنی جن پر کوئی عاقل بھروسہ نہیں کر سکتا لہذا ہمکو یہ غور کرنا چاہئیے کہ خود آنحضرت نے اس لفظ کے کیا معنی ارشاد فرمائے ہیں کیونکہ قرآن آپ ہی پر نازل ہوا اور آپ ہی اُسکے معانی سمجھانے کے لیئے معین ہوئے آپنے متعدد موقعوں اور متعدد مقامات پر صاف لفظوں میں کہدیا کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، یہ مسئلہ اہل اسلام میں متفق علیہ ہے اور یہی ختم نبوت کا اعتقاد منجملہ ضروریات دینیہ ہے اور منکر اسکا دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اگر بفرض محال ہم آنحضرت کے بعد بقائے سلسلہ نبوت کو بھی تسلیم بھی کرلیں تو ہمکو مدعی نبوت میں اوصاف نبوت دیکھنے کی ضرورت ہے اور منجملہ اُنکے یہ ہے کہ وہ بارگاہ رب العزت سے تعلیم پاکر آیا ہو دنیاکی درسگاہوں اور دنیاوی مدرسین کا محتاج تعلیم اسکے ذمہ نہ ہو، ہم نے آجتک کوئی پیغمبر ایسا نہیں سنا جس نے دنیاوی مدرسین سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا ہو یا کسی علم و فن میں اُسکا امتحان لیا گیا ہو اور وہ فیل ہو گیا ہو مرزا صاحب آنجہانی کے علم کی یہ حالت تھی کہ وہ مختاری کے امتحان میں فیل ہو گئے پھر جو دنیاکی مختاری کی قابلیت نرکھتا ہو وہ دین کی مختاری کیا کرے گا۔

س شرادر خیر اچھائی اور برائی جو کچھ ہوتی ہے اُسکا فاعل خدا ہے یا بندہ بعض علماء تو یہی کہتے ہیں کہ سب خیر و شر خدا ہی کی طرف سے ہے خالق الانسان ضعیفا انسان کے بس کی کوئی بات نہیں ہے۔

ج خدا کی طرف شر کی نسبت دینا اُسکی ذات میں عیب لگانا اور اُسکو ناقص سمجھنا ہے اس لیئے کہ شر ایک قبیح چیز ہے جسے مجھ ایسا گنہگار بندہ بھی اپنے لیئے پسند نہیں کر سکتا چہ جائیکہ خدائے کامل الذات وکامل الصفات !! حضرت فعل قبیح کے صادر ہونے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں یا فاعل قبیح اُسکے قبح سے واقف نہیں ہے یا واقف تو ہے مگر ضرورت و احتیاج مجبور کرتی ہے اور خداوند عالم نہ جاہل ہے نہ محتاج اُسکی ذات ہر فعل کی اچھائی اور برائی کی عالم ہے اور اُسے کسی چیز کی حاجت نہیں ہو وہ مستغنی بالذات ہے،

س خدا نے جو کچھ ہمارے لیئے لکھدیا ہے وہی ہوگا اُسکے خلاف نہیں ہو سکتا ورنہ اُسکا علم مبدل بہ جہل ہو جائیگا پھر ہم فاعل مختار کیونکر ہو سکتے ہیں؟

ج خدا کا علم ہمارے فعل میں مؤثر نہیں ہے خدا نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی طرف سے ہمکو مجبور کرنے کے لیئے نہیں لکھا ہے بلکہ جو کچھ ہم سے وقوع میں آنے والا تھا اور جیسے ہم اپنے اختیار سے کرنے والے تھے اور وہ اپنے علم ازلی سے اسکو جانتا تھا اُسیکو اُس نے لکھدیا اُسکا یہ علم ہمارے افعال کا باعث نہیں

ہے بلکہ ہمارا اختیار ہمارے افعال کا ذمہ دار ہے مثل اس کے کہ اگر آپ کا کوئی بچہ کسی مقام پر جائے اور آپ اُسکے عادات و اطوار سے وہاں کے لوگوں کو پہلے سے مطلع کر دیں اور بتا دیں کہ اس سے ایسے ایسے افعال سرزد ہوں گے تو آپکا یہ علم اُس کے افعال کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔

خداوند عالم نے ہمیں جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اُسپر ہمکو قدرت بھی عطا فرمائی ہے اور جو کام ہماری طاقت سے باہر ہے اسکے بجالانیکا حکم بھی نہیں دیا۔ قدرت و اختیار عطا کرنے کے بعد اُسکا یہ علم کہ ہم اس کام کو کرینگے یا نہ کرینگے ہمارے کرنے یا نہ کرنے میں مؤثر نہیں ہے البتہ اگر وہ ہمیں قدرت نہ دیتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ جب خدا نے ہمکو مجبور کر دیا تو پھر سب کچھ اُسی کی طرف سے ہے، خلاصہ یہ کہ جس کام کی نسبت ہماری طرف دی جاتی ہے وہ ہمارا فعل ہے اور ہمیں اُسکے فاعل ہیں،

س جب خداوند عالم عادل ہے اور شر اُسکی طرف سے نہیں ہے تو اُس نے شیطان سے شریر کو کیوں پیدا کیا جس سے ہمیں نقصان پہونچتا ہے؟

ج شیطان کی خلقت بھی مثل ہماری خلقت کے عبادت کے لیئے تھی شر کے لیئے نہ تھی چنانچہ اُس نے ایسی عبادت کی کہ مقرب بارگاہ الٰہی ہو گیا مگر جب سو اختیار سے خدا کی نافرمانی کی تو مردود درگاہ قرار پاگیا اور اب اُسکا باقی رکھنا ہمارے فائدہ کے لیئے ہے تاکہ ہم اُس سے نصیحت حاصل کریں اور خدا کی نافرمانی نہ کریں ایک ہی ذات میں دو نمونہ ہماری پیش نظر ہیں جو بندہ اپنے اختیار سے احکام الٰہی کی پابندی کرے گا مقرب بارگاہ ہوگا جو اپنے سو اختیار سے نافرمانی کرے گا مردود بارگاہ قرار پائیگا۔ بہرحال شیطان کی خلقت اور اُسکی بقا دونوں خیر پر مبنی ہیں شر کا کہیں لگاؤ نہیں ہے

س خداوند عالم نے بعض لوگوں کو مالدار بنایا اور بعض کو غریب اُسمیں خدا کی عدالت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے؟

ج کسی کا مالدار یا غریب ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ خدا ہی نے مالدار یا غریب بنایا، خدا نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے ہمکو سعی و کوشش کی قدرت دی ہے انسان کبھی تو کوشش ہی نہیں کرتا اور اسباب بہم نہیں پہونچاتا اور کبھی کوشش کرتا ہے مگر ناقص و نامناسب اسباب بہم نہیں پہونچاتا اسوجہ سے غربت میں مبتلا رہتا ہے اور جو شخص مناسب سعی و کوشش کر کے مناسب اسباب بہم پہونچاتا ہے وہ مالدار ہو جاتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ خدا ہی مالدار بناتا ہے اور خدا ہی محتاج کرتا ہے غلط ٹھہرا، اور اگر انسان مناسب کوشش اور مناسب اسباب فراہم کر لینے کے بعد بھی مبتلائے غربت ہے اور اُسکے مقابل اُسکا عکس ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں باتیں خدا ہی کی طرف سے ہیں مگر اس صورت میں بھی عدل خداوند عالم میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جسکو دولتمند بنانا مفید تھا اُسکو دولتمند بنایا اور جسکو مبتلائے غربت رکھنا مفید تھا اُسکو غربت میں مبتلا رکھا، ایک طبیب اپنے مختلف مریضوں کے امزجہ اور حالات کو دیکھکر کسی مریض

کو غذا کھانیکا حکم دیتا ہے کسیکو غذا سے روکتا ہے کسیکو سیر ہو کر کھانیکا حکم دیتا ہے کسیکو قلت کے ساتھ اجازت دیتا ہے کسیکو مرغن غذائیں دیتا ہے کسیکو بھوسی ملی ہوی خشک روٹی تجویز کرتا ہے غرض ہر ایک کے لئے مختلف صورتیں غذا کی تجویز کرتا ہے پھر کیا کوئی شخص اُس طبیب کو غیر عادل کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ اُس کی عین عدالت اور مصلحت مبنی ہے،

دوسری مثال آپ اپنے چند بچوں میں سے کسیکو پیسہ دیتے ہیں اور کسیکو نہیں دیتے کسیکو زیادہ دیتے ہیں کسیکو کم دیتے ہیں اولادیں سب آپ ہی کی ہیں مگر اس دینے اور نہ دینے یا کم و بیش دینے کا کوئی سبب ضرور ہوتا ہے، آپ اُن بچوں کے خصائل و عادات سے ماہر ہیں اور اُنکے امزجہ و حالات پر نظر کرتے ہوے جانتے ہیں کہ کسکو دینا چاہیے اور کس کو نہ دینا چاہیئے اور کسکو کتنی مقدار دینا چاہیے جسکو جو مقدار آپنے دی ہو وہی اُسکے اور اُسکی ضرورتوں کیلئے کافی ہے اور جسکو آپنے کچھ نہیں دیا اُسے یا تو اُسکی احتیاج نہ تھی یا ان ایسے کاموں میں اُسکو صرف کرتا جو اُسکے یا دوسروں کے لیے مضر ہوتے اس لیے آپ پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا اور نہ یہ فعل آپ کا خلاف عدل و انصاف ہے ہمارا خدا ماں باپ سے زیادہ ہمپر مہربان ہے اور جو کچھ ہمارے لئے مناسب ہوتا ہے وہی کرتا ہے لہذا اُسکی عدالت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا،

س اچھا ایک بچہ بادشاہ کے یہاں پیدا ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ راحت و آرام میں بسر کرتا ہے اور ایک محتاج ماں باپ کے یہاں پیدا ہوتا ہے اور رنج تکلیف میں بسر کرتا ہے یہاں یہ دلیل کیونکر جاری ہو سکتی ہے؟

ج یہ نظریہ بھی صحیح نہیں ہے کیا آپنے بادشاہوں کے بچوں کو فقیر اور فقیروں کے بچوں کو بادشاہ بنتے نہیں دیکھا یا نہیں سُنا پھر اس صورت میں بادشاہ کے بچہ کا بادشاہ کے یہاں پیدا ہونا اُس بچہ کے لئے کیا مفید ہوا اور غریب کے بچہ کا غریب کے یہاں پیدا ہونا کیا مضر ہوا خداوند عالم کی عدالت ہر ایک کے لئے یکساں ہے وہی ایک غذا جو پیدا ہونے کے بعد بادشاہ کے بچہ کو ملتی ہے وہی فقیر کے بچہ کو بھی ملتی ہے لہذا خدا کی عدالت میں کیا شبہ رہ سکتا ہے؟

س بنابر عقائد اہل اسلام مرنے کے بعد سے قیامت تک کیا ہوگا؟

ج مرنے والا اگر نیک اعمال ہے تو راحت و آرام پاتا ہے اور اگر بدکار ہے تو تکلیف و اذیت اُٹھاتا ہے؟

س اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ثواب و عذاب دنیا ہی میں مل جاتا ہے پھر قیامت کا دن کس لیئے ہے یہ عقیدہ تو آریوں کے قریب قریب ہے کہ وہ بھی تو دنیا ہی میں سزا و جزا کے قائل ہیں؟

ج اہل اسلام اور آریوں کے عقیدہ میں بڑا فرق ہے آریوں کے عقیدہ کے موافق جزا یا سزا دنیا ہی میں ملجاتی ہے اور وہیں ختم ہو جاتی ہے اور جزا یا سزا پانے والے کو کوئی احساس نہیں ہوتا اور اہل اسلام کے عقیدہ کے موافق جزا و سزا پانے والے کو احساس بھی ہوتا ہے اور جزا یا سزا دنیا ہی میں ختم بھی نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ کمی رہ جاتی ہے وہ قیامت کے دن پوری ہوگی

س اس سے تو عدالت خداوندی میں نقص لازم آتا ہے اس لئے کہ اگر کسی شخص کے گناہ قلیل ہیں تو وہ بھی قیامت تک مبتلائے عذاب رہیگا اور جس کے گناہ زائد ہیں وہ بھی تا قیامت معذب رہیگا اور جس نے اعمال نیک کیئے ہیں وہ قیامت تک تکمیل ثواب کا منتظر رہیگا۔

ج آپنے میرے جواب کو غور سے سماعت نہیں فرمایا اب توضیح سے سماعت فرمائیے ہر شخص کو مقدار عمل کے موافق جزا یا سزا ملتی ہے اور وہ معین ہے ایسا نہیں ہے کہ جس کے گناہ کم ہوں اُسکو گناہ سے زیادہ سزا دی جائے سزا موت ہی کے وقت سے شروع ہو جاتی ہے اور اُسکا عنوان یہ ہے کہ اگر گناہ تھوڑے ہیں تو سکرات کی سختی سے اُس کی سزا پوری ہو جاتی ہے اور اگر اس سے زیادہ ہیں تو فشار قبر سے اُسکی مکافات ہو جاتی ہے اور اگر اس سے بھی زائد ہیں تو قیامت تک معذب رہیگا اور اگر اس سے بھی بڑھے ہوئے ہیں تو ابدالا باد مبتلائے عذاب رہیگا، مثال اسکی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خلاف قانون گورنمنٹ کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو کبھی تو وہ جرم ایسا ہوتا ہے کہ اُسکو صرف بید کی سزا دی جاتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ قید بھی کیا جاتا ہے مگر قید کی مدت کم رکھی جاتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قید کی مدت زیادہ کر دی جاتی ہے کبھی بے مشقت قید ہوتی ہے اور کبھی بامشقت اور اگر ان سب سے اُسکا جرم بڑا ہوا ہوتا ہے تو حبس دوام کی سزا دی جاتی ہے یہی حال بعینہ اُس سزا کا سمجھ لیجئے جو خدا کی طرف سے ملے گی

س ایک گناہ گار قیامت سے سو برس سے پہلے مرا ہے اور ایک پچاس برس پہلے اور گناہ دونوں کے مساوی ہیں تو قیامت تک ایک کی سزا زائد ہوگی اور ایک کی کم،

ج جو پچاس برس پہلے مرا ہے اُسکی سزا بہ نسبت سو برس پہلے مرنے والے کے مضاعف کر دی جائے گی جس طرح دنیا میں ایک کو قید محض کی سزا دی جاتی ہے اور ایک کو قید بامشقت کی اور ایک کو قید بامشقت شدیدہ کی کیا خداوند عالم ایسا انتظام نہیں کر سکتا؟

یہ تمام جوابات نہایت اطمینان بخش و مؤثر ثابت ہوئے جن سے حضرات اہلسنت نے بہت کافی اثر لیا اور فریقین اسلام نہایت محظوظ و متأثر ہو اور مدرسہ کے حسن خدمات اور اُسکی ضرورت کے معترف

اور جناب واعظ کے نہایت مدّاح رہے جن مومنین میں باہمی منازعت تھی وہ مبدل بمصالحت ہو گئی اور
ایک مدرسۂ دینیہ کا بھی بند و بست ہو گیا جو معلم ملنے کے بعد جاری ہو جائیگا،

خنجہ کے ضروری حالات

یہاں کل ۹ گھر اثنا عشری خوجوں کے ہیں جنکی مالی حالت فی الحال کمزور اور اخلاقی اور مذہبی حالت
بھی قابل اصلاح ہے یہاں صرف ایک امام باڑہ ہے مسجد کوئی نہیں ہے مدرسۂ دینیہ کوئی نہ تھا
مگر امید ہے کہ عن قریب جاری ہو جائیگا، یہاں عیسائی مشن بڑی قوت سے کام کر رہا ہے اور فیصدی
۹۵ افریقی عیسائی ہیں قادیانی اور آریہ بھی کبھی کبھی آتے رہتے ہیں، کپاس کی تجارت ہوتی ہے اور واعظین
کو جنوری سے پہلے یہاں آنا چاہیئے اور قولوا قولاً لینا پر عمل کر کے حکمت اور موعظہ حسنہ سے فرائض
تبلیغ کو ادا کرنا چاہیئے۔ جناب واعظ کے اس مختصر قیام میں توحید حقیقی اُنکے دلوں میں راسخ ہو گئی ہے الخیر
والشر کلہ من اللہ کا عقیدہ دلوں سے نکل چکا ہے فضائل اہلبیت کی روشنی سے بقدر تحمل منور ہو چکے
ہیں اور اکثر امور اعتقادی و عملی میں راہ راست پر آگئے ہیں۔

کمپالہ۔ یوگنڈا۔ ۷ جنوری کو خنجہ سے روانہ ہو کر اُسی روز دس بجے دن کو کمپالہ پہونچگئے مگر دن ہی بھر کا
قیام کے بعد شام کو خنجہ کے برادران اہلسنت نے ٹیلیفون سے اطلاع دی کہ ہمیں آپکی رخصتی کے وقت یہ
خیال نہ تھا کہ کل روز بعثت و معراج حضرت رسول ہے آپکے تشریف لے جانیکے بعد خیال آیا اور ہمنے خاص
اپنی مسجد میں ایک محفل کا انتظام کیا تمام برادران اسلام کی تمنا ہے کہ آپ ہی اس محفل میں اپنے بیان سے
محظوظ فرمائیں چونکہ جناب واعظ اہل کمپالہ کے مہمان ہو چکے تھے اس لیئے اُن کے امام باڑہ میں شب کو ایک
مجلس پڑھکر اُنھیں بہت کچھ سمجھا بجھا کر ۸ جنوری کو دوپہر کے بعد پھر خنجہ کی طرف روانہ ہو کر قریب شام خنجہ
پہونچگئے شب کو محفل منعقد ہوئی مجمع بہت کافی تھا مسجد بھی خوب آراستہ تھی دو گھنٹہ تک بیان کا
سلسلہ جاری رہا سامعین نہایت متاثر و محظوظ اور محفل نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی، ۹ جنوری کو
جناب واعظ نے کمپالہ کی روانگی کا ارادہ کیا مگر سیٹھ آدم علی بھائی بوہرہ نے باصرار تمام ۱۱ جنوری تک روک
رکھا اور کسی طرح رخصت پر رضامند نہ ہوئے، اس تین روز کے عرصہ میں نماز جماعت بھی ہوتی رہی اور تین
مجلسیں بھی ۱۰، ۱۱، ۱۲ جنوری کی شب کو امام باڑہ میں منعقد ہوئیں اور بعض حضرات نے تجہیز و تکفین میت کے مسائل
ضروریہ استفسار کیے وہ بھی اُنکو سمجھا دیے گئے اور ۱۲ جنوری سنہ ۲۹ء کو سیٹھ صاحب موصوف نے اپنے ہمراہ اپنے
موٹر پر بٹھا کر کمپالہ پہونچا دیا۔ (باقی آئندہ) (ناچیز مدیر)

فہرست رقوم اعانت مقررہ و غیر مقررہ بابت ماہ فروری ۱۹۳۰ء

مستقل

عالیجناب محمد جمال صاحب مدرس رامپور اسٹیٹ عہ

عالیجناب نواب سید کاظم حسین صاحب اورنگ آباد ضلع کھیری ۔ سے

عالیجناب محمد محمود صاحب منیجر شاہ کمپنی عہ

عالیجناب سید محمد رضا صاحب ۔ ۱۱۱

عالیجناب سید مظفر حسین صاحب وکیل سیتاپور صہ

عالیجناب نواب عنایت حسین خانصاحب لعہ

عالیجناب حسن علی بیگ صاحب ہوسے نرسی پور علاقہ میسور صہ

غیر مستقل

عالیجناب راجہ سید محمد اکبر علیخانصاحب پنڈرا دل سار

عالیجناب الٰہی بخش صاحب ٹو گر ڈیرہ اسمٰعیل خاں ۔ عہ

عالیجناب الطاف علیشاہ صاحب جمون سے

اللہ بخش صاحب ذیلدار ضلع میانوالی لعہ

عالیجناب سید علیشاہ صاحب پشاور سے

عالیجناب سید غلام عباس صاحب کھیری ریاست پٹیالہ صہ

بذریعہ عالیجناب مولوی فضل علیصاحب سے

عالیجناب حسن بخش صاحب ملتان عار

عالیجناب سید ذکی رضا صاحب سب جسٹرار عظیم گنج سے

میزان کل

۹۳

سید عاشق حسین ہیڈ کلرک مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

۱۰/۵ مارچ ۱۹۳۰ء

قومی زندگی کا مظاہرہ

عید فطر کی الٰہی مسرتوں کا خوشنما منظر

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

بیشک میری نماز اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور موت تمام عالم کے پروردگار اللہ کے لیئے ہے جسکا کوئی شریک نہیں ہے اور اسیکا حکم مجکو دیا گیا ہے اور میں مسلمان ہوں،

دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جسنے سال میں کچھ دن اپنی قومی مسرتوں کے اظہار اور قومی زندگی کے مظاہرہ کے لیئے معین نہ کیئے ہوں، ہندوستان کے طول وعرض میں اگرچہ مختلف قومیں آباد ہیں مگر وہ قومیں جو اس ملک کی روح رواں ہیں وہ صرف تین ہیں ہندو مسلمان، عیسائی، ہندوؤں کے تہواروں میں سب سے بڑے دو تہوار ہیں ہولی اور دیوالی اور عیسائیوں میں سب سے زیادہ خوشی کا روز کرسمس ہے اور مسلمانوں میں اگرچہ متعدد ایام ایسے ہیں جنمیں عید منائی جاتی ہے مگر عید فطر اور عید اضحیٰ سب سے زیادہ مسرت کے ایام شمار کیئے جاتے ہیں، ہولی کا تہوار سردی کا موسم ختم ہونے اور بہار کا موسم شروع ہونے کی یادگار ہے - دیوالی کا تہوار لنکا کے راجہ راون پر راجہ رام چندر جی کی فتحیابی کا دن ہے کرسمس حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کی پیدائش کا روز ہے عید فطر حکم خدا کی تعمیل میں کامل ایک مہینہ تک روزہ رکھنے اور اس عبادت کے پورا ہونے کی خوشی میں منائی جاتی ہے عید اضحیٰ ایک نبی زادہ کے ذبح سے بچ جانے اور فریضۂ حج کے ادا ہو جانے کی مسرت میں خاص اہل اسلام کا طرۂ امتیاز ہے،

یہ مختصر فہرست ہندوؤں، مسلمانوں، عیسائیوں کے بڑے بڑے تہواروں اور عیدوں کی تھی جسکے پیش کرنے کے بعد ہمیں یہ غور کرنا چاہیئے کہ ان میں سے کون سا تہوار یا کون سی عید ایسی ہے جو محض خدا کے واسطے منائی جاتی ہے اور جسکی مسرت کا اصلی سبب حکم خدا کی تعمیل ہے،

ہندوؤں میں بھی بعض دن ایسے ہیں جنمیں وہ برت (روزہ) رکھتے ہیں لیکن وہ روزہ کیسے ہوتے ہیں کیا وہ بھی مسلمانوں ہی کی طرح تمام دن آب و غذا کو ترک کر دیتے ہیں اور کل لوازم زندگی سے دست بردار ہو جاتے ہیں؟ سوا کجلی تیج کے جو محض عورتوں سے مخصوص اور پورے ایک شب و روز کا برت ہے - کوئی برت ایسا نہیں ہے جسمیں وہ مجبوراً اناج کے کسی دوسری چیز کے ترک کر دینے پر دھرم کی رو سے مجبور ہوں اور جس کی مدت ایک

دن سے زبان ہو بخلاف اہل اسلام کے جو رمضان کا پورا مہینہ اسی حال میں بسر کر دیتے ہیں اور ترک آب و غذا کے ساتھ جس پر حیات انسانی کا دار و مدار ہے وہ اپنے تمام خواہشات اور لوازم حیات سے اس طرح دست بردار ہو جاتے ہیں کہ اُنکے تمام اعضا و جوارح روزہ دار بن جاتے ہیں، دن بھر روزہ رکھنا شب بھر بیدار رہنا اور آٹھوں پہر ادائے واجبات و مستحبات میں مصروف رہنا اور جو فرائض علاوہ اس ماہ مبارک کے روز و شب کے اُنپر عائد کیے گئے ہیں اُن سب کا بھی بدستور ادا کرتے رہنا آسان نہیں ہے نفس انسانی کبھی اپنی خواہش سے ایسی پابندی کو گوارا نہیں کر سکتا مگر یہ سب اُسی کے حکم کی تعمیل ہے جس نے اُن کے ساتھ اپنی توفیق کو بھی ہمارا رفیق بنا کر صرف ایک مہینہ بھر میں ہمکو اس عمل خیر کا ایسا عادی بنا دیا ہے کہ اب اُسکی مفارقت ہمیں اپنے عزیز ترین اعزا اور قریب ترین اقربا سے زیادہ شاق و ناگوار گذرتی ہے

۲۹ یا ۳۰ رمضان کی شام کو اس ماہ مبارک کے اختتام کی خبر ہلال عید کے رونما ہونے سے معلوم ہوتی ہے اور دوسرے دن صبح کو تمام مسلمان اس عبادت کے پورا ہو جانے پر شکر الٰہی بجا لاتے ہیں اور فریضہ سحری کے ادا کرنے کے بعد ہی اُن کی قومی زندگی کے مظاہرہ کا آغاز اور اُنکی اُن مسرتوں کی ابتدا ہو جاتی ہے جو اُنھیں اُنکے پروردگار کی بارگاہ سے قریب کرتی چلی جاتی ہے۔

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی — بیشک نجات پائی اُس شخص نے جس نے زکوٰۃ ادا کی اور اپنے پروردگار کا نام جپا پھر نماز پڑھی۔ (پ ۳۰ سورہ اعلیٰ)

سب سے پہلے بشرط استطاعت وہ زکوٰۃ فطر ادا کرتے ہیں اور قبل اسکے کہ وہ خود اپنے اکل و شرب کی طرف متوجہ ہوں اپنے اُن مستحق بھائیوں کے اکل و شرب کی فکر کرتے ہیں جن کے پاس سال بھر کی بسر برد کا سامان نہیں ہے اور اپنے تمام متعلقین کی جانب سے ایک صاع غذائے غالب یا اُس کی قیمت بازار کے بھاؤ سے نکال کر اُنکی خدمت میں پیش کر کے اس فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور چونکہ اُن اہل حاجت نے سوال نہیں کیا ہے اور دینے والوں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کے حکم کی تعمیل میں دیا ہے اور جو حق اُن کا خدا نے اُن پر واجب کیا تھا وہی اُن کو پہونچایا ہے لہٰذا اُسکے قبول کر لینے میں کوئی ننگ و عار نہیں ہے اور یہ پہلا طریقہ ادائے شکر خدا کا تھا۔

زکوٰۃ فطر ادا کرنے کے بعد اب وہ اپنے پروردگار کی تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تقدیس و تمجید ادا کرتے ہوئے مسجد جامع کا رخ کرتے ہیں اور وہاں سب ملکر نماز عید بجماعت ادا کر کے اپنی قومی زندگی کا ثبوت دیتے ہیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ و معانقہ کر کے اخوۃ ایمانی کی تجدید میں مصروف ہوتے ہیں اور یہ دوسرا طریقہ ادائے شکر الٰہی کا ہے،

زکوٰۃ فطر کا فلسفہ

صدر اسلام میں اہل اسلام کی مالی حالت اسقدر کمزور تھی کہ زکوٰۃ مال کے حکم کا کوئی موقع نہ تھا لہٰذا آیۂ مذکورۃ الصدر میں مراد زکوٰۃ سے زکوٰۃ فطرے اور چونکہ خداوند عالم نے زکوٰۃ کا ذکر صلوٰۃ سے پہلے فرمایا ہے لہٰذا اس سے دو باتیں مستفاد ہوتی ہیں ایک یہ کہ زکوٰۃ فطرہ ماہ صیام کے روزدن کا ضمیمہ اور انکی تکمیل کا ذریعہ ہے جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے اور اسی وجہ سے قبل نماز عید اسکا ادا کر دینا یا کم از کم علیحدہ کر کے رکھدینا ضروری ہے دوسرے حقوق عباد کی عظمت جو اس زمانہ میں بالکل ہی نظر انداز کر دی گئی ہے حالانکہ خداوند عالم نے اسکو اپنے حق سے مقدم رکھا ہے اور اس تقدیم سے گویا اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حقوق عباد کی عظمت کا لحاظ حقوق خدا کی تعظیم کا مقدمہ ہے جو لوگ حقوق عباد کو پس پشت ڈالدیں اُن سے حقوق خدا کے ادا کرنے کی امید بھی نہ رکھنا چاہیئے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ انکے قلوب خوف خدا سے خالی اور محبت و ہمدردی سے عاری ہیں؛

دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جسمیں اہل استطاعت اور اہل حاجت دونوں کا وجود نہو اور کوئی ملت ایسی نہیں ہے جسمیں امرا اور فقرا نہ پائے جائیں مگر یہ سب اللہ کے بندہ ہیں اور بحیثیت عبد کسی کو کسی پر کوئی تفوق و افضیلت نہیں ہے سب یکساں اور مساوی ہیں، چنانچہ روزدں کے وجوب کی مصلحت بھی یہی ہے کہ امیر و فقیر سب یکساں ہو جائیں اور امرا فاقوں کا ذائقہ اور بھوک کی تکلیف محسوس کر کے فقرا کی قدر کریں اور اُس قدر و احساس کو زکوٰۃ فطر کے ذریعے سے ظاہر کر کے اسلامی اخوۃ اور ایمانی محبت و ہمدردی کا ثبوت پیش کریں،

اہل حاجت کو خداوند عالم نے دست سوال دراز کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور اہل استطاعت پر اُنکے کچھ حقوق واجب کر دیے ہیں تاکہ اہل استطاعت اہل حاجت کی خبر گیری کر کے اپنا احسان نہ جتائیں اور اہل حاجت کو اُسکے قبول کرنے میں ننگ و عار نہو کیونکہ یہ حق خدا کا دلوایا ہوا ہے کسی نے اپنی طرف اور اپنی جیب سے ادا نہیں کیا،

نماز جماعت کا فلسفہ

جناب اقدس الٰہی عز اسمہٗ کو اپنے بندوں کی خاکساری و تواضع اور انکسار و فروتنی کے بعد جسقدر مساوات باہمی کا منظر پسند ہے اتنا شاید ہی کوئی دوسرا پسند ہو اہل اسلام کو مختلف طریقوں سے انکی

تعلیم دی گئی ہے اور مختلف عنوانوں سے اسکا مظاہرہ مطلوب شارع رہا ہے مگر ان سب میں بہترین طریقہ اور عمدہ ترین عنوانات نماز جماعت ہے جسمیں شاہ و گدا امیر و فقیر حاکم و محکوم رئیس و مرؤس غلام و آزاد سب کے سب دوش بدوش ایک صف میں بغیر کسی فرق و امتیاز کے ایک امام کی اقتدا میں خدائے وحدہٗ لاشریک کے دربار میں کھڑے ہو کر اسکی عبادت بجالاتے ہیں ایک ساتھ کھڑے ہوتے ہیں ایک ساتھ رکوع کرتے ہیں ایک ساتھ خدا کے آگے سر جھکاتے ہیں ایک ساتھ بیٹھتے ہیں ایک ساتھ اٹھتے ہیں ایک ساتھ نماز کو تمام کرتے ایک ساتھ شکر خدا ادا کرتے ہیں ایک ساتھ دست دعا در گاہ قاضی الحاجات میں بلند کرتے ہیں اور نماز کے بعد باہمی مصافحہ اور معانقہ سے اپنے دلوں کی صفائی اور باہمی محبت کا اظہار اور اخوت اسلامی کی تجدید کرتے ہیں،

نماز ہائے یومیہ میں جماعت کی بہت تاکید ہے اور علاوہ نماز ہائے اجبیہ کے کسی مستحب نماز میں جماعت کا حکم نہیں ہے مگر نماز عیدین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ یہ دونوں نمازیں اگرچہ زمانہ غیبت امام میں مستحب ہیں اور اسلئے انھیں فرادا ادا کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر جماعت سے ادا کرنا افضل و اولےٰ ہے اور منظور مطلوب شارع یہ ہے کہ مثل نماز جمعہ کے اس نماز میں بھی تمام مومنین ایک مقام پر مجتمع ہو کر اپنی قومی زندگی کا مظاہرہ اور ملی و مذہبی بیداری کا ثبوت دیدیں،

یہی ہماری مسرتیں ہیں اور یہی وہ خوشنما منظر ہے جو ہمیں دوسروں سے ممتاز کر رہا ہے اور ہمارے تمام حرکات و سکنات اور ہر نقل و حرکت اور ہر فرحت و مسرت محض الٰہی احکام کی تعمیل سے وابستہ ہے اور جس عمل میں للہیت کا لگاؤ نہ ہو وہ ہمارے کسی کام کا نہیں،

توسعۂ نفقات

ہم عید کے روز اپنے اہل و عیال و اطفال اور اپنے واجب النفقہ لوگوں پر معمول سے زیادہ خرچ کرنے کے بھی مجاز ہیں اور ان لوگوں سے بڑھے تو دوسرے اعزا و اقربا سے بھی صلہ رحم کے ماتحت سلوک کر سکتے ہیں اور پھر اہل ہمسایہ اور دیگر مستحقین بھی ہمارے ایثار سے اپنا حصہ لے سکتے ہیں بشرطیکہ یہ ایثار حد اسراف اور فضول خرچی کو نہ پہونچ جائے اور کوئی خرچ مرضی الٰہی کے خلاف نہ ہو۔

(ناچیز مدیر)

تاریخ مظالم نجد کا ایک خونچکاں ورق

نجدیوں کی اسلام سے دیرینہ عداوت

آٹھویں شوال کا غم انگیز تذکرہ

گذشتہ چند سال کے واقعات نے مسلمانوں کے دل میں کچھ ایسے جذبات ودیعت کر دیے ہیں کہ اوہر "نجد" کا نام لیا جائے سینہ کے اندر خاص تلاطم برپا ہو جاتا ضروری ہے شوال کا مہینہ جس میں مظالم نجد کا دور اپنے سال کو ختم کر کے نئے سال میں قدم رکھتا ہے باجمیت ارباب ایمان کے لیے ایک پیغام مصیبت بنکر آتا ہے اور محرم کا پیش خیمہ قرار پا جاتا ہے جس میں ایک مرتبہ بے دست و پا مصیبت زدہ اپنی ناکامیابیوں کے اوپر بیٹھکر چند آنسو بہا لیتے ہیں، یوں تو نجد کے کارنامۂ عمل سے کس کا دل ہے جو مجروح نہو اور کون ہے جو ان تاثرات کا حامل ہوتے ہوئے اُن سے ناواقف ہو لیکن تاریخی تتبع سے جن حقائق کا انکشاف ہوتا ہے وہ ایک حد تک پردہ میں ہیں اور اگر دنیائے کتب کی سیر کی جائے تو اس سرزمین کے ماضی پر ایک عبرت خیز اطلاع حاصل ہوتی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ افراد بشر کے طبائع و اخلاق میں کسی سرزمین کی آب و ہوا تاثیر نہیں کرتی لیکن تجربہ شاہد ہے کہ خیر و شر اور ایمان و کفر یا عدل و ظلم میں بھی زمینوں کی تاثیر کافی حصہ رکھتی ہے جس طرح معادن میں کوئی خاک اپنے آغوش میں یاقوت و زمرد کی تربیت کرتی ہے اور کسی گوشہ میں سوائے بے آب پتھروں اور سنگریزوں کے کچھ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اسی طرح افراد بشر میں سرزمین کا اختلاف بڑے تغیرات کو رونما کر دیتا ہے اور شاید النّاس معادن کمعادن الذھب والفضۃ میں اس مطلب کی طرف بھی اشارہ مضمر ہو"

اسوقت ہم نے قصد کیا ہے کہ قدیم تاریخ پر نظر کرتے ہوئے اُن فتنہ خیز واقعات کی ایک مختصر فہرست لکھیں جو اس سرزمین سے رونما ہوئے اور اُسکے ضمن میں اسلام کے ساتھ نجدیوں کی دیرینہ عداوت کا بھی پورے طور پر انکشاف ہوگا،

نجد کا جغرافیہ اور رسول کا ارشاد نجد کے معنی لغت میں بلند حصۂ زمین کے ہیں اور چونکہ حجاز اپنے شرق و غرب میں دو قسم کی مختلف زمینوں سے گھرا ہوا تھا ایک نشیب اور دوسری ایک حد تک بلند اسلیے اوّل الذکر حصۂ زمین کا نام تہامہ اور دوسری کا نام نجد ہوا اور حجاز ان دونوں کے درمیانی حصّہ

کا نام ہے اور اسی وجہ سے حجاز کا نام حجاز ہوا کہ وہ تہامہ و نجد کے درمیان میں حاجز یعنی حائل ہے نجد اپنے حدود کی حیثیت سے پانچ ملکوں میں گھرا ہوا ہے تہامہ، یمن، عراق، شام حجاز اور یہ خود حجاز کے مشرقی جانب میں واقع ہے چنانچہ علامہ ابن آلوسی بغدادی نے تاریخ نجد میں لکھا ہے "نجد قطعۃ عظیمۃ من جزیرۃ العرب تحد شمالا بدیار الشام وشرقا بعراق العرب والاحساء وجنوبا بالاحقاف والیمن وغربا بالحجاز" یعنی نجد ایک بہت بڑا حصہ زمین ہے جس کے شمالی حدود میں سرزمین شام اور شرقی جانب عراق عرب اور احساء اور جنوب میں احقاف و یمامہ اور مغربی سمت حجاز ہے تو اگر حجاز کی جانب سے نظر کی جائے تو نجد اس کے مشرق میں واقع ہوگا،

قاموس الامکنۃ والبقاع، میں اسکی تصریح کرتے ہوئے صاف لکھدیا ہے کہ بلاد نجد ھو الواقعۃ شرق بلاد الحجاز۔ یعنی بلاد نجد ان ہی جو حجاز کے مشرقی جانب میں واقع ہیں اسکے بعد ان اخبار کے مفہوم سے یہ بالکل ہٹ جاتا ہے جن میں مشرق کے متعلق طرح طرح کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں یعنی دلی اور ظلم و ستم شرق میں ہے (صحیح مسلم) فتنہ یہیں سے اٹھیگا جدہر سے آفتاب کی روشنی پھیلتی ہے (صحیح بخاری) مشرق سے ایک گروہ ایسا ظاہر ہوگا جو قرآن پڑھتا ہوگا لیکن وہ اسکے گلے کے نیچے نہیں اتریگا، وہ اسلام سے اسطرح نکل جائینگے جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے (خلاصۃ الکلام زینی دحلان) اور بعض احادیث میں نام لیکر اس ابہام کو دور کردیا گیا ہے اور جب صحابہ نے نجد کے لئے دعا کی خواہش کی تو حضرت نے فرمایا۔ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان وہاں تو زلزلہ اور فتنہ برانگیختہ ہونگے اور وہیں سے شیطان کا غلبہ ہوگا (صحیح بخاری) چنانچہ تاریخیں گذشتہ واقعات کو محفوظ کیے ہوئے رسول کے قول کی صاف تصدیق کررہی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ نجد ہمیشہ فتنہ و فساد کا گہوارہ رہا ہے۔

نجد کے قدیم باشندے اسلام کے صدیوں پہلے نجد قبیلہ طسم و جدیس کے امراء ملوک کا مسکن رہا کیا اور یمامہ میں جو نجد کا صدر مقام ہے ان کا پایۂ تخت تھا، اسی دوران میں عارضی طور پر بنی ہمدان بن حمیر نے بھی قبضہ کرلیا تھا لیکن بعد میں پھر طسم و جدیس نے غلبہ حاصل کیا اور یمامہ پر قبضہ کرلیا۔ طسم و جدیس عاد و ثمود کی طرح قبائل بائدہ (بے نام و نشان) میں سے ہیں، آخری زمانہ میں معاصی آلیہ نے ان کی تباہی کے اسباب مہیا کیے، اور آخر صفحۂ وجود سے حرف غلط کی طرح محو کردیے گئے جدیس کے بعض سلاطین کا شرمناک طرز عمل تاریخی اوراق میں محفوظ ہے کہ اس کا حکم تھا جو شادی تازہ ہو عروس شب اول اسکے یہاں لائی جائے، آخر ایک غیرت مند لڑکی نے اپنی شادی کے دوسرے دن کوچہ و بازار میں پھر کر اپنی قوم و قبیلہ کو اشعار کے ذریعہ سے غیرت دلائی جسکا نتیجہ انقلاب سلطنت کی صورت میں ظاہر ہوا، یہ واقعات تاریخ ابن خلدون

میں تفصیل سے موجود ہیں طسم و جدیس کے بعد نجد میں بنی حنیفہ کا غلبہ ہوا جنکے بعض تفاصیل آئندہ ہدیۂ ناظرین ہوں گے۔"

صدر اسلام میں نجدیوں کا وحشیانہ سلوک رسالتمآب جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور آپکی نبوت و رسالت کا شہرہ دور دور پہونچنے لگا تو نجد کے رہنے والوں میں سے ایک شخص ابو البراء عامر بن مالک بن جعفر ملاعب الاسنہ حضرت کی خدمت میں آیا اور اظہار اسلام کے بعد عرض کیا کہ اگر آپ اپنے اصحاب میں سے کچھ اشخاص کو نجد روانہ کریں اور اسلام کی دعوت دیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ انکی آواز پر لبیک کہینگے حضرت نے فرمایا میں اہل نجد کی شرارت سے ڈرتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ میں انکی جان کا ضامن ہوں، حضرت نے پورے طور پر عہد و میثاق لیکر چالیس شخصوں کو اصحاب میں سے اس کے ساتھ روانہ کیا جنھوں نے نجد میں جا کر بیر معونہ ایک کنوئیں کے پاس قیام کیا اور ایک خط عامر بن طفیل سردار نجد کے نام لکھکر ایک شخص کے ہاتھ بھیجا اُس نے خط دیکھنے سے پہلے قاصد کے قتل کا حکم دیا اور اہل نجد کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور اُن سب کو قتل کر ڈالا، مورخین اس واقعہ کو جنگ بیر معونہ سے یاد کرتے ہیں (ملاحظہ ہو سیرت ابن ہشام وغیرہ) اس سے اہل نجد کی حیثیت و بربریت اور خلاف انسانیت تعصب کا پورے طور پر اندازہ ہوتا ہے

دعوت اسلام اور اہل نجد سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جناب رسالتمآب نے تمام قبائل کے سامنے اسلام کی دعوت کو پیش کیا جسکے ضمن میں آپ بنی حنیفہ (اہل نجد) کے جائے قیام پر بھی تشریف لیگئے اور اُن کو خدا پر ایمان کی دعوت دی لیکن جس طرح اہل نجد نے آپکی دعوت کو رد کیا اُسکی نظیر کسی دوسرے قبیلہ میں نہیں ملسکتی

نجد میں جھوٹے مدعیان نبوت کی کثرت جناب رسالتمآب کی آخر عمر ہی سے غلط بیان دروغ گو مدعیان نبوت کی ابتدا ہوگئی تھی لیکن تاریخ کی روشنی میں ڈھونڈھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام عرب میں ایک اسود عنسی تھا جو یمن سے ظاہر ہوا تھا اور چونکہ یمن کی خاک ہمیشہ سے ایمان کا مرکز رہی تھی اور اُن لوگوں کے طبایع ضلالت و گمراہی سے فطرۃً دور تھے لہذا چند ہی روز میں وہ فتنہ خوابیدہ ہوگیا، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اُسنے حجۃ الوداع کے بعد ادعائے نبوت کیا اور حضرت کی زندگی ہی میں قتل کر دیا گیا لیکن نجد سے ایک ہی ساتھ تین شخصوں نے ادعاے نبوت کیا، مسیلمہ اور طلیحہ اور سجاح اور مسلمانوں کو اُنکے ہاتھوں جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اُنکا تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے،

مسیلمۂ کذاب کا فتنہ امام الحرمین سید زینی دحلان مفتی مکہ معظمہ نے اپنی کتاب فتوحات اسلامیہ میں

لکھا ہے کہ مسیلمہ بنی حنیفہ کے ایک گروہ کے ساتھ رسول کی خدمت میں آیا اور اسلام لایا اور خواہش کی کہ آپ اپنی وفات کے بعد حکومت میرے لیئے قرار دیں حضرت نے انکار فرمایا جس کو دل میں لے کر وہ اپنے شہر یمامہ میں واپس گیا اور ادعائے نبوت کر دیا وہ لکھتا تھا کہ میں محمدؐ کے ساتھ نبوت میں شریک قرار دیا گیا ہوں، تمام بنی حنیفہ نے اسکا اتباع کیا، ابن خلدون نے لکھا ہے کہ بنی حنیفہ یمامہ کے رہنے والے قبائل تھے، یاقوت حموی نے معجم البلدان میں یمامہ کے متعلق لکھا ہے معدودۃ من بلاد نجد یعنی یہ شہر بلاد نجد میں محسوب ہے"

اور ابن آلوسی بغدادی نے جو خود مذہب وہابیہ کے ایک رکن ہیں تاریخ نجد میں لکھا ہے:-

ومن نواحی نجد العارض وھو المسمیٰ بوادی حنیفۃ وبالیمامۃ وکان مرکز امارۃ ابن سعود علی کافۃ نجد الحاضرۃ والبادیۃ یعنی نجد کے مقامات میں سے عارض ہے کہ جسکا نام وادی حنیفہ اور یمامہ بھی ہے اور یہ ابن سعود کی حکومت کا تمام شہر و دیہات پر پایۂ تخت تھا جناب رسالتمآب کی وفات کے بعد جب حکومت کے معاملات میں ایک حد تک یکسوئی ہو گئی تو حضرت ابو بکر کے حکم سے خالد بن الولید کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا گیا جس نے اہل نجد سے مقابلہ کیا، یمامہ کی جنگ اسلامی تاریخ میں مشہور واقعہ ہے مسلمانوں کا لشکر ۴ ہزار اور نجدیوں کی تعداد ۴۰ ہزار تھی آخر سخت معرکوں کے بعد مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا اور مسیلمہ قتل ہوا، اس لڑائی میں بہت سے مشہور مہاجرین وانصار کام آئے تنہا صحابۂ رسول میں سے چھ سو ساٹھ بزرگوار اور دیگر مسلمانوں میں سے چھ سو آدمی شہید ہوئے، یہ ۱۲ ہجری کا واقعہ ہے (دیکھو تاریخ خمیس وغیرہ)

اہل نجد اور مذہب خوارج تیسرا فتنہ جو نجد کی ہوا کا تربیت یافتہ ہے فتنہ خوارج ہے جو جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین کا مخالف ہو گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھتے ہوئے انکے قتل وغارت میں مصروف ہو گیا اور آخر جنگ نہروان میں امیر المومنین کی تلوار سے قتل ہوا اوس میں اگر غائر نظر سے تجسس کیا جائے تو اکثر فرد یں اہل نجد میں سے دکھائی دینگی، ہم نے اسکو اپنی عربی کتاب "کشف النقاب عن عقائد ابن عبد الوہاب" میں تفصیل سے لکھا ہے لیکن اس موقع پر جناب رسالتمآب کے ایک بصیرت افروز ارشاد سے اس مطلب پر روشنی ڈالنا کافی سمجھتے ہیں، علامہ مجلسیؒ نے بحار میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے یمن سے جناب رسالتمآب کی خدمت میں ایک مقدار طلائے خالص کی روانہ کی، حضرت رسولؐ نے اسکو چار آدمیوں کے درمیان میں تقسیم کر دیا۔ اقرع بن حابس عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ عامری، زید بن خیل طائی، قریش اور انصار رنجیدہ ہوئے اور کہا کہ نجد کے بڑے بڑے

ادمیوں کو تو دیا جاتا ہے اور ہم محروم ہیں، حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو انکی تالیف قلب مقصود ہے، اسی اثنار میں ایک شخص حلقہ دار آنکھوں، ابھری ہوئی کنپٹیوں، منڈے ہوئے سر والا آیا اور کہا کہ اے محمد صلعم خدا سے ڈرو، حضرت نے فرمایا اگر میں خدا کی نافرمانی کرتا ہوں تو دنیا میں مطیع انکا کون ہے، خدا تو تمام عالم پر مجھ کو امین سمجھتا ہے اور تم لوگ مجھ پر اطمینان نہیں رکھتے، اصحاب میں سے کسی شخص نے جو بظاہر خالد بن ولید تھے اسکے قتل کی اجازت چاہی، حضرت نے منع کیا اور جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکے قبیلہ سے کچھ لوگ ہونگے جو قرآن پڑھیں گے اس طرح کہ انکے گلوں کے نیچے نہ اتریگا اور اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کمان میں سے تیر نکلتا ہے وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور اہل اصنام سے تعرض نہ کرینگے اگر میں انکو پاتا تو قبیلہ عاد کی طرح قتل کرتا۔ ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ذوالخویصرہ قبیلہ بنی تمیم میں سے تھا، اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہل نجد ہمیشہ سے اسلام کی عداوت رکھتے تھے جسکی وجہ سے تمام قبائل قریش سے زیادہ رسول کو انکی تالیف قلب کی ضرورت تھی۔ اسکے علاوہ ذوالخویصرہ تمیمی کے متعلق حضرت نے فرمایا ہے کہ اسکے قبیلہ سے وہ گروہ ہوگا جو عبادت میں ممتاز ہوگا لیکن مسلمانوں کے قتل میں دریغ نہ کریگا، اس قسم کے احادیث سب خوارج سے تعلق رکھتے ہیں اور ان اوصاف کو اگر وہابی گروہ پر منطبق کیا جائے تو ایک سرمو فرق نہ نکلیگا ذوالخویصرہ قبیلہ بنی تمیم نجد کے مشہور قبائل میں سے ہے اور خوارج نہروان کا سپہ سالار شبث بن ربعی بھی قبیلہ تمیم سے تھا اور خوارج بصرہ کا رئیس مسعر بن فدکی بھی تمیمی تھا اور اسکے بعد اگر نظر تتبع کو ذرا وسعت دو تو معلوم ہوگا کہ ابن عبدالوہاب نجدی بھی تمیمی ہے، اسکا سلسلہ نسب اسطرح ہے محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن برید بن محمد بن برید بن مشرف بن عمر بن معضاد بن ریس بن زاخر بن محمد بن علی بن وہب التمیمی اسکے علاوہ خوارج نہروان کے سرداروں میں سے زرعۃ بن برج طائی تھا اور اجا و سلمیٰ جو طئے کے دونوں پہاڑ ہیں نجد کی سرزمین پر ہیں۔

(۴) نجد سے فرقہ اباضیہ کا ظہور اباضیہ گروہ جو فرقہ خوارج کی ایک شاخ ہے۔ عمان و مسقط میں اس مذہب کو پوری مرکزیت حاصل ہے اور زنگبار میں اس فرقہ کے افراد کثرت کے ساتھ موجود ہیں، سال گذشتہ سرفراز رجب نمبر میں ہم نے اس فرقہ کے متعلق اپنے ناچیز معلومات کو اجمالی طور پر لکھا تھا انکا مورث اعلیٰ عبداللہ بن اباض بھی نجد کا پروردہ تھا، اباض بضم ہمزہ یمامہ کے صوبہ عرض میں ایک گاؤں ہے وہیں یہ شخص پیدا ہوا تھا اور اسی مناسبت سے اس فرقہ کو اباضیہ کہا جاتا ہے یہ عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت کا تذکرہ ہے،

نجد سے پانچواں فتنہ دوسری صدی ہجری کے واقعات میں سے نجدہ بن عامر کا خروج ہے

ابن اثیر نے کامل التواریخ میں لکھا ہے کہ یہ شخص عجیب و غریب عقائد رکھتا تھا اور اپنے تئیں امیرالمومنین کہلواتا تھا، شہرستانی نے ملل و نحل میں فرقہ نجدات عاذریہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ یہ لوگ نجدہ بن عامر حنفی کے اتباع ہیں، یہ شخص یمامہ میں ظاہر ہوا تھا اور علامہ ابن ابی الحدید کی تحریر کے موافق یمامہ و نجد میں اسکو پوری قوت حاصل ہوگئی تھی یہاں تک کہ یمن و طائف و عمان و بحرین ان تمام مقامات پر قبضہ ہوگیا تھا۔

چھٹا فتنہ نافع بن ازرق خارجی، یہ شخص بھی بنی حنیفہ اہل نجد میں سے تھا اُسکا عقیدہ تھا کہ حجاز دارالکفر ہے اور تمام مسلمان کافر و مشرک ہیں اور اُنکا ذبیحہ حرام ہے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اسکا تذکرہ کیا ہے۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں نقل کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں دس آدمی خوارج میں سے لائے گئے جن میں ۹ قتل کردیے گئے، دسواں شخص قتل کے لیے لایا گیا تھا کہ بجلی چمکی اور اُسکی زبان پر یہ اشعار جاری ہوئے:۔

تالق البرق نجدیا فقلت لہ ۔۔۔ یا ایہا البرق انی عنک مشغول

بذلۃ العقل حیران بمعتکف ۔۔۔ فی کفہ کعباب الماء مسلول

نجد کی جانب سے بجلی چمکی تو میں نے کہا کہ اے برق تابندہ مجھ کو تیری طرف توجہ کا موقع نہیں، اسیری کی ذلت میں مبتلا اس حال میں ہوں کہ سر پر پانی کی لہروں کی سی تلوار کھنچی ہوئی ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں تجھ کو اپنا وطن یاد آیا ہے اُس نے کہا کہ بیشک ا۔۔۔ امیر ایسا ہی ہے، خلیفہ نے اُسکو رہا کردیا۔ درحقیقت خوارج کے افراد کا تعلق بیشتر نجد کی سرزمین سے ہے:

(۷) **ارزمین نجد میں قرامطہ کا خروج** چوتھی صدی ہجری میں راضی باللہ ابوالعباس محمد بن مقتدر عباسی کا زمانہ تھا نجد سے قرامطہ نے خروج کیا اور تمام بلاد میں فتنہ و فساد برپا کیا، مکہ معظمہ پر قبضہ کرکے مسلمانوں کے کفر کا فتوی دیا اور اُنکے ساتھ مشرکین کا برتاؤ کیا۔ انکے واقعات پر اگر نظر کی جائے تو بہت کچھ وہابی گروہ سے ملتے جلتے ہیں، وہ بھی مسلمانوں کو بیدین سمجھتے تھے اور قتال کو اُنکے ساتھ واجب جانتے تھے قرامطہ کے فتنہ نے سرزمین عرب میں پوری اہمیت حاصل کرلی تھی، مختلف ممالک اسلامیہ سے حج موقوف کردیا گیا، بغداد کے علماء نے فتوی دیا کہ کوئی شخص حج کو نہ جائے۔ چنانچہ ۳۲۲ھ سے ۳۲۶ھ تک پانچ سال حج ملتوی رہا۔ (تاریخ الخلفاء و عینی شرح کنز الدقائق) بلکہ بعض علماء اہلسنت نے فتوی دیا تھا کہ حج میں سال سے فرض نہیں ہے جس سے اس فتنہ کی مدت کا پتہ چلتا ہے۔ (فتاوی قاضی خاں) اسمیں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ یہ فتنہ بھی نجد ہی کی آب و ہوا کا تربیت یافتہ تھا، قاموس اللغۃ فی اللغاع من ارض نجد کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ ھی قسمان نجد الحجاز و نجد العارض وقد خرج منہا القرامطۃ و مسیلمۃ

الکذاب والوھابیون، نجد دو حصوں پر مشتمل ہے نجد الحجاز اور نجد العارض اور انھیں بلاد نجد سے قرامطہ نے خروج کیا اور مسیلمہ کذاب نمودار ہوا اور یھیں سے وہابی فرقہ کا ظہور ہوا ہے۔

(۸) **وہابی فرقہ کی ابتدائی نشوونما** بھی نجد کی سرزمین جس سے بارہویں صدی کے ختم ہوتے ہوئے فتنۂ وہابیہ کا ظہور ہوا اور محمد بن عبد الوہاب نجدی کے خیالات عقائد کے لئے اس وحشی اور جہالت خیز و فتنہ پرور زمین سے زیادہ کوئی جگہ مناسب بل بھی نہیں سکتی تھی اس ملک کے سابقہ روایات خود اس تحریک کی کامیابی کے کافی ضامن تھے چنانچہ محمد بن سعود (عنیزہ کے سردار) کی قیادت میں یہ فتنہ پوری طرح اطراف نجد پر مستولی ہوگیا اور آخر ان نتائج بر آمد ہوئے جنھوں نے انسانیت کے دامن پر ہمیشہ کے لئے دھبہ لگا دیا ہے، ابن عبد الوہاب کے تعلیمات و خیالات میں تشدد و نارواداری ظلم و ستم بیجا تعصب کے دفعات خصوصیات کے ساتھ قرار دیے گئے ہیں جنکو اسلامی شریعت اور دعوت اسلام کے پردہ میں دنیا کے سامنے لایا گیا تھا اور اپنے اغراض نفسانیہ کے حصول کے لیے اسلامی روایات کو پوری طرح پامال کیا گیا تھا۔ اس فرقہ کی ابتدائی نشوونما سنہ ۱۱۵۰ھ میں ہوئی ہے اور جب سے اُس نے عالم وجود میں قدم رکھا مسلمانوں کی خونریزی اسکا اہم ترین فریضہ رہا کیونکہ محمد بن سعود نے ابن عبد الوہاب کی بیعت اسی شرط پر کی تھی کہ وہ اُسکے مخالفین کے قتل میں کوئی دریغ نہ کریگا جسکا نام جہاد فی سبیل اللہ رکھا گیا تھا (دیکھو تاریخ ابن آلوسی بغدادی)

پھر جس مذہب کی بنیاد مسلمانوں کی خونریزی پر قرار دی گئی ہو اُس سے کیا رواداری کی توقع ہوسکتی ہے چنانچہ وہی ہوا کہ اس کے قدم نجد میں جمنا تھے کہ ملک عرب میں قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا اور سیکڑوں بے گناہ جانیں ان سفاک ظالموں کی خون آشام تلوار ذنگی نذر ہوگئیں۔ نجد میں پورے طور پر اثر قائم ہونے کے بعد دوسرے ممالک اسلامیہ کی طرف اُنکے دست حرص و آز کا بڑھنا لازمی تھا، چنانچہ کئی مرتبہ پوری قوت کے ساتھ عراق پر حملہ کیا گیا، ان حملوں کی فہرست اور تفصیل ہمنے دو برس قبل ماہ شوال میں اخبار سرفراز کے اندر درج کی ہے اور اس دوران میں حرمین شریفین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پر اُنکا قبضہ ہوگیا اور سنہ ۱۲۰۸ سے سنہ ۱۲۲۰ھ تک شریف غالب سے جنگ قائم رہنے کے بعد شریف کو حجاز اُنکے رحم و کرم پر چھوڑ کر خالی کردینا پڑا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس جماعت نے حرمین کی پوری بے حرمتی کی اور ان بلاد مقدسہ کو دار الحرب قرار دیا، حجرہ نبی ؐ کے خزانہ میں جتنا زر و جواہر اور مال اسباب تھا وہ سب لوٹ کر لشکر میں تقسیم کر دیا گیا، اُسکی تفصیل جبرتی نے تاریخ عجائب الآثار میں لکھی ہے، باوجودیکہ یہ شخص وہابیوں سے حسن ظن رکھتا ہے اور اُنکے افعال پر قصیدہ خوانی اسکی کتاب کے اکثر مقامات پر نظر آتی ہے، اسی کے ساتھ مسلمانوں کو حج سے منع کردیا گیا اور منادی نے مکہ میں اعلان کیا کہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا جسکی وجہ سے ملک شام و مصر

حج موقوف ہوا اور ۱۲۲۱ھ سے چند سال تک حجاج کو محروم رہنا پڑا۔ اسکے علاوہ ۱۲۲۰ھ میں ابن سعود نے حکم دیا کہ جتنے قبے مکہ معظمہ کے اندر جنۃ المعلیٰ میں ہیں سب گرا دیے جائیں، چنانچہ جتنے مساجد و مشاہد مکہ معظمہ میں تھے وہ سب گرا دیے گئے جنۃ المعلیٰ کے تمام مقابر مولد نبیؐ مولد ابوبکرؓ قبۂ خدیجہ اور جہاں جہاں آئمہ و صالحین کے آثار تھے سب کو زمین کے برابر کر دیا گیا اور یہ لوگ مقابر و مشاہد کے انہدام کے وقت باجے بجا بجا کر گاتے تھے اور اہل قبور کو سب و شتم کرتے تھے اور کہتے تھے یہ وہ معبود ہیں جنکی غیر خدا پرستش کیجاتی تھی (خلاصۃ الکلام زینی دحلان شافعی مفتی مکہ معظمہ) مدینہ منورہ کے قبور کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا لیکن اس زمانہ میں مسلمانوں کے اندر احساس مذہبی کا فقدان نہ تھا اور سلاطین کے دل میں حمیت و غیرت تھی، مصر سے لشکر بھیجا گیا اور اوس نے حجاز کو وہابی اثرات سے بالکل صاف کر دیا اور نجد کے بلاد کو تباہ و برباد کر کے اس فرقہ کی پوری طرح سرکوبی کر دی، لیکن اسکے بعد رفتہ رفتہ پھر ان کو قوت حاصل ہوتی گئی اور برابر فتنہ و فساد کی ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے مگر حکومت ترکی کے رعب و ہیبت سے انکو سر اٹھانے کا موقع نہ تھا۔

ماضی و حال میں تطابق عرب کا مقولہ ہے التاریخ یعید نفسہٗ تاریخ ہمیشہ اپنے تئیں دہرایا کرتی ہے، موجودہ زمانہ میں اسلام کو نجدی گروہ کے ہاتھوں جن مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا یہ بھی اسی آغاز کا انجام ہے موجودہ پانچ سال کے واقعات، جنھوں نے مسلمانوں کے دل کو داغدار بنا دیا ہے کسی تبصرہ کے محتاج نہیں ہیں، ہلال شوال خود آئمۂ بقیع کا مرثیہ خواں اور اسکی آٹھویں تاریخ ان مشاہد مشرفہ کے لئے سوگ پوش ہے، اب شکوہ و شکایت اور مسلمانوں کی حمیت و غیرت کا مرثیہ پڑھنا بھی تقویم پارینہ ہو چکا ہے اور سلاطین اسلام کی ہمت و جوش مذہبی کی یاد دہانی بھی شغل بیکاری سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جبکہ خود اسلامی ممالک سے شرعی روایات کو رخصت کیا جا رہا ہے اور داخلی انتظامات کی ذیل میں اسلامی خودداری کو پوری طرح پامال کرنے کا سامان کر دیا گیا ہے، ایسی حالت میں سوائے اسکے کیا چارہ ہے کہ بارگاہ احدیت میں نصرت اور تائید غیبی کے لیئے دعا کیجائے، شاید "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند"، اللّٰھم عجل فرجہ ولیک وابن ولیک وسھل مخرجہ

(مولانا سید علی نقی النقوی از نجف اشرف)

عید نوروز

بنائے خلیل اللہی کی طہارت

سلالۂ نسل اسماعیلی کی وصایت

امیر المومنین علیہ السلام کی ظاہری خلافت

دنیا میں کوئی خوشی ایسی نہیں ہے جسکے پہلو میں کوئی غم نہ ہو اور کوئی غم ایسا نہیں ہے جسکے بعد خوشی کی رونمائی نہ ہو چنانچہ اس ماہ مبارک میں بھی اگر یکم ماہ شوال کو عید الفطر کی مسرت نے ہمارے دل کو باغ باغ کر دیا اور تعمیل حکم الٰہی کی تکمیل سے ہماری ایمانی روح بالیدہ ہوگئی تو آٹھویں شوال کو بربادی جنت البقیع کی یادگار نے ہمارے دلوں کو تڑپا کر خون کے آنسو رلا دیا مگر اسی کے بعد ۱۹ شوال کو عید سعید نوروز نے اپنی عالم افروزی سے ہماری قلب و دماغ کو منور کر دیا اسلئے نہیں کہ جاڑے کا موسم ختم ہو کر فصل بہار کا آغاز ہوا اور اس موسمی تغیر و تبدل سے ہمارے قلوب محظوظ و لطف اندوز ہونے لگے بلکہ اس لئے کہ خدا کے دو خاص بندے خلیل اللہ و ذبیح اللہ جس گھر کی طہارت کے لئے اپنے پروردگار کی جانب سے مامور ہو کر طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود کے خطاب سے مخاطب و مشرف ہوئے تھے اور جس پر ان دونوں کی وفات کے بعد پتھر کے بولنے اپنا مخالفانہ قبضہ جما لیا تھا وہ آج انھیں دونوں کی نسل طیب سے پیدا ہونے والے ولی خدا کے ہاتھوں نجاست اصنام و انداد سے پاک و طاہر ہو کر طواف واعتکاف اور رکوع و سجود کے قابل ہو گیا اور وہ ولی خدا اس خدمت کے معاوضہ میں خاتم الانبیاء کا وصی قرار دیدیا گیا، ہم اس بحث پر آج سے تین سال قبل اخبار مشرق گورکھپور کے ایک معرکۃ الآرا مضمون کے جواب میں بہت تیز روشنی ڈال چکے ہیں اور آیات و احادیث اور تفسیر و تاریخ سے عید سعید نوروز کے لئے اسلام میں ایک باوقار جگہ ثابت کر کے یہ دکھلا چکے ہیں کہ آج کے روز کتنی عیدوں کا اجتماع اور کتنی مسرتوں کا جمگھٹا ہے اس مضمون میں بعینہ ان سب کا اعادہ مقصود نہیں ہے بلکہ جو کچھ عرض کرنا ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہ عید سعید باوجود بہت سی عیدوں کا مرکز ہونے کے جن خاص جہتوں سے اہل اسلام کی نظروں کو جذب کر رہی ہے وہ صرف خانۂ کعبہ کی طہارت اور علی کی وصایت ہے، علی کے جد امجد

حضرت ابراہیم خلیل نے بت خانہ نمرودی کے بتوں کو صرف ایک ہی مرتبہ توڑا تھا اور بڑی کوشش سے توڑا تھا مگر پھر بھی پورا بت خانہ صاف نہو سکا اور ایک بت باوجود اس کد و کاوش کے چھوٹ ہی گیا اگرچہ مصلحت چھوٹا مگر چھوٹا اور علی نے متعدد مرتبہ بت شکنی فرمائی جسمیں سے کسی ایک کا بروز نوروز واقع ہونا (جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں) کوئی تعجب کی بات نہیں ہے حضرت اسماعیل کی وفات کے بعد سے زمانہ جناب خاتم الانبیاء تک اگرچہ زمانہ فترۃ کا طول غیر معمولی طول تھا اور اس درمیان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا لیکن ماننا پڑے گا کہ یہ زمانہ بھی اوصیاء حضرت اسماعیل سے خالی نہیں رہا لیکن انمیں سے کسی ایک کو اپنے موصی کے بنائے ہوئے گھر کی طہارت کا موقع نہ ملا یہ شرف کاتب ازل نے علی ہی کے نام پر تحریر فرمایا تھا۔

جنھوں نے اس بت پرستی و جہالت کے سیلاب میں سارے بتوں کو توڑ پھوڑ کر خانۂ کعبہ کو نجاست اصنام سے پاک و صاف کر کے اسلام کی نیو جمادی، اور خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کے گھر میں ایک بت کو بھی رہنے نہ دیا یہ فضل و شرف اگرچہ آپکی مقدس ذات کو کل اوصیائے حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی ذوات مقدسہ سے افضل و اشرف ثابت کرنے کے لیے کافی و وافی ہے لیکن وہ شرافت و فضیلت جو آپکو حضرت خاتم الانبیاء کا وصی و خلیفہ و جانشین مقرر ہونے سے حاصل ہوئی ہے اُسکی اوج و رفعت کے ادراک سے طائر وہم و خیال بھی معترف عجز و قصور ہے اور یہی دونوں جہتیں اس عید سعید کی اہمیت کو تمام عیدوں سے بالاتر ثابت کر رہی ہیں اور چونکہ یہ دونوں عیدیں نوروز ہی کے دن واقع ہوئیں ہیں اس وجہ سے یہ دن بھی اہل اسلام میں ایک خاص اہمیت کا مالک ہو کر محبان علی کے لیئے ابواب شادمانی کی کلید ہو جاتا ہے اس لیئے کہ وصایت امیرالمومنین اسلام کا وہ مشہور واقعہ ہے جس سے کوئی اسلامی تاریخ کا ناظر انکار نہیں کر سکتا منتہائے کار یہ ہے کہ آیۂ تبلیغ کی شان نزول اور اُسکی تفسیر اور حدیث غدیر کے معانی میں اختلاف کرے گا لیکن متن حدیث میں کوئی اختلاف نہیں کر سکتا اور ماننا پڑتا ہے کہ غدیر خم میں جس مرتبہ کا اقرار و اعتراف حضرت رسول نے حاضرین دربار سے اپنے نفس کے لیئے لیا تھا اُسی مرتبہ کا اعتراف علی کے لیئے بھی کرایا تھا اب وہ مرتبہ جو کچھ بھی ہو اس سے بحث نہیں مگر نفس نبی اور نفس علی کا متحد المراتب ہونا ثابت ہے اور اس سے بالاتر کوئی فضیلت متصور نہیں ہو سکتی اور بالفرض محال اگر حدیث غدیر نص خلافت نہ بھی ہو تب بھی یہ اتحاد نفسانی آپکے استحقاق خلافت میں کافی و وافی ہے اب رہا واقعہ عود خلافت ظاہری کا تو وہ بھی اگرچہ حق کے اپنے محل و مکان پر واپس آجانے سے کچھ کم مسرت انگیز و فرحت خیز نہیں لیکن بمقابلہ واقعہ وصایت و ولایت کے ہماری نظر میں کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتا اس لیئے کہ جب آپکی ولایت و وصایت اور آپکا استحقاق خلافت یوم غدیر ثابت ہے تو

جسوقت سے رسولؐ کی آنکھ بند ہوئی اُسیوقت سے آپکی خلافت مسلّم ہے اور آج کوئی نئی بات حاصل نہیں ہوئی ہے حکومت ظاہری کا ملنا یا نہ ملنا ثبوت استحقاق کے بعد یکساں ہے اور جو لوگ آپکے حرمان کا باعث ہوے وہ اسکے ذمہ دار ہیں خلافت ظاہری آپکی زینت و وقار کا موجب نہیں ہوئی بلکہ آپکی مبارک و مقدس ذات نے خلافت میں چار چاند لگادیے اور اُسکو مزین و باوقار کر دیا اہمیت تو جب ہوتی کہ جب کوئی غیر حاصل شدہ شئے آپکو حاصل ہوجاتی منتہائے کار یہ ہے کہ کل تک آپ بظاہر حاکم نہ تھے زمام حکومت آپکے ہاتھ میں نہ آئی تھی آج وہ بھی ہاتھ آگئی پھر اسمیں بہ نسبت وصایت و ولایت کے کون سی اہمیت ہے خصوصاً اسوجہ سے کہ خود حضرت نے اُسکو بڑی کراہت سے قبول کیا تھا اور انتہائے اصرار کے بعد جب آپنے قبول نہ کرنے کی صورت میں اسلام کے نقصان کا یقین کر لیا تو بشرطہا و شروطہا منظور فرماکر تخت خلافت پر قدم رکھے،

لکھنے والے لکھتے ہیں کہ آپکی خلافت کا زمانہ بڑے فتنہ و فساد اور خانہ جنگی کا زمانہ تھا جس میں اسلام کو بڑا بھاری نقصان پہونچا ہزاروں جانیں تلف ہوگئیں، فتنہ و فساد تو مسلّم ہے لیکن اُس سے علی کی ذات پر کیا الزام آسکتا ہے اسکی ساری ذمہ داری اُن لوگوں کے سر ہے جو ان فسادات کا موجب ہوے علی کی شجاعت اور آپکی اعلیٰ سیاست تو اسی سے ظاہر ہے کہ جتنے معرکہ اس ہنگامہ حکومت میں آپکو پیش آئے اُن سب میں آپ ہی فتحیاب ہوے کسی میں آپنے شکست نہیں کھائی باقی رہا معرکہ صفین تو اُسمیں بھی آپکی ہزیمت نہیں ہوئی بلکہ وہ معرکہ التوائے جنگ کے معاہدہ پر ختم ہوگیا اور قبل اختتام میعاد آپ شہید ہوگئے اگر معاہدہ کی مدت آپکی حیات میں ختم ہوجاتی تو پھر دنیا دیکھ لیتی کہ فتح کا سہرا کس کے سر بندھتا۔ اور بالفرض والتسلیم ایسے فسادات سے تو زمانہ پیغمبر بھی خالی نہیں رہا اور خلفائے سابقین بھی اس سے محفوظ نہیں رہے اور حضرت عثمان تو انھیں فسادات کی بدولت جاں بحق تسلیم ہی ہوگئے، فسادات کا ہوجانا علی کی اعلیٰ سیاست پر دھبہ نہیں لگاسکتا اب رہی خانہ جنگی تو واضح ہے کہ آپکے گھر میں اور آپکے اہلبیت میں کوئی نزاع لفظی بھی نہیں ہوئی چہ جائیکہ جنگ و پیکار اور جو لوگ ایسے آمادۂ جنگ و پیکار و مستعد کارزار ہوے وہ اہلبیت اور گھر والوں میں داخل و شامل نہ تھے اور نہ ہوسکتے ہیں بلکہ وہ سب کے سب باغی تھے جنکا مقابلہ اطاعت امام مفترض الطاعت کی طرف واپس لانے کے لئے از روے قانون اسلام ضروری تھا چنانچہ اُنمیں سے بہت سے واپس آگئے اور بہت سے قتل ہوگئے جنگ جمل اور جنگ صفین اور جنگ خوارج سب اسی احاطہ میں داخل ہیں،

بہرحال یہ اعتراض کسی ناظر منصف کی نظر میں نہ کوئی وقعت پیدا کرسکتا ہے اور نہ اس سے سیاست علویہ

پر کوئی حرف آسکتا ہے اور آپکی یہ ظاہری حکومت بھی اسلام کو بیشمار فوائد پہونچانے میں اُتنی ہی کامیاب ہے جتنی آپکی گوشہ گیری اس مطلب میں کامیاب تھی والحمد للہ علی ذلک

یہ واقعہ ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ ہجری کا ہے جبروز آفتاب برج حمل میں داخل ہوا تھا چنانچہ اُسی کی یاد تازہ رکھنے کے لئے تحویل آفتاب کے وقت نذر امیر المومنین دلائی جاتی ہے اعمال ماثورہ ادا کیے جاتے ہیں مومنین باہم مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں لباس نفیس پہنتے ہیں عطر لگاتے ہیں ایک دوسرے پر پانی چھڑکتے ہیں مبارکباد دیتے ہیں تحف و ہدایا بھیجتے ہیں نفقات کو وسیع کرتے ہیں اعمال خیر کی بجاآوری میں مصروف رہتے ہیں اور ان سب امور سے تقرب خدا و رسول کے خواہشمند رہتے ہیں۔ یہ سب امور فی حد ذاتہ جائز و مباح بلکہ مسنون و مستحب ہیں اور انمیں منہمک ہونا بہرحال اولی ہے اب رہے وہ امور جو ہماری غلط فہمیوں سے ہم میں رائج ہوگئے ہیں مثلاً رنگ پاشی یا نذر دلاکر دیبوں کا ہاتھ میں لیکر بجانا اور اہل و عیال میں دست بدست پھرانا یہ سب بوجہ تشبہ کفار ناجائز و ممنوع ہیں اہل ایمان کو انسے احتراز لازم ہے اور اہل ایمان کی شان ایسے امور سے اجل وارفع ہے خداوند کریم محفوظ رکھے۔ یہ سچ ہے کہ بچہ غیر مسلمین کی حرص میں رنگ پاشی کی خواہاں ہوکر ماں باپ کو مجبور کرتے ہیں مگر ماں باپ کا فرض ہو کہ وہ اپنے بچوں کو ایسے امور سے باز رکھنے کی کوشش کریں اور ہرگز اُنکے نامشروع خواہشات کو قبول نہ کریں اور انھیں مخالفت شرع پر جرأت نہ دلائیں اور ایسی حرکات کا عادی نہ ہونے دیں ہماری خوشی اُسمیں ہو جسمیں شرع شریف ہم سے راضی و خوشنود رہے اور جس امر میں شارع مقدس کی رضامندی نہ ہوئی اگرچہ ہمارے حظ نفس کا باعث ہو مگر وہ اتباع خواہشات نفسانی کے تحت میں داخل ہے اور ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ (ایڈیٹر مدیر)

عرفان - یہ ایک ماہوار علمی و مذہبی رسالہ ہے جو زیر ادارت جناب سید ذاکر حسین صاحب اختر بہرلی ضلع انبالہ سے شایع ہوکر قوم میں نفخ روح ایمان و عرفان کا بہترین ذریعہ ثابت ہو رہا ہے سید صاحب موصوف ایک کہنہ مشق اہل قلم ہیں اخبار اثنا عشری دہلی ایک عرصہ تک آپکے ادارت میں شایع ہوتا رہا اور یہ رسالہ بھی جس پیمانہ پر شایع ہو رہا ہو بہرحال قابل قدر اور اسم با مسمی ہے عوارف ربانیہ کا معدن اور معارف ایمانیہ کا مخزن ہے ہم اپنے ناظرین سے اسکے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں تین روپیہ سالانہ چندہ ہے ۳ جز کا حجم ہے کتابت طباعت کاغذ نہایت عمدہ و دیدہ زیب،

آزادی اور اسکا اصلی مفہوم

آزاد ہوں میں اور میرا مشرب ہے صلح کل
ہرگز کسی سے بغض و عداوت نہیں مجھے

الفاظ کے لیئے بغیر اطلاع وضع واضع کے معانی کا مصوّر ہونا ضروری نہیں ہے اور حسن معنی حسن لفظ کا محتاج ہے مگر یہ لفظ اسقدر خوشنما اور خوش آیند ہے کہ اگر اسکو لکھا ہوا دیکھتے ہیں تو آنکھوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے اور کانوں میں اسکی آواز آتی ہے تو وہ لطف اندوز ہوتے ہیں اس لفظ کی خوبی ہی سے ظاہر ہے کہ اسمیں اور اسکے موضوع لہٗ میں کوئی امتیاز نہیں ایک ناواقف انسان بھی اگر زرا بھی ہوشیار ہو تو صرف اس لفظ کو دیکھکر اس کے معنی سمجھ سکتا ہے اور جو الفاظ اس کے مغز کے واسطے بمنزلہ قشر ہیں انہیں بھی اس مغز کے خواص نظر آجاتے ہیں

مغز اور پوست دو مختلف چیزیں ہیں تاہم جو ثمر ایسا ہو کہ اس کے مغز کے خواص پوست سے ممتاز ہوں وہ ایسا طاقتور نہیں ہوتا جیسا کہ وہ ثمر جس کے مغز اور پوست میں چنداں مباینت نہ ہو، انگور اور ناریل طاقت بخشی کے اعتبار سے یکساں نہیں ہو سکتے اسلیئے ناریل کو مع پوست نہیں کہا سکتے بخلاف انگور کے جس کے مغز میں اتنی طاقت تھی کہ اس نے پوست کو بھی اتنا لطیف بنا دیا کہ مباین اجزا کا اسمیں شمول نہ ہو سکا اس لیئے وہ مع پوست استعمال کیا جاتا ہے۔

یہی حال بعینہ آزادی کے لفظ و مفہوم کا ہے یعنی آزادی اپنے مفہوم کی ایسی طاقتور مبلغ ہے کہ جس کے احاطہ میں کہیں بھی ضعف و مباینت کا پتہ نہیں یہانتک کہ جو صورت عالم لفظ میں دکھائی دیتی ہے وہی عالم معنی میں بھی نمایاں ہے، بخلاف اسیری و قید کے کہ اس کے حرفوں میں بھی تقید کی شان نمایاں ہے۔

بہر حال ہم مفہوم ہی کو اچھا سمجھتے ہیں اور اسی کی طرف ناظر و نگراں ہیں لفظ صورتا موافقت کرے یا نہ کرے پھر اگر آزادی کوئی اچھی چیز ہے تو چونکہ قدرت کی طرف سے کوئی بخل نہیں ہے لہذا وہ ہمکو ضرور ملنا چاہیئے اور مل سکتی ہے بلکہ ملی،

اسلام لوگوں کو آزاد بنانے آیا ہے یا غلام؟

سوال مذکور کا جواب اس امر کے سمجھ لینے کے بعد ذہن میں آسکتا ہے کہ انسان خلقۃً کامل پیدا ہوا ہے

یا نہیں؟ آسانی کے ساتھ اسکا جواب نفی میں متصور ہوتا ہے کوئی نومولود ہرگز ایسا نہیں ہوتا جیساکہ ایک سن رسیدہ اپنے مدارج عمر کو طے کئے ہوئے اور تمام کمالات جسمانی و روحانی کو حاصل کیے ہوئے ہوتا ہے، مبدء اول سے اتصال قرب رکھنے والوں (معصومین) کا ذکر نہیں وہاں تو صغیرنا وکبیرنا سواء کا منظر نظر آرہا ہے ان حضرات کے چھوٹے بڑے سب یکساں ہیں ذکر تو ہم لوگوں کا ہے جو بدو خلقت میں نقصانات کا مخزن ہوتے ہیں پھر یہ نقصانات ہمارے واسطے اسباب اسیری سے کیوں نہ تعبیر کیے جائیں، کچھ بندشیں تھیں جن سے انسان ابتدائی مراتب میں جکڑا ہوا تھا کچھ تقیدات تھے جنمیں یہ اسیر تھا، اب یہاں پر دو چیزیں ہیں ایک انسان کی ذات دوسرے وہ بندشیں پھر یہ تو ماننا ہی پڑیگا کہ اسکی ذات کے اندر بندشوں کا وقوع نہیں اسکی ذات فی نفسہ کامل ضرور ہے فطرت نے اُسے ناقص نہیں بنایا لیکن خارج سے کچھ مصلحتوں کے ماتحت تقیدات کے جال میں اسکو پھنسنا پڑا ہے یہی وہ ابتدائی نقصانات ہیں جنکو غلامی کے آثار سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر ایسا نہیں ہوسکتا کہ قدرت نے مذکورہ تقیدات کی اسیری سے رہائی کی کوئی صورت نکالی ہو نکالی اور ضرور نکالی ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت کی کارسازیاں انھیں رہائیوں کی ذمہ دار ہیں اور ابتدائے ولادت سے اسکی رفتار تفصیل و تدریج کی ماتحت رہتی ہے بچہ اپنی ولادت کے بعد اگر کمزوری اور ناتوانی کا اسیر ہوتا ہے تو قدرت رفتہ رفتہ اُسے توانائی دیکر اس قید سے رہا کردیتی ہے وہ بےشعوری کے محبس میں محبوس ہوتا ہے تو اسپر رفتہ رفتہ عقل کی شعاعیں ڈالکر آخر میں اُسے ایک ذی ہوش عقلمند بناکر اس حبس سے بھی رہائی دیدیتی ہے اور جب عقل و تمیز آگئی تو اُس کی باقی زندگانی میں عارض ہونے والے تقیدات سے رہائی حاصل کرنے کے لیئے ایک ایسے قانون اور لائحہ عمل کی ضرورت ہوتی ہے جو اُسے ہر تقید سے رہائی دلاکر اُسکی زندگی کے ایام کو آسائش سے بسر کرادینے کا ذمہ دار ہو، مسلمان سمجھ چکے ہیں کہ وہ قانون سوائے اسلام کے اور کوئی نہیں ہی غلطی ہے تو اس جگہ کہ آزاد کنندہ قانون کے پابند کو بھی کوئی غلام کہے یہ بالکل دانائی سے بعید ہے آزادی چاہنے والا ضرور ایک قانون کا پابند رہتا ہے جس پر عمل کرنے سے اُسکے مقاصد آزادی میں کامیابی ہو، اسوقت عام طور پر ہم سے اور آزادی چاہنے والوں سے اس امر میں نزاع ہے کہ وہ صرف آزادی کی طلب میں ایک آواز نکالا دیتے ہیں اور جو لائحہ عمل اُن کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جس سے وہ آزاد ہوسکتے ہیں اُسکی پابندی کو بھی وہ اسیری سے تعبیر کرتے ہیں، آزادی کی تحصیل پابندی پر موقوف ہے یاد رکھیے بغیر اسکے آزادی ناممکن ہے ایک متنفس بھی کوئی مجھے ایسا نہیں دکھا سکتا جس نے آزادی کو بغیر پابندی کے حاصل کیا ہو۔

اسلام آزاد کنندہ قانون کیونکر ہے

اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جسمیں آزادی کی مصلحت جاگزیں نہ ہو دعویٰ تو اسکا یہ کہ خدا کے بندہ ہو لیکن یہ عجیب بندگی ہے جو عین آزادی کے جواہر اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے آپکو معلوم ہے کہ خدا کیا چیز ہے ؟ خدا اُس ذات کا نام ہے جسمیں کوئی عیب نہیں ہر طرح کی خوبیاں اُسی میں جلوہ گر ہیں اور وہی ذات قدرت کاملہ کی مرکز ہے، یہ تو خدا کی تعریف ہوئی اب ذرا اُس کی بندگی کے معنوں پر بھی توجہ کیجیے یعنی ایسے اعمال و افعال کا بجالانا جس کے ذریعہ سے بجز اُسکے کسی غیر کی طرف رجوع نہ ہو سکے جسکا نتیجہ تخلق باخلاق الٰہی اور اُسکی ذات سے تشبہ پیدا کرنا ہے، یہ اغراض حاصل ہو جانے کے بعد بے نتیجہ نہیں رہتے تخلق سے خلق حاصل ہوتا ہے اور تشبہ سے مشبہ بہ کا پرتو مشبہ پر آتا ہے اور جب خدا سے تشبہ ہوا اور اُسکے کچھ اخلاق سے حسب امکان متصف ہوا تو اُسکے صفات اقتداریہ کا مظہر بھی انسان ضرور ہوگا جنمیں سے ایک ارادہ کا نفوذ اور مشیت کا حسب مطلوب وقوع ہے معلوم نہیں آزاد کا مطلوب سوائے اسکے اور کیا ہے آزاد یہی چاہتا ہے کہ جو میں چاہوں وہی ہو آزادی کی طلب اسی واسطے کی جاتی ہے کہ آزاد کی آزادی میں روڑے نہ اٹکیں خدا کی بندگی اسکی ذمہ دار ہے جب یہ اپنے نقطہ کمال تک پہونچتی ہے تو بندہ کو یہی مطلوب حاصل ہو جاتا ہے مسلمانوں سے اور شیعوں میں سے کون ایسا ہے جسکا یہ اعتقاد نہ ہو کہ حضرت ختم المرسلین اور ائمہ معصومین خدا کی مدد سے اپنا ہر مقصود پورا کر سکتے تھے وہ جو چاہتے کر لیتے اور جو چاہا وہ کر لیا پھر بتائیے وہ آزاد تھے یا نہیں آزاد سر تا بہ پا سے آراستہ نہیں ہوتا حریت کی حقیقی تعریف انجاح مرام میں کسی مانع کا حائل نہ ہونا ہے جبکہ اسلام خدا کی بندگی کی دعوت دیتا ہے اور بندگی اسیر کر کے آزاد بناتی ہے تو اسلام آزاد بنانیوالا ٹھہرا یا غلام بنانیوالا ؟

آزادی اسلام میں منحصر ہے

احکام اسلام پر عمل کرنے کے سوا کوئی اور طریقہ دنیا میں حصول آزادی کا نہیں ہے

کوئی مذہب یا کوئی سوسائٹی بجز اسلام کے آزادی کی دعوت نہیں دے سکتی

اسلام کے احکام پر عمل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکا ہر ایک حکم آزادی کی بشارت دیتا ہے اسکے رؤس احکام چھ ہیں نماز، روزہ، حج، زکواۃ، خمس، جہاد، ۔

نماز مصلی کو باور کراتی ہے کہ بجز ذات معبود یکتا کے عالم بھر میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس پر دل مائل

ہو وہ ماسوی اللہ سے مستغنی کرنے کا ایک قوی آلہ ہے اس آلہ کا استعمال اگر حد کمال پر ہو تو تمام خواہشوں اور دنیا
بھر کے مرغوبات سے جو خدا کی مرضی سے تعلق نہیں رکھتے انسان بے پروا ہو جائیگا۔ اِنَّ الصلوٰۃ تنھیٰ
عن المنکر و الفحشاء اور جب یہ خدا اور خدائی کاموں کے علاوہ ہر چیز سے مستغنی و بے نیاز ہو گیا جس کے
زیر اثر یہ پہلے تھا اور جسکا اسیر بنا ہوا تھا تو بتائیے کہ آزاد ہوا یا نہیں،

اسی طرح روزہ جو تمام مفطرات سے احتراز کا نام ہے روزہ کا مشاق اور صائم الدہر جبکہ اپنے قوائے
نفسانی کو مضمحل کریگا تو وہ کس خواہش کا اسیر ہو سکتا ہے، اکل لیل و امساک نہار سے مشتہیات نفس
کے متعلق ایسا اعتدال حاصل ہو جاتا ہے جس سے جذبات کے دباؤ میں انسان نہیں آسکتا یہی اوصاف
اُس سے بالکل علحدہ ہو جائینگے غذا وغیرہ کا ترک و فعل صرف عاقلانہ رہیگا اور کوئی کام اُسکا جذبات سے
متاثر ہو کر نہ ہوگا یہ اُنکی اسیری سے بالکل آزاد ہو جائیگا،

حج بھی نماز کی طرح غیر خدا سے بُعد اور خدا کی طرف نسبت رکھنے والے گھر سے جسمانی و روحانی قرب کا موجب
ہے، حج کا حکم وجوب کی حیثیت سے اگرچہ عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ ہے لیکن استحبابی حدود میں اُسکی تعداد
محدود نہیں ہے متعدد حج کرنے والا انسان ہر جگہ کو چھوڑ کر اپنے خدا ہی کی یادآوری کرانے والے مکان سے
متصل رہتا ہے، حب وطن کا شغف جو ایک قوی جذبہ ہے اور اسیر کرنے والی طنابیں اُسکی نہایت مضبوط
ہیں حج کرنے والا ان سب طنابوں کو توڑ کر کامل آزاد ہو جاتا ہے سکون دائمی اور ہمیشہ ایک جگہ پڑے رہنا
سیاحت کے خلاف نفسانی خواہش کے ماتحت بشر میں ایک زبردست نقصان ہے جسکی تکمیل حج سے ہو جاتی
ہے اور حج کرنے والا اس نقصان کی اسیری سے آزاد ہو جاتا ہے، حج کرنے والے میں ایک جہاں گرد سیاح
بننے کی طاقت موجود ہو جاتی ہے اگر سیاحت قید کے خلاف ایک آزادی سمجھی جائے تو حج میں بھی وہی
آزادی حاصل ہے،

خمس و زکوٰۃ بھی بہت بڑی آزادی عطا کرنے کی ذمہ دار ہے حب مال کے جذبہ کا پر طاقت ہونا کسے تسلیم
نہیں دیگر جذبات سے اسکا مرتبہ بالاتر ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جان دینے پر اسکو ترجیح دی جاتی ہے
لہذا جذبۂ روح اور حب تعلقات سے اس جذبہ کی قوت زیادہ مسلّم ہوئی لیکن زکواۃ و خمس کا ادا کرنے والا اس قید
سے بھی آزاد رہتا ہے، یہ دونوں حکم اور اُسکی تحدید تعیین نصاب اور دیگر شرائط کی تعمیل انسان کو حد
اعتدال پر لاتی ہے، جب مال کے صرف کرنے اور نہ کرنے اور اُسکو دینے اور نہ دینے کے حدود معین ہو گئے
اور اس بنا پر انسان کی رفتار مبنی ہوئی تو بہیمانہ حرکات کی مداخلت نہیں ہو سکتی، ان دونوں حکموں پر عمل کرنے
والا جب کبھی مال نہ دیگا تو کسی جذبہ سے متاثر ہو کر ایسا نہیں کریگا اور دیگا تو بھی کسی اثر سے متاثر

نقد و تبصرہ

آیۂ فضل حیدری ترجمہ قصیدۂ سید اسماعیل حمیری ایک مشہور و معروف اور مقبول قصیدہ ہے جسمیں حالات غدیر مافوق العقول فصاحت و بلاغت کے ساتھ نظم کیے گئے ہیں اور بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ شیعیان اہل بیت کو یہ قصیدہ بطور وظیفہ پڑھنا چاہیئے، چونکہ ایسے قصیدہ کا ترجمہ عام فہم زبان میں عربی نہ جاننے والوں کے لیئے ضروری تھا لہذا اس اخلاقی فرض کو جناب فضیلت مآب مولانا السید انور حسین صاحب ادیب فاضل و ممتاز الافاضل نے پورا کرکے ایک گرانقدر خدمت قوم و مذہب کی ادا فرمائی ہے ترجمہ نہایت سلیس و عام فہم و بامحاورہ ہے ۲۴ پیمانہ کے سفید کاغذ پر طبع ہوا ہے کتابت طباعت بھی اچھی ہے قیمت ۵ر مولوی سید شاکر حسین صاحب مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ کے پتہ سے طلب کیجیئے۔

کلیات گوشہ نشین جناب سید برکت علیشاہ صاحب قبلہ گوشہ نشین وزیرآباد پنجاب کے کلام بلاغت نظام کا وہ دلکش مجموعہ جسمیں بجائے گل و بلبل اور فرضی محبوبوں کے مخرب اخلاق افسانوں کے مواعظ و نصائح اور جذبات قومی و مذہبی کو ابھارنے کی بے حد کوشش کی گئی ہے اور ہر نظم ایک موضوع خاص پر لکھی گئی ہے اور باایں ہمہ لطائف شاعری سے بھی بھرپور ہے مع سرورق ۱۰۰ صفحہ کا حجم ہے کتابت طباعت کاغذ سب اچھا ہے قیمت ۸ر منیجر خواجہ بک ایجنسی لاہور سے طلب فرمائیے۔

تقویم نور روز عالم افروز یہ تقویم جناب سید تجمل حسین صاحب جعفری منیجر کتب خانہ امامیہ چوک بازار ملتان (پنجاب) نے مرتب فرمائی ہے جسمیں ایک دلکش نظم اور اعمال نوروز اور زائچہ نوروز کے علاوہ تقویم کی معمولی جدول نیز تاریخہائے ولادت و شہادت حضرات معصومین و اوقات تحویل بلاد مختلفہ نہایت عمدگی سے درج کیے گئے ہیں اعمال کتب متداولہ سے منقول ہیں جسمیں ہمیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے اب رہا زائچہ تو وہ منجمین کا ظن و تخمین ہے جس سے ہمارے یقینیات اور اعتقادات کو کوئی تعلق نہیں اور تاریخ ہائے ولادت و شہادت میں بھی بعض تاریخیں لائق تطبیق ہیں جنھیں علمائے موجودین کے مختار کے موافق ہونا چاہیئے لکھائی چھپائی کاغذ اچھا ہے قیمت ۱ر

تاریخ معاویہ یہ کتاب ہدایت نصاب جسکا اصلی نام "النار الحامیہ للفئۃ الباغیہ" اور تاریخی نام تاریخ معاویہ ہے الدرۃ الغالیہ فی مناقب معاویہ کا وہ جواب ہے جو حالات معاویہ پر بہت تیز روشنی ڈال رہا ہے جناب سرکار شریعتمدار ناصر الملۃ والدین ابو الفضل نجم الدین آقا السید ناصر حسین صاحب قبلہ

دام ظلہ العالی کی سماعت و اصلاح سے مشرف اور جناب شاہ محمد حسین صاحب (قطب الارشاد) حنفی چشتی قادری ساکن بدرکمہ ضلع بلند شہر کی تقریظ سے بھی مزین ہے، جناب مولوی سید حسن علی صاحب وقار متوطن منڈیاہو ضلع جونپور کے قلم فیض رقم کا اثر ہے جسے جناب ممدوح نے انتہائے تہذیب و متانت سے کام لیکر معلومات کا خزانہ اور تحقیقات کا معدن بنا دیا ہے ۵ جز کا حجم ہے ۸ قیمت ہے، جناب مصنف سے بہ نشان مفتی محلہ جونپور طلب فرمائیے،

مُبلّغ ایک ماہوار علمی و ادبی و مذہبی رسالہ ہے جس کے تین نمبر ہمارے مطالعہ میں آئے ہیں اور ہم اسکو اس زمانہ کے اسلامی رسائل میں بہترین اضافہ خیال کر رہے ہیں مدیر آنریبل ابو البلاغہ مولوی سید علی داور صاحب صدر الافاضل ایک جید الاستعداد فاضل ہیں اور خاندان والاشان اجتہاد کے ایک باوقار رکن ہیں اور مضمون نگار ہندوستان کے مشہور اہل قلم ہیں اور جو مضامین آجتک شائع ہوئے ہیں وہ سب قابل قدر و لائق تحسین اور تحقیقی اور تدقیقی اور عامیانہ مناظرہ و مباحثہ سے منزہ و مبرا ہیں، اگر قوم نے اس رسالہ کی قدر کی تو امید ہے کہ یہ ہونہار رسالہ قوم کے لیے مفید اور علمی و مذہبی معلومات کا بہترین ذخیرہ و ذریعہ ثابت ہوگا علاوہ سرورق کے ۳۲ صفحہ کا حجم ہے ۱۲ سالانہ قیمت ہے۔ کتابت طباعت کاغذ بھی اچھا ہے مرکز اشاعت حسینیہ جناب غفرانمآب ہے جناب مدیر سے بہ نشان لکھنؤ جوہری محلہ طلب فرمائیے،

شیعہ یتیم خانہ دہلی ہندوستان کے دار السلطنت میں جسقدر اس ادارہ کے قائم ہونے کی ضرورت تھی واضح ہے اور شکر کا مقام ہے کہ وہ یوماً فیوماً ترقی پذیر ہے چنانچہ بالفعل انجمن حسینیہ بانی یتیم خانہ مذکور کے اجلاس منعقدہ ۲۶ فروری سنہ ۳۰ء نے علاوہ موجودہ ایتام کے دس ایتام کا داخلہ اور منظور کیا ہے جن کی درخواستیں ۲۰ مارچ سنہ ۳۰ء تک آجانا چاہئیں، درخواست میں داخل کنندہ کا نام اور پتہ اور یتیم کا نام مع ولدیت وکیفیت تعلیم درج ہونا ضروری ہے درجۂ مڈل میں تعلیم پانے والے یا مڈل پاس لڑکے کو ترجیح دی جائے گی، تمام درخواستیں خواجہ سعید حسین صاحب انصاری آنریری جوائنٹ سکریٹری شیعہ یتیم خانہ دہلی کے نام جانا چاہئیں،

البدایہ شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کی دینی تعلیم کا نہایت قابل دید رسالہ ہے جسمیں بچوں ہی کو سمجھانے کی کوشش کیگئی ہے اور انھیں کی سمجھ کا اندازہ کرکے پہلے ایک مقدمہ میں اجمالاً اصول دین اور کلمۂ اسلام و ایمان کو سمجھایا ہے پھر پہلے باب میں اصول دین کی ہر اصل کو بہت چھوٹی چھوٹی دلیلوں سے ذہن نشین کرایا ہے اور دوسرے باب میں فروع دین میں سے ہر ہر فرع کے معانی و مطالب بیان کرکے ہر ایک فرع کو تفصیل سے علی عنوان پر سمجھایا ہے اور ان سب مطالب کو ۲۲ صفحے کے بادامی مضبوط کاغذ پر جلی قلم سے ادا کیا ہے قیمت فی رسالہ علاوہ محصول فی ۱۲ رسالہ عہ مع محصول علاوہ فیس رجسٹری وی پی،

جناب سرکار صدر الشریعہ دام ظلہٗ کا سفر عراق

اور ہمدردانِ مدرسۃ الواعظین کے نام حضور کا ایک پیغام

مومنین بالعموم و موالیان آل طٰہٰ و یٰسین کی

خدمت میں بادب التماس ہے کہ قبلہ و کعبہ جناب متولی منتظم مدظلہٗ العالی نے عتبات عالیات کی زیارت کے لئے سفر فرمایا ہے خداوند عالم جناب مدظلہٗ کو بخیر بخیریت و کمال عافیت زینت افزائے مدرسۃ الواعظین فرمائے، بمحمد و آلہ الامجاد۔ جناب مدظلہ نے یہ تحریر آپ حضرات کے لئے تحریر فرمائی ہے تاکہ آپ کا تائیدی خیال جو اس ادارہ مبارکہ کی بقا اور ترقی سے متعلق ہے برابر قائم رہے بلکہ مستحکم ہوتا جائے مجھے امید ہے کہ جبکہ حضرت نجم العلما مدظلہٗ کا وثوق آپ حضرات کے ساتھ ہے اور جبکہ انکی خواہشوں کی انجام دہی آپ کا نصب العین ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس جلیل القدر اور کثیر النفع ادارے سے اعراض کرینگے یا بے توجہی سے کام لینگے، وھو الموفق للصواب

عبدہ المذنب سبط حسن النقوی پرنسپل مدرسۃ الواعظین

نقل تحریر سرکار صدر الشریعہ دام ظلہٗ

بخدمت حضرات ہمدردان مدرسۃ الواعظین التماس یہ ہے کہ آپ حضرات اس ادارۂ جلیلہ مدرسۃ الواعظین کی قدردانی و ترقی خواہی و اعانت و امداد فرماتے رہے ہیں اسکا اجر بارگاہ خدا سے ملیگا جسکے دین کی تبلیغ کے لئے یہ ادارہ خدمت کر رہا ہے، بالفعل چونکہ میں عازم سفر زیارت ہوں آپ حضرات سے متمنی ہوں کہ میری غیبت کے زمانہ میں اپنی توجہ و عنایت میں کوتاہی نہ فرمائیگا بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ پہلے سے زیادہ توجہ فرمائیے گا اور آپ سے مخلصانہ دعا کا بھی امیدوار ہوں،

نجم الحسن

۱۰ شوال ۱۳۴۸ھ

خلوص حسنی

مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے خالص اسلامی جذبات کو فرقہ بندی کے اثرات سے بچاتے ہیں اور عقائد اسلامیہ کے اظہار میں لومۃ لائم سے خدشہ نہیں کرتے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ برادران اہلسنت والجماعت محبت و مودت اہلبیت کے کچھ کم دعویدار نہیں ہیں لیکن بعض حضرات ماحول کو پرخطر دیکھکر اپنے اظہار خیالات سے باز رہتے ہیں۔ ولاء اہلبیت رسالت ہر مسلم پر واجب ہے اور کسی کو مجال انکار نہیں ہے۔ بڑا ہو تعصب کا جو اکثر حق پر پردہ ڈالنے میں بعض کوتاہ بیں حضرات کا مددگار ہوتا ہے۔ ذیل کے چند رباعیات و قصیدہ سے معلوم ہوگا کہ دنیا میں اب بھی بکثرت ایسے لوگ ہیں۔ جو باوجود حنفی المذہب ہونے کے اظہار محبت اہلبیت میں شرماتے نہیں بلکہ باعث فخر سمجھتے ہیں۔ یہ نتیجہ فکر ہے میرے عمہ زاد برادر محترم جناب مولوی امیر احمد صاحب امیر رئیس لوکمڈالا۔ بدایوں کا موصوف ایک کہنہ مشق شاعر ہیں اور فن شعرگوئی میں حضرت غالب مرحوم کا تتبع کرتے ہیں۔ آپ حنفی المذہب ہیں اور آپکے اب و جد بھی اسی مسلک کے سالک رہے ہے، ولاء اہلبیت آپکو ہر مبارک موقع پر آمادہ کرتی ہے کہ قصائد تہنیت تصنیف کر کے مسلمانوں کے عام مجامع میں پڑھیں اور جوش اسلامی کا ثبوت دیں۔ ۱۵ رمضان المبارک کو بدایوں میں ایک صحبت فضائل میں یہ رباعیات و قصیدہ آپنے پڑھا تھا میرے دل نے چاہا کہ عام مسلمانوں کو بھی اس سے لطف اندوز ہونیکا موقع ملے اس لیئے پیش کرتا ہوں امید کہ برادران اسلام جنکو لطف سخن ہے اپنی خوش مذاقی کا ثبوت دیتے ہوے اپنی معزز رایوں کا اظہار کرینگے تاکہ آئندہ ہر موقع پر قصائد تہنیت منظر عام پر لائے جاسکیں۔ والسلام؛

محمد لقا علی حیدری مسلم مشنری مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

رباعی

منظور ہے گر دل کشی سیر عمل | ہو آگہ حرم و دیر عمل
بے سود ہے علم دو جہاں غیر عمل | اے مرد خرد حی علی خیر عمل

لے زینت گہوارۂ آغوش بتول | اے نزہت دل کش گل باغ رسول
سینہ ترا لوح راز محفوظ خدا | رخشاں ہے جبین پاک پر مہر قبول

قصیدہ

ساقیا کیا تیرے جام بادۂ احمر میں ہے — کیف مستی جرعۂ دوشیں کا ابتک سر میں ہے

سینہ بیتابی پناہ اضطراب دل بنا — جلوۂ رقص سپند سوختہ مجمر میں ہے

کیوں نہ دیوانگی میری رہین کوہ و دشت — وحشت و حرمان و اندوہ و الم سب گھر میں ہے

آتش دل ہے گریباں سے نمایاں روز و شب — شمع امید تمنا دامن صرصر میں ہے

دیدۂ موج آفرین اشک ہے گوہر فروش — یعنی طغیان محیط بیدلی ساغر میں ہے

شکوہ نامحرم ہے کیوں حرف آشنائے راز ہو — نالہ صبر آزما چاک دل مضطر میں ہے

تلخکامی لذت افسردہ زبان بیخودی — ساز رفع تشنگی آب دم خنجر میں ہے

زخم دامن دار دل ہو گا نہ صرف التیام — آرزوئے جوش سودا خواہش نشتر میں ہے

سینۂ مجروح محو خجلت بے مرہمی — شعلۂ دلسوز تمنا دود حسرت سر میں ہے

ہے بجائے غنچۂ گل ریش پیکاں کی ہوا — تودۂ آتش نہاں افسردہ خاکستر میں ہے

تن چراغاں ہو گیا ہے شعلہائے یاس سے — کسقدر آتش فشانی اخگر مضمر میں ہے

فرصت یکدم نہیں نسیاں کو میری یاد سے — خوئے بیداد و جفا میرے کرم گستر میں ہے

کاوش دل سے نہیں حاصل بجز لاحاصلی — یعنی نالہ بے اثر لذت یاب گوش کر میں ہے

اضطراب سوزش دل سے نہیں اکدم قرار — شاید اک برق جہندہ میرے بال و پر میں ہے

یہ کیا دخل و عمل حرمان پیہم نے کہ اب — حسرت خواب پریشان تمنا سر میں ہے

ہے دل محزوں فگار خطرۂ یاس و امید — موج مضطر انتشار ورطۂ و معبر میں ہے

گرم خوئی ہے دم افسردہ و غمناک سے — سرد مہری اختلاط رسم کید گر میں ہے

اک شرار مردۂ دل گشتہ جسے کہتے ہیں دل — مثل بیمار دم آخر ہمارے بر میں ہے

قطرۂ اشک ندامت آبروئے بیکسی — خوبیِ کردار پنہاں لذت کیفر میں ہے

گرچہ پایا ہے زیان دوستی سے سود غم — گرچہ تصویر خزف نظارۂ گوہر میں ہے

گرچہ ساز شکوہ ہے وحشت ربائے سوز دل — گرچہ حسن خوشنما نیرنگ افسونگر میں ہے

رنجۂ لاحاصل بے حاصلی سے کیا حصول — کب نشاط تشنہ سامانی دم خنجر میں ہے

پنجۂ مژگاں سے بے دریا فشانی کا صلہ — جستجوئے دامن خالی دل گوہر میں ہے

ہے یہ دن انعام بے اندازہ و فیض عام کا — بخشش و جود و سخا کا تذکرہ گھر گھر میں ہے

ہے ترنم ریز خوش آہنگئی بانگ سروش
پڑھ وہ مطلع جس سے ہوں خط شعاعی شرمسار

جشن میلاد حسن کاشانۂ حیدر میں ہے
حسن جسکا رونما آئینہ خاور میں ہے

شمع ایمن دامن پیراہن مادر میں ہے
پیکر نور مجسم نور کی چادر میں ہے

اے حسن ابن علی اے راکب دوش رسول
میر منشی فلک کاتب ترے دفتر میں ہے

ابر نیسان کرم خورشید چرخ اعتبار
موج رحمت تیری سیل افگن یم و معبر میں ہے

نوبہار باغ دین احمد توگل گلزار ...... حق
تیرا نغمہ ساز اے بزم خشک تر میں ہے

لاف ایمان ہے مری تیری ولا پاک سے
جسکا اک پرتو سرشت دلکش بوذر میں ہے

دفتر روشندلی تیری ثنا کا اک ورق
تہنیت خوانی تری بزم مہ و اختر میں ہے

گلبن گلزار ایمان منظر چشم خضر
خوبی صنعت گری عریاں ترے پیکر میں ہے

آفرینش ہے تری عید کو تجلی دہر
سوز الفت تیرا مضمر ساز بحر و بر میں ہے

ہر ایک برگ خزاں گلزار خوبی کا ترے
جلوہ صد ماہ تیرے عارض انور میں ہے

ہے معطر فیض گلشن سے تیرے نکہت نسیم
جوئے قلزم ریز ہر قطرہ تیرے ساغر میں ہے

رشک طوبی فیض سے تیرے ہے ہر اک نخل خشک
تیرا جلوہ دیدہ ہائے عالم ششدر میں ہے

مدح تیری طاعت خلاق ہے لاریب فیہ
تیری جا بے شبہ بزم خالق اکبر میں ہے

تاب سجدہ سے منور ہے تر اروئے نیاز
نور ایمن انسرین پیشانئ انور میں ہے

پے بہ پے حاصل ہے تجھکو فخر انعام خدا
جابجا مدحت تیری ارشاد پیغمبر میں ہے

ہیں کریمان جہاں تیری سخا کے ریزہ چیں
بخشش پیہم ترے فیض کرم گستر میں ہے

ابر رحمت ہے نگہ سے تیری ہر مشت غبار
آبیاری تیرے دم سے موجۂ کوثر میں ہے

تیرگی دل تری تنویر سے آئینہ دار
غازۂ رخسار ایمان تیری خاک در میں ہے

شش جہت میں شور ہے عاجز نوازی کا تری
خوئے بخشائش ترے دست عطا خوگر میں ہے

ہے نفس تیرا نسیم رحمت پروردگار
گلشن ایجاد جزو کل ترے محضر میں ہے

ناخدائے بحر عصیاں رہبر بزم ہدا
رہنمائی تیرے اختر تیرے گوہر میں ہے

آفرینش ایک گل ہے تیرے باغ حسن کا
نزہت فردوس اعلیٰ تیری خاک در میں ہے

باغبان گلشن عرفان خضر راہ دیں
تیرا پرتو شمع بزم خضر و خاور میں ہے

اے نگار مصطفےٰ چشم و چراغ مرتضےٰ
نور مظہر سربسر پیدا ترے مظہر میں ہے

اک نگاہ لطف کا میں بھی ہوں تجھسے ملتجی
میں بھی اک دل دادۂ شمع تولا ہوں مگر
تجھپہ سب روشن ہے مجکو حاجت گفتن نہیں

آرزوئے فیض سب ہے بھی دل مضطر میں ہے
طاقت جنبش کہاں پروانۂ بے پر میں ہے
تجھپہ سب ظاہر ہے جو میرے دل مضطر میں ہے

[illegible]

۔ کیونکہ لفظ رکاب (مراکب کی جمع بمعنی سوار) کے لیئے عبرانی میں "رکبیم" آیا ہے اور حالت اضافت میں "رکبی" رہجاتا ہے دیکھو کم از کم قاضیوں کی کتاب اصل عبرانی باب ۵ آیت ۱۰ اور باب ۱ آیت ۴ و باب ۱۴ آیت ۱۴ اور جمال (جمل کی جمع اونٹ) کی عبرانی "جملیم" ہے دیکھو کم از کم کتاب پیدائش باب ۱۲ آیت ۱۶ و باب ۲۴ آیت ۳۰ اور باب ۳۱ باب ۳۵ ۱۵ اور لفظ حمیر (حمار کی جمع. گدہا) کی عبرانی "حموریم" ہے دیکھو از کم کتاب پیدائش باب ۲۴ آیت ۳۵ اور کتاب عدد باب ۳۱ آیت ۲۰ اور باب ۳۰ و باب ۴ و باب ۳۹ اور لفظ "حمار" کی عبرانی "حمور" دیکھو کم از کم کتاب خروج باب ۲۲ آیت

پادریصاحب رفیق الدین! یہ تحریف تو عجیب و غریب چیز ہے تم نے یہ تحریف کس ترجمہ میں پائی؟"

رفیق الدین جناب! بیروت وغیرہ کے سارے ہی مطبوعہ ترجموں میں ہی جنمیں نسخہ ۳ و ۴ و ۵ (مذکورہ صفحہ ۲۴) بھی ہے اِل نسخہ ۸ و ۹ (مذکورہ صفحہ ۲۴) البتہ اس تحریف سے سالم ہے

پادریصاحب ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ تحریف کرنیوالے اس پر فضیحت تحریف پر کیوں آمادہ ہوئے؟

رفیق الدین۔ جناب عالی! کتاب اشعیا کی یہ عبارت ایک درجۂ عالیہ نبوت اور ریاست دنیہ کی طرف اشارہ کرتی ہے اسی پر مسلمان کہتے ہیں کہ راکب حمار تو عیسیٰ مسیح ہیں اور راکب جمل حضرت محمد مسلمانوں کے نبی ہیں لیکن ہماری مذہب کے بعض لوگوں نے یہ نہ چاہا کہ اس قسم کا ثبوت مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے اُس لیئے اوٹھوں نے تحریف کرکے رکاب جمال (بہت سے اونٹوں کے سوار) بنادیا۔ میں تو یہی سمجھا ہوں

پادری صاحب۔ بیٹا رفیق الدین! یہ تحریف مسلمانوں کے لیئے مضر نہیں بلکہ الٹی اُنکے مفید ہے [۵]

[۵] زیادہ مفید اسلیئے کہ تحریف سے قبل تو مسلمانوں کے استدلال کے تسلیم کرنے میں کچھ پس و پیش بھی ہو سکتا تھا لیکن بعد تحریف یہ ممکن نہیں اسلیئے کہ تحریف کی ضرورت کا محسوس کرنا استدلال کے صحیح باور کرنے کے مرادف ہے اگر مسلمانوں کا استدلال درست نہ تھا تو پھر اہل کتاب کو تحریف کی ضرورت ہی کیا تھی۔ مترجم۔

رفیق الدین! اچھا اسے تو جانے دو لیکن یہ بتاؤ کہ اُس نبی کے متعلق جسکی طرف توریت نے اشارہ کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ خدا اوسکو مثل موسیٰ کے مبعوث کرے گا تمھارے پاس کیا معلومات ہیں اور کس دلیل سے؟

پیغمبر اسلام

رفیق الدین میں نے آغا جان کی طرف رخ کیا پھر پادری صاحب سے کہا کہ مجکو اس سے کیا سروکار اگرچہ حقیقت بحث کا نتیجہ ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ مسلمان ہم سے ہماری توریت سے بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی حضرت محمد کی طرف اشارہ کرتی ہے جناب! اور جب میں نے اُنسے کہا کہ ون تو مسیح کی طرف اشارہ ہے اُنھوں نے وہی عذرات جو میں نے ابھی آپکے سامنے عرض کیے مجھ پر کردیے اور مجکو اُنکے لیئے کوئی جواب نہ ملا اُنھوں نے اپنے خیالات کی تائید یہ پیش کی کہ ہمارے نبی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہیں اسلیئے کہ وہ اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد سے ہیں چنانچہ تاریخ عرب اس پر روشنی ڈالتی ہے اور قبائل ہر ہر طبقہ میں اس امر کی تصدیق کرتے رہے ہیں قحطانیوں کا اس امر کو نسل اسماعیل ہونے کو تسلیم کرلینا بھی اُسکی تائید کرتا ہے کیونکہ اگر اسمیں ادنیٰ شک کی بھی گنجائش ہوتی تو قحطانی عدنانیوں کے لیئے اس فخر کا کبھی بھی اعتراف نکرتے نیز ہمارے نبی ہی وہ ہیں کہ خدا نے جن کے دہن سے قرآن کا کلام کیا اسلیئے کہ وہ کل کا کل خدا کا خطاب اور اُسی کا کلام ہے جیسا کہ موسیٰ اور بنی اسرائیل سے جبل سینا میں خدا نے کلام کیا تھا اور ایسا نہیں ہے کہ ہمارے نبی نے اپنی قوم سے اپنے الفاظ میں کلام کیا ہو جسطرح کہ دیگر انبیار نے عہد قدیم وجدید میں اپنی قوم سے اپنے الفاظ میں باتیں کیں ہیں

قرآن میں غیب کی خبریں

نیز اسلیئے بھی کہ ہمارے نبی نے قرآن میں خدا کے نام سے بڑی بڑی غیب کی باتیں

بتلائیں اور ن واقع ہوئیں اور جیسا کہا تھا ویسا ہوا۔
ازانجملہ آیت ۹۵ سورہ حجر مکیہ میں خدا کا یہ قول ابتدائے دعوت اسلام کے زمانہ میں بیان کیا۔

انا کفینٰک المستھزئین — ہم نے اے رسول تجکو مذاق اوڑانے والوں سے نجات دی۔

پس خدا نے انکو اُنکے شر سے بہترین طور پر نجات دی،
ازانجملہ سورہ ممتحنہ مکیہ آیت ۹ میں خدا کا یہ قول بیان کیا۔

لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ — تاکہ اُس (اسلام) کو تمام مذاہب پر غالب کردی اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہو۔

اسیطرح کا ارشاد فتح مکہ کے واقعہ سے پہلے سورہ برأت آیت ۳۳ میں بھی ہے
اور خدا نے اسی دین کو ہر مذہب کے مقابل بہترین طور پر غلبہ دیا
ازانجملہ سورہ تبت میں ابولہب اور اسکی بیوی کے بارہ میں خدا کا یہ قول بیان کیا۔

سیصلیٰ نارا ذات لھب وامراتہ حمالۃ الحطب — عنقریب وہ شعلے بھڑکتی آگ میں جلے گا اور اسکی لکڑ ہاری بیوی بھی۔

چنانچہ وہ دونوں شرک کی حالت میں مرے جو جہنم میں داخل ہونیکا باعث ہے اور توحید اسلام کی اُنکو توفیق نہیں ہوئی جو آگ سے نجات دلوانے والی چیز بھی غلاصہ یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہمارے نبی نے قرآن میں کسی بات کی خبر دی اور ن واقع نہیں ہوی۔

پادری صاحب۔ رفیق الدین! کیا مسلمانوں کی دلیل صرف اسی میں منحصر ہے کہ توریت میں اُس نبی کے مبعوث کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

رفیق الدین :۔ جناب! انکی تو بڑی بڑی روشن دلیلیں ہیں یہ تو وہ یہود و نصاریٰ کے مقابل میں توریت کے بیان کو پیش کر دیتے ہیں۔

معین الدین - افسوس افسوس رفیق الدین! میں دیکھتا ہوں کہ تو تو بالکل ایک متعصب مسلمان کیطرح باتیں کر رہا ہے، آپ کیا فرماتے ہیں جناب پادری صاحب کیا آپ نہیں سن رہے کہ رفیق الدین مسیح کی نبوت اور انکی پاکیزگی میں قدح کر رہا ہے۔

رفیق الدین - میرے ابا جان! مجھے مسلمانوں سے کیا سروکار میں تو کوشش کر رہا ہوں کہ میرا عقیدہ حق پر پختہ طور پر قائم ہو جائے ابا جان! تعصب تو جھوٹے اور مہمل کلام کیساتھ ہوتا ہے تو کیا آپ میری گفتگو میں یہ بات دیکھ رہے ہیں۔ ابا جان آپ عہد قدیم و جدید اور انکی کتابوں کو دیکھ میرے کلام کو جانچ لیں میرے ابا جان مہربان! کیا میں نے مسیح کے مذہب اور انکی پاکیزگی میں قدح کرنیکی جرأت کی ہے یا ان مقدس انجیلوں نے ہی مسیح پر اور مسیح کی نبوت اور مسیح کی پاکیزگی پر جرأت کی ہے ابھی ان میں کی جو باتیں اسوقت تک آپ سے مخفی ہیں وہ اس سے کہیں بڑی ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بڑھے ہیں۔

معین الدین - بیٹا! تم نے مسیح کی نبوت اور انکی پاکیزگی میں قدح کرنا مسلمانوں سے اور قرآن سے سیکھا ہے افسوس! اب میں کیا کروں۔

قرآن اور مسیح اور تثلیث

رفیق الدین ابا جان! معاف کیجئے مجھے مسلمانوں اور انکے قرآن سے کیا مطلب لیکن حق بات کہی جاتی ہے اور انصاف انسان کا جمال شرف ہے، فقط قرآن ہی وہ کتاب ہے جو مسیح اور خدا کی طرف سے انکی رسالت کی اعلیٰ تعظیم و تمجید کرتا ہے اس نے مسیح کی پاکیزگی کو ان چیزوں سے آلودہ نہیں کیا جنسے انجیلوں نے ملوث کر دیا ہے گویا کہ اس نے مسیح کی شان میں انجیلوں کی غلطیوں کی اصلاح کر دی ہے ہاں قرآن عیسائیوں کے تعاب

انجمن مویدالعلوم و الیتفا مدرسۃ الواعظین کی مفید و قابل قدر تصنیفات

فوراً منگا لیجئے قیمتوں میں زبردست رعایت

النبوۃ والخلافہ تصنیف حضرت شمس العلماء نجم الملۃ مدظلہ صدر
انجمن مسئلہ خلافت پر تنقیدی اور محققانہ نظر قابل
دید رسالہ ہے انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے ۳ر

الموحد رشحۂ قلم شمس العلماء نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن
مسئلہ توحید کو نہایت متقن دلائل سے ثابت کیا گیا
ہے عنقریب انگریزی ترجمہ بھی طبع ہو جائیگا۔ ۳ر

خطاب فاصل اردو ترجمہ میزان عادل ترجمہ جناب
شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ نائب صدر
انجمن اسلام اور عیسائیت کے اصول کا مقابلہ ۳ر

مسالک الحکماء اردو ترجمہ مناہج الحکماء ترجمہ جناب
شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ مادہ پرستوں کے
مذہب کی تفصیل اور انکے خیالات کا رد ۳ر

ید بیضا توریت کی پیشگوئیوں سے جناب رسالتمآب کی
رسالت کا ثبوت از جناب مولوی علی غضنفر صاحب ہمشیرہ
جناب سلطان العلماء اعلی اللہ مقامہما۔ ۳ر

رد التناسخ مصنفہ جناب مولانا محمد ہارون صاحب
قبلہ مرحوم مسئلہ تناسخ پر حکیمانہ لیکن عام فہم بحث روح
و مادہ کی قدامت کا ابطال آریوں کی مایۂ ناز کتابوں کا
مسکت جواب ۱۲ر

انسانی قربانی ویدوں کے زمانہ کی انسانی قربانی
از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب ۲ر

ویدمت قربانی وید سے قربانی کا جواز از جناب
خواجہ غلام الحسنین صاحب

تصدیق رسالت گوتم بدھ کی پیشینگوئیوں سے جناب ختمی
مرتبت کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید احمد علی
صاحب سوانی بی۔ اے ۲ر

اسلام اینڈ دی لائٹ آف شنعزم انگریزی ترجمہ

شرائع الاسلام حصہ اول ترجمہ جناب بادشاہ حسین صاحب
بی اے اصول و عقائد اسلام کی حقیقت دیگر مذاہب کے مقابلہ
میں زبردست دلائل سے ثابت کی گئی ہے جلد انگلش فیشن ۲ر

دی پرافٹ شپ اینڈ دی کیلیفیٹ انگریزی ترجمہ النبوۃ
والخلافہ ترجمہ جناب مولوی نثار علی صاحب اعظمی جلد انگلش فیشن ۱۲ر

دی ٹریجڈی آف کربلا عزاداری پر انگریزی میں تبصرہ
از جناب امیر علی صاحب لیکچرار لکھنؤ یونیورسٹی ۱ر

الاعجاز معجزہ کی حقیقت کا انکشاف و شبہات کا رد
از جناب مولانا مولوی محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ۱ر

المعراج دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معراج کا ثبوت از جناب
مولانا السید محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ۱ر

اسلام مغرب کی نظر میں از جناب شہنشاہ حسین صاحب ایم اے ۱ر

شرائع الاسلام حصہ اول اصول عقائد مذہب حقہ کا بادلائل
تذکرہ از جناب مولانا السید محمد صاحب ابن سرکار نجم الملۃ مدظلہما

شرائع الاسلام حصہ دوم طہارت و صلوۃ کے مسائل
مصدقہ جناب سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۲ر

شرائع الاسلام ضمیمہ مستورات کے متعلق ضروری احکام و دیگر مفید باتیں ۲ر

سیاست علویہ

حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کی عہد خلافت ظاہرہ میں آپکے مخالفین کی تخریبی سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف وخانہ جنگی کی جو صورت رونما ہو گئی ہے اسپر نظر کرکے اکثر ناواقف کوتاہ نظر لوگ اس شبہہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ حضرت کی ذات ملکوتی صفات میں سیاست ملک ونظم حکومت کا وہ دماغ موجود نہ تھا جو ایک مدبر حکمراں میں ہونا چاہیئے اس خلاف واقع خیال کو دفع کرنے کے لیئے فاضل جلیل جناب مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری تلمیذ حضرت قدوۃ الکاملین مولانا السید محمد ہارون صاحب مرحوم مغفور زنگی پوری نے اس گرانقدر رسالہ کی ترتیب وتالیف میں محققانہ جد وجہد فرمائی ہے اور بے شبہہ اس موضوع خاص میں یہ رسالہ کم نظیر بلکہ عدیم النظیر ہے فاضل ممدوح نے دین ودنیا اور انکی سیاسیات کا باہمی تعلق اور اہل دنیا کی سیاستوں کے حقیقی اغراض ومقاصد سے وسعت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ نے نظام حکومت کی بنیاد جن اصول پر قائم فرمائی تھی اُن سے بہتر کسی انصاف پیشہ وعدالت شعار ومدبر دماغ میں نہیں آسکتی اور انھیں اصول میں دین ودنیا دونوں کی فلاح وترقی کا راز مضمر تھا نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آپکے عہد میں اختلال وافتراق کے رونما ہونے کے حقیقی اسباب کیا تھے غرض اس رسالہ کے خصوصیات کا تقاضا یہی ہے کہ اہل ذوق کو اسکے مطالعہ سے دریغ نہ کرنا چاہیئے قیمت علاوہ محصول ڈاک بارہ آنہ ۱۲/

ملنے کا پتہ۔ منیجر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۰۷۷

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر سرپرستی حجۃ الاسلام افضل العلماء مدظلہم العالی

مدیر

حکیم سید قاسم علی رضوی البحرینی عمدۃ الافاضل

باہتمام داروغہ سید محمد عرف چھدن صاحب مہتمم مطبع

مصباح الاسلام الواعظین پریس لکھنؤ میں چھپکر

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع ہوا

کتبہ احقر الکونین السید شوکت حسین عفی عنہ

مقاصد

(۱) مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا

(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا

(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اُسکی جامعیت

(۴) اسلامی اخلاق وآداب کی فضیلت

(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت

(۶) اسلامی احکام وقوانین شریعت

(۷) ائمہ طاہرین کے کمالات وہدایات

(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات

(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا

(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ ونقلیہ

(۱۱) فلسفۂ قدیمہ وجدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام وازالۂ شبہات

(۱۲) اکتشافات جدیدہ وحقائق اسلام

(۱۳) اخبار علمیہ

قواعد

(۱) یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی ماہ کی آخری تاریخوں میں شایع ہوا کریگا

(۲) ہر خریدار کو کم از کم ایکسال کے لیئے رسالہ خریدنا ہوگا

(۳) نمونہ کا پرچہ ۳ کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے

(۴) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے

(۵) اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتی ہے

(۶) علمی معاملات کے متعلق خط وکتابت وارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیئے

(۷) شرح قیمت :- روسا و والیان ملک سے جو مرحمت فرمائیں عام خریداران سے (ے،)

پتہ دفتر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنو

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ کرکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہوسکے گا

(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئیں اڈیٹر کو تغیر وتبدل واصلاح کا اختیار ہوگا

(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو

(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کیے جائیں اور عبارت عربیہ پر اعراب لگائے جائیں نیز عربی عبارت کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیئے

(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے۔

(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیئے



فَبَشِّرِ الَّذِيْنَ... هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

سورہ آل عمران

الواعظ

نمبر ۵ بابت ماہ مئی سنہ ۴۳ء مطابق ماہ ذی الحجہ سنہ ۶۲ھ جلد ۹

فہرست مضامین

تبلیغ

جناب مولوی سید سلطان علی صاحب واعظ ممالک افریقہ میں

گذشتہ نمبر میں ۲۶ مارچ سنہ ۲۹ء تک کے حالات درج ہو چکے ہیں اس نمبر میں ۲۷ مارچ سے آخر مئی سنہ ۲۹ء تک کے حالات حاضر ہیں،

موانزہ ٹانگانیکا ٹیری ٹیری۔ ۲۶ مارچ کو ٹکوبہ سے روانہ ہو کر ۲۷ مارچ کی دوپہر کو موانزہ پہونچ گئے اور شام ہی سے نماز جماعت اور بیان مسائل اور مجالس کا سلسلہ شروع ہو کر ۱۹ اپریل تک جاری رہا اس قلیل زمانہ میں بارہ مجلسیں موعظہ کی منعقد ہوئیں جن میں علاوہ حل شبہات اور جوابات اعتراضات کے مدرسۃ الواعظین کے خدمات اور اغراض و مقاصد، حقیت اصول مذہب شیعہ، دیگر فرق اسلام کے مقابلہ میں اصول فرقہ شیعہ کا امتیاز، عدل و امامت کے داخل اصول کرنے کی عقلی ضرورت، باری تعالیٰ کی عدالت اور اس کا فاعل قبیح نہ ہونا، انسان کا خود فاعل قبیح ہونا، خدا کی طرف قبح کی نسبت کا داخل کفر ہونا، انسان سے صدور قبائح کے اسباب، سینما وغیرہ کی حرمت اور اس کے عقلی نقصانات عقل کے مراتب اور احکام الٰہی کے مصالح عقلیہ، علم دین کے فوائد، تعلیم علوم دینیہ کی ترغیب و تحریص، نماز اور علم دین کی اہمیت، توحید باری تعالیٰ کے عقلی دلائل، مشرکین کی نجاست اور انکے مس برطوبت اشیا کی حرمت فضائل اہلبیت اور کلام خدا و رسول سے ان کی تخصیص، رسول کے حقیقی قرابت دار، نبی کی ضرورت، نبی کے اوصاف، مجالس وعظ میں شرکت کی ترغیب و تحریص، محبت اہل بیت کی اہمیت، محبان اہلبیت کے تاریخی حالات اور انکا جوش ایمانی، ہر زمانہ میں امام کے موجود ہونے کی ضرورت اور خدا کی جانب سے اسکا تقرر، خلافت اجماعی اور عقیدۂ حسبنا کتاب اللہ کا بطلان، وجود امام کی ضرورت اور امام عصر کا موجود مگر غائب ہونا اور فوائد و وجوہ غیبت، حقوق والدین اور حقوق تعلم دین نہایت توضیح و تشریح سے بیان فرما کر تمام حاضرین کو متاثر فرمایا، شیعوں کے علاوہ برادران اہلسنت بھی ان مجلسوں میں شریک ہوتے رہے اور دونوں راضی و خوشنود اور مسرور و محظوظ رہے

ان مجالس کے علاوہ پرائیوٹ ملاقاتوں میں بھی مختلف شبہات و اعتراضات پیش کیے گئے جن کے اطمینان بخش جوابات سے حضرات کو کافی اطمینان ہو گیا، ان تمام شکوک و شبہات و اعتراضات و جوابات کی تفصیل تو موجب تطویل ہے مگر ناظرین کی دلچسپی کے لیے بعض اہم سوالات و جوابات کا خلاصہ حسب ذیل ہے

جناب ملا قاسم صاحب حنفی - جو دلائل آپنے خدا کے فاعل شر نہ ہونے کے بیان فرمائے ہیں وہ مسلم ہیں اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں

جناب واعظ - اگر آپ اسکے قائل ہیں تو بڑی خوشی کی بات ہے مگر یہ امر آپکے علما طریقہ مذہب کے مخالف ہے کیونکہ آپکے یہاں جو عقائد تعلیم کیے جاتے ہیں انمیں تو یہ ہے کہ خیر و شر دونوں خدا کیجانب سے ہیں ذرا آپ امنت باللہ الخ کی تلاوت کیجیے،

جناب ملا قاسم صاحب - پوری کلمہ کی تلاوت کرتے ہوے بقدرہٖ و شرہٖ و خیرہٖ من اللہ تک پہونچگئے.

جناب واعظ - اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ آپ خیر و شر دونوں کا فاعل خدا کو قرار دیتے ہیں

جناب ملا قاسم صاحب اسکا مطلب یہ ہے کہ اسے ہر اچھی بری بات کا علم ہے

جناب واعظ - آپکے اصول کتنے ہیں؟

جناب ملا قاسم صاحب ان کلمات میں جتنی باتیں ہیں وہ سب اصول میں داخل ہیں،

جناب واعظ - کوئی تعداد مقرر نہیں ہے جیساکہ ہماری یہاں پانچ اصول مقرر ہیں

جناب ملا قاسم صاحب دیکھ گھبرا کر مجھے تو آپ سے مسئلہ رویت پر گفتگو کرنا ہے آپ رویت کے قائل نہیں اور میں قیامت کے دن دیدار خدا کا قائل ہوں

جناب واعظ - آپ خدا کو مجسم مانتے ہیں یا جسم و جسمانیات سے منزہ؟

جناب ملا قاسم صاحب وہ جسم نہیں رکھتا۔

جناب واعظ دکھائی تو وہی چیز دیگی جو صاحب جسم ہو جب خدا کے جسم نہیں تو وہ کیونکر دکھائی دیگا

جناب ملا قاسم صاحب میں شام کو اس کے متعلق پورا پورا ثبوت دوں گا،

صحبت برخواست ہوئی نماز مغربین کے بعد ملا صاحب پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ مومن بندوں کو قیامت کے دن خدا اپنا دیدار دکھائیگا۔

جناب واعظ - اگر خدا دکھائی دیگا تو وہ کسی مکان و جہت میں بھی ہو گا جس سے اسکی احتیاج ثابت ہو گی حالانکہ وہ محتاج نہیں ہو

جناب ملا قاسم صاحب یہ ہمارا فرعی مسئلہ ہے جسمیں عقل کی ضرورت نہیں

جناب واعظ - توحید اصول میں داخل ہے یا فروع میں؟

جناب ملا قاسم صاحب اصول میں

جناب واعظ - اگر کوئی آریہ آپ سے سوال کرے کہ آپ خدا کی توحید ثابت کیجیے تو آپ کیونکر

ثابت کرینگے؟

جناب ملا قاسم صاحب ہم کہیں گے کہ اگر دو خدا ہوتے تو فساد ہوتا،

جناب واعظ۔ اگر وہ یہ کہے کہ اگر دونوں متفق ہوکر کام کریں تو فساد کا نہ ہونا بھی ممکن ہے جیسا کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ چند آدمی شرکت میں کام کرتے ہیں مگر تمام عمر فساد نہیں ہوتا

جناب ملا قاسم صاحب خدا فرماتا ہے (وکان فیهما آلهة الا الله لفسدتا)

جناب واعظ۔ وہ قرآن ہی کو کب مانتا ہے جو آپکی اس دلیل کو قبول کرے،

جناب ملا قاسم صاحب (کچھ گھبرا کر) مسئلہ توحید بحث سے خارج ہے بحث رویت کی ہے

جناب واعظ۔ آپ اسکو فروعی مسئلہ بتاتے ہیں میں صرف اس امر کو قبول کرانے کے لئے کہ یہ مسئلہ اصولی ہے فروعی نہیں ہے یہاں تک پہونچا ہوں آپ اسکا جواب دیں تو پھر میں یہ بھی بتاؤں گا کہ مسئلہ توحید خارج از بحث نہیں ہے اور مسئلہ رویت اسی سے متعلق ہے۔

جناب ملا قاسم صاحب (اپنا پیچھا چھوڑانے کی کوشش میں کام اور اپنے رفقا کے طالب جواب ہونے سے مجبور اور جواب کے بن نہ پڑنے سے شرمندہ ہوکر) میں اسکا جواب نہیں دیسکتا کیونکہ اس بحث کے لئے تیار ہوکر نہ آیا تھا،

جناب واعظ۔ (ملا صاحب کے رفقا کے استفسار اور حصول جواب کے اصرار پر) یہ تو ایسا آسان مسئلہ ہے کہ اگر با فہم بچہ سے بھی پوچھو تو وہ کہدینگے کہ دو خداؤں کا فرض کرنا بالکل عقل کے خلاف ہے اس لئے کہ اس دنیا کے پیدا کرنے اور اسکا نظام درست کرنے اور درست رکھنے کے لئے اگر ایک خدا میں پوری قدرت ہے تو دوسرے کی ضرورت نہیں اور اگر دونوں میں سے ایک میں بھی اتنی قدرت نہیں کہ بغیر دوسرے کی شرکت کے وہ کوئی کام کرسکے تو دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا،

جناب ملا قاسم صاحب (اپنے ہمراہیوں کے شرمندہ کرنے اور بعض کے چلے جانے اور بعض کے بیٹھے رہنے سے کچھ کھسیانے ہوکر) مسئلہ توحید موضوع بحث سے خارج تھا جس کیلئے میں تیار ہوکر نہ آیا تھا البتہ مسئلہ رویت پر بحث کیجئے تو میں حاضر ہوں،

جناب واعظ۔ میں پہر یہی عرض کرتا ہوں کہ آپ ایک غیر مسلم کو جس طرح یہ مسئلہ سمجھا سکتے ہوں اسی

طرح مجکو جواب دیں یہ آپکی غلطی ہے کہ رویت کا مسئلہ اصول سے تعلق نہیں رکھتا ہے جب
آپ غیر مسلم کے سامنے خدا کی توحید ثابت کرینگے تو جبتک آپ صفات باری
کو ثابت نہ کرینگے اور واجب و ممکن میں امتیاز نہ دکھائینگے اسوقت تک خدا
کی توحید ثابت نہیں ہو سکتی آپکو تبلانا پڑیگا کہ خدا کی ذات واجب ہے، وہ محتاج نہیں ہے۔

جناب ملا قاسم صاحب ہاں یہ صحیح ہے کہ وہ محتاج نہیں ہے

جناب واعظ - جب آپ اسکی توحید اور اسکا محتاج و مجسم نہ ہونا ثابت کرینگے بعد یہ بتائیں گے کہ قیامت
میں خدا کا دیدار ہوگا تو وہ ضرور کہیگا کہ جب خدا مجسم و محتاج نہیں ہے تو کیونکر دکھائی
دیگا کیونکہ اگر دکھائی دیگا تو اسکو صاحب جسم اور مکان کا محتاج ماننا پڑے گا، آپ کوئی
مناظرہ نہیں ہے اصل مقصود یہ ہے کہ آریہ وغیرہ جو اعتراضات اسلام پر کرتے ہیں اسکیلئے
تیار رہنا چاہیے اور قوم کو اسی طرح کی تعلیم دینا چاہیے،

جناب ملا قاسم صاحب ہم کل اسکیلئے تیار ہو کر آئیں گے،

جناب واعظ - بہتر مگر یہ خیال فرمائیگا کہ فروع عقلی نہیں ہیں جسکیلئے دلیل کی ضرورت ہو بلکہ اصول و فروع
سب عین عقل ہیں،

صحبت برخاست ہوی دوسرے دن بعد نماز مغربین پھر ملا صاحب تشریف لائے
اور خوب تیار ہو کر آئے اور سلسلۂ کلام یوں شروع ہوا

جناب ملا قاسم صاحب آیۂ کریمہ رب ارنی کی تلاوت فرما کر دیکھو اگر رویت محال ہوتی تو حضرت عیسیٰ خدا کو سوال کرتے

جناب واعظ - حضرت موسیٰ نے اپنی امت کے اصرار سے اتمام الحجۃ سوال فرمایا تھا جیسا کہ خدا وند عالم
بنی اسرائیل کے حال میں ارشاد فرماتا ہے لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ
اور نقلی دلائل تو غیر مسلم کے سامنے قابل قبول بھی نہیں ہیں موضوع بحث عقلی دلائل
سے جواز رویت کا اثبات تھا لہذا عقلی دلائل سے جواز رویت ثابت کیجئے یہ

جناب ملا قاسم صاحب شیعہ حضرات خدا کو قادر جانتے ہیں یا نہیں اور اگر قادر جانتے ہیں تو قادر مطلق یا مقید؟

جناب واعظ - شیعوں کے عقیدہ میں خدا قادر مطلق ہے۔

جناب ملا قاسم صاحب اگر وہ قادر مطلق ہے تو کیا اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ بروز قیامت اپنے مومن بندوں کو اپنا دیدار کرادے

جناب واعظ - کیا آپ خدا کو محال عقلی پر قادر سمجھتے ہیں،

جناب ملا قاسم صاحب جب خدا قادر مطلق ہے تو ہر چیز پر قادر ہے،

جناب واعظ۔ اگر قادر مطلق کے یہی معنی ہیں تو کیا خدا اس پر بھی قادر ہے کہ وہ اپنا سا دوسرا خدا پیدا کرے۔

جناب ملا قاسم صاحب۔ ہاں قادر ہے،

جناب واعظ۔ جب خدا اپنے مثل دوسرا خدا بنائے گا تو جسکو اُس نے بنایا ہے وہ خدا کہا جائیگا یا مخلوق؟

جناب ملا قاسم صاحب۔ وہ تو مخلوق ہی ہوگا مگر خدا کو ضرورت نہیں کہ وہ دوسرا خدا بنائے۔ ورنہ وہ اپنے لئے (معاذ اللہ) عورت اور بچہ بھی قرار دے سکتا ہے۔

جناب واعظ۔ پھر عیسائیت اور اسلام میں کیا فرق ہوگا؟

جناب ملا قاسم صاحب۔ ہم ابوبکر کی خلافت عقل سے ثابت کر سکتے ہیں آپ اس پر بحث کر لیں،

جناب واعظ۔ آپ پہلے زیر بحث مسئلہ کو تو صاف کر دیجئے پھر خلافت کی بحث چھیڑیئے گا خلفاء اسوقت موجود نہیں ہیں اور خدا کی ذات موجود ہے اسکے وجود وحدانیت اور صفات کمالیہ کے اثبات کی فکر مقدم ہے،

اس گفتگو سے ملا صاحب کی علمی حالت منکشف ہوگئی اور حاضرین جلسہ نے اشتعال آمیز تقریر کا برملا پسند نہ کر کے سلسلہ تقریر کو ختم کرا دیا۔ پھر ملا صاحب نے خلافت پر مناظرہ کرنے کے لئے ایک تحریر بھی جناب واعظ کو روانہ فرمائی مگر موصوف کی علمی حالت کے انکشاف اور اُنکے اشتعال آمیز لہجہ نے اس دعوت کے قبول کرنے کی اجازت نہیں دی تاہم فریقین نے بہت اچھا اثر لیا اور جناب واعظ کی سعی مشکور ہوئی۔

مذکورہ بالا مناظرہ ایک حنفی بھائی سے ہوا تھا۔۔۔۔ جس کے بعد ایک آغاخانی خوجہ کی گفتگو قابل ملاحظہ ہے۔

س کیا منکر و نکیر کا قبر میں آنا صحیح ہے اور بغرض صحت وہ کس لیے آتے ہیں؟

ج بیشک آتے ہیں اور عقائد کا سوال کرنے آتے ہیں؛

س خدا تو عالم ہے اور وہ ہمارے عقائد سے واقف ہے پھر منکر و نکیر کے بھیجنے سے کیا فائدہ؟

ج بمقتضائے عدل اتمام حجت ہے تاکہ خود اس شخص سے اقرار لیکر جزا یا سزا دیجائے جیسا کہ ایک مجسٹریٹ مجرم کے جرم سے واقف ہونے پر بھی بغیر مجرم کے اقرار یا کافی شہادت کے اسکو سزا نہیں دیتا۔ تاکہ مجرم کو کوئی حجت باقی نہ رہے،

س دلیل تو آپکی ٹھیک ہے۔ مگر ہماری عقل میں نہیں آتی

ج کچھ چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو ہماری عقل میں نہیں آتیں لیکن اگر کوئی ہم سے زیادہ کامل العقل یا انکا جاننے والا بتلادے تو وہ قابل قبول ہو جاتی ہیں،

س یہ کیونکر ذرا اس کو اور وضاحت سے بیان کیجئے؟

ج جس طرح آپ ایک بادشاہ کی طرف سے ایک ایسے شخص کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں جو رعایا کی اصلاح کے لیے مقرر کیا جائے اور قانون شاہی سے لوگوں کو آگاہ کرے اور جو کچھ وہ بیان کرے اسی سب تسلیم کریں اسی طرح آپ اس بادشاہ حقیقی کی طرف سے بھی جو ہمارا خالق و مالک ہے کسی ایسے شخص کو تسلیم کرتے ہیں جو اسکے بندوں کی اصلاح کے لیے معین کیا جائے اور قانون الٰہی کو بیان کرے اور جو کچھ وہ بیان کرے اسی سب تسلیم کرلیں؟ اگر آپ اسکا جواب اثبات میں دینگے تو میں کہونگا کہ یہی مخلوق خدا کا ہادی اور الٰہی قانون کا جاننے والا کہلاتا ہے کہ کیوں قبر میں آتے ہیں اور عقائد کا سوال کرتے ہیں تو یہ بات قابل تسلیم ہوگی یا نہیں اور ہماری عقل میں آنا یا نہ آنا کچھ مفید ہوگا یا نہیں

یہ جوابات جسقدر مسکت تھے اسیقدر اطمینان بخش ثابت ہوئے اور جناب واعظ کا یہ قلیل قیام بھی بہت مفید ثابت ہوا، ہندوستان کے بعض اخبارات نے جو بدظنی بعض لوگوں کے دلوں میں علمائے کرام کی طرف سے پیدا کرادی تھی وہ بھی رفع ہوگئی مدرسۃ الواعظین کی اہمیت اور اسکے خدمات بھی واضح و آشکار ہوگئے مسائل ضروریہ سے بھی لوگوں کو آگاہی ہوگئی حقیقت اور حقیقت مذہب بھی اچھی طرح منکشف ہوگئی علمائے اعلام عراق و ایران کے تائیدی تحریرات کا گجراتی ترجمہ بھی نظر سے گذر گیا، مدرسہ دینیہ کے طلبہ کا امتحان بھی ہوگیا۔ طہارت و نماز وغیرہ کے مسائل بچوں کو نہیں بتائے گئے تھے اسکے لیے تاکید کردی اور ان تمام مراحل کو طے کرکے ۱۹ اپریل کو وہاں سے روانہ ہونیکا ارادہ کیا حضرات مومنین نے بوقت کمال اعزاز و احترام رخصت کیا چار سو دس شلنگ مدرسہ کی اعانت کے لئے پیش کیے جو جناب محمد جعفر صاحب کے پاس ممباسہ روانہ کردیے گئے،

موانزہ کے ضروری حالات

یہاں تقریباً ۲۵ گھر اثنا عشری خوجوں کے ہیں جن کی مالی و مذہبی حالت متوسط اور علمی و اخلاقی حالت کمزور ہے اور بجز جناب سیٹھ حاجی ناصر بھائی ویرجی پریسیڈنٹ جماعت کے باقی تمام حضرات کی اصلاح نہایت ضروری ہے، ایک امام باڑہ اور مسجد کے نام کا ایک مکان ہے جہاں لوگ نماز پڑھتے ہیں طہارت کے لئے حوض بھی ہے ایک دینی مدرسہ بھی ہے جسکے معلم ملا رضا حسین صاحب کاٹھیاواڑی ہیں مگر لوگ مدرسہ کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہیں، البتہ مدرسۃ الواعظین کے خیر خواہ و قدردان ہیں مواعظ کا اثر لینے کی کوشش کرتے ہیں، عیسائی مشن موجود ہیں قادیانی وغیرہ نہیں ہیں افریقی قوم میں فی صدی نوے عیسائی ہیں ہونگے پہلے اور چمڑے اور چانول کی تجارت ہوتی ہے مقام سرسبز و شاداب ہے،

(باقی آئندہ)

فہرست رقوم اعانت مقررہ و غیر مقررہ بابت ماہ اپریل ۳۰ء

مستقل

وقف ریاست عالیہ محمود آباد — معہ

ریاست عالیہ رامپور — ۱۸

عالیجناب محمد جلال صاحب مدرس — ۵

عالیجناب لوی جرار حسین صاحب گورنمنٹ ہائی سکول جونپور — ۵

عالیجناب سید مظفر حسین صاحب وکیل سیتاپور — ۵

عالیجناب محمد صاحب منیجر دواخانہ شاہ گمنج نخاس لکھنؤ — ۔

غیر مستقل

عالیجناب سید شکور احمد صاحب ضلع کھوکھر کی خانہ ایکما ضلع سارن — عہ

عالیجناب سید یعقوب حسین صاحب " — عہ

عالیجناب سید طاہر حسین صاحب " — عہ

عالیجناب سید نادر حسین صاحب موضع کلاں " — عا

عالیجناب مولوی عابد حسین وکیل سیوان ضلع سارن — عا

عالیجناب سید علی عباس صاحب ہیڈ ماسٹر اثنا عشری مدرسہ — عا

عالیجناب سید کرم علی صاحب میرپور بھوا ضلع اناؤ — ۵

عالیجناب سید امام دنیا بدرینہ سندھ — ۶

عالیجناب سید مولا بخش صاحب " — ۳

عالیجناب نواب لاڈلے صاحب اورام نرائن کانپور — للعہ

عالیجناب سید محمد مسلم صاحب اگاؤں ضلع جونپور — معہ

مسلمانان کروا ضلع میرٹھ بذریعہ ظفر حسن صاحب — معہ

مومنین ناروال بذریعہ ماسٹر نور حسن صاحب — ۵

عالیجناب ممتاز حسن صاحب وریسر بھوا ضلع شاہ آباد — ۱۱

میزان کل

سید عاشق حسین ہیڈ کلرک مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

مقالات

ہمارے واعظ مقیم بمبی کا بہترین کارنامہ

مسٹر یوشع پارکر کا قبول اسلام

جناب مولوی سید اسمٰعیل حسین صاحب واعظ مقیم بمبی نے ہمارے اس نومسلم بھائی کی ایک چٹھی بنام جناب سکریٹری صاحب مدرسۃ الواعظین اور موصوف کا ایک بیان متعلق قبول اسلام مع اپنی دستخطی تحریر کے انگریزی زبان میں بغرض اشاعت روانہ فرمایا ہے اور جناب مولوی لقا علی صاحب حیدری نے انکا ترجمہ الواعظ کے لئے مرحمت فرمایا ہے، ناظرین کرام غور سے ملاحظہ فرمائیں،

ترجمہ تحریر جناب مولوی سید اسمٰعیل حسین صاحب واعظ

مسٹر یوشع پارکر سابق سارجنٹ سکینڈ بٹالین ڈورسٹ شائر رجمنٹ و ملازم محکمہ سول انجینیری جو فی الحال رشتہ تجارت میں ہیں ریورنڈ جوشوا یوشع، پارکر آنجہانی کے فرزند اکبر ہیں جو سابق میں ویسلین پریس امنیرس چرچ کے ماتحت افواج سرکاری متعینہ جنوبی ہند کے پادری تھے، موصوف نے کافی بحث اور مذہب اسلام کے متعلق ضروری تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء کو سرکار شریعتمدار آقا الشیخ محمد تقی صاحب قبلہ مجتہد اور دیگر معززین کے محضر انور میں اپنی خواہش سے مذہب اسلام قبول کیا اور اپنا بیان خود علٰحدہ دیا ہے تاکہ اخبارات میں شایع کیا جائے،

ہم موصوف کا پرخلوص خیر مقدم کرتے ہیں خدا انکو خیر دنیا و آخرت عطا کرے،

دستخط سید اسماعیل حسین مسلم مشنری مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ترجمہ چٹھی مسٹر یوشع پارکر

بخدمت سکریٹری صاحب مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

پیارے بھائی۔

میں انتہائی مسرت کیساتھ نسلکہ اعلان قبول اسلام جناب والا کی خدمت میں بھیجکر ملتجی ہوں کہ

جناب والا اُسکو مسلم ریویو میں شایع فرمادینگے،

۱۲ مارچ ۱۹۳۷ء کو مینے اسلام قبول کیا اور جناب مستطاب آقا شیخ محمد تقی مدظلہ مجتہد بمبی کے

روبرو دفتر تبلیغ مولانا سید اسمٰعیل حسین صاحب مسلم مشنری واعظ مدرسۃ الواعظین میں اپنے قبول حق کا اعلان کیا،

مجھے بے حد مسرت ہے کہ میرا تعارف ایک ماہ قبل مولانا سید اسمٰعیل حسین صاحب سے میرے ایک

ولی دوست نے کرادیا تھا جنکا نام پروفیسر احمد رضا صاحب ہے اور جنکو اس بات کا علم تھا کہ مجھے اسلام

کے متعلق معلومات حاصل کرنیکا شوق چند سال سے تھا اس ابتدائی تعارف اور بعد کے چند مکالمات میں جو

اس ماہ میں واقع ہوے مینے یہ طے کر لیا کہ مجھے مذہب اسلام قبول کرنا چاہیے تاکہ مجھے اطمینان قلب حاصل

ہو اور اس دنیا میں و نیز آخرت میں خداوند عالم سے برکت حاصل کرون آمین،

(آپکا مخلص اسلامی بھائی)

(عبد اللہ یوشع پارکر)

ترجمہ اعلان مسٹر یوشع پارکر

بخدمت جمیع برادران شیعہ مذہب

مینے مذہب اسلام بطریق شیعہ اس نیت سے قبول کیا ہے کہ میں اپنے اندر زیادہ بڑا ۔ گہرا ۔ اور کامل ہو جاؤں

اور عقیدہ اللہ پر رکھوں جو وحدہ لاشریک لہ سب سے بڑی ہستی ہے تمام کائنات کا خالق ہے اور جو

عادل ہے، حضرت مسیح علیہ السلام کو میں خدا کا برگزیدہ نبی مانتا ہوں جو کہ بلا واسطہ کسی مرد کے پیدا ہوے

تاکہ بنی نوع انسان میں خالق اکبر کی عظمت کا اظہار کریں اور میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہمارے خالق نے اس

خاص طور کی تخلیق سے دنیا کو عام طور پر یہ بتادیا کہ اگر انسان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثل زندگانی بسر کرنے

تو آخرت میں اجر عظیم کا مستحق ہو سکتا ہے، میرا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیغمبر

برحق تھے، وحی خدا اُنپر نازل ہوتی تھی تاکہ اس دنیا کے برکات سے لطف اندوز ہوں اور ایسی خوشگوار زندگی

بسر کریں جو خالق کو پسند ہو ۔ اور وحی الٰہی کے مطابق) ایسے قواعد مرتب کریں جنپر عملدرآمد کرنے کے

بعد انسان خدا رسیدہ ہو سکتے ۔ آنحضرت نے اس بات پر بہت زور دیا کہ ہمکو اپنے خیالات افعال و اقوال

میں مرضی خالق کی متابعت لازمی ہے ۔

میں ائمہ اثنیٰ عشر (علیہم السلام) پر ایمان رکھتا ہوں جنمیں سے اول اور سب سے افضل حضرت علی

(علیہ السلام) تھے ۔ نیز ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے برحق ہونے پر ایمان رکھتا ہوں،

جنمیں سے اول حضرت آدم ابوالبشر تھے اور خاتم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تھے حضرت مسیح عیسیٰ (علیہ السلام) اور ہمارے بارہویں امام قبل قیامت ظاہر ہونگے،

(راقم آپکا برادر اسلامی عبداللہ یوشع یارکر)

نقل تصدیق نیکنامی حجۃ الاسلام جناب آقا شیخ محمد تقی النجفی الطہرانی

مدظلہ العالی امام مغل مسجد بمبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل مداد العلماء افضل من دماء الشہداء و جعلہم من ورثۃ الانبیاء، و معلوم است کہ جمیع ایں مطالب از جہت زحمت کشیدن علما است در ترویج شریعت و مذہب و آوردن مردمان جہال را بطریق ہدایت، و مخفی نماند کہ از جملہ مروجین و مؤیدین دریں زماں و دریں وقت جناب السید الجلیل و الفاضل النبیل آقائے آقا سید اسماعیل حسین زید توفیقہ، ہستند، از جہت السنہ مختلفہ خیلے زحمت کشیدہ و درصدد ہستند، الحمد للہ ببرکت ارشاد پنج نفر کہ دو نفر از انہا ہندو و دو نفر سنت جماعت بودند و یک شخص انگریزی بود ہمہ اظہار اسلام و ایمان و اثنا عشری شدند و بندہ کلمات اسلامیہ تلقین و مذہب تشیع را شنیدم از ایشاں، و امید دارم کہ موسسین مدرسۃ الواعظین خداوند تائید بفرماید سیما حجۃ الاسلام آقائے نجم الحسن صاحب را کہ واقعا دریں خصوص بذل جہد فرمودہ اند،

اللہم اید الاسلام و اہلہ اللہم انصر من نصر الدین اللہم کثر جنود الاسلام ووفقہم بتوفیقک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ علی محمد والہ الطاہرین ؁

(من الجانی محمد تقی الطہرانی النجفی)

مہر شریف

خطبۂ صدارت اجلاس دہم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

منعقدہ امروہہ

"یہ خطبۂ بلیغہ و فصیحہ جو عالیجناب عظمت مآب خان بہادر راجہ سید محمد اکبر علیخانصاحب بہادر بالقابہم رئیس پنڈراول ضلع بلند شہر صدر اجلاس دہم نے ۳۰ دسمبر ۱۹ء کو ارشاد فرمایا تھا جسقدر مفید و کار آمد ہے وہ اُسکو بغور ملاحظہ فرمانے سے واضح ہو سکتا ہے ارادہ تھا کہ یہ خطبہ مفصل کارروائی کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا جائے اور صرف اسیوجہ سے اسکی اشاعت میں تاخیر ہوئی مگر چونکہ بعض وجوہ سے مفصل کارروائی کی اشاعت میں ابھی کچھ اور توقف نظر آرہا ہے لہذا قارئین کرام کو اس سے زیادہ انتظار کی زحمت دینا مناسب جانکر اس خطبہ کی اشاعت کا افتخار حاصل کرتے ہیں"

وهو هذا

حضرات مجتہدین و علماء برادران قوم و حاضرین جلسہ! السلام علیکم

قبل ازیں کہ میں جلسہ ہذا اور اس اجتماع عظیم کے اغراض و مقاصد صحیحہ پر روشنی ڈالوں مجھ پر لازم ہے کہ بانیان و کارکنان مدرسۃ الواعظین علی الخصوص سرکار شریعتمدار نجم الملۃ والدین مولانا و مقتدانا شمس العلماء السید نجم الحسن صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہم روح روان مدرسۃ الواعظین کی اس عزت بخش عنایت کا دلی شکریہ ادا کروں جو حضور ممدوح نے اس ذرۂ بیمقدار کے حال پر اس مقدس و متبرک جلسہ کا صدر منتخب کرنے میں مبذول فرمائی ہے، نیز قوم کی عزت افزائی کا شکر ناگزیر ہے جسنے سرکار موصوف کے انتخاب کو بہ نظر استحسان دیکھتے ہوئے حقیر کو اس رتبہ کا اہل منظور کیا، مجھے کامل امید ہے کہ حضور ممدوح اور گرامی افراد قوم میرے ناچیز شکریہ کو قبول فرما کر کسی حد تک مجھے اس بار احسان سے سبکدوش فرمائینگے.

میرے خیال ناقص میں قوم کا ہر ایک فرد مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے وجود میں آنیکے بواعث اور اسکے تبلیغی کارناموں سے باخبر ہوگا لیکن اس موقعہ پر ضروری ہے کہ اجمالاً اسکا تذکرہ کر دیا جائے،

مدرسۃ الواعظین کی مختصر تاریخ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ جو دنیائے اسلام میں واحد تبلیغی ادارہ ہے ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ کو بمقام لکھنؤ قائم ہوا۔ اہم ترین مقصد قیام یہ ہے کہ عیسائی و آریہ مشن آئے دن مذہب حقہ اسلام اور واجب التکریم بانی اسلام کی متبرک و مقدس زندگی پر حملہ کرتے رہتے ہیں انکی روک تھام اور کامیاب مقابلہ کیا جائے، اسی مقصد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امیر الامرا عالیجناب مہاراجہ

سر محمد علی محمد خانصاحب بہادر والی محمود آباد (اودھ) نے بمشورہ حضرت صدر الشریعہ سرکار نجم الملتہ والدین شمس العلما جناب مولانا و مقتدانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ دام ظلہ العالی اپنے مرحوم بھائی جناب راجہ علی احمد خانصاحب بہادر اعلی اللہ مقامہ کی یادگار میں اس مبارک و متبرک ادارہ کی بنیاد قائم کی اور مبلغ پانچہزار روپیہ صــ سالانہ اسکے مصارف کے لئے منظور فرماکر وقف ریاست محمود آباد میں ایک دائمی حصہ مدرسۃ الواعظین کا معین فرمادیا۔ لیکن مدرسہ کی روز افزوں ترقی ملاحظہ فرماکر جناب ممدوح نے دو ہزار روپیہ سالانہ کا اضافہ فرمایا چنانچہ فی الحال ریاست محمود آباد سے مبلغ سات ہزار روپیہ سالانہ مدرسۃ الواعظین کو ملتاہے، مہاراجہ صاحب ممدوح کی یہ قابل قدر سرپرستی ہرطرح لائق ستائش و شکریہ کی مستحق ہے اور کامل یقین ہے کہ قدر شناس افراد قوم اس ادائے شکر میں ہمارے ہمنوا ہونگے،

۱۹۲۳ء میں مہاراجہ صاحب بہادر نے بمشورہ کارکنان مدرسۃ الواعظین ایک اپیل شائع فرمائی جسمیں مدرسۃ الواعظین کو اسلامی تبلیغی ادارہ لیکن کسی خاص ستی سے نامزد و متعلق ہونیکا اعلان فرماتے ہوئے قوم کے سپرد کردیا اور اعانت کی استدعا کی، الحمد للہ کہ یہ آواز بیکار ثابت نہ ہوئی اور چند ہی سال میں بجائے پانچہزار سالانہ کے مدرسہ کی آمدنی و خرچ کی مقدار مبلغ چالیس ہزار روپیہ سے زائد ہوچکی ہے لیکن مقصد تبلیغ اسدرجہ اہم ہے کہ اسمیں لاکھوں روپیہ ماہوار بھی خرچ ہو تو کم ہے مجملاً مستقل آمدنی کا تذکرہ بیجا نہ ہوگا جو حسب ذیل ہے:۔

(۱) وقف ریاست محمود آباد سے .... سات ہزار روپیہ سالانہ

(۲) ریاست عالیہ رامپور سے .... دو ہزار چار صد روپیہ سالانہ

(۳) ریاست لمبرہ سے .... ایک ہزار پانصد روپیہ سالانہ

(۴) بعض مقتدر حضرات نے وظائف مستقل جاری فرمائے ہیں جنکی تعداد بھی ایک ہزار روپیہ سالانہ کے قریب ہوتی ہے جسمیں ایک باہمت بزرگ قوم نے پانصد روپیہ سالانہ کا ایک وظیفہ دیا ہے لیکن اپنا نام ظاہر کرنیکی ممانعت فرمادی ہے، اور اس کے علم دوست رئیس سیٹھ جمال محمد راشد نے ایکہزار روپیہ نقد مرحمت فرمادیا تھا اور ایک سوشی روپیہ سالانہ مستقل طور پر وظیفہ جاری فرمایا ہے،

نواب سید اقبال بہادر رئیس شمس آباد نے پندرہ روپیہ ماہوار اور نواب سید قاسم عباس صاحب رئیس شمس آباد نے پندرہ روپیہ ماہوار کا وظیفہ جاری فرمادیا ہے،

خوجہ جماعت کراچی یکصد روپیہ ماہوار بطور تنخواہ واعظ ادا کرتی ہے۔ متقل اعانت وامداد کے علاوہ ہندوستان کے ہر حصہ سے نیز دیگر ممالک سے وقتاً فوقتاً قوم اعانت موصول ہوتی

رہتی ہیں، جنہیں سب سے زیادہ رقم مشرقی افریقیہ کے خوجہ مسلمانوں کی ہے جنھوں نے پچاس ہزار روپیہ نقد بطور اعانت مدرسہ کو گذشتہ چند سال میں بھیجا۔ اسی رقم کا کچھ حصہ وہیں کی تبلیغ اور کچھ حصہ ترجمہ قرآن مجید بزبان انگریزی شایع کرنے کے لیے مخصوص کیا گیا، بقیہ رقم میں مدرسہ نے ایک جائداد مشرقی افریقیہ میں خرید کی ہے جسکی آمدنی اسی ملک کی تبلیغ پر صرف ہوا کریگی،

مرحوم راجہ سر سید ابو جعفر صاحب کے سی، آئی، ای تعلقدار پیرپور نے دس ہزار روپیہ کا گراں بہا عطیہ اور جناب خان بہادر راجہ سید توکل حسین صاحب تعلقدار لورپور نے بھی دس ہزار کا عطیہ مدرسہ کو مرحمت فرمایا تھا چنانچہ ہر دو صاحبان گرامی قدر معین الاسلام کے خطاب کے مستحق ہیں،

اگرچہ آمدنی مستقل کے علاوہ آمدنی میں برابر اضافہ ہو رہا ہے لیکن مصارف بھی اسی تناسب سے بڑھتے جارہے ہیں جسکی وجہ سے ضروری امور ہر سال آئندہ کیلئے بہ امید اعانت مزید ملتوی کردیئے جاتے ہیں، مثلاً انھیں دقتوں کی وجہ سے مدرسہ اپنے مبلغین کو اب تک بلاد مغربی میں نہیں روانہ کرسکا نہ قرآن مجید کا ترجمہ ہنوز انگریزی میں شایع کرسکا۔ ضرورت ہے کہ مختلف زبانوں میں تبلیغی مواد کی اشاعت ہو اور غیر ممالک میں تقسیم کیا جاوے لیکن اسکے لیے برقی پریس کی اشد ضرورت ہے تاکہ تبلیغی اشاعت میں آسانی پیدا ہو،

البتہ اس قلیل مدت میں مدرسہ نے ایک عمارت بقیمت تخمیناً پچاس ہزار روپیہ خرید لی ہے ایک شاندار قیمتی کتبخانہ فراہم کرلیا ہے جس میں مختلف زبانوں مختلف علوم اور غیر مذاہب کے سات ہزار سے زائد مجلدات ہیں مگر ابھی اس کتبخانہ میں بھی اضافہ کی ضرورت ہے، اس شاندار عمارت میں اس وقت ادارہ ہذا کے جملہ شعبہ جات کے دفاتر مثلاً الواعظ، مسلم ریویو، انجمن مؤید العلوم، دارالاقامہ، درسگاہ، دارالمطالعہ، کتبخانہ، اردو، انگریزی مطابع موجود ہیں لیکن ابھی بہت کچھ اضافہ و ترمیم کی ضرورت ہے،

چونکہ داخلہ کے قواعد سخت ہیں بدیں سبب ہر سال ایک محدود تعداد طلبا کی داخل کی جاتی ہے طلبا کو دس سے پچاس روپیہ ماہوار تک حسب لیاقت و درجہ وظیفہ دیا جاتا ہے اور بعد فراغ تعلیم جب کار تبلیغ پر بہ حیثیت واعظ ماہوار کیے جاتے ہیں تو تیس روپیہ سے لیکر دو سو پچاس روپیہ تک علاوہ مصارف سفر دیا جاتا ہے،

۲۰ کس افاضل طلبا اب تک مدرسہ سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے ہیں جن میں ۱۶ صاحبان معروف کار ہیں یہ چند حضرات ہیں وہ سب مدرسہ سے مشاہرہ پاتے ہیں۔ ان کے علاوہ جنرل سکریٹری صاحب و سکریٹری صاحب شعبہ تبلیغ و جناب متولی منتظم مدظلہ العالی و دیگر ارکان مجلس انتظامیہ اعزازی عہدہ دار ہیں اور اپنے

بیش قیمت اوقات اس کار دینی میں صرف فرما کر اپنی سچی اسلامی حمیت و محبت کا ثبوت دیتے ہیں ورنہ بحالت دیگر مصارف کا بار بہت زیادہ ہوتا،

مدرسۃ الواعظین درحقیقت ایک جامعہ کی حیثیت رکھتا ہے اور نہایت باقاعدہ و خوش سلیقہ ہمدردان قوم و ملت حضرات کی نگرانی میں کام کر رہا ہے ملک کے اکثر مقتدر حضرات نے اس دار العلوم کا معائنہ کیا ہے اور اسکی قابل قدر خدمات کو عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اس حقیر نے بھی بتاریخ ۱۹ دسمبر ۱۹ء اس ادارہ کی زیارت کی اور بحمد اللہ موجودہ شعبہ جات اور سلسلۂ تبلیغ کو بنظر غائر دیکھا جو ایک حد تک اطمینان بخش ہے لیکن میری کوتاہ بیں نظر و خیال ناقص نے جو کمی محسوس کی اُسکو سطور گذشتہ میں التماس کر چکا ہوں لہذا ضرورت ہے کہ قوم یکدل ہو کر درمے، قدمے، سخنے، ہر صورت اس متبرک مقصد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کمر ہمت باندھکر اعانت پر آمادہ ہو جائے اور اپنی زندگی کا ثبوت دے،

مدرسۃ الواعظین کی کامیابی اور اُسکی خدمات کا بہترین اعتراف اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اب تک سینکڑوں داخلہ کیلئے صرف ہندوستان کے مختلف مقامات سے ہی افاضل طلبا نہیں آئے ہیں بلکہ ۳ طالب علم مشرقی افریقہ کے ہیں ایک فاضل جلیل قمی مصر سے اور ایک طہران سے آئے ہیں، ایک طالب علم نجف اشرف سے آئے تھے لیکن بوجہ ناسازگاری آب و ہوا و خرابی صحت چند ماہ قیام کرنے کے بعد واپس چلے گئے اکثر درخواستیں داخلہ کی بوجہ کمی سرمایہ و عدم گنجائش واپس کر دی جاتی ہیں، جو اگر خیال کیا جائے تو قوم کے دامن پر ایک بدنما دھبہ ہے۔

اس موقعہ پر مدرسہ کی تبلیغی اشاعت کا تذکرہ بیجا نہ ہوگا جنکی بدولت مقصد تبلیغ انجام پا رہا ہے۔

مسلم ریویو ایک ماہانہ انگریزی رسالہ ۱۹۲۷ء سے جاری ہے، اس رسالہ نے قلیل عرصہ میں دیگر ممالک نیز ہندوستان میں بہترین اسلامی و تبلیغی خدمات انجام دی ہیں اور آئندہ بہت سی امیدیں وابستہ ہیں لیکن کمی سرمایہ سنگ راہ ہے، ضرورت ہے کہ یورپ و امریکہ و دیگر ممالک میں جہاں انگریزی زبان رائج ہے کثرت سے اس رسالہ کی کاپیاں مفت تقسیم ہوں مگر مجبوراً قلیل تعداد ممالک غیر میں تقسیم ہوتی ہے۔ اس صیغہ کے مصارف کا بار بھی مدرسہ کے دوش پر ہے، میری استدعا ہے کہ قوم اسکو اپنے دوش پر لیکر کسی حد تک مدرسہ کو سبکدوش کرے،

الواعظ یہ ماہوار رسالہ اردو زبان میں شائع ہوتا ہے، مدرسہ اور اُسکی خدمات کا حقیقی ترجمان ہے اور غیر مسلمین کے مقابلہ میں اسلام کا محافظ، لیکن اُسکی اشاعت بھی محدود ہے اور غیر مسلم حلقہ میں اُسکو مفت تقسیم نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ یہ بھی قوم کی عالی ہمتی و توجہ کا بدرجہ غایت محتاج ہے،

شعبہ دار التالیف گذشتہ چند سال میں اردو فارسی، عربی، انگریزی، گجراتی، بنگالی زبانوں میں مختلف رسائل حفاظت اسلام کے واسطے شایع کرنے میں کامیابی ہوئی، لیکن اس شعبہ کو مالی امداد کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اسکے شایع کردہ کتب غیر مسلمین کے ہاتھوں پہونچنی ضروری ہیں نیز مصنفین سامان تصنیف فراہم کرنیکی ضرورت ہے مگر بوجہ مجبوری ایسا نہیں ہوسکا،

شعبۂ تعلیم گذشتہ ۳ سال کے عرصہ میں پندرہ طالب علم داخل مدرسہ ہوے اور سات کامیاب ہو کر کار تبلیغ پر مامور ہوے۔ اس شعبہ میں سنسکرت بھی بقدر ضرورت سکھائی جاتی ہے تاکہ غیر مسلم حضرات کے مقابلہ میں مبلغین مدرسہ کو عذر عدم واقفیت زبان کی نوبت واقع نہ ہو۔ دیگر ترقیات شعبۂ ہذا کیلئے انتظام کی سخت ضرورت ہے لیکن بوجہ کمی سرمایہ اقدام نہیں کیا جاسکتا ہے،

شعبۂ تبلیغ مبلغین مدرسہ نے گذشتہ ۳ سال کے اندر علاوہ ممالک ہند کے افریقہ۔ چین۔ جزائر شرق الہند، سیام برہما اور ہندوستان کے ہر گوشہ میں بہترین اسلامی خدمات انجام دی ہیں، سال رواں میں جناب مولوی محمد نثار علیصاحب حیدری خاص حیدرآباد و بعض اضلاع دکن کا نہایت کامیاب دورہ کرکے واپس تشریف لائے ہیں، مختلف مقامات کے مسلم و غیر مسلم حضرات نے موصوف کے طرز تبلیغ کی داد دی ہے، سکندرآباد، حیدرآباد کے بعض اخبارات نے بھی موصوف کے کارناموں پر روشنی ڈالی ہے جو ہر طرح قابل تحسین و ستائش ہے، گذشتہ چند سال کے عرصہ میں جو کچھ کام مدرسہ نے کیا ہے اُسکا خلاصہ عرض کیا گیا اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ یہ ادارہ ایک زبردست تبلیغی ادارہ ہے اور اگر اُسے کافی امداد دینے والے اسلام خصوصاً عالی ہمت افراد قوم سے ملجائے تو عیسائی و آریہ مشن کا بہترین طریقہ سے کامیاب مقابلہ کرکے شرق سے غرب تک اعلائے کلمۃ اللہ کے تسلیم کرادینے میں بارور ہوسکتا ہے عیسائی و آریہ مشن بوجہ سرمایہ دار ہونے کے اپنے دائرہ تبلیغ کے اندر مدارس۔ یتیم خانے شفاخانے اور دار الاقامہ وغیرہ قائم کرتے ہیں اور بھولے بھٹکوں کو دام تزویر میں پھنسلاتے رہتے ہیں، اگر مدرسۃ الواعظین کو سلطان العلوم حامی دین اسلام اعلیحضرت ہزاگزالٹڈ ہائینس شہریار دکن خلد اللہ ملکہٗ و سلطانہ کی سرپرستی و حمایت حاصل ہوجائے تو جلد از جلد اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے، امید ہے کہ حضور ممدوح کی توجہ اس جانب مبذول ہوگی اور دولت آصفیہ کے تاجدار کا یہ احسان جو عالم اسلام اور مسلمین عالم پر ہوگا دوسرے شاہان اسلام کے واسطے ایک شاندار مثال اور قابل تقلید ہوگا، انشاء اللہ،

اس موقع پر اظہار ہذا سے غیر متعلق اخبارات و رسائل کی خدمات کا تذکرہ نہ کرنا ایک سخت اخلاقی فروگذاشت اور بیحد ناانصافی ہوگی جنھوں نے اپنے صفحات کو اسی مقصد اہم اور اپنی ہستی کو اسی کار بزرگ کے لئے وقف کردیا

اخبار سرفراز لکھنؤ عرصہ دراز سے اخبار سرفراز لکھنؤ قومی آرگن کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اور جس باصورت سے قومی خدمات انجام دے رہا ہے وہ قابل صد ہزار آفریں ہے لیکن اسکی محدود اشاعت قوم کی عدم توجہی سے اپیل کرتی ہوگی اسکی اشاعت و نشر میں معتد بہ اضافہ کی ضرورت ہے مقام شکر ہے کہ بمقابلہ دور گذشتہ اسکی اشاعت میں ہفتہ میں دوبار ہو جانے سے نمایاں ترقی ہے مگر ضرورت ہے کہ ایسے قومی اخبار روزانہ کی صورت میں اسٹیج پر آکر قوم کی حیات اور علمی سرپرستی نیز عالی ہمتی کی زندہ مثال پیش کریں۔ مجھے کامل امید ہے کہ میری یہ ناچیز استدعا جو مقصد اہم نشر دین کی مدد و معاون ہے خالی نہ جائیگی اور برادران قوم شغف دینی کا ثبوت دینے میں دریغ نہ فرمائینگے،

اخبار اتحاد امروہہ یہ دیرینہ اخبار بھی اپنی غیر مسلسل اشاعت میں قوم کی عدم توجہی کا رونا رو رہا ہے قومی اخبار کی حیثیت سے غیر مسلمین کی بیجا حملہ آوری کی کیفیت قوم کی سمع مبارک تک پہونچانے میں اسکو نمایاں خصوصیت حاصل ہے لیکن قوم کی لاپرواہی سے نہ پابندی اوقات سے مسلسل اشاعت ہے نہ تا ایندم بھی ترقی کے آثار نظر آتے ہیں بلکہ انحطاط کے دور سے گذرتے گذرتے قطعی فنا ہو جانیکا احتمال ہے جسکا اصلی سبب قوم کی بے توجہی قرار دیجائیگی،

اخبار خورشید مظفر نگر قلب رہنمایان قوم کا یہ اخبار جس مقصد کو پیش نظر رکھکر عالم وجود میں آیا اس سے منزلوں دور ہے۔ اسکی بے سروسامانی مستدعی ہے کہ یہ قومی توجہ کر ادنیٰ شائبہ کے اظہار سے معراج کمال پر پہونچ سکتا ہے۔ اور ان گراں قدر خدمات کو جو سرمایہ کثیر کی محتاج ہیں صرف قلیل سے پورا کرسکتا ہے ضرورت ہے کہ افراد قوم کمر ہمت کو مضبوط باندھکر اپنے قومی آرگنوں کی سرپرستی فرمائیں تاکہ مقاصد کی کامیابی میں آسانی ہو اور ہم مخالفان ملت کے دوش بدوش کھڑے ہونے کے اہل ہوسکیں،

اسی طرح ملک کے عرض و طول میں متعدد رسائل و اخبارات جنکا نام بنام تذکرہ طول سے خالی نہیں جاری ہیں جنمیں میری ناقص رائے میں متذکرہ صدر مثالیں کافی ہونگی اور مجھے افراد قوم کی ذات بابرکات سے بدرجہ خلوص یقین و اعتماد ہے کہ جملہ اغراض کو ملحوظ خاطر فرماکر اعانت میں ہر ممکن ذریعہ اختیار کرتے ہوئے ہمدردان ملت کے دلی شکریہ کے مستحق ثابت ہونگے

آخر میں مجھے مومنین امروہہ کا دلی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے دور حاضرہ میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس اور مدرسۃ الواعظین کے اجلاسوں کو مدعو فرماکر اپنے شغف ایمانی اور قومی درد کا ثبوت دیا جو ہر طرح قابل ستائش ہے، امید ہے کہ مستقبل میں جملہ حضرات اسی طرح قومی اداروں کی سرپرستی اور مقتدر حضرات رہنمایان قوم کی تواضع اور انکے مجوزہ مقاصد میں اعانت فرماکر قابل

تقلید مثال پیش کرتے رہینگے،

مجھے امید ہے کہ حضرت صدر الشریعہ مدظلہ العالی و دیگر ارکان مجلس انتظامیہ میری حقیر و ناچیز پیشکش بمد اعانت مدرسۃ الواعظین مبلغ الستہ یکمشت اور مبلغ ۱۵۱ سالانہ وظیفہ قبول فرماکر میری عزت افزائی فرمائینگے، حالانکہ یہ پیشکش نہایت قلیل اور ناقابل توجہ ہے لیکن بمصداق قطرہ قطرہ تجے بہ دریا ایں مثنوی پر عمل کرتے ہوے بخوشی کسی مد میں محسوب فرمالینگے اور مجھے جو سربلندی و افتخار حاصل ہوگا ان ابد الآباد منت پذیری کیلئے کافی اور اداے شکریہ سے بے نیاز رہیگا، نیز مسبب الاسباب حقیقی سے میری دلی دعا ہے کہ اس ادارہ کو ہمیشہ ممتاز و محسود مخالفین رکھے اور تکمیل مقاصد میں تا قیامت امداد و کامیاب کرے اور قوم کو اپنی رحمت کاملہ سے ہمت کرامت فرمائے کہ وہ اس دور کشمکش حیات میں پامردی سے محفوظ و قائم رہے، ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمیں باد

خادم قوم

سید محمد اکبر علیخان

انگریزی ترجمہ صحیفۂ کاملہ

کلام الامام امام الکلام

علی ثانی یا آدم ثالث امام چہارم حضرت علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کا وہ کلام بلاغت نظام جو تحت کلام الخالق و فوق کلام المخلوق اور ما فوق تصور انسانی علوم و کمالات کا معدن اور رابطہ عبدیت و معبودیت کے صحیح معانی کا مخزن اور دعا و مناجات کے اعلے ترین طرق کا معلم مدرسۃ الواعظین کے کافی وقت و روپیہ کے صرف سے انگریزی میں ترجمہ ہوکر طبع ہو رہا ہے اور شائقین کے سخت تقاضہ سے پہلا حصہ جو ۲۸ دعاؤں پر مشتمل ہے اور ۹۰۷ صفحہ پر ختم ہوا ہے شایع بھی کردیا گیا ایک صفحہ پر اصل عبارت عربی ہے اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہے جلد نہایت عمدہ انگلش فیشن قیمت عہ

یہ ترجمہ کیسا ہے اور اسکے کیا خصوصیات ہیں؟ ایک مادہ پرست جرمنی اُسکو دیکھکر کہتا ہے کہ اگر خدا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کتاب میں بتلایا گیا ہے تو میں ایسے خدا کے ماننے کو تیار ہوں، ہاتھوں ہاتھ نکل رہا ہے جلد منگوالیئے ایسا نہ ہو کہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے،

سائنس اور قدرت

گذشتہ سے پیوستہ

نمبر ا میں جس آیت کی تفسیر لکھی گئی ہے اس سے جو عنوان خلقت آسمان و زمین معلوم ہوا اس حد
تک آج تک سائنس داں تحقیق نہ کر سکے اور نہ کر سکیں گے کیونکہ انکی تحقیق کی حدود ہیں ہے آسمان کے
بھلا یہ حالات کہاں معلوم ہو سکتے ہیں وہ تو جو جا کر انکو دیکھ آیا اسے چشم دید واقعات بیان کئے آسمان
میں ستونوں کی قسم پروردگار عالم نے کھائی ہے۔ ابھی تک سائنس داں آسمان ہی کی تحقیق سے عاجز
ہیں چہ جائیکہ اسکے راستے دریافت کر سکتے، آسمان کی خلقت بقول امیر المومنینؑ خطبہ اول نہج البلاغہ
میں پانی کے پھیں سے ہے،

(۲) سورۂ رعد۔ اللہ وہی ہے جسنے آسمانوں کو جنھیں تم دیکھتے ہو بغیر ستونوں کے بلند کیا پھر
عرش پر اسکا حکم غالب آیا اور سورج اور چاند کو مطیع کر لیا۔ ہر ایک مدت معینہ کے لئے رواں ہے
و وہی ہے جسنے زمین کو پھیلایا اور اسمیں پہاڑ اور دریا قرار دیے۔ اور ہر قسم کے پھلوں
میں سے دو دو طرح کے پیدا کر دیے وہ کو رات سے ڈھانپ دیتا ہے اور زمین کے مختلف قسم کے ٹکڑے ایک دوسرے
کے پاس پاس ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتیاں اور کھجور کے درخت ایک ہی میں سے
کئی اگے ہوے اور علحدہ علحدہ اگے ہوے کہ یہ سب ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں او
انکے پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے پر برتری دیتے ہیں وہ جانتا ہے ہر مادہ کے حمل میں کیا ہوتا ہے اور ارحام
کتنی کمی رکھتے ہیں اور کتنی بیشی اور وہ وہی ہے جو ڈرانے کے لیے اور لالچ دلانے کیلئے تمکو
بجلی کی چمک دکھلاتا ہے اور گھنگھور گھٹائیں پیدا کرتا ہے رعد اسکے حمد کی تسبیح پڑھتا ہے
اور کل فرشتے اسکے خوف سے و بجلیاں گراتا ہے پس جسکو چاہتا ہے انکے ذریعہ سے
نقصان پہونچا دیتا ہے اسنے آسمان سے پانی اتارا پھر اپنی مقدار کے موافق ندیاں بہ
نکلے اور پانی کے ریلے پر پھولا ہوا جھاگ آگیا اور اس چیز میں سے جسے یہ لوگ زیور یا اسباب بنانے کے
لیے آگ پر تپاتے ہیں ایسا ہی جھاگ نکلا کرتا ہے پس جھاگ تو خشک ہو کر بیکار ہو جاتا ہے او
رہا وہ جو لوگوں کو نفع پہونچاتا ہے وہ زمین میں رہ جاتا ہے۔

ان طویل مبارک آیتوں سے بہت سی باتیں معلوم ہوگئیں،

(۱) آسمانوں کو ستونوں پر بلند فرمایا جنکو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ سائنس داں ابھی تک دریافت

کر سکے اور نہ کر سکینگے یہ اُنکے احاطہ عقل سے باہر ہے

(۲) سورج اور چاند ہر ایک مطیع خداوند عالم ہے۔ نہ آپ ہی آپ پیدا ہوئے نہ آپ ہی آپ متحرک ہیں۔ خداوند عالم کے حکم سے ایک مدت معینہ تک کے لیئے رواں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دنیا ایک دن فنا ہو جائیگی اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ دونوں متحرک ہیں یہ کہ سورج ساکن ہے جیسا کہ سائنس دانوں کا خیال تھا۔ اب گو اب تحقیق ہوئی ہے کہ سورج بھی متحرک ہے،

(۳) زمین کو اسی وحدہٗ لاشریک نے پھیلایا نہ یہ کہ ماں آپ ہی آپ ہے اسکا کوئی خالق نہیں، اسی نے پہاڑ زمین پر قائم کیے، کوئی سائنس داں صاحب بتائیں کہ پہاڑ کیوں پیدا کیے گئے؟ ان کیا تبائے خود وہی قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ہمنے بڑے بڑے پہاڑ جہاں مناسب سمجھا قائم کر دیئے تاکہ زمین اپنے رہنے والوں سمیت کہیں کسی طرف کو جھک نہ جائے، گویا "بیلنس" قائم کرنے کے لیئے انکی خلقت ہوئی ہے

(۴) فرماتا ہے کہ ہر قسم کے پھلوں میں سے دو دو طرح کے پیدا کر دیئے، یعنی ایک مونث دوسرا مذکر اسسے علم نباتات کا ایک مشہور مسئلہ ثابت ہوا، تحقیق ہوئی ہے کہ ہر درخت جبتک کہ اپنے جوڑے کے ساتھ موانست نہیں کرتا اُسوقت تک پھول اور پھل نہیں پیدا ہوتے آج سے صدیوں قبل خداوند عالم نے مسلمانوں کو اس امر کی خبر دی مغربی سائنس داں ہمارے سامنے نہیں اکر سکتے

(۵) فرماتا ہے دن کو رات سے ڈھانپ دیتا ہے۔ ابھی اسکے قبل فرما چکا ہے کہ زمین چاند سورج سب متحرک ہیں، لہٰذا اس حرکت کا اثر کیا ہوا دن اور رات کا پیدا ہونا مسئلہ

اور یعنی زمین کی گردش آفتاب کے گرد اور خود اپنے محور کے گرد اس سے ثابت ہوئی،

(۶) مختلف قسم کے ٹکڑے زمین کے ایک دوسرے کے پاس پیدا کیے۔ اس سے ثابت ہوا کہ زمین مختلف قسم کی ہوتی ہے، یعنی شور، رتیلی، چٹان، اوسر، نرم وغیرہ، ماہرین دور حاضر نے بھی یہی تحقیق کی ہے۔

(۷) مختلف قسم کے درخت ایک ہی جڑ میں سے کئی اُگے ہوئے اور علیحدہ علیحدہ اُگے ہوئے سب ایک ہی پانی سے سینچے جانیکے باوجود مختلف قسم کے پھل دیتے ہیں کوئی سائنس داں صاحب تحقیق کریں کہ زمین ایک پانی ایک پھر پھل کیوں مختلف نکلتے ہیں اور مختلف درخت کیوں اُگتے ہیں انکو ایک جبار و قہار کے قدرت کاملہ کے سامنے سر جھکانا ہوگا بغیر اسکے چارہ نہیں

(۸) وہ جانتا ہے کہ ہر حمل میں کیا ہوتا ہے یعنی لڑکا ہے کہ لڑکی اور ارحام کتنی کمی و بیشی رکھتے ہیں، سائنس داں آج تک اسمیں کامیاب نہیں ہوسے اور نہ آئندہ بتاسکتے ہیں کہ حمل لڑکے کا ہے یا لڑکی کا۔ اگر اپنی بڑائی کا دعویٰ ہے تو بتائیں ورنہ اسکی بڑائی تسلیم کریں۔

(۹) بجلیوں کی چمک اور گھنگھور گھٹائیں وہی پیدا کرتا ہے نہ کہ اسباب خارجیہ سے آپ ہی آپ ہر چیز اور فعل مترتب ہوتا رہتا ہے، پورا مسالہ اور یعنی بھاپ اور اسکا پھر پانی کی شکل میں تبدیل ہونا اور پانی کا برسنا اور اس سے مختلف قسم کے درختوں کا نکلنا اور غلوں کا پیدا کرنا ثابت ہوا،

(۱۰) ایک مقام پر فرماتا ہے کہ ہر چیز اسکی تسبیح کرتی ہے خواہ جاندار ہو یا بیجان جو بیجان ہیں اسکے سامنے گویا سجدے میں پڑے ہوے ہیں یہ قرآن مجید کے الفاظ ہیں سائنس داں تعجب کی نظر سے دیکھیں اور سمجھیں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ رعد اسکی حمد کی تسبیح پڑھتا ہے اور کل فرشتے صحیفۂ کاملہ میں امام زین العابدین نے اس دعا میں جسمیں کل ملائکہ پر آپنے سلام کیا ہے یہ فرمایا ہے کہ مینھ کے خزانچیوں پر اور بادل کے ہنکانے والوں پر اور اس فرشتے پر جسکی جھڑک کی آواز سے بجلی کی کڑک سنائی دیتی ہے اور جب اسکی آواز کی وجہ سے گرجنے والے بادل چلنے لگتے ہیں تو گرنے والی بجلیاں چمکنے لگتی ہیں اور برف اور اولوں کے پیچھے پیچھے چلنے والوں پر اور مینھ کے قطروں کے ساتھ اترنے والوں اور ہواؤں کے خزانچی فرشتوں پر اور ان فرشتوں پر جنھوں نے پانی کے وزن اور کثیر مینھ کی مقدار اور طلاطم والے مینھ کے پیمانہ پر اطلاع دیدی ہے، ابو بصیر سے حضرت امام جعفر صادق ع نے فرمایا کہ رعد ایک فرشتہ ہے سائنس داں یہ کہتے ہیں کہ ہوا بادلوں کو چلاتی ہے اور جب مختلف بادل کے ٹکڑے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے ہیں تو یہ گرج کی آواز پیدا ہوتی ہے اور انکے رگڑ کی وجہ سے چمک پیدا ہوتی ہے اصل مطلب کے قریب تو پہونچے مگر حقیقت کو نہ سمجھے نہ سمجھ سکتے ہیں اسکو تو وہی حضرات سمجھیں ہیں جنکے پاس پوری کتاب کا علم ہے امام ع فرماتے ہیں کہ ملائکہ مینھ کے خزانچی ہیں، سائنس داں کہتے ہیں کہ آپ ہی آپ بھاپ کثیر مقدار میں ٹھنڈی ہوکر پانی کی شکل میں ہوا کی ذروں پر جمع رہتی ہے جسکو بادل کہتے ہیں کوئی انکا منتظم نہیں ہے۔ سبحان اللہ کیا وہ غور نہیں کرتے کہ کون ہواؤں کو چلاتا ہے، کون بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پانی برساتا ہوا لیجاتا ہے کہیں پانی برساتا ہے کہیں نہیں، آیا یہ سب آپ ہی

آپ بغیر کسی منتظم کے حکم کے ہوا کرتا ہے تعجب ہے کہ سائنس میں تو اتنی ترقی اور حقیقت سے اتنی دوری
اب نہ سمجھیں کہ ملائکہ ان امور پر موکل ہیں وہ سب احکام باری تعالیٰ کے مطابق عمل کرتے ہیں رعد
فرشتہ ان امور کو انجام دیتا ہے اسکی آواز گویا بادل کی گرج ہے اور یہ ضرور ثابت ہوا کہ جب بادل
چلنے لگتے ہیں تو بجلیاں چمکنے لگتی ہیں یعنی بجلی انکی آپس کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے، ملائکہ برف
اولہ پانی سبکا انتظام کرتے ہیں، پانی کے ہر قطرے کے ساتھ ملک اترتا ہے اور اسکو وہیں گراتا
ہے جہاں حکم ہو اسی طرح اولہ اور برف اور ہواؤں پر بھی ملائکہ مقرر ہیں جو اسکو جسطرح حکم ہوتا ہے چلاتے
ہیں، سائنس دانوں کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں وقت فلاں جگہ سمندر میں طوفان آئیگا یا بارش
ہوگی مگر وہ اسکو اشیا کے ظاہری افعال کے باہم مترتب ہونے پر محمول کرتے ہیں اور
اس واجد بے مثال کے انتظام کو نہیں دیکھتے نہ سمجھتے ہیں سائنس داں،
یعنی بارش کے پانی ناپنے کے آلہ سے یہ تو معلوم کر لیتے ہیں کہ فلاں جگہ اتنا پانی برسا بس اس سے
زائد نہیں مگر انکو کیا خبر کہ ہر جگہ حقیقتاً کتنا پانی برسا اور نہ انھیں یہ معلوم کہ پانی کا وزن کیا ہے
یا کثیر مینھ کی مقدار اور طلاطم والے مینھ کا کیا پیمانہ ہے۔ اسکو وہ ملائکہ جانتے ہیں جنکو خدائے
جبار نے اسکے متعلق علم دیدیا ہے،
(۱۱) اخیر آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی پانی کے برسنے سے دریا ندی نالے سیراب ہو جاتے ہیں

(۵) سورہ فاطر۔ فرماتا ہے کہ بیشک اللہ آسمانوں کو اور زمین کو اس بات سے روکے ہوئے ہے
کہ یہ ٹل جائیں اور اگر یہ ٹل جاتے تو کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو انکو روک دیتا سائنس داں
فرماتے ہیں کہ اجسام کی کشش جو ایک کو دوسرے کے ساتھ ہے وہ انکو فضا میں قائم کیے ہوئے
ہے، پوچھئے ان لوگوں سے کہ ہزار دقتوں سے آپ کسی پہاڑ کی چوٹی تک پہونچتے ہیں اور قطب
جنوبی اور شمالی دنیا کے سر کہلاتے ہیں اب اس زمانے میں ہوائی جہازوں کی بدولت
ایک سرسری نظر سے جو دیکھنا نصیب ہوا تو ہزاروں کلیے بنے اور انکی تردید ہوئی۔ جو کلیہ کسی امر
کے متعلق آپ قائم کرتے ہیں اسے خود ہی آگے چلکر بدل دیتے ہیں ہمکو کیا یقین کہ حقیقتاً یہ کلیہ ہر زمانے
میں صحیح رہیگا اسکی کوئی دلیل آپکے پاس نہیں ہے، سوا اسکے کہ آپ کہیں کہ صاحب تجربہ سے یہ کویہ
ثابت ہوا اور آگے چلکر ممکن ہے کہ کوئی تجربہ کچھ اور ثابت کرے جہل کی تو یہ حالت اور دعوی اتنے
لمبے چوڑے، آپ سیدھے سیدھے یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہر چیز خدا کے قدرت کاملہ سے قائم ہے

(باقی آئندہ)

آزادی اور اسکا اصلی مفہوم

گذشتہ سے پیوستہ

ہوسکتا ہے کہ ایک چیز ایک وقت میں دس روپیہ کی ہو اور دوسرے وقت اسکا نرخ بیس روپیہ یا اُس سے کم و بیش ہو جائے، تغیر زمان و مکان اور تغیر عناوین خارجیہ سے ہمیشہ اموال میں قیمت کے اعتبار سے تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لہذا کسی چیز کی قیمت کے متعلق یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہی قیمت اُسکی بہر حال ہے اسی وجہ سے کسی بیش قیمت چیز کو خرید کر مشتری نہیں کہہ سکتا کہ بائع نے اُسپر ظلم کیا کیونکہ جب تغیر قیمت کی وجہ سے کوئی چیز کسی خاص قیمت کی نہیں تو مشتری کیونکر کہہ سکتا ہے کہ ایک روپیہ کی چیز بائع نے مجھے دو روپیہ کو دی کیونکہ اگر وہ چیز اسوقت بعض خریداروں کے اعتبار سے ایک روپیہ کی کہلائی جائے گی تو بعض دوسرے خریدار اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لحاظ سے دو تین روپیہ بھی دے سکتے ہیں معلوم ہوا کہ شئے مذکور کی کوئی قیمت معین نہیں ہے اور غیر معین القیمت چیز اگر مثلاً دو روپیہ کو دیدی گئی تو کوئی ظلم نہیں ہوا بخلاف اسکے کہ سود خوار کو ایک روپیہ قرض لیکر دو روپیہ دیے جائیں یہاں حتماً ایک روپیہ ضائع ہو گیا اور منفعت گیرندہ نے اُسپر صریح ظلم کیا کہ ایک روپیہ لیکر اُسکی دونی مقدار واپس لی اس دوسرے روپیہ کا سود خوار کو کسی طرح حق حاصل نہیں ہے،

یہاں بہر کارسازی اسلام ملاحظہ ہو منفعت خواہی کے جذبہ کو ناجائز صورتوں کی طرف سے موڑ کے اُسکے سیلاب کے لیئے جواز بیع کا وسیع میدان کس طرح آراستہ کردیا اور اُسکی موجوں کے تھپیڑوں سے کسی بھائی کی حاجتوں کو نہ ٹکرانے دیا جس کے سبب سے خلاف انصاف نقصان میں وہ مبتلا ہو جائے جذبات کا معتدل بنانا اسلام ہی کا کام ہے جسکی وجہ سے انسان سے محکومیت کی برائی دور ہو جاتی ہے اور کسی ناجائز دباؤ میں آنے کی ذلت سے وہ بچتا ہے اور اسیری کی بلا سے نجات ملتی ہے، اسیری اور آزادی کے مظاہرہ چونکہ ملتے جلتے ہیں اسوجہ سے آزادی کی راہ میں اُسکو غلامی کا راستہ سمجھکر اکثر آسرار پاؤں نہیں ڈالتے اسی طرح اسکا مخالف پہلو ہے لہذا سمجھ بوجھ کر راستہ چلنا چاہیئے یہاں آزادی کے لباس میں غلامی اور غلامی کے لباس میں آزادی اکثر طریقوں میں پائی جاتی ہے،

حجاب نسواں کی ظاہری شکل اسیری کا فوٹو ہے جس کی وجہ سے پردہ کے مخالف حضرات کی

بری طرح تیور بان چپٹر ہی ہوئی ہیں جو لوگ کسی آسمانی مذہب کے حامی نہیں وہ اگر پردہ کے مخالف ہوں تو چنداں بیجا نہ ہوگا اسلیے کہ اُن کا مذہب بجز وطن اور ملک کے کچھ نہیں ہے ایک حصّہ ارض میں صرف آزادی سے پھرنا چاہتے ہیں اور جبکہ وہ سمجھتے ہیں کہ قدرتی طور سے ہر مکین کے لیے مکان ہے تو اُسکے مکان سے ہٹانا ظلم ہوگا اور یہ ظلم کسی فرقہ خاص سے مخصوص نہیں نہ مرد مظلوم ہونیکو تیار نہ عورتیں اُسکی حقدار اپنے وطن میں ہر شخص بے روک ٹوک پھر سکتا ہے عورت کو چار دیواری میں کیوں محفوظ کیا جائے یا برقع اوڑھا کر اُسے خانہ بدوش کیوں بنایا جائے قدرت نے جب سے برہنہ پیدا کیا ہے تو کسی چیز میں اُسے محصور کرنا قدرت کے خلاف قدرت کا گناہ ہوگا،

بہرطور یہ خواہش انکی اسوجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ وہ بجز اپنے وطن کے کسی کے حامی نہیں ہیں لیکن جن لوگوں کے پاس ایک آسمانی مذہب موجود ہو وہ اُسکے تحفظ میں اپنی زندگی کا دارمدار سمجھتے ہیں اور چونکہ آسمانی مذہب کچھ معلومات کے ماتحت ہوتا ہے جسکا وقوع حضار عقائد کے سوا اور کہیں نہیں ہوتا لہذا اُنھیں عقائد کے تحفظ پر مذہب کا تحفظ مبنی ہوتا ہے اگر اُنمیں فرق آیا تو مذہب میں بھی فرق آجائیگا، عقائد پر حملہ کرنے والے تبادلہ خیالات کے مواقع کے سوا اور کوئی چیز نہیں نسواں میں چونکہ انفعالی قوت بہ نسبت مرد کے زیادہ ہوتی ہے لہذا تبادلہ خیالات کو اپنی تاثیر کا موقع انمیں زیادہ ملتا ہے پس تحفظ مذہب کے اعتبار سے عورت ایک بڑی خطرناک چیز ہے ہمیں بڑی ضرورت ہے کہ اپنے مذہب کے تحفظ کی غرض سے اس فرقہ کو کبھی ایسا موقع نہ دیں جو اُنکی بربادی میں معین ہو صحبت کا اثر معاشرت کی تاثیر نہایت قوی ہوتی ہے خصوصًا صنف نازک پر اُنکی حملہ نہایت کامیابی سے ہو سکتے ہیں اگر عورتوں کے لیے منطقہ معاشرت کو وسیع کر کے مختلف جمعیتوں میں شریک ہونے کی اجازت دیدیں کہ نہایت بیباکی کے ساتھ ہر ایک سے مل جل سکیں تو وہاں جہاں اسلام کے علاوہ مختلف عناصر کا ہجوم ہو بہت ممکن ہے کہ قانون ازدواج سے شرعی تقیدات بھی اُٹھ جائیں اور ناجائز ازدواج کے ذریعہ سے دوسری قومیں اس فرقہ پر تسلط کرلیں جسکا پہلا نتیجہ مذہب کی رخصتی ہے اگر اہل اسلام اور بے پردہ اقوام پر مجموعی نظر ڈالی جائے تو بخوبی واضح ہو سکتا ہے کہ اول الذکر میں پابند اس مذہب کی تعداد بہ نسبت آخر الذکر کے بہت زیادہ ہے اور بڑی وجہ اُسکی حجاب نسواں ہی،

یہ سب بے حجابی ہی کے کرشمہ ہیں کہ بے پردہ عورتیں ہر طرح کے مردوں سے ملکر ادھر اُدھر جذب ہو گئیں اور لامذہبی کا عنصر اُنمیں زیادہ ہو گیا لہذا اسلام ایسی غیر معتدل آزادی کو ہرگز نہیں چاہتا جسکا اثر اُسکے ازلی قانون پر آئے یہ گروہ اگر اس طرح آزاد کر دیا جائے تو اسلام کو صدمہ پہونچیگا اور آزاد بنانے والا آلہ شکستہ ہو نکلیگا"

(باقی آئندہ)

برادران اسلام کی زیادتیاں

تسلیم آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ میں علاقہ سندربن صوبہ بنگال میں مدرسۃ الواعظین کی طرف سے کچھ نام نہاد شیعوں میں تبلیغی خدمت انجام دے رہا ہوں۔ اور انکے لیئے بنگلہ زبان میں آٹھ عدد کتابیں بھی ترجمہ کرائی ہیں اور ایک مدرسہ بھی بمقام شنکرپور ضلع چوبیس پرگنہ میں قائم کیا ہے ہمیشہ تبلیغی مصالح یہ تھے کہ میں صرف نام نہاد شیعوں کو انکے اصول و فروع سے باخبر کردوں اور اہلسنت والجماعت سے کوئی تعلق نہ رکھوں جب کبھی ترجمان لیکر میں دورے کے لیئے گیا تو اپنے بیان میں مزید احتیاط کی بنا پر محض وعظ و نصیحت پر اکتفا کی اور کبھی مسئلہ خلافت پر روشنی نہیں ڈالی اور نہ اسکا تذکرہ کیا مگر باوجود احتیاط کے بھی مولوی روح الامین صاحب نے شنکرپور کے اطراف میں تمام شیعوں پر فتوی کفر لگایا۔ یہ امر ان سے دیکھا گیا کہ نام نہاد شیعہ بیچارے اپنے روزہ نماز کے پابند ہوں اس لیئے ان کا خیال یہ ہوا ہوگا کہ شاید بنگلہ زبان میں شیعوں کی کتابیں دیکھکر یہ اہلسنت شیعہ مذہب کی طرف مائل ہو جائیں اس بنا پر انھوں نے مریدوں کو یہ فتوی دیدیا کہ شیعہ چونکہ اصحاب ثلاثہ کو نہیں مانتے اسلیئے کافر ہیں ان کے ہاتھ کا کھانا پانی درست نہیں ہے ۱۹ر اپریل سنہ ۱۹۳۰ء کو مدرسہ جعفریہ شنکرپور میں میں نے ششماہی امتحان کے جلسہ کی بنا کی تھی جسمیں بعض معززین حضرات کو کلکتہ سے گیا تھا جلسہ سے فراغت کے بعد مجھے یہ معلوم ہوا کہ بازاروں میں ایک ڈھنڈھورا اہل سنت کی طرف سے پیٹا گیا ہے کہ موضع پاٹلی ضلع چوبیس پرگنہ میں شیعہ سنی کا مناظرہ ہے جسکو سن کر مجھے نہایت حیرت ہوئی ایک خط بھی موضع پاٹلی کے اہلسنت کا زبان بنگلہ مجھے ملا جسمیں یہ لکھا تھا کہ ۲۱ر اپریل سنہ ۱۹۳۰ء کو پاٹلی میں مناظرہ ہے اگر حضرات شیعہ اپنے عالم کو لیکر نہ آویں گے تو انکی ہار سمجھی جاوے گی اس خط کو سن کر مجھے نہایت تعجب ہوا اور اسکی تحقیق کے لیئے میں نے دو آدمی موضع مذکور کو خط دیکر بھیجے کہ وہ جاکر تحقیق کریں یہ مناظرہ کیسا ہے۔ ۲۱ر اپریل کو وہ لوگ واپس آئے معلوم ہوا کہ وہاں شاہجہانپور کے کوئی مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں انھوں نے وہاں کے شیعوں کو بہت کچھ برا بھلا کہا ہے اور کافر بنایا ہے میں نے یہ سنکر ایک خط اہلسنت ساکنان پاٹلی کے نام تحریر کیا کہ آپ لوگوں کی طرف سے اعلان مناظرہ کا ہوا ہے جس کی اصلا ہم کو خبر نہیں ہے، مناظرہ میری نظر میں مصلحت نہیں ہے، کیونکہ اسکا کوئی فائدہ عوام میں نہیں ہوتا اگر آپکے عالم صاحب کو علمیت کا دعوی ہے اور مناظرہ کا جوش ہے تو بسم اللہ میں حاضر ہوں مگر شرط یہ ہے کہ غیر مسلم دو شخص حکم بنا دیے جائیں جو حق اور ناحق کا فیصلہ کریں۔ اس خط کے جانے کے بعد شاہجہانپوری مولانا صاحب کو یہ خط دکھایا گیا انھوں نے کہا کہ

میں ان شیعہ مولانا سے اگر مناظرہ کروں گا تو دوسو روپیہ نقد لوں گا۔ حضرات اہلسنت نے کہا ہم دوسو نقد بھی دینگے مگر بغیر مناظرہ کیے ہوے نہ جانے دینگے آپ نے ہمارے تمدن میں خلل ڈالا ہے۔ ہمارا میل جول اور کھانا پینا اور شادی بیاہ شیعہ سے ہوا رہتا تھا آپ شیعہ مولانا کے سامنے شیعوں کا کافر ہونا ثابت کر دیں چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے منظور کیا اسکے بعد اطلاعی خط اہلسنت نے چند شیعوں کے ہاتھ میرے پاس بھیجا اور ان شیعوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اگر آپ نہیں چلیں گے تو ہمارے سنو گھر شیعہ نہایت تکلیف میں رہیں گے، چنانچہ میں نے جانا منظور کیا اور کہا کہ تم جاکر سواری کا بندوبست کرو میں کل صبح کو سوار ہوں گا، چنانچہ میں بارہ بجے ترجمان کو لیکر پائلی پہونچا مگر وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ مولوی صاحب میرے آنے کی خبر سنکر خفیہ طور پر وہاں سے چلے گئے جسکی وجہ سے پائلی کے اہلسنت نہایت رنجیدہ خاطر ہو رہے تھے میرے پاس آکر چند لوگوں نے کہا کہ ہمارا عالم تو بھاگ گیا آپ جو چاہیں ہم کو کہیں جسطرح ہمارے عالم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، آپ بھی ہمارے کفر کا فتویٰ دیدیجیے میں نے اُن کو جواب دیا کہ تم لوگ بے قصور ہو میں کوئی کلمہ ایسا نہ کہوں گا کہ دل آزار ہو اگر تمھارے عالم موجود ہوتے تو کفر کے مثل کا جواب اُن کو دیتا میں تم لوگوں کو بے قصور سمجھتا ہوں، کیوں کہ تم اُردو، فارسی، عربی زبان سے نابلد ہو تم نے مذہب کی حقیقت کو صرف اپنے عالم کی زبان سے سنا ہے، میں تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں اتحاد کی سخت ضرورت ہے، تمھاری قوم میں مناظرہ کرنا فعل عبث ہوگا تم ایک حرف اُردو کا سمجھ نہیں سکتے تم کو کیا معلوم ہوگا کہ دونوں عالموں نے کیا بحث کی اُنھوں نے کہا کہ ہم مسئلہ خلافت کی تحقیق چاہتے ہیں آج مغرب کے بعد مسئلہ خلافت کو سمجھا دیجیے، چنانچہ بعد مغرب کے میں نے تقریر شروع کی مترجم ایک ایک لفظ بنگلہ زبان میں سمجھاتا جاتا تھا اور میں نے اُن کے سامنے یہ قسم کھائی کہ میں تمھارے سامنے جو کچھ بھی بیان کروں گا، وہ اہلسنت کی معتبر کتابوں سے بیان کروں گا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جس کا حاضرین پر بہت کچھ اثر ہوا اور سب نے اقرار کیا کہ ہم لوگ آج مسئلہ خلافت کو سمجھے، چند آدمیوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مذہب تبدیل کرنے کو تیار ہیں میں نے جواب دیا کہ تمھارا مذہب تبدیل کرنا ابھی معتبر نہیں ہے تم اپنے عالموں سے میرے بیان کی تصدیق اور خلافت کے مسئلہ کی تحقیق کرو اسکے بعد اگر تمھاری نظر میں مذہب شیعہ حق ہوگا تو تم مذہب تبدیل کرنا۔

ختم جلسہ کے بعد میں نے کہا کہ چونکہ مجھے کلکتہ میں جمعہ پڑھانا ہے اور بھی بعض ضروری کام ہیں اس لیئے اب میں صبح کو کلکتہ جاؤنگا، اگر تمھارے عالم موجود ہوتے تو میں تا اختتام مناظرہ نہ جاتا، چنانچہ ۲۵ اپریل کی صبح کو جب میں نے روانگی کا انتظام کیا اور گاڑی پر سوار ہو گیا تو چند حضرات اہلسنت

اسلئے، اور انھوں نے کہا کہ آپ جاتے ہیں ہمارا عالم مناظرہ کے لیئے آسکتا ہے ہم انکو جا کر بلا لائیں
میں نے اسباب گاڑی پر سے اتروا لیا اور کہا کہ جا کر بلا لاؤ۔ جب اُن لوگوں نے یہ دیکھا کہ میں نہیں
جاتا تو پھر آکر یہ کہا کہ ہمارا عالم اپنے شہر شاہجہانپور چلا گیا، مگر ہم مناظرہ ضرور کرینگے آپ شرائط
مناظرہ اپنے روبرو طے کرا دیجیئے چنانچہ فریقین میں شرائط مناظرہ حسب ذیل طے ہوے اور مجھے مناظرہ
کے لیئے مجبوراً تیار ہونا پڑا،

شرائط مناظرہ

(۱) فریقین کے علما موضوع مسئلہ کے علاوہ اور کسی مسئلہ پر بحث نہ کرینگے،
(۲) ہر ایک فریق کے عالم کا بیان دو جگہ قلم بند کیا جائیگا اور ہر ایک بیان پر مناظرین فریقین
کے دستخط ہونگے اور ہر ایک فریق کے عالم کے پاس دستخط شدہ کاغذ محفوظ رہیگا،
(۳) مناظرہ کے وقت دو حکم غیر مسلم ایسے معین کیے جاوینگے جو اُردو اور عربی سمجھتے ہوں، اور
ان دونوں کا یہ فرض ہوگا کہ بعد ختم مناظرہ اس امر کا فیصلہ کریں کہ کسکا دعویٰ ثابت ہے،
(۴) جس فریق کا عالم اپنے دعوی کو ثابت نہ کر سکے تو اس فریق کو مبلغ پانچسو روپیہ نقد دینا ہوگا
اور مذہب تبدیل کرنا ہوگا اور جو فریق مذہب تبدیل نہ کرے تو بجاے پانچسو روپیہ کے ہزار
روپیہ نقد ادا کرے،
(۵) دوران مناظرہ میں مناظرین کے علاوہ کسی اور شخص کو بحث میں دخل دینے کا حق حاصل نہ ہوگا
(۶) شیعہ اور سنّی آپس میں شور و غل اور جھگڑا فساد نہ کرینگے، خاموشی سے مناظرین کی بحث
کو سنتے رہینگے،
(۷) مناظرہ کی جو تاریخ فریقین معین کرینگے اُسکی اطلاع تحریری ہر فریق کے عالم کو بیس یوم
قبل دیجاویگی،
(۸) جس فریق کا عالم تاریخ اور وقت معینہ پر بحث کے لیئے موجود نہ ہوگا اُس فریق کی ہار سمجھی
جاویگی اور کل مصارف دوسرے فریق کے ادا کرنا ہونگے،
(۹) قبل اختتام مناظرہ اگر کوئی عالم بیٹھ رہے یا بھاگ جاوے تو بھی اُس فریق کی ہار سمجھی جاویگی
(۱۰) جس عالم کے لیئے دس پانچ عالموں نے لکھ دیا ہو کہ یہ غیر معتبر ہے یا ہمارے مذہب سے
خارج ہے وہ مناظرہ کے لیئے معین نہیں کیا جائیگا،

(۱۱) شرائط مناظرہ مذکورہ بالا مع موضوع بحث قبل مناظرہ رجسٹری کیئے جاوینگے،

موضوع بحث

(۱) اہل سنت کا عالم حضرت ابو بکر۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، کی خلافت کا خدا اور رسول کیطرف سے معین ہونا قرآن شریف اور شیعہ تفسیر اور احادیث سے ثابت کریگا،

(۲) اہل تشیع کا عالم خلفا ثلاثہ کی خلافت کا بطلان اور حضرت علیؑ کا پہلا خلیفہ ہونا اور خدا و رسول کی طرف سے معین ہونا قرآن شریف اور اہلسنت کی تفسیر اور احادیث سے ثابت کریگا

(سید علی واعظ از بالی چوبیس پرگنہ)

(الواعظ) ہم بار ہا اس امر کو واضح کر چکے ہیں کہ ہمارے واعظین سنی شیعہ کی بحث میں پڑنا نہیں چاہتے اور نہ وہ ایسے مناظروں کے لیے بھیجے جاتے ہیں لیکن بہرحال وہ غریب مجبور کیے جاتے ہیں جسکو وہ تا امکان ٹالتے ہیں مگر جب آئی ہوئی مصیبت کسی طرح ٹالے نہیں ٹلتی تو سنگ آمد وسخت آمد کے لحاظ سے تنزآمادہ ہو جانیکے سوا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا، یہ وقت ان مناقشات کا نہیں ہے اب ان خوابیدہ فتنوں کو جو نکالنے کی ضرورت نہیں ہے اسلام بہت نازک دور سے گذر رہا ہے مسلمانو! ہوش میں آؤ اور اسلام کو اس نازک دور سے بچانے کی کوشش کرو اور سب ملکر اس ناؤ کو پار لگادو ہمارے واعظوں کا فریضہ بنوں کی اصلاح اور باتفاق مسلمین تبلیغ اسلام ہے وہ غیر مسلمین کے مقابلہ میں حمایت اسلام کو نکلے ہیں خانہ جنگی انکا نقطہ نظر نہیں ہے۔

البدایہ

شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کی دینی تعلیم کا نہایت قابل دید رسالہ ہے جسمیں بچوں ہی کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور انھیں کی سمجھ کا اندازہ کر کے پہلے ایک مقدمہ میں اجمالاً اصول دین اور کلمۂ اسلام و ایمان کو سمجھایا ہے پھر پہلے باب میں اصول دین کی ہر اصل کو بہت چھوٹی چھوٹی دلیلوں سے ذہن نشین کرایا ہے اور دوسرے باب میں فروع دین میں سے ہر ہر فرع کے معانی و مطالب بیان کر کے ہر ایک فرع کو تفصیل سے عملی عنوان پر سمجھایا ہے اور ان سب مطالب کو ۴۲ صفحے کے بادامی مضبوط کاغذ پر جلی قسم سے ادا کیاہے قیمت فی رسالہ ۱ر علاوہ محصول فی ۱۲ رسالہ عہ مع محصول علاوہ فیس رجسٹری۔ وی پی

عید غدیر کی مافوق التصور اہمیت

تلک عشرۃ کاملۃ

نمبر ۲

تمام قرآن سر سے آخر تک پڑھ جائیے سیکڑوں آیتیں ایسی پائیے گا جسمیں خداوند عالم جل شانہ نے اپنے بندگان مومنین کی انواع واقسام کے فضل وانعام کے ساتھ عزت افزائی فرمائی ہے مگر جس عظمت واہمیت کے ساتھ اکمال دین واتمام نعمت اور اسلام کے دین پسندیدہ الٰہی ہونے کی خوش خبری دی ہے وہ عظمت واہمیت کسی دوسرے مقام پر نظر نہیں آتی معلوم ہوا کہ آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ اصل اصول کل نعمتوں کی ہے اور بغیر اسکے اہل اسلام رضامندی الٰہی کی جانب سے مطمئن نہ ہو سکتے تھے،

ایسی عظیم الشان آیت کو ایک خاص عظیم الشان سورہ میں اسکے کل ماقبل وما بعد کے کل متعلقات کو ماقبل ومابعد کے آیات سے ابرات میں نہایت اہتمام کے ساتھ ارشاد ہونا چاہئے تھا خصوصاً لفظ الیوم کو جو خاص اہمیت رکھتی ہے آخر اس روز میں کیا خصوصیت ہے جسمیں اتنا بڑا عظیم الشان واقعہ ہوا کہ اکمال دین بھی ہوا اور اتمام نعمت بھی اور دین اسلام سے خوشنودی خداوند عالم بھی حاصل ہو گئی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آج کے قبل یہ کچھ نہ ہوا تھا مگر برخلاف اسکے ہم دیکھتے ہیں کہ اس آیۂ کریمہ کو سورہ مائدہ میں جگہ دی گئی ہے اور وہ بھی پوری آیت کی صورت میں نہیں بلکہ ایک دوسری آیت کا جزو قرار دیکر جسمیں کوئی اہم مسئلہ دینی یا اعتقادی یا علمی بھی مذکور نہیں ہے بلکہ عملی اور معمولی کھانے پینے کی باتوں سے متعلق ہے اسی کے ضمن میں (معاذ اللہ) خداوند عالم نے اسکو بھی فرمادیا ہے گویا کھانے پینے کا مسئلہ ایسا اہم تھا کہ اکمال دین اور اتمام نعمت اور دین اسلام کا دین پسندیدۂ الٰہی ہونا تینوں نعمتیں خدا کی اسی مسئلہ کی تعلیم پر موقوف تھیں، اسلام کا حقیقی فلسفہ اور اسکا دین فطرۃ اور اسکا دین کامل خداوندی ہونا اُس کی عقلی خوبیوں سے نہیں معلوم ہو سکتا تھا بلکہ حرام چیزوں کے بتلانے پر موقوف تھا یا بالفاظ دیگر حرام چیزوں کی معرفت خدا و رسول کی معرفت اور کتب خداوندی کے اعتقاد اور حشر ونشر وبہشت ودوزخ کے یقین اور اُنپر ایمان لانے سے مقدم ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل به لغير الله والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب وان تستقسموا بالازلام ذلكم فسق ط اليوم يئس الذين كفروا من دينكم فلا تخشوهم واخشون ط اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا ط فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لاثم فان الله غفور رحيم

(سورۂ مائدہ آیت ۴)

حرام کیا گیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ کہ جس پر (ذبح کے وقت) غیر خدا کا نام پکارا جائے اور گردن مروڑا ہوا اور چوٹ کھا کر مرا ہوا اور کنوئیں وغیرہ میں یا پہاڑ سے گر کر مرا ہوا اور جو سینگ سے مار ڈالا گیا ہو اور جسے درندہ جانور نے پھاڑ کھایا ہو مگر وہ کہ جسے تم نے مرنے کے قبل ذبح کر لیا ہو اور وہ جو بتوں پر (چڑھا کر) ذبح کیا جائے اور جسے تم (جوے کے) تیروں سے حصہ بانٹ کرو یہ سب فسق ہو آج ناامید ہو گئے کافر تمہارے دین سے تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ ہی سے ڈرتے رہو آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیئے دین اسلام کو پسند کر لیا، پھر جو شخص بھوک سے مجبور ہو جائے اور گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کھانے والا ہے ۔

معلوم نہیں یہ دوسرا الیوم وہی پہلا الیوم ہے یا دوسرا، بہرحال اب اسکے بعد محللات کا ذکر شروع ہوتا ہے:۔

يسئلونك ماذا احل لهم قل احل لكم الطيبات وما علمتم من الجوارح مكلبين تعلمونهن مما علمكم الله فكلوا مما امسكن عليكم واذكروا اسم الله عليه واتقوا الله ان الله سريع الحساب (سورۂ مائدہ آیت ۵)

وہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ انکے لیے کیا کیا حلال کیا گیا کہدو کہ تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئیں اور ان شکاری جانوروں کا پکڑا ہوا شکار جنکو تم نے تعلیم الٰہی کے موافق تعلیم دی ہو اور انھیں چھوڑتے وقت خدا کا نام لے لیا ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے،

اليوم احل لكم الطيبات وطعام الذين اوتوا الكتب حل لكم وطعامكم حل لهم والمحصنت من المومنات والمحصنت من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم

آج تمہارے لیئے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے اور تمہارا طعام انکے لیئے اور پاکدامن ایماندار عورتیں اور ان لوگوں میں کی پاکدامن عورتیں جنکو تم سے پہلے کتاب دی

اذا آتیتموھن اجورھن الآیۃ — جا چکی ہیں جبکہ تم انکا مہر ادا کردو،

(سورہ مائدہ آیت ۶)

معلوم نہیں یہ تیسرا الیوم کون سا دن ہے اور یا کہ ان عورتوں کے ساتھ شادی بیاہ کا تذکرہ کس سورہ میں تھا جسکو یہاں چسپاں کیا گیا ہے پھر اسکے بعد آیت وضو اور دیگر ترسٹھ آیتوں کے بعد ارسٹھویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:—

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین (سورہ مائدہ آیت ۶۸)

اے رسول وہ حکم جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے فوراً پہونچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اسکی رسالت ہی کو ادا نہیں کیا اور اللہ تمکو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھیگا یقیناً اللہ کافروں کو منزل مقصود تک نہیں پہونچاتا،

تبلائیے یہ کونسا مہتم بالشان حکم ہے جسکی تبلیغ میں تاخیر کرنے سے رسالت ہی تشریف لیئے جاتی ہے اور کس سورہ کی یا کس مقام آیت ہے جو یہاں داخل کی گئی ہے،

کسقدر حسرت و افسوس کا مقام ہے کہ قرآن مجید کی تالیف ترتیب کا کام ایسے لوگوں کے سپرد کیا گیا جو سیاہ و سفید میں تمیز نہ کر سکتے تھے اور ترتیب نزول سے بالکل ناواقف تھے آیات مذکورہ بالا کی ترتیب وان ... لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربٰع کی نظیر ہے اور ایسی نظیریں بکثرت ہیں سورہ مائدہ میں کل ۱۲۰ آیتیں ہیں مگر انکی ترتیب کا یہ حال ہے کہ حرام چیزیں گنائی جاتی ہیں اور لفظ واخشون پر ختم ہو جاتی ہیں اس کے بعد الیوم اکملت لکم الآیۃ سے اکمال دین و اتمام نعمت اور دین اسلام سے پروردگار عالم کی رضامندی و خوشنودی کی خبر دی جاتی ہے اور پھر انھیں حرام چیزوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے اور غفور رحیم پر ختم ہوتا ہے مگر قابل دید اور لائق شنید یہ ہے کہ کھانے پینے اور شادی بیاہ کا ذکر ختم نہیں ہوتا خیر مجھے اس لائحہ میں اس سے بحث نہیں مگر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ قضیہ خلافت سے بڑھی ہوئی جو مصیبت ہے جو قرآن صامت پر نازل ہوئی اور قرآن ناطق پر جو مصائب گذر گئے وہ بعد کی مصیبتیں ہیں، ملاحظہ فرمائیے کہ یہ سورۂ مائدہ کی چوتھی آیت ہے اور اس ایک آیت میں الیوم اکملت لکم کیونکر تخلل واقع ہے مگر الفاظ آیت مذکورہ بلکہ کل آیات قرآن مجید کے الفاظ کلام خدا ضرور ہیں اور جناب رسالتمآب کا معجزہ ہیں گو بے ترتیبی کا یہ حال ہے اور باایں ہمہ حد اعجاز سے باہر نہ ہونا یہی حد اعجاز ہے اسمیں ذرہ برابر شک نہیں ہو سکتا الیوم کا ذکر اس سورہ

میں تین جگہ آیا۔ ہے معلوم نہیں کہ تینوں ایک ہی دن تھے یا مختلف مگر جو "الیوم" اکملت کے
ضمن میں مذکور ہے اُسمیں یہ تینوں صفتیں (اکمال دین، اتمام نعمت، دین اسلام سے
خدا کی خوشنودی) حرام چیزوں کے ذکر سے حاصل ہوئیں اسکو بجز مجنون اور پاگل اشخاص
کے کون ذی ہوش باور کرسکتا ہے۔

نمبر ۲

بہرحال ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ حیوۃ رسول میں کون ایسا دن گذرا ہے جسمیں یہ تینوں صفتیں حاصل
ہوگئیں بعثت رسول ہوی مگر روز بعثت کو یہ شرف نہ ملا۔ فتوحات اسلام ہوے حتی کہ بدر کبری
کے علاوہ خیبر و خندق کی لڑائیاں فتح ہوئیں مگر یہ صفتیں اُن دنوں کو حاصل نہ ہوئیں فتح مکہ ہوی
مگر وہ دن بھی یہ شرف اپنے ساتھ نہ لایا اب حجۃ الوداع کا زمانہ آیا اور رسول کی رحلت کا وقت قریب
ہوا اب رسول کل بیاسی روز اور زندہ رہینگے قرآن جسقدر نازل ہونا تھا ہوچکا میرا خیال اگر غلط نہیں
ہے تو یہ آیت (الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ) آخری آیت ہے جو رسول پر سب کے آخر میں نازل
ہوی کیونکہ اکمال دین اور اتمام نعمت اور اسلام کا دین پسندیدۂ الٰہی ہونا معمولی باتیں اور صفتیں
نہیں ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام عالم شہود میں تشریف لائے اور انبیاء علیہم السلام انکی نسل سے پیدا اور
مبعوث ہوے اور سلسلہ نبوت و رسالت شروع ہوتو یہی دین مبین مخلوقات الٰہی تک پہونچایا گیا اور ظہور
دافسر اسرور جناب رسالتمآب تک تمام انبیاء و رسل اسی دین مبین کے پابند اور اسی کی تبلیغ کرتے
رہے کیونکہ حق بنابر حجت عقلی کے منقسم نہیں ہوسکتا لہذا یہی اسلام اُن کا دین تھا اور اسی کی تعلیم و ہدایت
کے واسطے وہ مبعوث ہوتے رہے اور اسی دین پر خود جناب رسالتمآب اور اُن کے اہلبیت طاہرین اور
اُنکے آباء مکرمین اور اُنکے امہات طاہرات اور اُنکے برادر شفیق امیر المومنین بھی عمل پیرا تھے مگر سوال
یہ ہے کہ اس تسلیم شدہ امر کے بعد کسی ایک مخصوص دن کی کیا خصوصیت تھی اور اس امر کے اظہار کی کیا
وجہ تھی کہ یہ سب کچھ آج ہی کے روز ہوا اور اس سے پیشتر نہ ہوا تھا؟ عقل بھی کیا چیز ہے اور کیسی نعمت
الٰہی ہے سارے مشکلات اسی سے حل ہوجاتے ہیں بات یہ ہے کہ دین خدا علم الٰہی میں ہمیشہ سے کامل و
مکمل تھا اور عالم شہود میں بھی کامل و مکمل تھا جیسا کہ قرآن مجید کے مختلف آیات سے واضح و آشکار ہے اور
اسی دین کے وہ حضرات بھی معتقد و پابند تھے اور یہی اصول اُن کے بھی تھے جو ہمارے اصول
ہیں مگر چونکہ رسالتمآب اور امیر المومنین اور ائمہ معصومین اُن کے زمانوں میں نہ تھے اسلئے انحضرت

کی نبوت اور ائمہ معصومین کی امامت کا اعتقاد بطور ایمان بالغیب کے تھا جیسا کہ ہم کو بحمد اللہ ایمان بالغیب حضرت
حجت عجل اللہ سلطانہ کا حاصل ہے ایمان کے لیئے اُسکے عیانی ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ کشف غطا میں
مصلحت الٰہی فوت ہوتی ہے ایمان کامل وہی ہے جو بالغیب ہو رسول اللہ کی آخری عمر تھی تعلیم
دین جسقدر ضروری تھی ہو چکی تھی صرف آنحضرت کے بعد دین حق کے باقی رہنے اور سلسلہ ہدایت کے جاری
رہنے کا انتظام باقی تھا اگر خدا نخواستہ اسکا انتظام نہ ہوتا تو انقطاع سلسلہ رسالت کے بعد سارا کام
ہدایت کا ناقص کیا بالکل بیکار تھا لہذا جناب رسالتمآب کو اپنے مابعد کے لیئے تھا دین کا انتظام کرنا
ضروری تھا اور بلاشبہ اُسوقت تک نہیں ہوا تھا اسوجہ سے خداوند عالم جل شانہ بھی اس دین کو
کامل نہیں فرما سکتا تھا جب اسکا بھی انتظام ہو گیا تو خداوند عالم نے فرمایا کہ آج میں نے تمہارے دین کو
کامل کر دیا الخ جو منشاء ہدایت و بعثت تھا وہ پورا ہو گیا اور ابدالآبدین کے لیئے میرے بندوں کی ہدایت
کا سامان ہو گیا انبیائے سابقین اپنے مابعد کے لیے یہ انتظام نہ کرنے پائے اسلیئے کہ انکی شریعت مؤبد
نہ تھی ہمارے پیغمبر نے شریعت مؤبد کا انتظام فرمایا اس لیئے خدا نے بھی اس دین کو کامل کا لقب عطا فرمایا
اور ظاہر ہے کہ جب دین کامل ہو گیا تو نعمت کا تمام ہونا اُسکے لیئے لازمی ہے نعمت دنیا کوئی شے نہیں
ہے بمقابلہ دین حق اور ہدایت مستمرہ کے جس پر نجات کا دار و مدار ہے اور جب اکمال دین و اتمام نعمت
ہو چکا تو دین اسلام کا پسندیدہ الٰہی ہونا بھی لازمی ہے اسی لیئے ارشاد ہوتا ہے،

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ — جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا ان مقبول نہ ہوگا،

معلوم ہوا کہ اس سے پیشتر یا نزول آیۂ اکملت لکم دینکم کے قبل اسلام کے دین پسندیدہ
الٰہی ہونے کی خوش خبری نہ آئی تھی کیونکہ اُسکی تبعا اور بندگان خدا کی ہدایت کا انتظام قیامت تک کے
لیئے نہ ہوا تھا پھر خدا کیونکر اُس سے اپنی رضامندی کی خبر دے سکتا تھا رضائے خدا کوئی معمولی
شئے نہیں ہے خدا کو خدا سمجھا جائے اُسکے افعال و صفات پر غور کیا جائے تب اُس کی رضا کی
اہمیت معلوم ہو سکتی ہے ورنہ انسان اپنے نفس پر قیاس کرنیکا اسقدر عادی ہو گیا ہے کہ بعض اوقات
خدا کے افعال و صفات کو اپنے افعال و صفات پر قیاس کرنے لگتا ہے،

نمبر ۳

یہی سبب تھا کہ صحابہ کبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس آیہ کریمہ کے نازل ہونے سے بیحد
مسرور ہوئے اور لوازم فرح و سرور بجالائے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے:-

لما قُرِءَ هذه الآیة علی الصحابة فرحوا واظهروا السرور العظیم | جب یہ آیت صحابہ کو سنائی گئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انھوں نے سرور عظیم کا اظہار کیا،

یہی مضمون معارج النبوۃ، حبیب السیر، روضۃ الصفا اور دیگر تواریخ معتبرہ میں بھی وارد ہے اور عقل بھی شاہد ہے کہ ایسا ہونا چاہیئے تھا کیونکہ تمام صحابہ منافق نہ تھے نہ سب دشمن اسلام و پیغمبر اسلام تھے لہذا اُن کا خوشی منانا محل تعجب نہیں ہے مگر حضرت عمر کی عاقبت اندیشی نے اُن کو اس فرح و سرور میں شریک ہونے دیا اور وہ بجائے مسرور ہونے کے شدت حزن و ملال سے رونے لگے چنانچہ خطیب الشربینی نے سراج منیر میں اور اکثر مفسرین نے اپنے تفاسیر میں اور مورخین نے اپنے تواریخ میں لکھا ہے:۔

روی انها لما نزلت هذه الآیة بکی عمر رضی الله عنه فقال النبی صلی الله علیه وسلم ما یبکیك یا عمر قال انا کنا فی زیادة من دیننا فاذا کمل فلم یکمل شئ الا نقص قال صدقت، | مروی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمر تمھارے رونے کی کیا وجہ ہے عرض کیا کہ ہمارے دین میں روزانہ زیادتی ہوئی رہتی تھی مگر اب جبکہ وہ کامل ہو گیا تو اب کسی شئے میں بجز نقصان کے زیادتی نہ ہوگی فرمایا آنحضرت نے کہ سچ کہتے ہو

ہمیں اس پوری روایت کے صحت و ضعف اور حضرت عمر کی اس راے اور اُنکی اس خیال سے بحث نہیں ہے ہمیں تو صرف اس روایت کے آخری ٹکڑے میں شبہ ہے اور ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر حضرت عمر کے ذہن میں اکمال دین و اتمام نعمت کی اہمیت نہ آئی اور ابدیت ہدایت اور دوام اسلام تک انکی نظر نہ پہونچی تو کچھ تعجب نہیں ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ نے انکی راے کی تصدیق کیوں فرمائی ہماری عقل اس تصدیق کی تصدیق سے قاصر ہے اور خطیب کا یہ عذر کہ یہ آیت وفات رسول کی خبر دیتی تھی چنانچہ آنحضرت اس آیت کے نزول کے بعد کل اکاسی روز زندہ رہے،، ہماری رائے میں قابل قبول نہیں ہے اولاً اس لیئے کہ موت و حیات کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں ہے اور نہ معلوم ہو سکتا ہے ثانیاً اس لیئے کہ جو روایت اس روایت کے بعد خطیب نے تحریر کی ہے اور دیگر تفاسیر و تواریخ اہلسنت میں بھی مرقوم ہے وہ اس روایت سے متناقض ہے:۔

ان رجلاً من الیهود قال له یا امیر المؤمنین اٰیة فی کتابکم تقرؤنها لو انزلت علینا معاشر | ایک شخص یہودیوں میں سے حضرت عمر کے پاس حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ اے امیر المومنین آپکی کتاب میں

الیهود لاتخذنا ذلک الیوم عیداً فقال ای آیۃ قال الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا فقال عمر قد عرفنا ذلک الیوم والمکان الذی نزلت فیہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو قائم بعرفۃ یوم الجمعۃ

میں ایک آیت ہے جسے آپ تلاوت کرتے ہیں اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اُس دن کو روز عید قرار دیتے فرمایا کہ وہ کون سی آیت ہے، عرض کی اُسنے الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ فرمایا کہ ہم اُس دن کو اور اُس مکان کو بھی پہچانتے ہیں جسمیں یہ آیت آنحضرت پر نازل ہوئے وہ جناب عرفہ میں کھڑے ہوئے تھے اور وہ دن جمعہ کا تھا،

اس روایت کو لکھکر خطیب صاحب تحریر فرماتے ہیں وا شار عمر الی ان ذلک الیوم کان عیداً، عمر نے یہ کہکر اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ دن عید کا تھا مگر کیا یہ توجیہ اُس یہودی کے طعن کا جواب ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں، کیا عرفہ اس سے پیشتر کبھی نہ ہوا تھا یا عید اضحیٰ اسکے قبل کبھی واقع نہ ہوئی تھی اور اس آیت سے اور اسکے نزول سے اُسے کیا واسطہ ہے پھر لطف یہ ہے کہ جو قول ابن عباس کا اس روایت کے بعد خطیب نے تحریر کیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ قابل غور ہے،

کان ذلک الیوم خمسۃ اعیاد جمعۃ وعرفۃ وعید الیهود وعید النصاری والمجوس لم یجتمع اعیاد اهل الملل فی یوم قبلہ ولا بعدہ

اُس روز پانچ عیدیں تھیں جمعہ، عرفہ، عید یہود، عید نصاریٰ، عید مجوس اور اہل ملل کی اتنی عیدیں نہ آج کے قبل جمع ہوئی تھیں اور نہ آج کے بعد جمع ہوں گی،

کیا ایک روز میں پانچ عیدوں کا جمع ہونا محال عقلی ہے کہ نہ اس سے پیشتر ایسا ہوا تھا اور نہ اسکے بعد ہوسکتا ہے کیا جس حساب لیل ونہار اور گردش فلک دوار اور مرور ایام سے اس روز پانچ عیدیں جمع ہوگئیں اُسی حساب سے آئندہ قرنوں میں اُن کا اجتماع نہیں ہوسکتا، کیا دورہ شمس وقمر اور گردش ماہ وسال نے دورہ کی شکل چھوڑ دی اور مستطیل شکل یا کوئی اور شکل اختیار کرلی کہ اب اسکا پھر واپس آنا اور ایک دن میں پانچوں عیدوں کا مجتمع ہونا محال ہے حسابی امور میں یہ عنوان صحت کی شکل اختیار نہیں کرسکتا، روز عاشور کو یوم برکت قرار دینے کیلئے جو جو حدیثیں وضع کی گئیں اور یوم قتل حسین کو یوم عید قرار دینے کیلئے جیسی جیسی کوششیں کی گئیں اور جتنے وقائع عظیمہ امم سالفہ کے اس روز سے چسپاں کیے گئے انہیں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ اسی روز بنی اسرائیل کو فرعون کے عذاب سے نجات ملی میثم تمار رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین علیہ السلام سے اس روایت کی تکذیب

نقل فرمائی ہے قربان امیر المومنین کی حساب دانی اور کمالات علمی کے آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو ربیع الاول کی سولھویں یا سترھویں تاریخ کو نجات ملی تھی، ہمارے فرزند دلبند حکیم فاضل فیلسوف کامل بادشاہ میاں سلمہ نے حساب لگاکر قواعد ریاضی سے امیر المومنین کے اس قول کو مبرہن کر دیا ہے اور آپ اسکے خلاف ممتنع عقلی ہے اور بیٹے اس واقعہ کو بذیل کمالات علمیہ امیر المومنین اپنے قصیدۂ لامیۃ الہند میں بکمال شرح وبسط نظم کر دیا ہے امیر المومنین نے اسی سنۂ شمسی سے سنۂ قمری استخراج کرنے کے قانون سے اس مہینہ میں نجات بنی اسرائیل کی خبر منجم تار کو دی تھی بیٹے نور چشم مذکور کا عمل حسابی جو انھوں نے اس قاعدہ کی بنا پر لگایا ہے پورا اُس کے حاشیہ پر لکھدیا ہے اسی طرح صوم عاشورا کی فضیلت میں کتنی ہی حدیثیں وضع ہوگئیں اور رسول پر تہمت لگائی گئی کہ جب حضرت نے مدینہ پہونچکر یہود کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو خود بھی روزہ رکھا اس کی تکذیب ابوالریحان بیرونی نے اپنی کتاب آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں حسابی قواعد سے کرکے ثابت کر دیا کہ اس سال یہود کا عاشورا محرم میں نہیں پڑا تھا اور نور چشم بادشاہ میاں سلمہ نے رسالہ الکلام کے محرم نمبر میں عزاداری پر مختلف خیالات کے عنوان سے جو مضمون تحریر کیا ہے انمیں اس مسئلہ کو شرح وبسط سے حساب لگاکر ثابت کر دیا ہے اور ابوالریحان کے قول کی تصویب کی ہے یہ مقام اُسکی تفصیل کا نہیں ہے"

بہر حال حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کے اقوال مذکورۂ مندرجہ سراج منیر سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت مکہ معظمہ میں بروز عرفہ نازل ہوئی مگر ابن مردویہ نے جو روایت ابوسعید خدری اور ابوہریرہ سے نقل کی گئی ہے وہ بالکل اسکے خلاف ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی اتقان میں تحریر فرماتے ہیں

اخرج ابن مردویہ عن ابی سعید الخدری انھا نزلت یوم غدیر خم واخرج مثلہ عن ابی ھریرۃ وفیہ انہ الیوم الثامن عشر من ذی الحجۃ مرجعہ من حجۃ الوداع	ابن مردویہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت یوم غدیر خم نازل ہوئی ہے اور اسی کے مثل ابوہریرہ سے بھی روایت ہے اور اسمیں یہ بھی ہے کہ دن اٹھارھویں تاریخ ذی الحجہ کی تھی جبکہ آنحضرت حجۃ الوداع سے واپس تشریف لا رہے تھے

حافظ ابن مردویہ کی جلالت شان اور ائمہ حدیث میں اُن کا مقام و مکان جسقدر رفیع ہے اسکے مقابلہ میں حافظ جلال الدین سیوطی کو وہی نسبت ہے جو ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے مگر بایں ہمہ اس روایت کو لکھکر تحریر فرماتے ہیں:-

"کلا انما لا یصح" یہ کلام صحیح نہیں ہے مگر کوئی دلیل اپنی رائے کے صحیح ہونے اور اس کلام کے غیر صحیح ہونے کی نہیں لکھی لہذا حضرت ابوسعید خدری اور ابوہریرہ کی روایت اپنے مقام پر بلا معارض ثابت رہی - والحمد للہ علی ذالک

(باقی آئندہ)

علمی خیانتیں

اس زمانہ کی مطبوعہ کتابیں ناقابل اعتبار ہوجائینگی

دیانت و مذہب کا آئندہ وقار گم ہوجائیگا

جبتک مطابع کا وجود نہ تھا تصنیفات و تالیفات کی اشاعت و نقل نہایت دشوار بات تھی نقل کرنے میں بڑے اہتمام کی ضرورت پڑتی تھی ناقل کو منقول عنہ کے اعتبار و توثیق کیلئے تصدیق صحت نقل وغیرہ کی ضرورت ہوتی تھی، چھاپہ خانہ کی ایجاد نے اگرچہ مصنفین کے لیے بہتری سہولتیں پیدا کریں لیکن انہی کے ساتھ صاحبان مطبع کا یہ جرم انکی تمام حسنات کو خاک میں ملاتا ہے کہ مصنفین و مولفین کی اصل کتابیں نہیں چھاپتے بلکہ انہیں اسطرح کی قطع و برید کردیتے ہیں جو کسیطرح ان کتابوں کو اصل مولف یا مصنف کی باقی نہیں رہنے دیتی، اگرچہ یہ مصیبت بالکل نئی نہیں ہو بلکہ اگلے وقتوں میں بھی اس قسم کی کمی بیشی کہیں کہیں دکھائی دیتی ہے لیکن اسکی آفت سے آجکل کی مصیبت زیادہ سخت ہے وہاں کمی بیشی پر کم از کم کوئی تنبیہ دکھائی دیتی ہے مگر آجکل کسی قسم کی تنبیہ بھی نداردہے۔

بخاری شریف کی حدیث میں تحریف بخاری شریف کتاب النفقات باب فضل النفقۃ علی الاہل پارہ ۲۲ صفحہ ۸۰۶ و ۸۰۷ مطبوعہ کرزن گزٹ پریس دہلی ۱۳۲۵ھ میں ایک حدیث ہے اور یہی حدیث انہیں راویوں، اور حالات روایت کے ساتھ کتاب "مسلم" کتاب الجہاد والسیر باب حکم الفئی جلد دوم صفحہ ۹۰ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۲۰ھ میں ہے مگر جو تصریحات مسلم میں موجود ہیں وہ اصل بخاری سے غائب ہیں ہوسکتا ہے کہ کوئی خیال کرے کہ دونوں روایتوں میں ہر ایک کو جو پہونچی لکھی گئی کمی کرنا یا نکال ڈالنا کیونکر سمجھا جائے اسکے ثبوت کیلئے میں اپنی تائید میں مسلم کی شرح کی عبارت پیش کرونگا

ملاحظہ ہو عبارت "نووی شرح مسلم برحاشیہ ارشاد الساری شرح بخاری مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۲۶ھ جلد نہم صفحہ ۲۶۳ و صفحہ ۲۶۴"۔

قال القاضی عیاض قال المازری ھذا اللفظ الذی وقع لایلیق ظاھرہ بالعباس وحاش لعلی ان یکون فیہ بعض ھذہ الاوصاف فضلا عن کلھا ولسنا	یعنی قاضی عیاض کہتے ہیں کہ مازری نے کہا ہو کہ اس واقعہ کا ظاہر عباس کی شان کے موافق نہیں معلوم ہوتا اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ان صفات مذکورہ دکاذب وغیرہ میں سے کوئی

فقطع بالعصمة الا للنبی صلعم ولمن
شهد له بها لکنا مامورون بحسن الظن
بالصحابة رضی الله عنهم اجمعین
ونفی کل رذیلة عنهم واذا انسدت
طرق تاویلها نسبنا الکذب الی
رواتها قال وقد حمل هذا المعنی
بعض الناس علی ان ازال هذا اللفظ
من نسخته تورعا من اثبات مثل هذا
ولعله حمل الوهم علی رواته

ایک بات بھی علی میں ہو سکے چہ جائیکہ سب
باتیں ہم بھی اگرچہ سوائے نبی صلعم اور جنکے متعلق
آپ نے ارشاد کیا ہے اور کسی کی عصمت کا یقین نہیں
رکھتے لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہم مامور ہیں کہ تمام
صحابہ سے حسن ظن رکھیں اور کل صحابہ سے ہر قسم
کی برائی کی نفی کریں؟ مگر چونکہ (اس روایت
میں) تاویل کر سکنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اسلیے
ہم کذب کو راوی کی طرف منسوب کرتے ہیں (یعنی راوی
جھوٹا ہے) مازری ہی صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ
یہی باعث ہوا کہ بعض لوگوں نے اس لفظ کو (اس روایت میں سے) اپنی کتاب سے نکال ڈالا اور بخیال
پرہیزگاری ایسا لکھنا مناسب نہ سمجھا غالبا انھوں نے بھی راویوں کا وہم ہی خیال کیا۔

نووی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اصل روایت تو اسی طرح ہے جس طرح مسلم میں ہے
لیکن چونکہ وہ باتیں عباسؓ اور علی میں نہیں ہو سکتیں لہذا ضروری ہے کہ راوی کو جھوٹا سمجھا جائے
اور یہی خیال کر کے اس روایت میں سے اُن الفاظ کو نکال ڈالنا موافق پرہیزگاری ہے چنانچہ
بخاری کی روایت دیکھنے سے واضح ہو گیا

مجھے چونکہ اس وقت اس امر کی طرف توجہ کرنی نہیں ہے کہ بخاری یا مسلم میں باوجود ایسے
راویوں کے کاذب ہونے کے بھی انکی روایات درج ہونے کے بعد پھر ان کتابوں کو علی الاطلاق
صحیح کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے نہ مجھے اسوقت اس سے بحث ہے کہ اصل روایت میں اور بھی عجیب
عجیب باتیں ہیں مثلاً باوجود اسکے کہ حضرت عباس یا حضرت علی کو علم بھی ہو کہ رسول صلعم نے
لا نورث ولا نورث فرمایا ہو پھر بھی یہ دونوں میراث طلب کریں یا یہ کہ اور کتب میں تصریح ہے
کہ یہ روایت صرف حضرت ابوبکر کو معلوم تھی اور کسی دوسرے صحابی کو نہیں اور اس جگہ بکثرت
اصحاب کو اسکا پتہ ہے وغیرہ دیگر ازیں قبیل امور

مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ بخاری کو یا تو اس طرح کی روایت بسبب راویوں کے کاذب ہونیکے
لکھنی ہی نہ چاہیے تھی یا اگر لکھی تھی تو پوری روایت لکھدیتے یا کم از کم لکھدیتے کہ اصل روایت
کے الفاظ یہ ہیں اور میں انکو غلط یا وہم سمجھتا ہوں یا اور کوئی انداز تحریر اختیار کرتے جس سے روایت

میں مخفی کمی زیادتی کے باعث ہوتے،

تو اگلے فسانے تھے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل واقعات کے چھپانے یا بدلنے میں کیا کیا صورتیں اختیار کی گئیں ہیں اب حال کے رنگ دیکھیے،

شرح عقائد نسفی میں تحریف اصل تو یہ ہے کہ تحریف کا پہلا حملہ بہت دنوں قبل ہو چکا تھا مگر اوسکے مخفی کرنے کی کوشش عام اشاعت نہ ہونے اور دیگر اسباب سے کامیاب ہو جاتی رہی ہوگی لیکن اب نہ زور حکومت ہے نہ سطوت و جبروت شخصی ہی تھا

مولوی شبلی صاحب کا اعتراف اور توجیہ

اسلیے یہ کوشش جلد بار آور نہیں ہو سکتی البتہ رفتہ رفتہ جسطرح گذشتہ واقعات وحادثات چھپانے چھپاتے بہت کچھ چھپ گئے شاید خدانخواستہ کوئی عہد آنیوالا ہو جب اہلی واقعات کے بچے کھچے حصہ بھی گم ہو جائیں یا اتفاقاً کسی تصنیف میں نوٹ رہجائیں لیکن اصل مصنف کی بات نہ رہی

کتابوں کے چھپنے میں اعتدال سے زیادہ احتیاط یہ سرخی بعینہ مولوی شبلی صاحب کے الفاظ اور انھیں کی سرخی ہے جو آپ نے اپنے سفرنامہ روم و مصر میں بذیل حالات قسطنطنیہ لکھی ہے ملاحظہ ہو سفرنامہ مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڈھ سنہ ۱۳۲۸ھ اس سرخی کے ماتحت مولوی شبلی صاحب کے بعینہ الفاظ یہ ہیں:-

> "قسطنطنیہ میں کتابوں کے چھپنے سے پہلے یہاں کے جانچ کے محکمہ میں جسکا نام معارف ہے اصل کتاب پیش کیجاتی ہے اور جو عبارت اس محکمہ کے افراد قلمزد کر دیتے ہیں وہ نہیں چھاپی جاسکتی"

اس کے بعد یہ الفاظ ہیں:-

> "لیکن افسوس ہے کہ آجکل اسکا طریق عمل اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے یہ صیغہ تحریف و تبدل کے روک کی غرض سے قائم ہوا تھا مگر بعض اوقات اپنے خود تحریف و تغیر پر عمل کیا ہے میرے سامنے ایک مطبع میں شرح عقائد نسفی چھپ رہی تھی معارف نے اس کتاب کی تمام وہ عبارت قلمزد کر دی تھی جسمیں خلافت کی بحث ہے اور الائمۃ من قریش کی حدیث مذکور ہے مطبع والے نے مجبوراً اسی قلمزد نسخہ کو چھاپا میں نے اصل نسخہ جسپر معارف نے یہ تصرف کیا تھا دیکھا اور مجھے یاد ہے کہ اُس وقت میں رنج و غصہ کی وجہ سے بے اختیار ہو گیا تھا ان لوگوں نے یہ تصرف بخیال خود سلطان کی ہوا خواہی کے جوش میں کیا ہوگا لیکن اگر حضور ممدوح کو اس سے اطلاع ہوتی تو ہرگز اسکو پسند نہ کرتے"

یہ ہیں مولوی شبلی صاحب کے عین الفاظ اور میں نے سفرنامہ روم و مصر میں جو پشاور میونسپل لائبریری میں موجود ہے خود دیکھے اور نقل کیئے ہیں مولوی صاحب کی اس عبارت میں پھر بھی معارف کو بچانے اور حسب عادۃ الفاظ میں پوشیدہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اعتدال سے زیادہ قیلولہ کے الفاظ اسیر وال ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ تمام کتابوں میں جو مولوی صاحب کے دیکھنے سے پہلے اور بعد میں زیر نگرانی معارف چھاپی گئیں کیا کیا تغیرات کیئے گئے ہونگے اور نہ جانے اور کیا کیا گل کھلے ہونگے مولوی صاحب کی رائے بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ سلطنت کی ہوا خواہی میں کیا کچھ روا رکھا گیا ہے کاش صاحبان انصاف اس امر کی طرف متوجہ ہوتے کہ اس سے مذہب کا ضعف بھی آشکار ہوتا ہے، ان سلطنت ہی کی ہوا خواہی تھی جو یزید کیلئے کربلا میں کی گئی اور آجتک کیجا رہی ہے کہ نام حسین لینا تک بدعت قرار دیا جاتا ہے،

علامہ ابن ابی الحدید کا اعتراف علامہ عبد الحمید بن ابی الحدید معتزلی نے نہج البلاغہ کی ایک

نہج البلاغہ میں سے خاص الفاظ کا اخراج مبسوط اور نادر شرح لکھی ہے اور اسکے بیس جز قرار دیئے ہیں مطبعہ میمنیہ مصر نے جسکے مالک مصطفیٰ البابی حلبی وغیرہ ہیں اسکو چار جلد و بیں ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۲۹ھ میں چھاپا ہے، اس شرح کے سترھویں جز (اور طبع کے اعتبار سے) چوتھی جلد صفحہ ۱۶۵ پر امیر المومنین علیہ السلام کے اس کلام کی شرح کے سلسلہ میں جسے اسطرح شروع کیا گیا ہے "من کتاب لہ علیہ السلام الی اہل مصر مع مالک الاشتر رحمہ اللہ"

کما ینثال التراب علی ابی بکر وھکذا الفظ الکتاب الذی کتبہ للاشتر وانما الناس یکتبونہ الآن الی فلان تذمما من ذکر اسم کما یکتبون فی اول الشقشقیۃ اما واللہ لقد تقمصہا ابن ابی قحافۃ

اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام ادن ادن مواقع سے جہاں بقول حضرت علی حضرت ابوبکر کی مذمت نکلتی تھی نکالنے کا ایک دستور ہی ہوگیا ہے،

امالی جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی تصنیف کا تو ذکر ہی کیا ایک ایک لفظ بھی فوائد کثیرہ سے

علم الہدیٰ رحمہ اللہ پر ہے آپ کی امالی جو دراصل تصنیف نہیں بلکہ وقت نشست کی گفتگو ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ رواداری کی گفتگو جن لوگوں نے لکھ لی انھوں نے علمی دنیا کے ہاتھوں میں ایسا بے بہا علمی خزانہ دیدیا جسکی قیمت ہزاروں سلاطین کے خزانے بھی نہیں ہوسکتے، آیات و احادیث مشکلہ و متشابہہ کے متعلق تو علی الخصوص ایسے حل ہیں جو کسی دوسرے عالم کے تصانیف

انجمن موید العلوم دار التالیف مدرسۃ الواعظین کے مفید اور قابل قدر تصنیفات

فوراً منگائیے قیمتوں میں زبردست رعایت

البنوۃ والخلافہ تصنیف حضرت شمس العلما نجم الملۃ مدظلہ
صدر انجمن مسئلہ خلافت پر تنقیدی اور محققانہ نظر قابل
دید رسالہ ہے انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوچکا ہے ۳/

الموحد رشحۂ قلم شمس العلماء نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن
مسئلہ توحید کو نہایت متقن دلائل سے ثابت کیا گیا
ہے عنقریب انگریزی ترجمہ بھی طبع ہوجائیگا۔ ۳/

خطاب فاصل اردو ترجمہ میزان عادل ترجمہ جناب
شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ اب صاحب
انجمن اسلام اور عیسائیت کے اصول کا مقابلہ ۳/

مسالک الحکما اردو ترجمہ مناہج الحکما ترجمہ جناب
شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ دہریوں کے
مذہب کی تفصیل اور اُنکے خیالات کا رد ۳/

ید بیضا دہریت کی پیشگوئیوں سے جناب رسالتمآب کی
رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید علی غضنفر صاحب مرحوم
نبیرۂ جناب سلطان العلماء اعلی اللہ مقامہما ۳/

ردّ تناسخ مصنفہ جناب مولانا محمد ہارون صاحب قبلہ
مرحوم مسئلہ تناسخ پر حکیمانہ لیکن عام فہم بحث روح و
مادہ کی قدامت کا ابطال آریوں کی مایۂ ناز کتابوں
کا مسکت جواب ۱۲/

انسانی قربانی ویدوں کے زمانہ میں انسانی قربانی
از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب ۲/

ویدمت قربانی وید سے قربانی کا جواز از جناب
خواجہ غلام الحسنین صاحب

تصدیق رسالت گوتم بدھ کی پیشگوئیوں سے جناب
ختمی مرتبت کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید احمد علی
صاحب موہانی بی اے ۲/

اسلام اینڈ دی لائٹ آف شیعزم انگریزی ترجمہ
شریعۃ الاسلام حصہ اول ترجمہ بادشاہ حسین صاحب
بی اے اصول دین اور اسلام کی حقیت دیگر مذاہب کے
مقابلہ میں زبردست دلائل سے ثابت کی گئی ہے جلد انگلش فینسی ۱۲/

دی پرافٹ شپ اینڈ دی کیلفیٹ انگریزی ترجمہ النبوۃ
والخلافہ ترجمہ جناب مولوی لقا علی صاحب واعظ جلد انگلش فینسی ۱۲/

دی ٹریجڈی آف کربلا عزاداری پر انگریزی میں بانیر
تبصرہ از جناب سید علی صاحب لیکچرار لکھنؤ یونیورسٹی ۱/

الاعجاز معجزہ کی حقیقت کا انکشاف اور شبہات کا رد
از جناب مولانا محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ۱/

المعراج دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معراج کا ثبوت از جناب
مولانا السید محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ۱/

اسلام مغرب کی نظر میں از جناب شہنشاہ حسین صاحب ایم اے ۱/

شریعۃ الاسلام حصہ اول اصول و عقائد مذہب حقہ کا با دلائل
تذکرہ از جناب مولانا السید محمد صاحب ابن سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۲/

شریعۃ الاسلام حصہ دوم طہارت و صلوٰۃ کے مسائل
مصدقہ جناب سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۲/

شریعۃ الاسلام ضمیمہ مستورات کے متعلق ضروری احکام اور دیگر مفید باتیں

سیاست علویہ

حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کے عہد خلافت ظاہرہ میں آپ کے مخالفین کی تخریبی
سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و خانہ جنگی کی جو صورت رونما ہو گئی ہے
اس پر نظر کر کے اکثر ناواقف و کوتاہ نظر لوگ اس شبہہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ حضرت
کی ذات ملکوتی صفات میں سیاست ملک و نظم حکومت کا وہ مادہ موجود نہ تھا جو ایک بر
حکمراں میں ہونا چاہیئے اس خلاف واقع خیال کو دفع کرنے کے لیئے فاضل جلیل جناب
مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری تلمیذ حضرت قدوۃ الکاملین مولانا السید محمد ہارون
صاحب مرحوم و مغفور زنگی پوری نے اس گرانقدر رسالہ کی ترتیب و تالیف میں محققانہ جد و
جہد فرمائی ہے اور بے شبہہ اس موضوع خاص میں یہ رسالہ کم نظیر بلکہ عدیم النظیر ہے فاضل
ممدوح نے دین و دنیا اور انکی سیاسیات کے باہمی تعلق اور اہل دنیا کی سیاستوں کے حقیقی
اغراض و مقاصد سے وسعت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین
صلوات اللہ علیہ نے نظام حکومت کی بنیاد جن اصول پر قائم فرمائی تھی ان سے بہتر کسی
انصاف پیشہ و عدالت شعار و مدبر دماغ میں نہیں آ سکتی اور انہیں اصول میں دین و دنیا
دونوں کی فلاح و ترقی کا راز مضمر تھا نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آپ کے عہد میں اختلال و
افتراق رونما ہونے کے حقیقی اسباب کیا تھے غرض اس رسالہ کے خصوصیات کا تقاضا یہی
ہے کہ اہل ذوق کو اسکے مطالعہ سے دریغ نہ کرنا چاہیئے قیمت فی جلد علاوہ محصول ڈاک بارہ آنہ ۱۲؍

ملنے کا پتہ: منیجر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۰۷۷

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر حمایت حجۃ الاسلام حضرت نجم العلماء ظلہم العالی

مدیر

حکیم سید قاسم علی رضوی البجنوری عمدۃ الافاضل

باہتمام مولوی سید محمد رؤف صاحب منیجر مطبع

مصباح الاسلام الواعظین پریس لکھنؤ میں چھپ کر

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع ہوا

کتبہ احقر الکونین السید شوکت حسین عفی عنہ

مقاصد

(۱) مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا

(۲) پیغمبر اسلام کا افضل مخلائق ہونا

(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اُسکی جامعیت

(۴) اسلامی اخلاق وآداب کی افضلیت

(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت

(۶) اسلامی احکام وقوانین شریعت

(۷) ائمہ طاہرین کے کمالات وہدایات

(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات

(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا

(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ ونقلیہ

(۱۱) فلسفۂ قدیمہ وجدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام وازالہ شبہات

(۱۲) انکشافات جدیدہ وحقائق اسلام

(۱۳) اخبار علمیہ

قواعد

(۱) یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی ماہ کی آخری تاریخوں میں شایع ہوا کریگا

(۲) ہر خریدار کو کم از کم ایکسال کے لیئے رسالہ خریدنا ہوگا

(۳) نمونہ کا پرچہ ۸ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے

(۴) جواب طلب امور کیلیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے

(۵) اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط وکتابت طئے ہوسکتی ہے

(۶) علمی معاملات کے متعلق خط وکتابت وارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیئے

(۷) شرح قیمت: - روسائ ووالیان ملک سے جو ہمت فرمائیں عام خریداران سے (ے)

پتہ دفتر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہوسکے گا

(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہیئیں اڈیٹر کو تغیر وتبدل واصلاح کا اختیار ہوگا

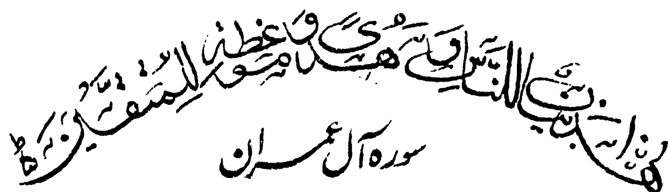
(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو

(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کیے جائیں اور عبارت عربیہ پر اعراب لگائے جائیں نیز عربی عبارت کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیئے

(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے۔

(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم



الواعظ

نمبر ۷ بابت ماہ جولائی سنہ ۳۰ء مطابق ماہ صفر سنہ ۴۹ھ جلد ۹

فہرست مضامین

تبلیغ

جناب مولوی سید اظہار الحسنین صاحب صوبہ بہار میں

اس صوبہ میں ۱۵ مارچ ۱۹۳۰ء سے مئی ۱۹۳۰ء تک جن جن مقامات پر جناب ممدوح تشریف لیگئے انکی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے

موضع گوکڑ ڈاکخانہ ایکما ضلع سارن ۱۵ مارچ کو جناب موصوف ایکما ضلع سارن میں پہونچکر جناب سید علی عباس صاحب سب رجسٹرار کے دولتخانہ پر مقیم ہوئے مگر چونکہ یہاں صرف ایک گھر سب رجسٹرار صاحب کا شیعہ ہے اور کچھ حضرات اہلسنت ہیں جو خیاطی وغیرہ سے بسر اوقات کرتے ہیں باقی سب ہندو ہیں اصلی باشندوں میں جہالت عام ہے باہر کے ملازم پیشہ کچھ لکھے پڑھے ہیں وہ بھی فی الجملہ خوشحال ہیں علمی و مذہبی چرچہ بالکل نہیں ہے اور بجز ایک مسجد کے نہ کوئی مدرسہ ہے نہ امام باڑہ ہے نہ وقف ہے اس وجہ سے کوئی انتظام وعظ وغیرہ کا یہاں نہ ہوسکا اور جناب ممدوح ۱۷ مارچ کو موضع مذکور پہونچکر جناب سید طاہر حسین صاحب زمیندار کے دولتخانہ پر مقیم ہوئے اور اسی روز سے سلسلہ مواعظ و مجالس شروع ہوگیا چنانچہ ۱۷ مارچ کو بعد نماز عشا معزز میزبان نے جلسۂ وعظ منعقد کیا اور ۱۸ مارچ کو علی الصباح جناب سید تفضل حسین صاحب نے مجلس عزا منعقد کی اور اسی روز شام کو ایک عام جلسۂ وعظ کی بنا ہوئی جنمیں علی الترتیب محاسن اسلام اور طہارۃ اہلبیت اور فضائل جناب صدیقہ طاہرہ اور اصول خمسہ کے دلائل عقلی و نقلی اور بعض فروعات مثلاً نماز روزہ کو تفصیلاً بیان کیا جس سے سامعین نہایت متاثر ہوئے اور مبلغ پانچ روپیہ بمد اعانت مدرسہ وصول ہوئے اور بعض حضرات نے الواعظ کی خریداری منظور فرمائی

گوکڑ کے ضروری حالات

یہاں تقریباً پچیس ۲۵ نفوس شیعہ مذہب ہیں اور حضرات اہلسنت اور ہنود کی تعداد کافی ہے مگر حضرات شیعہ باوجود اس قلت کے نفاق و حسد کی وجہ سے تباہ ہیں تعلیمی اور مالی حالت بہت ناقص اور مذہبی حالت بھی کمزور ہے اخلاقی حالت غنیمت ہے مدرسہ کوئی نہیں ہے مسلمانوں کے کچھ بچہ ایک پاٹ شالہ میں پڑھتے ہیں باقی آوارہ پڑے پھرتے ہیں ایک خام مسجد پرانی زمانہ کی اور ایک قدیم امام باڑہ ہے جو شکستہ ہوگیا تھا بعض حضرات نے چار دیواری کچا اکر فی الجملہ حالت درست کردی ہے ایک مختصر سا وقف تقریباً پندرہ روپیہ سالانہ کا ہے جس سے کچھ عزاداری کا سامان ہوجاتا ہے یہاں کے دو سربرآوردہ حضرات کی نزاع باہمی بہت مضرت رساں ہے جسکی وجہ سے نہ کوئی انجمن قائم ہوسکتی ہے اور نہ کوئی اصلاح و فلاح کا کام ہوسکتا

ہے جناب واعظ نے مصالحت کی بہت کوشش فرمائی مگر کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا،

سیوان ضلع سارن - ۲۰ ر مارچ یوم پنجشنبہ کو سیوان پہونچکر جناب سید عابد حسین صاحب وکیل ہائیکورٹ کے یہاں ہوے جنھوں نے باوجود اپنی مصروفیتوں کے فوراً جلسہ وعظ منعقد کیا اور جناب واعظ نے کامل ایک گھنٹہ غرض خلقت جن وانس کو عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ بیان کرکے تمام سامعین کو متأثر و محظوظ فرمایا اور ۲۱ ر مارچ کو جناب عبدالحق صاحب رئیس سیوان سے ملاقات کرکے ۲۲ ر مارچ کو وہاں سے روانہ ہوگئے، چونکہ ممدوح کے یہاں دو باراتیں آئی ہوئی تھیں اور ایک جانے والی تھی اسوجہ سے نہ وہ خود شریک جلسہ ہوسکے اور نہ اُن کے معزز مہمانوں کو شرکت کا موقع ملا جسکا اُن حضرات کو بہت افسوس ہوا اور بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ کسی آئندہ موقع پر ایک جلسہ عام کی بنا کرکے اُن اعتراضات کا جواب دیا جائے جو یہاں کے آریہ پیش کیا کرتے ہیں،

سیوان کے ضروری حالات

یہاں ۱۵ - ۲۰ نفوس شیعہ مذہب کے آباد ہیں اور حضرات اہلسنت اور ہنود کی تعداد کافی ہے حضرات اہلسنت میں احناف کثرت اور اہل حدیث بہت کم ہیں تعلیمی حالت اچھی ہے مگر انگریزیت غالب ہے، اخلاقی اور مذہبی حالت غنیمت ہے مالی حالت اوسط درجہ کی ہے، بیس پچیس مسجدیں حضرات اہلسنت کی ہیں شیعوں کی کوئی مسجد نہیں ہے اور نہ کوئی عربی مدرسہ ہے اور نہ کوئی امام باڑہ اور وقف ہے امام چوک البتہ متعدد ہیں جنپر عشرۂ محرم میں تعزیہ رکھے جاتے ہیں اور مجالس بھی بعض حضرات کے یہاں ہوتے ہیں اور بالفعل جناب سید عابد حسین صاحب وکیل نے یہ انتظام کیا ہے کہ ہر شب جمعہ کو ایک مجلس منعقد ہوا کرے جسمیں حضرات اہلسنت اور ہنود کو بھی شرکت کا موقع دیا جائے، جناب وکیل صاحب امور مذہبی میں بہت زیادہ منہمک ہیں مگر کثرت اشغال سے بہت پریشان ہیں ممدوح نے دو روپیہ بطور زادراہ مرحمت فرمائے اور آغا محمد جان صاحب انصاری اور امیر حیدر صاحب انسپکٹر کورٹ نے پانچ پانچ روپیہ سے اعانت کا وعدہ فرمایا اور ڈاکٹر محمد حسن صاحب نے مسلم ریویو کی خریداری منظور فرمائی

گوپال گنج ضلع سارن - ۲۲ مارچ کو گوپال گنج پہونچکر جناب سید حیدر حسین صاحب ساکن کہوہ پیشکار جج کلکٹر ڈگری منصفی کے دولتخانہ پر فروکش ہوے اچونکہ یہاں آجکل وائس چیرمین کے انتخاب کا مسئلہ پیش تھا اور یکم اپریل یعنی تاریخ نفاذ سارادا ایکٹ بھی قریب تھی اور تمام لوگ ووٹ اور شادیوں کی فکر میں مصروف تھے اسوجہ سے کوئی بڑا جلسہ عام تو نہ ہوسکا مگر ایک مختصر سا جلسہ احسن حسین صاحب کرانی تھوا اسٹیٹ کے مکان پر

منعقد ہوا جسمیں بہت کم لوگ شریک ہو سکے تاہم جلسہ اچھا ہوا اور تمام تر کا متاثر و محظوظ ہوئے،

گوپال گنج کے ضروری حالات

کل تین حضرات شیعہ ہیں باقی سب حضرات اہلسنت ہیں مگر اُن کی تعداد بھی بمقابلہ ہنود کے کم ہے باہر کے حضرات کی تعلیمی حالت اچھی ہے اور مقامی لوگوں میں جہالت غالب ہے اخلاقی حالت بھی قابل مدح نہیں ہے مذہبی حالت اہلسنت کی اچھی ہے شیعوں کو کوئی توجہ نہیں مالی حالت تمام مسلمانوں کی اچھی ہے ایک مسجد اور ایک مدرسہ اور ایک مختصر سا وقف بھی ہے جس سے مسجد کی مرمت اور مدرسہ کی کفالت ہوتی رہتی ہے اور چندہ اور زکوٰۃ فطر وغیرہ کی رقمیں اسکے علاوہ ہیں طلبہ کے لئے علاوہ مسجد کے کہنہ کمروں کے ایک وسیع پختہ عمارت زیر تعمیر ہے امام باڑہ کوئی نہیں ہے،

ایکما کی واپسی - ۲۵ مارچ کو گوپال گنج سے روانہ ہو کر سیوان سے مرور کرتے ہوئے ۲۸ مارچ یوم جمعہ کو ۲ بجے ایکما پہونچے شام کو جناب محمد فاروق صاحب کیرانی کی جانب سے ایک مجلس عام منعقد کی گئی جسمیں بعض حضرات چھپرہ سے اور بعض حضرات کھڈرا دریٹی سے بھی تشریف فرما تھے جناب واعظ نے ایک گھنٹہ کامل فضائل و اخلاق رسول و آل رسول پر تقریر فرمائی سامعین نہایت متاثر و محظوظ ہوئے بانی مجلس کی طرف سے تبرک کا معقول انتظام تھا،

لشکری پور ضلع سارن - ۳۱ مارچ کو موضع مذکور میں پہونچکر شیخ کریم الحق و عزیز الحق صاحبان کے دولتخانہ پر قیام کیا چونکہ یہاں بھی شیعوں کی تعداد بہت کم ہے اور وہ بھی منفکر و متردد لہذا یہ حضرات تو کوئی جلسہ نہ کر سکے مگر لشکری پور سے تھوڑے فاصلہ پر ایک بستی حضرات اہل سنت کی ہے وہاں ایک عام جلسہ جناب محرم خانصاحب کے دولتخانہ پر یکم اپریل کو منعقد ہوا جسمیں جناب واعظ نے بعض احکام اسلام اور انکی خوبیاں بیان کر کے حاضرین کو انپر عمل کرنے کی تاکید کی جس سے وہ لوگ نہایت متاثر و محظوظ ہوئے،

لشکری پور کے ضروری حالات

۲۰ و ۲۵ نفوس شیعہ آباد ہیں جنمیں سے اکثر باستثناء محرم تمام سال باہر رہتے ہیں، تعلیمی حالت اور مذہبی حالت غنیمت ہے اخلاقی حالت بھی بعض حضرات کی اچھی ہے مالی حالت متوسط ہے ایک مختصر سی مسجد آباد ہے امام باڑہ کوئی نہیں ہے عشرہ محرم میں لوگ اپنے مکانوں پر مجلسیں کرتے ہیں وقف بھی کوئی نہیں، ہنود کی طرف سے ایک مختصر سا مدرسہ بھی ہے جسمیں مسلمانوں کے بچے بہ نسبت ہندوؤں کی زیادہ ہیں،

دلیت پور ضلع سارن۔ ۱۳ اپریل کو دلیت پور پہونچکر جناب محمد میاں صاحب کے دولتکدہ پر فروکش ہوئے جناب ممدوح پرانے زمانہ اور پرانے خیال کے بزرگ ہیں آپکے یہاں خاک شفا کی ایک تسبیح ہے جو بروز عاشور بالکل سرخ ہو جاتی ہے تا ایکہ خون تازہ جوش زن دکھائی دیتا ہے اور قریب تو اہے کہ ٹپک پڑے عاشور کے روز اُسکی زیارت ہوتی ہے اور اسکے بعد غسل دیکر بکس میں بند کر دی جاتی ہے،

یوم ورود شب کو ایک مختصر سی مجلس امام باڑہ میں منعقد ہوئی اور باوجود قلت سامعین اچھی اثر سے روشناس ہوئی دوسرے روز شریک نہ ہونے والے حضرات عذر خواہی کو آئے اور تمام دن اُنکی تعلیم و تلقین میں گذر گیا،

دلیت پور کے ضروری حالات

یہاں دس پندرہ نفوس اہل تشیع آباد ہیں تعلیمی و اخلاقی اور مذہبی حالت نہایت خراب ہے مالی حالت فی الجملہ غنیمت ہے ایک مسجد قدیم زمانہ کی ہے مگر اس کی حالت نہایت خراب ہے بلکہ قابل رحم ہے دو امامباڑہ خام برائے نام ہیں مدرسہ کوئی نہیں ہے وقف پانچسو روپیہ سالانہ بچت کا ہے مگر تمام آمدنی گویا متولیوں کی ذاتی جائداد ہے ایک پیسہ بھی حسب منشاء واقف صرف نہیں ہوتا،

موضع ستجورہ ڈاکخانہ رکندی پور ضلع سارن۔ ۱۴ اپریل کو دولتخانہ جناب حکیم سید محمد رضا صاحب پر فروکش ہوئے اور اُسی روز جلسہ وعظ کا انتظام کیا گیا اطراف و جوانب میں اطلاع دی گئی برادران اہلسنت بھی بلائے گئے جلسہ نہایت کامیاب ہوا حضرات مومنین بہت محظوظ ہوئے بانی جلسہ نے تقسیم شیرینی کے علاوہ شرکاء جلسہ کی دعوت کا بھی انتظام کیا تھا

ستجورہ کے ضروری حالات

دس بارہ نفوس اہل تشیع آباد ہیں تعلیمی حالت ناقص اخلاقی و مذہبی حالت غنیمت مالی حالت متوسط ہے ایک ایک خام مسجد ہے امام باڑہ کے لئے کوئی مکان خاص نہیں ہے مگر مجالس ایام عزا کے علاوہ بھی ہوتے رہتے ہیں جسمیں عزیز میزبان کا انہاک قابل مدح ہے، مدرسہ دینیہ بھی کوئی نہیں ایک معمولی مدرسہ بورڈ کی طرف سے ہے جسمیں مسلمانوں کے بچے بہت کم اور شیعوں کے بچہ بالکل ہی نہیں پڑھتے،

بنگرہ ڈاکخانہ مہارج گنج ضلع سارن، اس موضع کے مومنین موضع مذکور الصدر کے جلسہ میں تشریف فرما تھے انھوں نے جلسہ کے ختم ہوتے ہی جناب واعظ کو مدعو کیا اور ممدوح ۱۵ اپریل کو بنگرہ پہونچکر دولتخانہ جناب

اعجاز حسین صاحب پر فروکش ہوئے اور اسی روز شب کو بعد نماز مغرب جلسہ وعظ منعقد ہوا جس میں دیگر اطراف و جوانب کے مومنین بھی شریک تھے اور استماع مواعظ سے بہت محظوظ و متاثر ہوئے معزز میزبان نے مبلغ پانچ روپیہ مختلف مدات میں مرحمت فرمائے،

نگرہ کے ضروری حالات

پندرہ بیس نفوس اہل تشیع آباد ہیں تعلیمی حالت ناقص اخلاقی و مذہبی و مالی غنیمت ہے مسجد مدرسہ امام باڑہ وقف کوئی نہیں،

مہاراج گنج ضلع سارن۔ اس موضع کے مومنین موضع مذکورالصدر کے جلسہ میں تشریف فرما تھے جنھوں نے جلسہ کے ختم ہوتے ہی جناب واعظ کو مدعو کیا اور ممدوح ۷ اپریل کو وہاں پہونچکر جناب سید نظیر حسین صاحب اپنی سب رجسٹرار مہاراج گنج کے دولتخانہ پر فروکش ہوئے اور باوجود سیاسی تحریکات موجودہ کی شورش کی ۸ اپریل کو بعد نماز مغرب معزز میزبان کے دولتخانہ پر ایک عام جلسہ وعظ منعقد ہوا جس میں مومنین اطراف و جوانب کے علاوہ اکثر ذی اثر برادران اہلسنت اور اہل ہنود اور عیسائی بھی تشریف فرما تھے جو ڈیڑھ گھنٹہ کامل فضائل و محاسن اسلام کو نہایت اطمینان و خاموشی سے سماعت کرتے رہے اور جلسہ نہایت کامیاب ہوا،

مہاراجگنج کے ضروری حالات

مقامی شیعہ کوئی نہیں باہر کے صرف تین حضرات شیعہ ہیں باقی تمام حضرات اہل سنت ہیں تعلیمی اور اخلاقی حالت غنیمت مذہبی حالت اطمینان بخش مالی حالت متوسط ہے دو مسجدیں برادران اہل سنت کی ہیں مدرسہ دینیہ امام باڑہ وقف کوئی نہیں مگر ایک انجمن برادران اسلام کی قائم ہے،

مصطفیٰ آباد ضلع سارن۔ ۹ اپریل کو دولتخانہ جناب سید ظہیر حسین صاحب زمیندار پر فروکش ہوئے اور باوجود سیاسی تحریکات کی شورش کے بڑی کوشش سے دو جلسہ وعظ کے جامع مسجد میں اور ایک مجلس جناب سید ظفر حسین صاحب کے ڈیوڑھی پر اور ایک جلسہ دیا کوٹھی ہائی اسکول میں منعقد ہوا جس میں علاوہ ۵-۷ اہل اسلام کے باقی تمام شرکاء غیر مسلم تقریباً پانچ سو کی تعداد میں مجتمع ہو گئے تھے جناب واعظ نے آیۂ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کا عنوان کلام قرار دیکر انسان کی بزرگی و شرف اور انسان ہی کے فائدہ کیلئے تمام عالم کی پیدائش اور انسان کی غرض خلقت اور انسان کو انسانیت و شرافت پر قائم رہنے اور اپنے کو دیگر مخلوقات سے ممتاز رکھنے کی ضرورت کو بوضاحت بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اسکی بے نیازی

اور عقلی دلیلوں سے اُس کی وحدانیت و عدالت اور نبوت عامہ خاصہ کی ضرورت اور شناخت انبیار
کے عقلی علامتیں اور جناب خاتم الانبیاء میں اُن علامتوں کا باحسن وجوہ موجود ہونا قرآن مجید کا اعجاز اور
اُسکے احکام کا تاقیامت جاری رہنا قیامت کا برحق اور تناسخ کا باطل ہونا ایسے عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا کہ تمام
حاضرین نہایت محظوظ و متأثر ہوے اور محاسن اسلام ذہن نشین ہوگئے،

ایک پنڈت جی جو اُسی اسکول کے ماسٹر ہیں تمام تقریر کو لکھتے رہے اور ختم تقریر کے بعد امور ذیل کو
دریافت کیا جس کے اطمینان بخش جوابات حسب ذیل دیدیے گئے،

س کیا بہشت و دوزخ کا ثواب و عذاب دائمی ہوگا اور جو جنت و دوزخ میں جائیگا وہ ہمیشہ ہمیشہ
کے لیے جائیگا؟

ج جس طرح دنیاوی قوانین کے بعض دفعات کی مخالفت محض جرمانہ یا معمولی مختصر قید اور بعض کی مخالفت
طولانی اور بامشقت قید یا حبس دوام یا سولی کا سزاوار قرار دیتی ہے اُسی طرح قوانین الٰہی کے بعض
دفعات کی مخالفت بھی کبھی مختصر سی سزا کا سزاوار ٹھہراتی ہے اور کبھی بڑی بڑی سزاؤں کا موجب ہوتی
ہے جو لوگ جنت میں جائینگے وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت ہی میں رہینگے اور جو دوزخ میں جائینگے
انہیں سے بعض تو ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہیں گے اور بعض تھوڑے زمانہ کے بعد دوزخ سے نکالکر جنت میں
بھیجدیے جائینگے

س (از جانب طلبہ) جناب مولانا صاحب آپ نے گھڑی سے مثال دیکر ہمکو سمجھایا ہے اور بتلایا ہے کہ جسطرح
اس گھڑی کے لیے بنانے والے کی ضرورت ہے جو حی و قادر و عالم ہو اُسی طرح ہمارے لیے بھی ایک بنانے
والے کی ضرورت ہے تو کیا آدمی بھی ترقی کرتے ہوے خدا بن سکتا ہے؟

ج آدمی خدا کا مصنوع و مخلوق ہے اور جو صفات اسمیں پائے جاتے ہیں وہ خدا ہی کا عطیہ اور حادث
ہیں ذاتی اور قدیم نہیں ہیں اور خدا کے صفات ذاتی اور قدیم ہیں، انسان لاکھ ترقی کرے
مگر خدائی کے درجہ تک نہیں پہونچ سکتا،

بہر حال جلسہ نہایت کامیاب ہوا اور سبھوں نے یک زبان ہوکر کہا کہ وید اور پران بھی یہی تعلیم دیتا ہے
ہم آج تک یہی سمجھتے تھے کہ اسلام کوئی باقاعدہ مذہب نہیں بلکہ محض تلوار سے پھیلا ہے مگر آج سے اس اعتقاد کو ترک کرتے ہیں

مصطفیٰ آباد کے ضروری حالات

صرف ایک گھر شیعہ کا ہے جسمیں تین حضرات سکونت پذیر ہیں باقی حضرات اہل سنت ہیں جنکی

تعداد کافی ہے تعلیمی حالت غنیمت ہے اخلاقی حالت قابل اطمینان ہے مذہبی امور کی جانب بھی توجہ ہے مالی حالت بھی اچھی ہے، ایک وسیع و پختہ مسجد مع مسافرخانہ حضرات اہل سنت کی ہے امام باڑہ کوئی نہیں ہے مگر مجالس کا سلسلہ برابر قائم رہتا ہے جو جناب سید ظہیر حسین صاحب کے مکان پر ہوتی ہیں اور ایک مقام پر ایک نشان بہت قدیم زمانہ سے نصب ہے جو علم حضرت عباس کے نام سے موسوم ہے جس کی تعظیم برادران اہلسنت اور ہنود بھی کرتے ہیں اور امور مشکلہ میں اس کی طرف رجوع کر کے طالب اعانت ہوتے ہیں، وقف ایک مختصر سا ہے جس سے مسجد اور مسافرخانہ کی مرمت ہو سکے، مدرسہ دینیہ کوئی نہیں ہے ایک پرائمری اسکول ہے اور ایک ہائی اسکول گوریا کوٹھی میں بابو نرائن پرشاد صاحب کی طرف سے قائم ہے جس کے کل مصارف انہیں کے ذمہ ہیں،

(باقی آئندہ)

(ناچیز مدیر)

نظارہ

ایک ادبی رسالہ ہے جو جناب سید ظفر عباس صاحب فضل لکھنوی کی ادارت اور جناب سید محمود حسین صاحب تابش کی منیجری میں لکھنؤ وکٹوریہ اسٹریٹ سے بڑے سائز کے ۲۲ صفحات پر شایع ہونا شروع ہوا ہے قیمت سالانہ عہ ہے اسکا پہلا نمبر ہمارے پاس بغرض ریو آیا ہے، ہم اسکے تمام مضامین کو ادبی حیثیت سے قدر کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور اردو علم ادب میں قابل قدر اضافہ سمجھ رہے ہیں علی الخصوص جناب حکیم آشفتہ صاحب کا وہ فاضلانہ مضمون جو ممدوح نے "دعید عاشورہ محرم الحرام" کی سرخی سے تحریر فرما کر ملت اسلامیہ پر ایک گرانقدر احسان فرمایا ہے، یہ فاضلانہ مضمون ایک یادگار مضمون ہے جو بلحاظ محدثانہ و مورخانہ تحقیق و تدقیق کے اس امر کا مستحق ہے کہ اگر خداوند عالم ہماری قوم کو توفیق دے تو اس مضمون کی ہزار ہا کاپیاں طبع کرا کے بلاقیمت تقسیم کردے اس مضمون میں حسابی قواعد سے یہ ثابت کردیا گیا ہے کہ جب آنحضرت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں تو آپ نے محرم کا چاند مکہ ہی میں دیکھا تھا لہذا بخاری کی یہ حدیث "کہ حضرت نے یہودیوں کو عاشور کے دن روزہ رکھتے دیکھکر خود بھی روزہ رکھا اور اپنی امت کو بھی اس روز روزہ رکھنے کا حکم دیا" پایہ اعتبار سے ساقط ہے اور ہرگز اس عاشورہ سے مراد عاشورہ محرم نہیں ہے یہ سارا مضمون حسابی قواعد پر مبنی ہے اور اس لئے اسمیں کسی شک و ریب کی گنجائش نہیں نکل سکتی جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزا ہم اپنے ناظرین سے پر زور سفارش کرتے ہیں کہ کم از کم یہ پہلا نمبر تو ضرور ہی منگوا کر ملاحظہ کرلیں کیونکہ جہاں سے نزدیک جس دن سے محرم نمبر نکلنا شروع ہوئے ہیں اس وقت سے آجتک ایسا مضمون شایع نہیں ہوا،

(ناچیز مدیر)

فہرست رقوم اعانت معزز و غیر معزز ارباب باصفا ۳۰

مستقل

عالیجناب علی مرتضیٰ صاحب انجینئر ٹاٹانگر جمشید پور ۔ ۵ روپے
عالیجناب محمد جمال صاحب مدراس ۔ عہ
رامپور اسٹیٹ ۔ ۱۱؍
عالیجناب نواب محمد رضا صاحب کھٹر یالی محلہ چوک لکھنؤ ۔ سے؍
عالیجناب حامد حسین کرانہ ضلع مظفر نگر ۔ ۵ روپے
عالیجناب مظفر حسین صاحب وکیل سیتاپور ۔ صہ؍
عالیجناب محمد محمود صاحب منیجر دواخانہ شاہ کمپنی لکھنؤ ۔ عہ؍
عالیجناب سید امیر حیدر شاہ صاحب ملتان ۔ عہ
عالیجناب سید ریاض حسین شاہ صاحب ملتان ۔ صہ
عالیجناب سید عارف شاہ صاحب ملتان ۔ عہ
عالیجناب سید محمد افتخار صاحب ملتان ۔ عہ
عالیجناب سید جلال الدین حسن صاحب اتالیق ولیعہد خیرپور ۔ للعہ

عالیجناب سید اعجاز حسین صاحب ہنگرہ ڈاکخانہ مہراجگنج ضلع سارن ۔ عہ؍
عالیجناب سید ظہیر الحسن صاحب مصطفیٰ آباد ضلع سارن ۔ عہ؍
عالیجناب میر داؤد خاں چھپرا ضلع سارن ۔ عہ؍
عالیجناب شیخ مبارک حسین صاحب چھتونی ڈاکخانہ چھوٹا ہی ضلع دربھنگہ ۔ عہ؍
عالیجناب حکیم محمد ابراہیم صاحب بہادر گنج ضلع جونپور ۔ صہ
عالیجناب مشتاق حسین صاحب نجر کوٹ ڈاکخانہ کمتیا ممرا ۔ عہ
عالیجناب محترمہ والدہ محمد اکبر صاحب مرحوم موضع سنگھ پور ۔ عہ
عالیجناب شیخ محمد جعفر صاحب اجودھیا پور ڈاکخانہ کسراں ضلع [illegible] ۔ عہ
مومنین ماچھی پور ۔ للعہ
عالیجناب غلام رسول صاحب سکرٹری انجمن حسینیہ ڈیرہ اسمٰعیل خان ۔ صہ؍
عالیجناب نواب اقبال بہادر صاحب شمس آباد ۔ مائعہ
عالیجناب نواب قاسم عباس صاحب شمس آباد ۔ عہ
عالیجناب نواب احمد حسین خان صاحب شمس آباد ۔ عہ
عالیجناب نواب مرزا عابد حسین صاحب جنرل سکرٹری ۔ سے؍
عالیجناب نواب سر سالار جنگ بہادر حیدرآباد دکن ۔ ۱۱۵
عالیجناب حکیم جواد حسین صاحب سیتامڑھی مظفر پور ۔ عا؍
عالیجناب سید محمد اکبر صاحب سیتامڑھی مظفر پور ۔ عا؍
عالیجناب حکیم غلام رسول صاحب مظفر پور ۔ عا؍
عالیجناب حکیم علی ابراہیم صاحب عشری ضلع سارن ۔ عا؍
عالیجناب سید علی اکبر صاحب رامپور ۔ عہ

غیر مستقل

عالیجناب کریم صاحب تبلیغ ۔ صہ؍
از مومنین سیتاپور ۔ عا؍
عالیجناب مرزا احمد باقر صاحب عرف جعفر صاحب پٹنہ ۔ عا؍
عالیجناب حکیم محمد رضا صاحب ڈاکخانہ کندی پور ضلع سارن ۔ عہ؍

میزان کل ۱۲

سید عاشق حسین مینیجر کلکٹر رسالہ الواعظین لکھنؤ

فہرست رقوم اعانت مقررہ و غیر مقررہ بابت ماہ جون سنہ ۳۰ع

مستقل		غیر مستقل	
عالیجناب سید حسن رضا صاحب سکریٹری انجمن معین العزا قصبہ اول ضلع متہرا	صہ	عالیجناب سید ابوالقاسم صاحب جلالی	للعہ
		عالیجناب حبیب حیدر صاحب کنسٹبل گنگنالہ دہلی	سے
عالیجناب نواب سید محمد رضا صاحب گنگرالی محلہ چوک لکھنؤ	عا	عالیجناب فدا علی صاحب اکیا نوسے پشاور	عہ
عالیجناب محمد محمود صاحب مینیجر شاہ کمپنی نخاس لکھنؤ	عہ	متفرق بذریعہ مولوی فضل علی صاحب گجرانوالا	عہ
عالیجناب محمد جمال صاحب مدراس	عہ	عالیجناب کریم بخش صاحب سکریٹری انجمن حسینیہ علی پور ضلع مظفر نگر	عہ
رامپور اسٹیٹ	ما		
عالیجناب نواب بدر علی خاں صاحب چاٹ سٹی لکھنؤ	صہ	عالیجناب حسین بخش صاحب سوداگر ملتان	سے
		عالیجناب چودہری سردار علی خاں صاحب اکونٹنٹ نمبر اضلع گجرانوالا	صہ
		عالیجناب سید اشرف شاہ صاحب پنشنر رسالدار گجرات	عہ
میزان	عہ		للعہ

بقایا چندہ جمع شدہ بذریعہ جناب مولوی سید محمد باقر صاحب حجۃ الاعظم لکھنؤ

میزان کل عہ

عذر واقعی

نمبر ۵ جلد ۹ بابت مئی سنہ ۳۰ع ۲۶ مئی سنہ ۳۰ع کو روانہ کرنے کے بعد بظاہر کوئی وجہ نہ تھی کہ نمبر ۶ بابت جون سنہ ۳۰ع آخر جون میں شایع ہو جاتا لیکن قضا و قدر الٰہی سے کیا چارہ ہمارے مطبع کے مینیجر سابق داروغہ سید محمد عرف محمدین صاحب کے دفعۃً انتقال کر جانے سے دوسرا ڈکلریشن داخل کرنے اور اجازت حاصل کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی جو ۹ جولائی سنہ ۳۰ع کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لکھنؤ کی عدالت سے حاصل ہوئی بجائے داروغہ سید محمد صاحب مرحوم کے منشی سید اقبال حسین صاحب مطبع کے مینیجر مقرر ہوئے اور ہم صرف پانچ دن میں جلد ۱ چھپوا کر ۱۵ جولائی کو آپ حضرات کی خدمت میں روانہ کر سکے اس سے زیادہ جلدی ہمارے امکان میں نہ تھی اس مجبوری سے جولائی کا رسالہ اوائل اگست میں حاضر ہو سکا ہے اور ہم کو امید ہے کہ اگست کا رسالہ انشاء اللہ اگست ہی میں حاضر ہو جائیگا اور آپ حضرات اس مجبورانہ تاخیر کو عفو فرما کر ممنون فرمائینگے،

ایام عزا

پانچ معصومین کی شہادت و وفات

چار ممتاز یوم غم

یوں تو ہمارے اسلامی سال کا پہلا ہی مہینہ اپنے ہلالی خنجر سے ہمارے دلوں کو مجروح کر کے خون کے آنسوؤں کا مینھ ہمارے آنکھوں سے برسا دیتا ہے اور اس کے بعد بھی گیارہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ ایسا نہیں آتا جو اس ملت گریہ کن کے لیے پیغام عزا اپنے ساتھ نہ لاتا ہو لیکن یکم محرم سے ۸ ربیع الاول تک پانچ معصومین کی شہادت و وفات دو مہینہ ۸ روز تک ایسا اتصال ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کے تقاطر کو تھمنے نہیں دیتی اگلی وقتوں میں یہ سلسلہ ۲۰ صفر تک ختم ہو جاتا تھا اور ۲۸ صفر اور ۸ ربیع الاول کو کوئی زیادہ اہمیت نہ دیجاتی تھی مگر خدا غریق رحمت کرے ہمارے شہر کے ایک رئیس اعظم جناب نواب آغا احمد علیخاں صاحب مرحوم و مغفور کو جنہوں نے ان دونوں تاریخوں کی اہمیت کو بھی پیش نظر رکھکر سلسلہ مجالس کو ۸ ربیع الاول تک بڑھا دیا اور ۸ ربیع الاول کو اپنا تعزیہ نہایت خاموشی کے ساتھ اٹھا کر مسرفانہ جلوس و آتشبازی و آتش وغیرہ کو جو لہو الاحادیث کے مصداق میں شامل اور معازف میں داخل ہونے سے حرام و ناجائز تھے بالکل موقوف کر کے ایک ایسی بنا رخیر قائم کر دی جسکا اجر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انکے نامۂ عمل میں درج ہوتا رہے گا، اب یہ رسم قریب قریب ہر شیعہ آبادی میں رائج ہے اور مجلسوں اور تعزیوں میں باجہ کی حرمت تقریباً ہر فرد شیعہ کے ذہن میں راسخ ہو گئی ہے اور امید ہے کہ بعض لوگ جو قدیم وضع کی پابند رہکر اپنی مجلسوں اور تعزیوں میں مسرفانہ جلوس اور باجے کر اپنی ذاتوں کو والذین خلطوا عملاً صالحاً و آخر سیئاً کی مصداق بنا لیتے ہیں وہ بھی ان امور کو ترک کر کے وحدت ملّی کے ثبوت میں کوتاہی نہ کریں گے، خداوند عالم نواب صاحب موصوف کی اولاد امجاد کے توفیقات کو زیادہ کرے کہ وہ حضرات آجتک اس رسم کو نہایت حسن و خوبی نباہ رہے ہیں اور آغا احمد علیخاں کا چپ تعزیہ تمام بلاد ہندوستان میں کسی مزید تعارف کا محتاج نہیں ہے،

برا ماننے کی بات نہیں ہے اور مجلسوں اور تعزیوں میں مسرفانہ جلوس اور باجہ کی رسم قبیح کو جاری رکھنے والے اپنے ناجائز سوزخوانی لور موضوع و مختلق و بے اصل مضامین مشہور و غیر مشہور کے ذکر اور زنجیر و قمع وغیرہ کے زخم ناگفتہ

عہ اور وہ لوگ جو عمل نیک کو عمل بد کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں،

ماتم کو اگرچہ وہ موجب گریہ وبکا ہوں ہماری معارضہ میں پیش نہیں کرسکتے اس لیئے کہ ہمارے نزدیک یہ سب ہی امور ناجائز اور شعار مسلمین اور اخلاق مومنین سے خارج اور ان امور سے پیدا ہونے والا گریہ گریہ باطل میں داخل ہے اور خدا کا شکر ہے کہ لکھنؤ سے یہ تمام امور قریب قریب اٹھ گئے اور اٹھتے جاتے ہیں اور ان شاء اللہ اٹھ جائینگے، خداوند عالم ہمارے علماء کرام کی سعی کو مشکور فرمائے اور مومنین کے توفیقات کو زیادہ کرے،

وفیات حضرات معصومینؑ کی اجمالی تفصیل

عاشور محرم فرزند رسول ثقلین سیدنا ومولانا ابی عبداللہ الحسینؑ کی شہادت کا دن ہے اور سیر حضرات اہلبیت کی پیروی کرنے والوں کے لیئے سال کے تمام دنوں میں کوئی دن اس سے زیادہ حزن واندوہ کا نہیں ہے یہ دن تمام مومنین کے لیئے غم والم اور گریہ وبکا کا دن ہے اور جو اخبار واحادیث حضرات ائمہ طاہرین سے مروی ہیں اُن سے واضح ہے کہ یوم عاشورا اعدائے دین کے لیئے یوم فرح وسرور اور اہل ایمان کے لیئے یوم حزن ومصیبت ہے، یہ دن کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونے کا نہیں ہے اور تمام اعمال خیر اور کل حسنات اقامت مراسم عزا اور رسم گریہ وبکا اور زیارات وادعیۂ ماثورہ کے بجالانے میں منحصر ہیں، صبح سے عصر تک تمام ماکل ومشارب اور جملہ مفطرات سے احتراز کرنا چاہیئے اسواسطے کہ احادیث صحیحہ میں پورے دن کے روزہ کی ممانعت وارد ہوئی ہے جنمیں سے ایک حدیث حسب ذیل ہے،

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہؑ قال دخلت علیہ یوم عاشوراء فالفیتہ کاسف اللون ظاهر الحزن ودموعہ تنحدر من عینیہ کاللؤلؤ المتساقط فقلت یابن رسول اللہ مما بکاؤک لا ابکی اللہ عینیک فقال لی وفی غفلۃ انت اما علمت ان الحسین اصیب فی مثل هذا الیوم فقلت یاسیدی فما قولک فی صومہ فقال صمہ من غیر تبییت وافطرہ من غیر تشمیت ولا تجعلہ صوم یوم کاملا ولیکن افطارک بعد صلوٰۃ العصر بساعۃ علی شربۃ من ماء فانہ فی ذلک الوقت

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں یوم عاشورا خدمت امام جعفر صادق علیہ السلام میں حاضر ہوا تو میں نے حضرت کے رنگ کو متغیر اور حزن واندوہ کو آپ کے چہرہ سے ظاہر اور موتی کی طرح آپکی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کو جاری دیکھکر عرض کیا کہ اے فرزند رسول آپ کیوں روتے ہیں خدا آپکی آنکھوں کو نہ رلائے فرمایا تم کس غفلت میں ہو کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ حسینؑ آج ہی کی روز شہید ہوئے یہ سنکر میں نے عرض کیا کہ پھر آپ آج کے روزہ کے بابت کیا ارشاد فرماتے ہیں فرمایا کہ بغیر رات کو نیت کیے ہوئے روزہ رکھو اور بغیر لحاظ شماتت کے افطار کر ڈالو اور پورے دن کا روزہ نہ قرار دو سے

تجلت الهیجاء وانکشفت الملحمۃ (مصباح متہجد) بلکہ نماز عصر سے ایک گھنٹہ کے بعد ایک گھونٹ پانی سے افطار کر ڈالو کیونکہ اسی وقت آل رسول سے لڑائی موقوف ہوئی تھی۔

فرقہ ناجیہ امامیہ کا اسی حدیث پر عمل ہے اور تمام دن کا روزہ جیسا کہ شعار متعصبین اہلبیت کا ہے قطعاً ناجائز ہے اگرچہ بسبیل حزن واذن ہو کیونکہ حدیث مذکور میں عموم نہی اسکی بھی اجازت نہیں دیتی۔ اور جن احادیث میں آج کے روزہ کو سال بھر کے گناہوں کا کفارہ بتلایا گیا ہے یا جن شے کوئی دوسری صورت استحباب یا جواز کی برآمد ہو سکتی ہے وہ سب محمول بہ تقیہ اور غیر معمول بہا ہیں، اور نویں محرم کو تو حکم منا کی بھی ثابت نہیں ہوا اور دفع مشابہت یہود کے لیئے آجکے روزہ کی اولویت جسقدر عجیب و غریب منطق ہے وہ اہل عقل سے پوشیدہ نہیں ہے اسلیئے کہ اگر دسویں محرم کو ظلم فرعون سے نجات حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کی خوشی میں یہودیوں کو روزہ رکھتے دیکھکر مسلمانوں کو بھی اسکا حکم دیا گیا ہے تو یہ حکم خود بنی بر مشابہت ہے جسکا (معاذ اللہ) رسول نے کوئی لحاظ نہیں کیا پھر امت کو اسکے لحاظ کی کیا ضرورت ہے اور نویں محرم کے روزہ کا اضافہ کیا معنی رکھتا ہے، حالانکہ یہ روایت درایتہً ثابت نہیں ہوتی اور حسابی قواعد سے حضرت موسیٰ اور انکی قوم کی نجات سولہویں یا سترہویں ربیع الاول کو ثابت ہوتی ہے لہذا امیر المومنین علی ابیطالب نے بھی حدیث میثم تمار میں اسکی تکذیب فرمادی ہے!!

اب رہے وہ احادیث جن کی وجہ سے یہ دن متبرک مانا جاتا ہے اور عید منانے کا حکم نکلتا ہے وہ سب موضوع و مختلق ہیں جیسا کہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں تحریر کرتے ہیں۔

وایاہ ثم ایاہ ان تشتغل ببدع الروافض و نحوھم من الندب والنیاحۃ والحزن اذ لیس ذلک من اخلاق المومنین والالا لکان یوم وفات رسول اللہ اولی بذلک واخرى او ببدع الناصبۃ المتعصبین علی اھل البیت والجھال المتقابلین للفاسد بالفاسد والبدعۃ بالبدعۃ والشر بالشر من اظہار غایۃ الفرح والسرور واتخاذہ عیداً واظہار الزینۃ فیہ کالخضاب والاکتحال

اور خبردار رافضیوں وغیرہ کی بدعتوں میں مشغول ہونا یعنی گریہ و نوحہ اور حزن و غم سے پرہیز کرنا اسواسطے کہ یہ امور مومنین کے عادات سے نہیں ہیں ورنہ رسول اللہ کا یوم وفات ایسے افعال کیلیئے زیادہ تر مناسب وسزاوار تھا اور نہ ناصبیوں کی بدعتوں میں مشغول ہونا جو اہلبیت کے ساتھ تعصب رکھتے ہیں اور نہ ان جاہلوں کے افعال اختیار کرنا جو فاسد کے مقابلہ میں فاسد اور بدعت کے مقابلہ میں بدعت اور شر کے مقابلہ میں شر کو اختیار کرتے ہیں یعنی انتہائے فرح وسرور کا اظہار اور روز عاشور کو

ولبس جديد الثياب وتوسيع النفقات
وطبخ الاطعمة والحبوب الخارجة عن العادة
واعتقادهم ان ذلك من السنن المعتاد
والسنة ترك ذلك كله فانه لم يرو في ذلك
شيء يعتمد عليه ولا اثر يرجع اليه وقد
سئل بعض ائمة الحديث والفقه عن
الكحل والغسل والحناء وطبخ الحبوب
لبس الجديد واظهار السرور يوم عاشوراء
فقال لم يرو فيه حديث صحيح عنه
صلى الله عليه وسلم ولا عن احد من
اصحابه ولا استحسنه احد من ائمة المسلمين
من الاربعة ولا من غيرهم ولم يرو في
الكتب المعتمدة في ذلك صحيح ولا ضعيف

عید قرار دینا اور اُسمیں زینت کا ظاہر کرنا مثل خضاب کرنے اور سرمہ لگانے اور نئے کپڑے پہنے اور کھانا کے زیادہ کرنے اور خارج از عادت کھانوں اور غلوں کے پکانے کے، ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ سب امور سنت معمولہ ہیں حالانکہ سنت اُن سب کا ترک ہے اس لیئے کہ اس بارہ میں کوئی ایسی شئے منقول نہیں ہوئے جسپر اعتماد کیا جائے اور نہ کوئی روایت جس کی طرف رجوع کی جائے، اور بعض ائمہ حدیث وفقہ سے پوچھا گیا کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانا اور غسل کرنا اور مہندی لگانا اور غلوں کا پکانا اور نئے لباس کا پہننا اور خوشی کا اظہار کرنا کیسا ہے انھوں کہا کہ اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث آنحضرت سے یا آپکے کسی صحابی سے منقول نہیں اور نہ ان امور کو ائمہ مسلمین میں سے کسی نے پسند کیا نہ ائمہ اربعہ نے نہ کسی اور نے اور نہ معتبر کتابوں میں اسکے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث منقول ہے:۔

ابن حجر کے اس قول میں اگرچہ متعدد فقرات قابل تعرض ہیں مگر چونکہ اسکے متعلق بارہا خامہ فرسائی ہو چکی ہے اور ہمارا مطلوب بغیر تعرض بھی حاصل ہے اور لوازم فرح وسرور کے عدم جواز بلکہ حرمت پر کافی روشنی پڑ رہی ہے جسکے بعد یوم عاشورہ کا یوم حزن وغم ہونا مزید توضیح کا محتاج نہیں ہے لہذا اسیقدر پر اکتفا کی جاتی ہے

کربلا کا واقعہ تاریخ اسلام میں نہایت عظیم واقعہ ہے اور ہمارے اعتقاد میں اس معرکہ کے شہدا تمام معارک جہاد کے شہدا سے اور حضرت سید الشہدا تمام شہدائے سابقین ولاحقین سے افضل وبہتر ہیں اگرچہ شہدائے بدر واحد پر بھی ان حضرات کی فوقیت ہمارے نزدیک محل کلام نہیں ہے اسلیئے کہ ان فرق مراتب جو آیۂ کریمہ عـہ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا سے مستفاد ہوتا ہے وہ بقول مستدلین لفظ منکم حاضرین وقت خطاب سے مخصوص ہی اور

عـہ تم میں سے جن لوگوں نے قبل فتح مکہ معظمہ کے انفاق اور قتال کیا انکا درجہ بہت عظیم ہے بہ نسبت اُن لوگوں کے جنھوں نے بعد فتح مکہ کے انفاق وقتال کیا اول الذکر آخر الذکر کے برابر نہیں ہیں،

از منہ مابعد کے شہداکی افضلیت کا مانع نہیں ہے خصوصاً اس لحاظ سے کہ جو مصائب نواب شرع رسول کی حفاظت میں انتہائے جوانمردی سے کربلا والوں نے برداشت کیے ویسے مصائب کبھی اور پر وارد نہیں ہوئے اور خدا کی راہ میں کسی نے ایسے مصیبتیں نہیں جھیلیں،

اس مطلب پر اگرچہ حدیث شریف الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنۃ سے بھی استدلال ہوسکتا ہے اور باستثناء ذوات جناب رسالتمآب کے جنکا استثناء دلیل خارج سے معلوم ہو سید الشہدا کی سیادت تمام جوانان اہل جنت اور نیز تمام شہدا سابقین و لاحقین پر محل کلام نہیں ہو لیکن اگر اس حدیث شریف سے قطع نظر کرلیں تو بھی چونکہ سید الشہدا کی شہادت بقول حدیث شریف حسین منی وانا من الحسین[ع] بعینہٖ شہادت رسول ہے اسلیے آپکے افضلیت اور آپکی شہادت کی فوقیت تمام شہدائے سابقین و لاحقین پر محتاج بیان نہیں ہو خصوصاً اس لحاظ سے کہ آپکے مصائب آپکی شہادت کے بعد بھی ختم نہیں ہوے اور بعد آپکے آپکے اہلبیت پر بھی وہ مصیبتیں گذر گئیں جنکا مثل و نظیر تاریخ کے اوراق پیش نہیں کرسکتے،

عاشور محرم کا یہ دل خراش واقعہ اگرچہ محبانِ اہلبیت کی آنکھوں سے خون کے آنسو بہا دینے کے لیے کافی اور بہت کافی ہے لیکن اس مہینہ کی پچیسویں تاریخ بھی روز عاشور سے کچھ کم نہیں ہے اسلیے کہ شہادت حضرت سید الساجدین امام زین العابدین شہادت حضرت سید الشہدا کی تکمل ہے اور جس غرض سے کے حاصل ہونے کے لیے سید الشہدا نے یہ تمام مصائب گوارا کیے تھے اسکو کافی طریقہ سے پورا کررہی ہے حضرت سید الشہدا کی بڑی غرض ان تمام مصائب کے برداشت کرلینے سے بنی امیہ کے فضائح اور انکی نااہلیت اور عدم استحقاق خلافت اور اسکے بطلان کا اظہار اور عامۂ ناس کو اس سے مطلع و خبردار کرنا تھا جو کہ خود حضرت ہی کی شہادت سے واضح و آشکار ہوگیا تھا مگر شہادت حسین کے بعد جو سلوک ابن زیاد بدنہاد اور یزید پلید نے اہلبیت حسین کے ساتھ روا رکھا اور جسکو سید الساجدین نے کمال صبر اور انتہائے تحمل کے ساتھ برداشت کرلیا اُس نے اس مطلب پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالدی اور بنی امیہ کے فضائح عالم بھر پر روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہوگئے،

ماہ محرم کے اختتام پر اگرچہ صفر کی ساتویں تاریخ روز ولادت حضرت باب الحوائج امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ہے لیکن ماہ محرم کے گذشتہ واقعات جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی آنکھوں سے نہ تھمنے والے

ع حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں،

ع حسن اور حسین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں

آنسوؤں کے سلسلہ کو موقوف نہ کر سکے تو پھر انکے موالیوں کی آنکھیں کیونکر مسرور فرخاک ہوسکتی ہیں،

رونا ہماری چشم کا دستور ہوگیا

دی تھی خدا نے آنکھ سو ناسور ہوگیا

۲۸ صفر وفات حضرت رسول اور شہادت امام حسن ہے وفات رسول اہل اسلام کے لیے اعظم مصائب اور اشد نوائب ہے جس شخص کو جتنی معرفت آپکی حاصل ہوگی اُسیقدر وہ آپکی مفارقت کے الم میں محزون اور آپکی مصیبتوں کو یاد کرکے مغموم ہوگا مکہ معظمہ کے قیام میں کفار قریش کی بدسلوکیاں اور ایذا رسانیاں یہانتک کہ آپکے بیت الشرف کا محاصرہ کرکے آپکے قتل پر آمادہ ہونا اور آپکا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پھر مدینہ پہونچکر بھی ایک ساعت چین کا نہ ملنا خدا کی راہ میں ہتی مرتبہ جہاد کے مصائب اٹھانا شدت گرسنگی میں شکم مبارک پر پتھر کا باندھنا، دندان مبارک کا شہید ہونا، پیشانی نورانی کا خاک آلود ہونا، چہرہ مبارک پر خون کا جاری ہونا اور ریش اقدس کا اُس سے رنگین ہونا عوام و جہال کی شدت پر صبر کرنا، زہر کا دیا جانا اور بالآخر انہی کے اثر سے وفات کا واقع ہونا پھر قریب زمان وفات کے وصیتنامہ کی تحریر میں مزاحمت، جیش اسامہ سے تخلف اور آپکے حکم کی مخالفت یہ تمام امور ایسے ہیں جو عارف حق رسول کے دل کو بیچین کرکے خون کے آنسو بہلانے کے لیئے کافی ہیں اور اسیوجہ سے احادیث میں تصریح ہے کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پیش آئے وہ مصائب رسول کو یاد کرے،

شہادت امام حسن رسول کی شہادت بتری ہے اور جو مصائب آپنے وفات رسول کے بعد خصوصاً اپنے زمانہ امامت میں اٹھائے اور جو صعوبتیں آپکو بنی اُمیہ کے ہاتھوں گوارا کرنا پڑیں وہ موالیان اہل بیت کے دلوں کو ہلا دیتی ہیں امیر المومنین کی شہادت کے بعد کل چھ مہینہ سریر حکومت پر متمکن رہنا اور اُسکے بعد بدرجہ مجبوری معاویہ کے مقابلہ میں نکلنا سرداران لشکر کا دادِ بیوفائی دینا، مصلی کا پائے اقدس کے نیچے سے کھینچا جانا مال و اسباب یہانتک کہ ردائے مبارک کا لٹ جانا الله الله والرجل اور اشرکت باحسن کما اشرک ابوک کی آوازوں کا بلند ہونا اور آپکی ران کا پھاوڑے سے زخمی ہونا اعدا کا آخر انھیں بیوفائیوں کو دیکھکر مجبوراً حضرت کا معاویہ سے مصالحت کرکے حکومت کا اُسکے سپرد کرنا اور پھر زندگی بھر اُسکی گستاخیوں پر صبر و تحمل کرنا یہانتک کہ اُسی کے اشارہ سے زہر ہلاہل کا پلایا جانا اور قریب قبر رسول کے دفن کی اجازت نہ ملنا اور جنازہ پر تیروں کی بارش ہونا اور تیروں کا کفن پر پیوست ہونا یہ تمام مصیبتیں وہ ہیں جو قیامت تک اہل دل کے دلوں سے محو نہیں ہوسکتیں،

شہادت امام حسن عسکری بھی مصائب اہل بیت میں یادگار مصیبت ہے آپ کی امامت کا شش سالہ زمانہ بھی انتہائے کرب و قلق کا زمانہ ہے صالح بن وصیف کی نگرانی میں آپکا مقید رہنا بارادہ قتل ایک سرکش بغلہ پر سوار ہونیکا حکم دیا جانا برکۃ السباع میں ڈالا جانا اور بالآخر مسموم ہوکر ربیع الاول کو اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہونا مومنین کے دلوں کو



حضرة صاحب العظمة نواب رامپور (السيد محمد حامد عليخان) ادام الله دولته

دنیائے اسلام میں ایک عظیم حادثہ

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رَضِیْنَا بِقَضَائِہٖ وَسَلَّمْنَا لِأَمْرِہٖ

ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی بارگاہ میں پلٹ کر جانے والے ہیں اُسکی قضا پر راضی ہیں اور اُسکے حکم کو تسلیم کرنا ہمارا فرض ہے

آنے والے جانے ہی کے لیئے آتے ہیں اور جو چلے جاتے ہیں نہ پھر پلٹ کر نہیں آتے، خدا جانے اُس عدم آباد کی فضا میں کون سی قوت جاذبہ ہے جسکا جذب پھر ادہر کا رخ نہیں کرنے دیتا یا کوئی دوسری قوت قاہرہ ہے جو ہر طرف واپس آنے کی مانع ہے کوئی پلٹ کر آتا تو اُس سے پوچھتے مگر دنیا کی ظاہری دل آویز یا اور دل چسپیاں اور عدم آباد کی ابتدائی منزلوں (قبرستانوں) کے سناٹے تو یہ بتلا رہے ہیں کہ انسان نہ اپنے بس سے وہاں جاتا ہے اور نہ اپنے اختیار سے وہاں ٹھہرتا ہے یہ سب قدرتی انتظام اور خدائی کارخانہ ہے اور موت بنی آدم کی گردن کا وہ قلادہ ہے جس کی گلوگیری خدا جانے کتنے آباد ا در بھرے ہوئے گھر ویران و برباد و خالی کردیا کرتی ہے اور نہ معلوم کتنے ماتمی فرش ہر در پر بچھوایا کرتی ہے، کیسے کیسے عزیز ترین اعزا آنکھوں کے آگے دم توڑ کر گذر جاتے ہیں، کیسے کیسے محبوب ترین احبا کو غسل وکفن دیکر اپنے ہاتھ سے زیر زمین پنہاں کر کے اُنکے ماتم میں رونا پڑتا ہے، مگر خوش نصیب ہے وہ مرنے والا جو اپنے بعد اپنی نیک اولاد اور اپنی جانشینی کے سچے مستحق کو اپنے مقام پر چھوڑ جائے اور اُسکے اعمال صالحہ اُسکی یاد کو ہر وقت تازہ کرتے رہیں،

حضور ہز ہائینس میجر جنرل نواب سر سید محمد حامد علیخاں صاحب بہادر بالقابہم سابق فرمانروائے ریاست عالیہ رامپور حفظہ اللہ عن المفاسد والشرور (جن کے نام نامی کے ساتھ بجائے ادام اللہ اقبالہم کے لفظ مرحوم یا اعلی اللہ مقامہ لکھتے ہوئے قلم کا سینہ چاک ہوا جاتا ہے) ایسی ہی موقر ہستی تھے جو اپنے بعد اپنا قائم مقام بھی ویسا ہی ہر دل عزیز چھوڑ گئے ہیں جیسے کہ وہ خود تھے اور جو اعمال صالحہ وہ دنیا میں کر گئے وہ بھی اُنکی یاد تازہ رکھنے کے لیئے کافی ووافی اور اُنکے لیئے بہترین توشۂ آخرت ہیں،

۳۱ر اگست ۱۸۷۵ء کو اپنے والد بزرگوار ہز ہائینس نواب سید محمد مشتاق علیخاں صاحب بہادر اعلی اللہ مقامہ کے مشکوئے معلّی میں پیدا ہوئے اور ۲۵ر فروری ۱۸۸۹ء کو اپنے والد مرحوم کے بعد ۱۳ سال ۵ ماہ ۲۵ روم کی عمر میں ریاست عالیہ رامپور کے فرماں روا ہوئے مگر چونکہ اُسوقت قانوناً نابالغ تھے اس وجہ سے ایک کونسل آف ریجنسی قائم ہو گئی، اور آپ ۱۸۹۳ء میں حصول تجربہ کی غرض سے سیاحت عالم کے لیئے روانہ ہو گئے، سیاحت سے

واپس آنے کے بعد کونسل آف ریجنسی توڑ دی گئی اور ایک انتظامی کونسل مرتب کی گئی جسکے آپ ہی صدر تھے مئی ۱۸۹۶ء میں یہ کونسل بھی توڑ دی گئی اور آپ ایک مستقل اور بالکل بااختیار فرماں روا مان لیے گئے ۱۹۲۰ء میں آپنے ایک لیجسلیٹو کونسل خود ترتیب دی جو آپکے خاندان کے اراکین اور ریاست کے ممتاز افراد پر مشتمل تھی، ولیعہد سابق صاحبزادہ نواب سید محمد حسن علیخاں صاحب بہادر مرحوم تھے جنھوں نے ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو انتقال فرمایا جن کی وفات کے بعد رونق افروز مسند حکومت عزت افزائے ریاست و سلطنت ہز ہائنس نواب سید محمد رضا علیخاں صاحب بہادر ادام اللہ اقبالہم و اجلالہم ولی عہد مقرر ہوئے اور اپنے زمانہ ولی عہدی میں حکومت کی اہم ذمہ داریوں پر مامور ہو کر اپنی خداداد قابلیت و تدبر سے فرماں روائی کے بہترین مستحق ثابت ہو گئے،

حضور ہز ہائنس نواب صاحب بہادر مرحوم اعلی اللہ مقامہ حکومت برطانیہ کے مشہور خیر خواہ اور بہترین وفادار تھے اور جنگ عظیم کے زمانہ میں جو خدمات ریاست رامپور کے افواج نے ادا کیئے وہ اسکے ثبوت کے لیئے کافی ہیں اور حکومت برطانیہ نے بھی آپکی جیسی قدر کی وہ بھی بہر حال قابل فخر و شکر ہے،

آپ اپنے والد مرحوم کے بعد اکتالیس سال ۳ ماہ ۲۶ یوم مسند حکومت پر رونق افروز رہے اور مئی ۱۸۹۶ء سے جون ۱۹۳۰ء تک حسن و خوبی سے عادلانہ فرماں روائی کے فرائض ادا کیے اور مالی و ملکی اور انتظامی و عدالتی معاملات کو بہتر سے بہتر بنانے میں جسقدر انہماک سے اور اپنے کامل عدل و انصاف اور رعایا پروری اور مساویانہ سلوک اور علم و اہل علم کی قدر دانی و عزت افزائی اور قابل فخر اسلامی خدمات سے جو ہر دل عزیزی اپنی رعایا اور عام اہل اسلام خصوصاً اہل تشیع میں حاصل کی وہ محتاج بیان نہیں ہے،

آپ شیعہ مذہب کے بالاعلان پابند تھے مگر آپکا سلوک فریقین اسلام کے ساتھ مساویانہ تھا، آپکے عہد معدلت مہد میں بڑے بڑے علمائے کرام اور فضلائے عظام آپکی ریاست سے وابستہ رہے اور آپکی قدر دانیاں اور عزت افزائیاں علمی دنیا میں ضرب المثل ہو گئیں، ریاست رامپور کا کتب خانہ جو ایک مشہور اسلامی کتب خانہ ہے آپکی توجہ سے اسلامی کتب خانوں میں ایک خاص امتیاز رکھتا تھا، آپکے عہد دولت میں آپکے حکم سے بعض کتب احادیث کا ترجمہ بھی ہوا اور بعض اسلامی تصانیف اشاعت پذیر بھی ہوئے، آپ علوم عربیہ و فارسیہ و انگریزی میں بہت اچھی مہارت رکھتے اور کتب احادیث فریقین پر آپکو کامل عبور حاصل تھا اور علم اور اہل علم و طلبہ کی قدر دانی آپ کی ریاست کا طرۂ امتیاز تھا، علوم عربیہ و فارسیہ اور علوم اسلامیہ کی تعلیم کے لئے مدرسۂ عالیہ اسلامیہ کھلا ہوا تھا جو پنجاب یونیورسٹی سے ملحق تھا اور انگریزی علوم کی تعلیم کے لیئے ایک انگلش ہائی اسکول جاری تھا، مدرسۂ عالیہ اسلامیہ میں طلبہ کو وظیفہ بھی دیے جاتے تھے اور زیر نگرانی اکابر علماء علوم شرعیہ کی بھی اعلی تعلیم دی جاتی تھی اور کامل الاستعداد فاضل اور جید طلبہ کو جو عراق جانے کی اہلیت رکھتے تھے انھیں عراق بھی بھیجدیا جاتا تھا چنانچہ ابھی

تھوڑے ہی دنوں کا ذکر ہے کہ جناب مولانا مولوی السید حسین حیدر صاحب خلف جناب عمادالعلماء علیین آشیاں جناب السید مصطفےٰ المدعو بہ جناب سر آغا صاحب اعلی اللہ مقامہ کو سرکار مرحوم نے تکمیل علوم دینیات کے لئے عراق روانہ فرمایا تھا جو ابھی تک وہیں تشریف رکھتے ہیں،

آپ کو قومی اور مذہبی ادارات سے بھی بہت گہری دلچسپی تھی اکثر اداروں کو آپکی سرکار سے گرانقدر امداد ملا کرتی تھی آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے دوسرے یا تیسرے اجلاس لکھنؤ میں حضور پرنور کی رونق افروزی اور کانفرنس کی جانب سے آپکا معہتم بالشان استقبال، ایڈریس اور حضور ممدوح کا جواب اور شیعہ بورڈنگ ہوس کی اعانت کے لیئے مبلغ پانچہزار روپیہ کا وعدہ پھر مذکورۂ بالا کانفرنس کے اجلاس ششم منعقدہ پٹنہ میں حضور ممدوح کی صدارت اور گذشتہ وعدہ کا ایفا یہ تمام مناظر اسوقت تک آنکھوں میں پھر رہے ہیں،

کانفرنس مذکور کے اجلاس ہفتم منعقدہ جونپور میں ایک ہائی اسکول بنانے کی تجویز پاس ہوئی تھی مگر یہ آپ ہی کی ہمت افزائی اور شاہانہ اشارہ کا نتیجہ تھا کہ بجائے شیعہ ہائی اسکول کے شیعہ کالج کی تیاریاں شروع ہوگئیں اور آپنے ایک لاکھ روپیہ کی گرانقدر عطیہ سے اُسکی اعانت فرمائی،

آپ مدرسۃ الواعظین کو بھی بڑی عزت اور قدر کی نگاہ سے ملاحظہ فرماتے تھے چنانچہ مدرسہ مذکور کا آٹھواں سالانہ اجلاس حضور ہی کی صدارت میں منعقد ہوا اور ممدوح نے مبلغ دوسو روپیہ ماہوار سے مدرسہ کی اعانت کا اعلان فرمایا اور پچاس روپیہ سالانہ الواعظ کی اعانت کے لئے منظور فرمائی،

مدرسۃ الواعظین کی صدارت کے لیئے حضور ممدوح کا تشریف فرمائے لکھنؤ ہونا مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کے لئے بھی بہت مفید ہوا اور مبلغ دوسو روپیہ ماہوار اُس کی اعانت کے لیئے بھی جاری ہوگئے،

آپ شیعہ بیت المال کی بھی غیر معین طریق سے امداد فرمایا کرتے تھے جس کی صحیح تعداد ہمکو معلوم نہیں ہے؛

آپ کو عزاداری حضرت سید الشہدا سے بھی ایک خاص اُنس تھا اور جو انتہائی اہتمام حضور ممدوح فرمایا کرتے تھے وہ بحیثیت ایک والی ملک کے آپکی ذات والاصفات سے مخصوص تھا، امامباڑہ کی شاہانہ شان وعظمت لکھنؤ کے شاہی امام باڑوں کی یاد تازہ کرتی تھی، واعظین و ذاکرین کی ایک معقول تعداد ملازم تھی اور کبھی کبھی بعض مشہور ذاکرین علاوہ ملازمین کے بھی بلالیے جاتے تھے اور جو واردین وصادرین بلاطلب آجاتے تھے اُنکی بھی مناسب عزت افزائی کی جاتی تھی عشرہ محرم کی مجلسیں بھی بڑی اہتمام وانتظام سے ہوتی تھیں جنمیں فریقین اسلام کو شرکت کا موقع دیا جاتا تھا اور واعظین و ذاکرین انتہائے احتیاط سے ذکر فضائل ومصائب کرتے تھے سرکار ممدوح چونکہ فطرۃً رقیق القلب تھے اور ولائے محمد وآل محمد سے آپکا سینہ بے کینہ لبریز تھا اسوجہ سے آپ بہت بے اختیاری سے روتے تھے اور آپکی جزع وفزع سے تمام مجلس متاثر ہوجاتی تھی تبرک اور گوٹہ وغیرہ کی تقسیم بھی جیسے بعض ادقات

خود اپنے دستِ مبارک سے تقسیم فرمایا کرتے تھے جو آپکی شاہانہ فیاضی کا ایک نمونہ ہوتی تھی، محرم کو مہندی اور محرم کو علم بھی بڑی شان اور شوکت اور انتہائے اہتمام و انتظام سے اٹھتے تھے، مہندی جب امام باڑہ میں پہونچتی تھی تو خود اپنے دستِ مبارک سے شربت پلاتے تھے، علم اپنے دستِ مبارک میں لیکر کمال اعزاز و احترام اور انتہائے ادب سے سر و پا برہنہ اور پیادہ پا شاہی امام باڑہ سے کربلا تک لے جاتے تھے .... شبِ عاشور تمام شب کی بیداری اور مجلسوں کا تسلسل اور تمام شب حضور ممدوح کا تمام شہر کے عزاخانوں میں پھر کر ہر ضریح و تعزیہ کے آگے نقد نذرانہ رکھنا اور روزِ عاشور کے حزن انگیز سامان ضریح کا اٹھنا اور اسکی مشایعت میں خود تشریف لیجانا یہ تمام باتیں جنکو ہم نے نہایت اختصار سے خلاصۃً ذکر کیا ہے وہ یادگار باتیں ہیں جو کبھی ہمارے دل سے سہو و محو نہیں ہو سکتیں ہماری کم زور ملت میں ایک یہ ناز و افتخار ہستی تھی جس سے ہمارا بازو قوی تھا وہ ہمارے درمیان سے اٹھ گئی اور ایک نعمت عظمیٰ ترقبہ تھی جو ہم سے سلب کر لی گئی،

آپ گذشتہ تین ماہ سے مختلف اسقام میں مبتلا تھے اور آپکی صحت یوماً فیوماً ناقابل اطمینان ہوتی جاتی تھی مگر اسطرف تھوڑے عرصہ سے جو اطلاعیں مل رہی تھیں اُن سے یہ معلوم کر کے کہ آپ کی صحت درست ہوتی جاتی ہے فی الجملہ اطمینان ہوگیا تھا مگر یہ خبر نہ تھی کہ یہ درستی صحت افاقۃ الموت کی حیثیت رکھتی ہے اور ہم عنقریب ہندوستان کے ایک دین پرور علم دوست اہل اسلام اور خصوصاً شیعوں کے سچے ہی خواہ و ہمدرد اور قوم و ملت کے ایک رکن اعظم اور محسن معظم کو ہاتھ سے کھو کر اسکے غم و الم میں اشک حسرت بہانے والے ہیں، اور آپ اپنی عمر کے ۶۵ سال ۹ ماہ ۱۲ یوم ختم کر کے ۲۱ جون ۱۹۳۰ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہم سے رخصت ہونے والے ہیں،

واقعہ یہ ہے کہ یہ صدمہ یوپی کے مسلمانوں اور خصوصاً شیعوں کے لیے ایک سخت صدمہ ہے اور اُن کے قلوب جسقدر بھی اس صدمہ کو محسوس نہ کریں وہ تھوڑا ہے،

مدرسۃ الواعظین (جس کی بہت سی امیدیں اُس ذات والاصفات سے وابستہ تھیں) ماسوا اس کے اور کیا کر سکتا تھا کہ اُس نے اس جانکاہ خبر کے سُنتے ہی اپنے تمام شعبہ جات میں تعطیل دیدے اور اُسکے تمام متوسلین ایصال ثواب کے لیے بقدر امکان تلاوت قرآن اور دعائے مغفرت میں مصروف رہے، خداوند عالم ممدوح کو اپنی جوار رحمت میں زیر سایۂ محمد و آل محمد جگہ دے اور آپ کے اخلاف کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے جانشین حضور ہز ہائنس نواب سید محمد رضا علیخاں صاحب بہادر بالقابہم کو ممدوح کا سچا جانشین ثابت کر کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دے اور حضور کے عمر و علم و دولت و اقبال و صحت و عافیت میں بہتر سے بہتر ترقی عنایت فرمائے

(آمین ثم آمین)

(ناچیز مدیر)

عید غدیر کی مافوق التصور اہمیت

ملاحظہ ہو نمبر ۵ جلد ۹ صفحہ ۳۶

نمبر ۴

اُسکے بعد اس لطیفہ کو بھی دیکھئے کہ جب آیہ الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوچکا اور جو اسکا مدلول تھا نہ پورا ہوکر رہا دین بھی کامل ہوگیا نعمت خداوندی بھی تمام ہوگئی اسلام دین پسندیدہ الٰہی بھی ہوگیا تو کیا یہ ممکن تھا کہ کوئی بات تبلیغ رسالت میں ایسے باقی رہگئی ہو کہ پروردگار عالم جلت اسماؤہ اسکی تبلیغ پر اس شدت کے ساتھ اصرار فرمائے اور اپنی نبی کو فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ سے تخویف کرے ؟ واللہ یعصمک من الناس سے پتہ چلتا ہے کہ ضرور کوئی ایسی بات تھی جسکی تبلیغ میں آنحضرت کچھ پس و پیش فرما رہے تھے اور آپکو اپنی جان یا آبرو کا اندیشہ تھا یا اپنی اُمت کے کہنے میں حجاب و شرم دامنگیر ہوتی تھی مگر اس آیت کے نازل ہوتے ہی حضرت کو اطمینان ہوگیا اور آپ فوراً اُسکی تبلیغ کے لیئے آمادہ ہوگئے اور جب آپ اس حکم کو پہونچا چکے تو خداوند عالم نے آپکو اکمال دین و اتمام نعمت اور دین اسلام کے پسندیدہ الٰہی ہونے کی خوشخبری سے مسرور کردیا

یہ آیت سورہ مائدہ کی اڑسٹھویں آیت ہے اور آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الایہ سے ترسٹھ آیتوں کے بعد درج کی گئی ہے حالانکہ اسکو آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الایہ سے پہلے درج ہونا چاہیئے تھا جس سے قرآن مجید کی حسن ترتیب و تالیف اور مولفین کی سلیقہ شعاری کا پتہ مل رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کے لوگ قرآن پڑھتے تھے مگر لا یجاوز تراقیھم کا مصداق دیکھنے والوں کے پیش نظر رہتا تھا اور کسی ایک شخص کو بھی ایک لفظ یا ایک حرف کا مطلب و مفہوم معلوم نہ تھا اور نہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا تھا دفع الوقتی کے طور پر نماز میں قفال مروزی کیطرح قرآن پڑھ لیا جاتا تھا معنی و مطلب سے کیا سروکار اسکے سمجھنے کی کیا ضرورت اور زمانہ کا یہ حال کہ انھیں لوگوں کو مقتدائے خلق اور پیشوائے مذہب بتا رہا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون یہی لوگ ہیں جنکے بابت سورہ حجر میں کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا القرآن عضین ارشاد ہوا کوئی مانے یا نہ مانے میں تو یہی کہوں گا کہ یہ آیہ کریمہ ایک بڑی عظیم الشان خبر غیب ہے جو حضرت رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی پوری ہوئی اور دست زبردست تھا الٰہی نے اسے ضایع ہونیسے بچالیا ورنہ ضرور نکال ڈالی جاتی اور ضایع ہوکر رہتی، عضین کی تفسیر میں جو عاجزی و مجبوری مفسرین کو لاحق ہوئی ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے اور یہ لازمی نتیجہ قرآن ناطق سے روگردانی کا ہے،

نمبر ۵

تحریف قرآن یعنی تقدم وتاخر آیات ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے علمائے اہل سنت بھی انکار نہیں کرسکتے
مینے اس بحث کو اپنی کتاب لولا ان تفندون اور الکشف عن الغشاثر میں بکمال شرح وبسط تحریر کردیا
ہے اور جو حق تحقیق وانصاف اس بارہ میں ہوسکتا تھا اُسکو اس طرح اداکردیا ہے کہ مافوق اسکا میرے ذہن سے
باہر ہے اور میرے شیخ الحدیث مجلسی ثانی خاتم المحدثین والمسندین الحاج میرزاحسین النوری الطبرسی اعلی اللہ
مقامہ نے تو جو کچھ اپنی تصنیف منیف فصل الخطاب فی تحریف ام الکتاب میں تحریر فرمایا ہے وہ تحقیق حق کے لیئے دیدنی ہے
خدا شیعوں کو مذاق تحقیق عطا فرمائے اللھم امین

نمبر ۶

بہرکیف ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جس روز آیۂ اکملت لکم دینکم نازل ہوا ہے وہ کون سا دن تھا؟ ظاہر ہے
کہ عقلا کوئی نقص تبلیغ دین میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نہیں رہگیا تھا بجز اسکے کہ بقاء
اسلام اور ہدایت الی یوم القیام کا ابتک کوئی انتظام نہ ہوا تھا کہ آئندہ نسلیں بنی نوع انسان کی اس دین
حق سے فائدہ اٹھاسکیں معلوم ہوتا ہے کہ یہی ایک ایسا ضروری امر تھا جس کی تبلیغ کے لیئے اس شد ومد
کے ساتھ جناب باری عزاسمہ نے جناب رسالتمآب کو حکم دیا تھا مگر حضرت بوجوہ چند در چند اس میں پس و
پیش فرماتے تھے مگر جب یہ تہدید فرمائی گئی کہ اگر تم خاص اس حکم کی تبلیغ نہ کروگے تو ساری محنت تمھاری جو تم نے اپنے
وجود مبارک سے ہماری راہ میں گوارا کی ہے وہ بالکل کالعدم ہوجائے گی تو اتنی بڑی تہدید شدید رسول خدا سے پیغمبر
اولی العزم سرور سردار انبیا کیونکر برداشت کرسکتے تھے فوراً اسی مقام بے آب وگیاہ میں اترپڑے جہاں کوئی معمولی شخص
یا مسافر خیمہ زن نہ ہوسکتا ہو اور موقع ایسا ہو کہ جہاں سے کل حاجی لوگ اپنے اپنے گھروں کو مڑ رہے ہوں یعنی کل حاجیوں
کو سوائے غیر شنید فرداً فرداً اس حکم کے سننے کا موقع نہ مل سکتا ہو اسی کو رسول نے اختیار فرمایا ، میدان غدیر صاف
کیا گیا اور فی الفور حاجیوں کو اپنے اپنے رواحل سے اُترنے کا حکم دیا گیا منبر وہاں موجود نہ تھا تو پالان شتر جمع کرکے
انکا منبر بنایا گیا اور امیر المؤمنین کے لیئے ایک خاص خیمہ نصب کیا گیا اور انکی خصوصیت کے ساتھ ایک خاص طور سے
دستار بندی فرمائی گئی اور وہ حکم عامۂ ناس کو کس شان وشوکت کے ساتھ سنایا گیا ، یہ تاریخی واقعہ ہے اور متواتر ہے مورخین
ومحدثین نے اسے اپنی تاریخوں میں درج کیا ہے ، اگر وجود رسالت کا علم ہمکو بتواتر حاصل ہے تو یہ واقعہ بھی تواتر
معلوم ہے نہ اسمیں شک ہوسکتا ہے نہ اس میں ورنہ غدیر خم کی شہرت آخر کس وجہ سے ہے وہاں کوئی کھیل تماشہ
نہیں ہوتا تھا نہ کوئی بازار لگتا تھا نہ وہاں کسی مشہور چیز کی پیداوار تھی پھر جو اس مقام کی اتنی شہرت ہے تو لامحالہ
کسی عظیم الشان واقعہ کی وجہ سے ہونا چاہیئے تاریخ بتاتی ہے کہ یہی ایک عظیم الشان واقعہ حجۃ الوداع

میں ۱۸ ذی الحجہ کو اس مقام پر ہوا تھا لہذا اُسی روز اس آیہ کریمہ کا نزول اُسی خاص مقام پر ہوا،

نمبر ۷

اس تاریخی عظیم الشان واقعہ کے متعلق ایک اور عظیم الشان واقعہ ہوا جس کی خبر اگرچہ متواتر تو ہرگز نہیں ہے مگر جن تاریخی کتب حدیث و تفسیر و تاریخ ہوا سنہ اُس زمانہ سے آجتک جتنے علمائے اہلسنت و اہل تشیع گذرے ہیں وہ سب باستثنا ایک شخص کے اس واقعہ پر متفق نظر آتے ہیں کسی کو اُسکی واقعیت میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہے، کل تاریخی واقعات کا یہ حال ہے کہ جبتک کہ ذہن انسانی مسبوق بالشبہ نہو کوئی وجہ انکار نہ ہونا چاہیئے اور نہیں ہوتی اور سب اُسکو واقعہ سمجھا کرتے ہیں، قرینۂ عقلیہ دلیل عقلی ہے اور نہ عجیب شئے ہے جس پر واقعہ کے وقوع اور عدم وقوع کے علم کا انحصار ہوتا ہے قوی سے قوی سند ہو مگر مضمون خلاف عقل ہو تو اُس حدیث پر کبھی اعتبار نہ ہوگا اور اگر قرینۂ عقلیہ اُسکے موضوع ہونے پر نہ ہو، تو اُسے برابر تسلیم کرلیں گے جس طرح اور واقعات مندرجۂ تاریخ تسلیم کرلیتے ہیں اور اُن میں کوئی شک و شبہ نہیں کرتے اُسی طرح یہ تاریخی واقعہ بھی ہے جسے جناب فردوس مآب اعلیٰ اللہ مقامہ نے عبقات الانوار کی جلد غدیر میں ابو اسحاق احمد بن محمد ابن ابراہیم الثعلبی کی اصل تفسیر مسمیٰ بہ کتاب الکشف والبیان عن تفسیر القرآن سے جو بحمد اللہ مینے دیکھی ہے مگر اسوقت موجود نہیں ہے نقل فرمایا ہے چنانچہ ثعلبی کہتے ہیں:۔

سئل سفیان بن عیینہ عن قول اللہ عزوجل سئل سائل بعذاب واقع فیمن نزلت فقال سئلتنی عن مسئلۃ ما سئلنی عنہا احد قبلک حدثنی ابی عن جعفر بن محمد عن آبائہ لما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بغدیر خم نادی الناس فاجتمعوا فاخذ بید علی بن ابی طالب فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فشاع ذلک وطار فی البلاد فبلغ ذلک الحارث بن النعمان الفهری فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم علی ناقۃ حتی اتی الابطح فنزل عن ناقتہ فاناخها وعقلها ثم اتی النبی صلی اللہ علیہ و سلم وهو

سفیان بن عیینہ سے خدائے عزوجل کے قول و سئل سائل بعذاب واقع، سے سوال کیا گیا کہ وہ کسکے بارہ میں نازل ہوا ہے سفیان نے سائل سے کہا کہ تونے ایسے مسئلہ کا سوال کیا ہے جسکا سوال تجھ سے قبل کسی نے مجھ سے نہیں کیا مجھ سے میرے باپ نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انھوں نے اپنے آبا ٔ طاہرین سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول غدیر خم میں تھے تو حضرت نے لوگوں کو ندا دی جب وہ سب جمع ہوگئے تو حضرت نے علی بن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ میں جسکا مولا ہوں علی بھی اسکا مولا ہے جب یہ خبر بلاد و امصار میں شایع ہوئی اور حارث بن نعمان فہری تک پہونچی تو وہ ایک ناقہ پر سوار ہوکر خدمت رسول میں

فی ملاء من اصحابہ فقال یا محمد امرتنا عن اللہ ان نشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ فقبلناہ منک وامرتنا ان نصلی خمسا فقبلناہ منک وامرتنا بالزکوٰۃ فقبلناہ منک وامرتنا ان نصوم شہر رمضان فقبلناہ منک وامرتنا بالحج فقبلناہ منک ثم لم ترض بہذا حتی رفعت بضبعی ابن عمک ففضلتہ علینا فقلت من کنت مولاہ فعلی مولاہ فہذا شی منک ام من اللہ عز وجل فقال صلی اللہ علیہ وسلم والذی لا الہ الا ہو ان ہذا من اللہ فولی الحارث بن نعمان یرید راحلتہ وہو یقول اللہم ان کان ما یقول محمد حقا فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم فما وصل الیہا حتی رماہ اللہ الحجر فسقط علی ہامتہ وخرج من دبرہ فقتلہ فانزل اللہ عز وجل ”سئل سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع“ الحدیث۔

روانہ ہوا اور ابطح میں پہونچکر اپنے ناقہ سے اترا اور اُسے باندھکر خدمت رسول میں حاضر ہوا حضرت مجمع اصحاب میں تشریف فرما تھے کہنے لگا کہ اے محمد آپنے ہمکو خدا کی جانب سے یہ حکم دیا کہ ہم خدا کی وحدانیت اور آپکی رسالت کی گواہی دیں ہمنے آپکے حکم کو قبول کیا، آپنے ہمکو زکوٰۃ کا حکم دیا ہمنے آپکے حکم کو قبول کیا آپنے ہمکو ماہ رمضان کے روزوں کا حکم دیا ہمنے آپکے حکم کو قبول کیا آپنے ہمکو حج کرنے کا حکم دیا ہمنے آپکے حکم کو قبول کیا مگر آپ ان امور سے رضامند نہ ہوئے اور آپنے اپنے ابن عم کو ہمپر فضیلت دیدی اور ارشاد فرمایا کہ میں جسکا مولا ہوں علی بھی اسکا مولا ہے یہ حکم آپکی جانب سے ہے یا خدائے عز وجل کی طرف سے؟ فرمایا کہ قسم اُسکی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہو کہ یہ خدا ہی کا حکم ہے یہ سنکر حارث بن نعمان اپنے راحلہ کی طرف یہ کہتا ہوا پلٹا کہ اے اللہ جو کچھ محمد کہہ رہے ہیں اگر حق ہے تو ہمپر ایک پتھر آسمان سے گرا دے اور ہمیں عذاب الیم میں مبتلا کردے یہ کہکر وہ اپنے ناقہ تک نہ پہونچنے پایا تھا کہ اللہ نے اُسپر پتھر گرا دیا جو اُسکی کھوپری پر گرکے اُسکی دبر سے نکلگیا اور اُسے ہلاک کر دیا بعد اُسکے خدائے عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی ”سئل سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع“ تا آخر حدیث،

سند کی قوت جیسی ہے محتاج بیان نہیں یہی وجہ ہے کہ کسی عالم و مورخ نے ثعلبی کے بعد سے اب تک اسمیں شک نہیں کیا اور برابر اپنے کتب میں درج کرتے رہے باستثنا ابن تیمیہ حرانی کے جو میرے مشائخ اجازہ سے ہیں انھوں نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں البتہ اس حدیث میں قدح کی ہے مگر اُس طعن کا جواب جس شد و مد کے ساتھ جناب فردوس مآب طاب ثراہ نے عبقات الانوار کی جلد غدیر میں تحریر فرمایا ہے سوگند بخدائے عز وجل وہ اُسکے ساتھ متفرد ہیں انھوں نے ابن تیمیہ کی ایک ایک لفظ کا جواب تحریر فرماکر جس طرح اُسکو جھنجھوڑا ہے یہ انھیں کا کام تھا، دل چاہتا ہے کہ اُسکو یہاں نقل کردوں مگر مضمون حد مضمون سے نکلکر کتاب ہو جائے گا اس لیئے صرف اپنے خیالات پر قناعت کرتا ہوں:۔

ابن تیمیہ ثعلبی میں کیا قدح کرسکتے تھے سفیان بن عیینہ اور ثعلبی کے باب میں کیا قدح کرسکتے تھے حضرات ائمہ معصومین میں کیا قدح کرسکتے تھے لامحالہ انھوں نے تحریف سے کام لیا ہے کہیں کا یہ حال ہے کہ کبھی تو آیۂ تبلیغ سأل سائل کا نزول دس برس پیشتر بتایا ہے اور اسپر کل مفسرین کے اتفاق کا دعویٰ کیا ہے مگر کوئی ثبوت پیش نہیں کیا حالانکہ دس برس پیشتر بھی اسکا نزول مان لیا جائے تو اس واقعہ کا انکار لازم نہیں آتا اس لیے کہ اس واقعہ کے بعد اس آیت کا مکرر نازل ہونا ناممکن و ممتنع نہیں ہے کبھی کہا ہے کہ ابطح مکہ میں ہے اور یہ واقعہ مکہ میں نہیں گذرا حالانکہ مدینہ اور بیرون مدینہ کے اکثر مقامات ابطح کہلاتے ہیں جیسا کہ محققین کی کتابوں میں تحریر ہے کبھی تحریر کیا ہے کہ حارث بن نعمان کا نام صحابہ میں معدود نہیں ہے حالانکہ جب ابن تیمیہ کے اسلاف و اکابر کو کل صحابہ کے نام معلوم نہ ہوسکے اور انھوں نے اپنے اپنے کتب میں اپنے عجز اور عدم احصاء اسماء صحابہ کا صراحۃً اقرار کرلیا تو پھر ابن تیمیہ کو کل صحابہ کی فہرست کہاں سے مل گئی جسمیں حارث بن نعمان کا نام نہ تھا اسکی نام کا خصوصیت سے لیا جانا خود دلیل واقعیت ہے کیونکہ کسی نام کو کسی واقعہ کے ذیل میں بلا وجہ اختیار کرنا طبیعت البشری کے خلاف ہے جیسا کہ تجربہ اور وجدان سے معلوم ہوتا ہے انسان اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے اور عقل سے کام لے تو اسے ابن تیمیہ کے ضمیر کا حال منکشف ہو جائے ابن تیمیہ کے بعد بڑے بڑے علماء ثقات اثبات اتنی کتابیں لکھ چکے ہیں جنمیں انکی رد و قدح کا حال بھی معلوم تھا مگر آجتک تو کسی نے اُس پر اعتنا نہیں کی آئندہ کا علم خدا کو ہے ابتک تو ایسا نہیں ہوا ابن تیمیہ کو علمائے اہلسنت نے جس نظر سے دیکھا ہے اُسے میں نے اپنی کتاب المثال الحسنۃ فی نقض منہاج السنۃ کے مقدمہ میں لکھدیا ہے من شاء فلیرجع الیہ

نمبر ۵

بہرکیف محبان امیر المومنین کو لازم ہے کہ اس روز اکمال دین و اتمام نعمت کے شکریہ میں لوازم شرعیہ فرح و سرور حتی المقدور بجالائیں اولاً اسوجہ سے کہ شکر منعم عقلاً واجب ہے آخر خدا کا احسان اور اتنا بڑا احسان کہ جسکو خود اتممت علیکم نعمتی سے تعبیر کرے اُس سے بڑھکر اسکا انعام اُسی سچے ارشاد کے بموجب ہو نہیں سکتا اگر اُسکے بندے اُسکے شکریہ میں ہر سال اُسکی یادگار نہ قائم کریں اور لوازم شرعیہ فرح و سرور اور رسوم جائزہ عیش و نشاط اور عبادات و طاعات نافلہ نہ بجالائیں تو اس سے بڑھکر کون کافر نعمت ہوسکتا ہے اور اس سے بڑھکر کفران نعمت اور کیا ہوسکتا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث کیا ان لوگوں نے اسکی نعمت کا تذکرہ بھی نہیں سنا حالانکہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے اپنی نعمت کے تذکرہ کو شکر نعمت قرار دیا ہے جیسا کہ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کی حدیثوں میں وارد ہے التحدث بنعم اللہ شکر لہذا محبان امیر المومنین کو ہر سال بیش از بیش اس نعمت کی شکریہ میں اہتمام کرنا چاہئیے،

دوسرے اس لیے کہ جو تدبیر اس عید کے منانے کی صدر اسلام سے کی گئی تھی کہ آیہ بلغ ما انزل الیک کے

کو آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم سے ساٹھ آیتوں کے بعد جگہ دی گئی اور اسکی ماقبل و مابعد کی آیتوں سے اسکا کوئی لگاؤ باقی نہیں رکھا گیا تاکہ کسی شخص کو اس واقعہ کا اور اس کی اہمیت کا احساس نہ ہو ان تدبیروں پر عمل ہونے پائے اور منانے والوں کو اس عظیم ترین اعیاد کے منانے کا موقع نہ ملے۔ ایام عزا میں جو رسوم علاوہ گریہ و بکا اور انعقاد مجالس عزا کے بغیر قصد تشریع شیعوں میں مرسوم ہیں مثلاً ضریح و تعزیہ و علم بنانا اور اس میں اپنے اموال کا صرف کرنا، اسیران کربلا کی یاد میں طوق و زنجیر پہننا اور اپنے بچوں کو پہنانا سبزہ سیاہ لباس پہننا اور بہت سی سبیلیں رکھنا انواع و اقسام کے لذیذ شربت پلانا اور لذیذ طعام حسین کے نام پر تقسیم کرنا تابوت بنانا، دیہاتی عورتوں کا دہیہ پڑھنا وغیرہ وغیرہ نہایت عاقلانہ و دانشمندانہ اور بے انتہا مؤثر و قابل قدر ہیں اور انھیں کا یہ اثر ہے کہ شہادت حسین علیہ السلام سے انکار نہیں ہو سکتا اور مٹانے والے اسکو مٹا نہیں سکتے گو خدا کی طرف سے اس شہادت کبریٰ اور ذبح عظیم کی یادگار قائم کرنے کا پورا پورا انتظام ہو چکا ہے مگر چشم بینا اور گوش شنوا کی اب بھی کمی ہے اثر نہ لینے والے اب بھی کوئی اثر نہیں لیتے اور اعمال فسوح و سرور بجا لاتے ہیں مگر انکار نہیں کر سکتے یہ انھیں رسوم عزاداری کی برکت اور انھیں کی بدولت ہے۔ اس عید سعید بلکہ عید اعظم کی یادگار میں بھی خداوند عالم کی طرف سے اعمال و ادعیہ و زیارات بجا لانے کا حکم ہے جو صدر اسلام سے آجتک مروج ہیں مگر چونکہ ہر قوم کے رسوم کسی واقعہ کی یادگار میں بڑا اثر رکھتے ہیں جو صرف اعمال و عبادات میں نہیں ہو لہٰذا اس عید سعید بلکہ اعظم الاعیاد میں بھی اطعام و ضیافت مومنین اور تحفہ و ہدایا کا ایک دوسرے کو بھیجنا اور بالکل اسی طرح کے مشروع رسوم مقرر ہونا چاہئیں جو عید نوروز میں ادا کیے جاتے ہیں کیونکہ علم ہیئت و حساب کی رو سے محققین نے یہ طے کر دیا ہے کہ جس روز عید غدیر واقع ہوئی تھی اس دن نوروز کا تھا جسے عید مجوس کہکر مٹایا جاتا ہے مگر ان مٹانے والوں کو یہ نہیں معلوم یا عمداً تجاہل عارفانہ کرتے ہیں کہ ان کے اسلاف اور خلفاء و سلاطین اس عید مجوس کو برابر مناتے چلے آئے ہیں چنانچہ امام ابوحنیفہ کے پدر بزرگوار ثابت مٹھائی تیار کر کے برسم ہدیہ نوروز امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوان پیش کیا آپ نے صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ ثابت اور انکی ذریت کے حق میں دعا فرمائی اس واقعہ کو شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے کتاب تحصیل الکمال میں تحریر فرمایا ہے اور سیرت و تاریخ میں اکثر مورخین اسلام نے یہ واقعہ تحریر کیا ہے اور معاویہ بن ابوسفیان نے حسب روایت استیعاب ابن عبد البر سب سے اول و پیشتر ہدایائے نوروز کی رسم جاری کی بعد اسکے تمام خلفاء بنی عباس اور ان کے بعد تمام ملوک آل تیمور و ترک و دیلم برابر اس پر عامل رہے اور حمزہ اصفہانی کی کتاب جسے خود پڑھی ہے اسکا موضوع یہی ہے کہ کس سنہ میں کس خلیفہ کے عہد میں نوروز کس مہینہ میں واقع ہوا اور کس طرح اسنے یہ عید منائی مگر افسوس کہ وہ کتاب اسوقت میرے پاس موجود نہیں یورپ میں شائع ہوئی ہے۔ طعن کرنے والے ان واقعات کو غور سے دیکھیں اور اگر اسکے بعد انکا انصاف طعن کی اجازت دے

تو انھیں اختیار ہے،

نمبر ۹

ہمارے مخالفین نے مشہور کر رکھا تھا کہ شیعہ شب عید غدیر کو ایسے افعال شنیعہ و محرمات شرعیہ کے مرتکب ہوتے ہیں جنکی طرف اشارہ کرتے ہوئے زبان قلم کو لغزش ہوتی ہے مجھے اس کی تحقیق کا خیال ہوا کہ اس افترا محض اور دروغ بے فروغ کی اصلیت دریافت کروں عرصہ گذرا اور میں کتب بینی کرتا رہا تا آنکہ مطبوعات مصر میں مجھے ایک کتاب ملی جسکا نام نجم العمران ہو، یہ کتاب بطور مستدرک معجم البلدان لکھی گئی ہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اصلاً یہ افعال اُسکے مصنف نے قرامطہ کی طرف منسوب کیے تھے جو زمان مابعد میں شیعوں پر چسپاں کر دیے گئے،

اس میں شک نہیں کہ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ تک شیعہ بیچارے قرامطہ کے لقب سے مشہور تھے ہر شیعہ کو قرمطی لکھتے تھے حتی کہ فردوسی علیہ الرحمہ بھی سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں قرمطی کہلاتے تھے لیکن یہ بھی ناممکن ہے کہ قرامطہ شب عید غدیر ان افعال کے مرتکب ہوتے ہوں کیونکہ میںنے عبد اللہ بن المعتز عباسی کا ان قصیدہ پڑھا ہے جسمیں اس نے ان قرامطہ کی ہجو اور مذمت میں خلیفہ معتضد باللہ کی خوشامد میں نظم کیا تھا اور یہ یورپ میں شایع ہوا ہے دشمن ہجو کرتے وقت کیا بات مذمت و شناعت کی اٹھا رکھے گا مگر ابن المعتز کا سارا قصیدہ پڑھ جائیے کہیں ایسے شنایع کا نام تک نہ پائیے گا بجز کفر و الحاد کا بھی کہیں ذکر نہ ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ قرامطہ پر بھی تہمت لگائی گئی ہے،

چونکہ قرامطہ اس زمانہ میں خلفائے فاطمیین کے اتباع سے تھے اور اُنکے شیعوں میں محسوب تھے اور انھوں نے کثرت فتوحات سے خلفا بنی عباس کا ناک میں دم کر رکھا تھا لہذا یہ خوشامدی قرامطہ کی ہجو و مذمت میں کوئی بات اٹھا نہ رکھتے تھے حالانکہ ابو اسحاق صابی کی انشا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مکاتبات خلفا بنی عباس اور ان قرامطہ کے سلاطین میں ہوئی ہیں انمیں خلفا بنی عباس نے حسن ادب و تعظیم سے قرامطہ کا نام لیا ہے تاہم خوشامد بری چیز ہے جسمیں بہنے شعرا کو قرامطہ کی ہجو پر آمادہ کر دیا،

بہر حال شیعوں سے کتب اعمال و عبادات موجود ہیں بڑی بڑی کتابوں کا ذکر نہیں زاد المعاد، سی مجلسی کتاب موجود ہے انمیں جس ادب و تعظیم کے ساتھ اس عید سعید کا تذکرہ کیا گیا ہے اور جو اعمال و عبادات تحریر کیے گئے ہیں وہی ہمارا معمول بہا ہیں لیکن بلا وجہ خصومت کا کیا علاج،

نمبر ۱۰

الغرض ان تمام امور پر نظر کرکے مینے یہ رائے قائم کی ہے کہ ہم اس عید سعید بلکہ اعظم الاعیاد دینی میں

عید نوروز اعمال و رسوم مشروع مقرر کریں اور انہیں منہمک ہوں تا کہ کسی کو موقع اس کے مٹانے کا نہ ملے بلکہ ہر سال گزشتہ سال سے اضعافاً مضاعفہ عید نوروز کی طرح اس روز عید منانے میں منہمک ہیں، علامہ کی یہ تحریر الواعظ کا مضمون جشن عید نوروز کی جگہ ... کے عنوان سے شایع ہوا ہے اور متعدد نمبروں میں طبع ہوا ہے اس موضوع میں ... بے نظیر ہے جزاہ اللہ عن موالیہ الطیبین الطاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء شیعوں پر اسکی قدر و اشاعت اور اسکا مطالعہ ایک حد تک واجب عینی ہے خداوند عالم شیعوں کو مذاق تحقیق اور اہل علم کی قدردانی و ثناخوانی کی توفیق کرامت فرمائے اللھم آمین

(عاصی فدا حسین)

انگریزی ترجمہ صحیفۂ کاملہ

کلام الامام امام الکلام

علی ثانی یا امام ثالث امام چہارم حضرت علی بن الحسین علی بن ابی طالب کا ان کلام بلاغت نظام جو تحت کلام الخالق و فوق کلام المخلوق اور مافوق التصور انسانی علوم و کمالات کا معدن اور رابطۂ عبدیت و معبودیت کے صحیح معانی کا مخزن اور دعاؤ مناجات کے اعلیٰ ترین طرق کا معلم مدرسۃ الواعظین کے کافی وقت و روپیہ کے صرف سے انگریزی میں ترجمہ ہو کر طبع ہو رہا ہے اور شائقین کے سخت تقاضہ سے پہلا حصہ جو ۲۸ دعاؤں پر مشتمل ہے اور ۹۷ صفحہ پر ختم ہوا ہے شایع بھی کر دیا گیا ایک صفحہ پر اصل عبارت عربی ہے اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہے جلد نہایت عمدہ انگلش فیشن قیمت عہ؍ جلد منگو لیجئے ایسا نہ ہو کہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا،

ضربت اعجازیہ

رسالہ ارتداد شیعہ کے جواب میں ایک زبردست آرٹکل ہے جس میں ان تمام باتوں کی قلعی اچھی طرح کھول دی گئی ہے جو رسالہ مذکورہ میں مذہب شیعہ اور کتب شیعہ کی طرف منسوب کی گئی تھیں، و مشہور مسائل جنکے معانی و مطالب معتقدات شیعہ کے خلاف ظاہر کیے گئے تھے اور وہ سندیں اور حوالہ جو بالکل خلاف واقع پیش کر کے مذہب شیعہ کے چہرہ پر ایک تاریک نقاب ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی ان سب کو بوجہ احسن واضح کر دیا اور اس واکوشش کو منطقی مشکوری کی انتہائی حد تک پہونچا دیا گیا ہے اور احقاق حق میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوا ہے،

مصنف علام جناب الحاج مولانا الشیخ محمد اعجاز حسین صاحب قبلہ بدایونی دام معالیہ کا شکر گذار ہو کر اس رسالہ کو من اوّلہ الی آخرہ بہ نسبت غیرت مطالعہ کرنا چاہیے ۳۲ صفحہ کا حجم ... پیمانہ کا سفید کاغذ کتابت طباعت غنیمت قیمت ۲؍

شبیہ الحسنین صاحب بدایونی سے بہ نشان مدرسۃ الواعظین لکھنؤ طلب فرمائیے،

فتنۂ مرزائیت

الحمد للہ علی نعمائہ وافی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہ

ایک مدت سے یہ خیال دامنگیر تھا کہ موقع ملے تو اس جدید تحریک کے ہر پہلو پر اس طرح بے تعصب روشنی ڈالی جائے کہ ہر ایک محقق کو صراط مستقیم نظر آنے لگے، چونکہ واقعات سیاسی نے مجبور کر دیا کہ اس فرقہ سے سیاسی اتحاد کر کے اسلام کے ظاہری دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے۔ اس لیئے سکوت سے کام لیا گیا اور ابھی ایک حد تک اور بھی رواداری سے کام لیا جاتا بشرطیکہ یہ لوگ اپنی اشتعال انگیز کارروائیوں سے ہمارے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ لگاتے اور البادی اظلم کا مصداق نہ بنتے مگر اب یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ قادیانی امت کو امت مسلمہ سے کوئی ہمدردی نہیں بلکہ انکی دلی آرزو یہ ہے کہ شوکت اسلام ٹوٹ کر ہر اسلامی ملک میں صلیبی جھنڈا لہراتا دکھائی دے تاکہ کسر صلیب کی ظاہری ڈینگ مارنے والوں کو زیر سایہ صلیب من مانی کارروائی کا موقع مل جائے اور تحریک اتحاد اسلام (پین اسلامزم) کو ایک خواب خیال بنا کر مذہب کے رنگ میں مسلمانوں کے مذہب پر خطرناک حملہ کیا جائے، عوام الناس اب تک انھیں ایک مذہبی فرقہ سمجھتے رہے مگر اب حقیقت کا انکشاف ہو چکا ہے کہ یہ ایک سیاسی گروہ ہے جسکا کام صرف یہ ہے کہ تفریق بین المسلمین سے مسلمانوں کی طاقت کو کم کر دے اور ساتھ ہی اسکے ہمسایہ اقوام کو بھی خوشنما طریقوں سے مشتعل کر کے خرمن ملک پر صاعقہ باری کرتا رہے، یہ چالیں انھوں نے یورپ کے سیاسی شاطروں سے اخذ کر کے اپنے کو اس شعر کا مصداق صحیح ثابت کر دیا ہے۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہر چہ استاد ازل گفت ہمان میگویم

ممکن ہے کہ سادہ لوح مسلمان اس حقیقت سے ناواقف ہوں لہذا انکی آگاہی کے لیئے مرزا صاحب کی کتب کیطرف اشارہ کر دینا کافی سمجھتا ہوں تاکہ سعید طبائع حق کو قبول کر لیں اور اسلامی واعظین اپنے بھائیوں کو آگاہ کر کے اپنے اخلاقی فرض سے سبکدوش ہو جائیں اور جو شجر ترقی اسلام کی راہ میں خار بچھانے کے لیئے بویا گیا ہو اور جسکا مقصد وحید صرف اپنے مقصد کے حصول کے لیئے عالم اسلام کو نصاریٰ کا حلقہ بگوش بنانا ہو اسکی قربت سے مسلمانوں کو محفوظ رکھیں دیکھو نور الحق صفحہ ۲۳ و ۲۲ و ۳۲ جنمیں نصاریٰ کی غلامی کا فخریہ اظہار بھی کرتے ہیں اور پھر کسر صلیب کے بھی مدعی ہیں،

ایک دور اندیش سیاسی مدبر جس نے دور حاضر کی تمام تحریکوں کو بغور دیکھا ہو اور اسلامی ممالک کے غیر

معمولی انقلاب بھی پیش نظر ہوں اور نیگ انڈیا وغیرہ کتب کا بھی جس نے مطالعہ کیا ہو وہ ایک دفعہ اس کو بحث کے برعکس بہت نام زنگی کافور ہے کے مصنف کے دعولئے مہدویت و مسیحیت کی علت غائی سے آگاہ ہو کر نیاز ہند کی رائے کی ضرور تائید کرے گا،

بہرحال رسول عربی کے ساتھ رسول قادیانی کی دشمنی اب ناقابل انکار حقیقت ہے، رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نصاریٰ نے بھی دشمنی کی اور یہودیوں نے بھی اور اس زمانہ میں آریہ سماجیوں کے ایک طبقہ نے بھی اپنے اس زہریلے عناد کا اظہار کیا جو خاصان خدا کی طرف سے ان کے دلوں میں بھرا ہوا ہے لیکن ان فرقوں کی زنگا رنگ عداوتیں قادیانیوں کے بغض سے کوئی نسبت نہیں رکھتیں مسیح اور عزیر کو ابن اللہ لکھنے والوں کی دشمنی اور سری کرشن کو آفرینندہ کون و مکاں کا پیکر خاکی قرار دینے والوں کی عداوت سے مسلمانوں کو کوئی اندیشہ نہیں کیونکہ نقش شرک کے ماحی اعظم کے ساتھ مشرکین کی عداوت پردۂ خفا میں نہیں ہے اور اسلئے اُس سے بچنے کی ہزار تدبیریں ہو سکتی ہیں بخلاف قادیانیوں کے جن کی عداوت دوستی کے ظاہری حجاب میں محجوب ہے، یہ فرقہ پردہ ہی پردہ میں اسلام کا کام تمام کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور فرزندان توحید حقیقی کے گمراہ کرنے میں اپنے امکان بھر کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا، نصرانی اور یہودی اور آریہ سماجی جو کام کھلے بندوں نہ کر سکے وہ مرزا غلام احمد کا کلمہ پڑھنے والا اندر ہی اندر انجام دے سکتا ہے اور سیکڑوں فرزندان اسلام کے دلوں میں یہ عقائد ذیل کا بیج بو کر انھیں دائرۂ اسلام سے خارج کر سکتا ہے :-

"رسالت حضرت محمد مصطفیٰ پر ختم نہیں ہوئی بلکہ اُسکا سلسلہ غلام احمد قادیانی تک پہونچا، مرزا صاحب مسیح ابن مریم علیہ السلام سے بمراتب افضل ہیں اور ذہنی ارتقاء میں آنحضرت پر فوقیت رکھتے ہیں، آنحضرت کا تمدن مرزا صاحب کے تمدن سے پست تھا دیکھو اس فرقہ کا لٹریچر خصوصاً ریویو آف ریلیجنز"

پھر کیا کوئی باغیرت مسلمان ان عقائد کو دیکھ کر ان لوگوں کے ساتھ کوئی حسن ظن رکھ سکتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم، سچ ہے جو آرام و آسائش آج خلیفۃ المسیح قادیانی کو حاصل ہے وہ آنحضرت کے جانشینوں کو کہاں میسر تھی آنحضرت کے اہل بیت کی تو یہ حالت تھی کہ اگر ہم صرف آیۂ کریمہ ویطعمون الطعام کی تفسیر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہو جائے کہ آنحضرت نے اور آپکے اہلبیت نے دنیا میں کیونکر بسر کی اور اعلاء کلمۃ اللہ میں کن کن مصائب کو اپنے نفوس نفیسہ پر گوارا کر لیا (دیکھو تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی جلد ۸ صفحہ ۲۹۲ تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۴۵۱ مصر تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۳۵۱ تفسیر معالم التنزیل صفحہ ۹۵۹ مصر وغیرہم)

بہرحال اس فرقہ کے انھیں دلخراش عقائد کو دیکھ کر ان لوگوں کے اصلی اغراض و مقاصد کو عامۃ المسلمین

کے ذہن نشین کرا دینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور بالفعل ایک مختصر خاکہ اس جدید تحریک کا ناظرین کرام کے سامنے پیش کر کے ہر خواندہ بھائی سے ناخواندہ بھائی کے مطلع کر دینے کا امیدوار ہوں تاکہ اُمت مسلمہ ہمیشہ کے لیے روحانی موت کی نیند نہ سو جائے اور غفلت کے خواب گراں سے بیدار ہو کر اپنے دین و مذہب کی حفاظت میں بیش از بیش کوشش کرتی رہے،

بانی تحریک کی مختصر سرگذشت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے فرزند ہیں جو ایک زمانہ میں پیشہ معلمی اور ایک زمانہ میں بذریعہ طبابت اپنی بسر اوقات کرتے رہے ہیں ۱۸۳۸ء میں مرزا غلام احمد صاحب کی ولادت ہوئی جو سن بلوغ کو پہونچکر سیالکوٹ میں محرری کی ملازمت کے بعد مختاری کے امتحان میں شریک ہوئے اور ناکامی سے روشناس ہو کر پنجابیوں کی ذہنیت کا اندازہ لگاتے ہوئے مذہبی دنیا میں گامزن ہوئے درسیات کا مرحلہ ختم کر کے مذہبی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور بزعم خود ان سب باتوں سے فارغ ہو کر تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے مستقبل کی بہتری کے لیے ایک پریس کی سخت ضرورت محسوس کی اور ہمارے ہموطن حکیم نور الدین صاحب کے رفیق کار ہو جانے سے ایک مجدد کی صورتیں ظاہر ہوئے،

حکیم نور الدین صاحب علوم عربیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے صحاح ستہ کے ماہر کامل تھے کتبخانہ بھی ہزاروں کا موجود تھا پنجاب بھر میں کوئی حنفی اس پایہ کا نہ تھا پہلے حنفی تھے پھر اہل حدیث ہو گئے اور ہر قسم کی سختی برداشت کر کے اس فکر میں تھے کہ کوئی آلہ کار ایسا مل جائے کہ جدید تحریک کا سنگ بنیاد کھدیا جائے جو شندہ باشد بالآخر ایسا آلہ کار قادیان میں مل گیا اور حکیم صاحب کی کورانہ تقلید میں اُنکے سابق اہل حدیث دوست قدم بڑہاتے چلے گئے اور پھر خدا جانے کتنے لوگ صراط مستقیم سے بھٹک کر وادی ضلالت میں آگئے،

مسیح قادیان نے ۶۸ برس کی عمر میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں مبتلائے وبا ہو کر انتقال کیا،

مرزا صاحب کی ڈپلومیسی مرزا صاحب کے تصنیفات اور اُنکے اور نیز اُنکے تابعین کے طرز عمل پر غور کر کے ہم جس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ شروع شروع میں مرزا صاحب نے حکیم صاحب کی رفاقت میں یہ بات سوچی کہ تمام ہندوستان میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً اس امر کی ضرورت ہے کہ تحفۂ اثناعشریہ کے تحریرات سے جو آتش بغض و عناد سنی شیعہ میں بھڑک چکی ہے اُسکو اور بھڑکایا جائے اور بجائے اتحاد فریقین کی کوششوں کے اس آگ پر تیل ڈالکر اسکے شعلوں کو اور بلند کیا جائے اور بغض و عداوت کے ترکشوں کے زہر آلود تیروں سے عوام کو مسلح کر کے میدان کارزار میں بھیجا جائے تاکہ شیعان علی کے جذبات کو ٹھیس لگے اور وہ حنفی بھائیوں سے دست و گریباں ہوتے رہیں، اسکا نتیجہ یہ نکلیگا کہ جب سنجیدہ حضرات اس جنگ و جدل سے بیزار ہو جائینگے تو فی الفور اس تحریک کے محرک کی طرف رجوع کرینگے اور اُنکو اپنا حلقہ بگوش بنا کر مغربی ممالک میں تبلیغ کی ضرورت پر وعظ کر کے

اعتقادات سابقہ سے بدل کرنا کچھ زیادہ دشوار نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ سنی شیعی فسادات میں بہت کم فسادات ایسے نکلیں گے جن میں مرزائی امت کا ہاتھ نہ ہو آخر خلافت راشدہ اور ستر الخلافت جیسی کتب کی اشاعت کی کیا ضرورت تھی؟ یہی کہ حنفی بنکر اہلحدیث ہونیکا دعوٰی ہو کہ دیگر سنی شیعہ فساد کو تازہ کیا جائے اور آل محمد کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے جائیں، یہ موقع ایسا تھا کہ اسلام کے بہی خواہ متنبہ ہو کر پوری مستعدی سے مقابلہ کے لیئے آمادہ ہو جاتے اور اس فتنہ کو آگے نہ بڑھنے دیتے مگر افسوس کہ حنفی دوستوں نے مجرمانہ خاموشی سے کام لیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ سلیمان عالم کو مخاطب کر کے گندے الفاظ سے خطاب کیا گیا اور مسیح اور آل محمد کے حق میں یہانتک دیدہ دہنی کی گئی کہ تمام مسلمانوں کے ہوش بجانہ رہے اور اسوقت کروٹ بدلی جب دشمن اپنا کام کر چکا، (دیکھو کشتی نوح، الحکم ۱۲ فروری ۱۹۰۹ء ایام الصلح : دافع البلا ضمیمہ انجام آتھم، اعجاز احمدی جن کے ذریعے سے مجدد کا خطاب حاصل کیا گیا، اسی کا زہریلا اثر ہے کہ بعض اہل قلم نے اس بے دردی سے شیعی جذبات کو ٹھیس لگائی کہ منصف مزاج حنفی دوستوں نے فیصلہ دیدیا کہ یہ مسلک مرزائیہ کا تقلد ہے، کاش حنفی دوست ان چالوں سے متنبہ ہو کر اس قدر کوتاہ اندیش نہ بنتے اور دوست دشمن میں امتیاز کر لیتے بس مرزائیت کا آخری سہارا یہی ہے خلافت خلفائے ثلثہ کی آڑ میں تبلیغ مرزائیت کا سامان جمع کیا جائے پھر کیا اہل سنت والجماعت بھائی اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر قادیانی حضرات کو آپ کے ساتھ دلی ہمدردی ہوتی تو کم از کم تکفیر اہل قبلہ سے تو آپکو مستثنیٰ کر دیتے آپکو حضرات خلفائے ثلثہ سے حسن ظن ہو مگر پھر بھی آپ مرزا صاحب کے خلیفہ میاں محمد بشیر الدین صاحب کے نزدیک عیسائی اور یہودی سے بدتر ہیں آپ کے بچہ تک کی نماز جنازہ پڑھنا منع ہے آپکے پیچھے کوئی قادیانی نماز نہیں پڑھ سکتا آپ سے رشتہ ناتہ جائز نہیں پھر آپ کو اس جدید فرقہ سے حسن ظن اور شیعوں سے بدظنی کی کیا وجہ ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون (قادیانی فتوی کے لیئے دیکھو انوار خلافت صفحہ ۹۳ آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

قادیانیوں کے خصوصیات (الف ختم نبوت) خدائے تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ (مرزا غلام احمد صاحب) کا نام نبی اور رسول رکھا اور نہیں بروزی اور ظلی نہ کہا پس ہم خدا کے حکم کو مقدم رکھیں گے اس لیئے قرآن کریم اور شریعت اسلام کی اصطلاح کی رو سے آپ حقیقی نبی تھے اسلام کی رو سے حضرت مسیح موعود ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں (الحکم ۲۱ اپریل ۱۹۱۷ء حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۷۷)

(ب توہین رسول) محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں، اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں محمد دیکھنا ہو جسنے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں (اخبار بدر قادیان نمبر ۴۳ جلد ۲ کالم اول) آنحضرت ہلال کی مانند (پہلی رات کا چاند) اور غلام احمد بدر چودھویں رات کا چاند کی طرح ہے (الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱۰ صفحہ ۴ ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء) تمام دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۹) یہ میرا پاؤں اس بلندی پر ہے

جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں (خطبۂ الہامیہ صفحہ ۳۵) جو مرتبہ غلام احمد کو دیا گیا ہے نہ سارے جہاں میں کسی نبی و ولی کو نہیں دیا (استفتاء صفحہ ۸۷) ہم مسیح زماں و ہم کلیم خدا۔ ہم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد (تریاق القلوب)

کہاں تک ان ناقابل دید و شنید کلمات کو لکھوں اور ناظرین کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگاؤں تفصیل کی ضرورت ہو تو دافع البلا صفحہ $\frac{۶}{۱۱}$ حقیقۃ الوحی صفحہ $\frac{۸۶}{۹۹}$ و صفحہ $\frac{۵۵}{۶۶}$ ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۳ اعجاز احمدیہ صفحہ ۱ مطالعہ فرمائیے اور اگر رسالہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ نزول المسیح صفحہ ۱۰ و ۱۱ انجام آتھم صفحہ ۱۶ و ۲۰ و ۲۱ ملاحظہ فرمائیے تو کل انا خیر منہ با فیہ کا مقولہ یاد آجائے۔

مرزائی لٹریچر پر مختصر تبصرہ جہاں تک قادیانی لٹریچر کا مطالعہ کیا گیا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی کہ اس فرقہ سیاسی کا بانی اختلاف اقوال میں ایک غیر لاثانی تھا اور اپنے قول سابق سے اختلاف کی پرواہ کرتا تھا اور نہ اس قدر اختلاف اقوال نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص ایک وقت لکھے دو ہزار نبوت را بر دستم اختتام اور پھر یہ بھی کہ من ہم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد، کبھی مسیح کا مدفن ملک گلیل شام بتائے اور کبھی سرینگر کے محلہ خان یار میں قبر کا پتہ دے کبھی دابۃ الارض سے مراد علمائے سوء ہوں اور کبھی دابۃ الارض سے مراد طاعون کے جراثیم کبھی مسیح و مہدی دو شخصیتیں ہوں اور پھر مسیح سے مراد مہدی ہو کبھی مسیح بجسد عنصری تشریف لا کر اسلام کو عالمگیر مذہب بنا دیں کبھی خود مرزا صاحب ہی بروز مسیح ہوں۔ غرضکہ کسی ایک بات پر یقین نہیں۔ آکل کھو باتیں اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہیں۔ اگر پیشگوئیاں دیکھو تو وہ بھی غلط نکلیں حالانکہ "آرٹیکل آف دی لفی یاد جیرؔ" ماہر علم فراست الید آف یورپ نے غیر معمولی سنسنی اپنی صحیح پیشگوئیوں سے مہذب دنیا میں پیدا کر دی ہے، اور لارڈ کچنر کی ناگہانی موت کا واقعہ تو مشہور عالم بات ہے لیکن پنجابی نبی کا کمال دیکھئے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ مباہلہ میں یہ نتیجہ نکلا کہ خود چل بسے اور ثناء اللہ رد قادیانیت میں سرگرم دکھائی دے رہے ہیں، محمدی بیگم کا واقعہ تو مشہور عالم افسانہ بن چکا ہے، اور قدرت حق کا تماشہ دنیا دیکھ چکی ہے بلکہ خود منصف مزاج قادیانی دوستوں نے لکھ دیا ہے کہ اس محمدی بیگم کی پیشگوئی میں ایسے امور پیش آئے جن سے دشمنوں کو بھی ہنسی اور استہزا کا موقع ملا (دیکھو تشحیذ الادیان جلد ۸ مئی ۱۹۱۳ء) آخر حکیم بھیروی نے وہ تاویل کی کہ کہنا ہی پڑا کہ معنی پہلتے پہناتے تاویل سے شرمانے لگی پادری عبداللہ آتھم کا واقعہ کون پنجابی فراموش کر سکتا ہے کہ کس طرح عیسائیوں نے فتح کا جلوس نکالا اور صلیب کے مقابلہ میں بھی قدرت کو یہ منظور نہ ہوا کہ مرزا صاحب کو فتح نصیب ہو، ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کی بھی یاد تازہ ہے کہ ۱۲ سال بعد تک قادیانی مسیح کی وفات کے اشاعت اسلام کرتے رہے، ہاں یہ ضرور ہوا کہ ایک دن مر گئی شاید پیشگوئی کا مفہوم یہی ہو کہ مرینگے ضرور جتنے بھی مرزا غلام احمد کے دشمن بقول احمدی دوستوں کے تھے وہ تو سب زندہ رہے، اور اگر ایک آریہ لیکھرام مرے بھی تو نہ کسی

دبائی مرض ہے بلکہ اس طریقہ سے کہ دانا اس مرنے کو نہ مرنے کے برابر سمجھے کیونکہ قاتل کا نہ ملنا کوئی دلیل صدق نہیں، ہزاروں قاتل آج تک ہندوستان میں مفرور روپوش ہیں۔ دیکھو فوجداری مقدمات کے فائل، قدرت کو یہاں تک منظور نہیں تھا کہ یہ قادیانی نبی اسکے حبیب محمد مصطفیٰ سید الانبیا خاتم النبین رحمۃ للعالمین کے مزار شریف کی بھی زیارت کر سکیں کیونکہ وہاں صلیبی پناہ نہیں تھی اور ممکن تھا کہ عرب کے مسلمان توہین انبیا کے مجرم کو خوفناک سزا دیتے مصلحت بھی یہی تھی کہ ہندوستان کے باہر قدم نہ نکلے، حیرانی تو اس بات کی ہے کہ وہ علامات جو ظہور حضرت قائم علیہ کے مقرر ہیں انکی بھی کوئی تاویل کارگر ثابت نہ ہوئی جو نشان تمام دنیا کے لیے تھے انکو ہندوستان کے لئے مخصوص کر دیا گیا گویا اپنے ہی دلائل سے ثابت کر دیا کہ پنجابی مسیح کا مشن کوئی عالمگیر مشن نہ تھا ورنہ کیا ضرورت تھی کہ ہندوستان میں طاعون کو اپنا نشان قرار دیتے، جب کہ طاعون حضرت مسیح سے پہلے کل دنیا میں نمودار ہو چکا تھا،

اور جہانگیر کے زمانہ میں خاص ہندوستان میں دیکھا گیا تھا، سرخ موت و سفید موت کی بھی خوب ہی تاویل کی لیکن یہ نہ سمجھ سکے کہ قائم علیہ السلام سے پہلے یہ دو نشان ظاہر ہونگے اور ہر ہر ۷ سے ۵ ہلاک ہوں گے اور طاعون تو ایسا مرض ہو کہ ہندوستان میں ہی علاقہ مدراس میں اب تک آب و ہوا کے اثر سے ظاہر نہیں ہو سکا، گویا تاویل کی ضرورت ہی نہیں چند دوستوں نے عجب لطیفہ اس امر واقعہ کی طرف بلادرام مدراس میں میرے سامنے بیان کیا کہ ڈاکٹر کوشش کر چکے ہیں طاعونی جراثیم وہاں نشو و نما نہیں پا سکتے، اونٹ کی سواری کا بیکار ہونا بھی خوب لکھا گیا گویا دنیا کی آنکھوں میں جان بوجھ کر دھول جھونکی گئی، یہ نشان اسوقت ظاہر ہوگا جب راجپوتانہ صحراے نجد صحرائے گوبی چین صحراے اعظم افریقہ و امریکہ میں جہاز چلنے لگے جیسا کہ فرانس کا موجد ایک ایسا جہاز تیار کر رہا ہے، اونٹ کی سواری بیکار کسی جگہ ہوگی جہاں اونٹ پہلے کام دیتا ہے نہ کہ لنڈن نیو یارک لاہور بمبئی میں، اور لطف کی بات یہ ہے کہ اب سنہ ۱۹۳۰ء میں صرف محدود علاقے میں حجاز کے موٹر کا سفر شروع ہوا ہے اور غلام احمد کو چل بسے بھی عرصہ گذر گیا، خوب عوام کو احمق بنایا گیا کہ ریل گاڑی دیکھی اور تاویل بے معنی کر دی، تمام عمر چلاتے رہے کہ بس ست جگ کا زمانہ نزدیک ہے لیکن ایک مسیح صاحب کیا آئے کہ دنیا بھر میں انقلاب بعدہٗ انکے مرنے کے ظاہر ہو گیا، اور جو نشانات حقیقی امام کے لئے مقرر تھے اب اصلی نشان میں ظاہر ہونے کو ہیں مجمل فذفرجہ کیا قادیانی مسیح یہ نہیں لکھتے تھے کہ جب وہ آئیگا تو صلح کون ساتھ لائیگا۔ خوب صلح کا نقشہ دیکھا کہ انکے مرنے کے بعد ہی عالمگیر یورپ کی خوفناک جنگ نے تباہ کر دیا، انقلاب ترکی، روس، ایران، افغانستان عرب نے تو صلح کی امید کو بھی خواب پریشان بنا دیا اور اب پنجابی نبی کے اپنے ملک میں تحریک اختلاس وطن سے قیامت صغریٰ برپا ہے کیونکہ اب حقیقی مسیح

کی آمد آمد ہے اور جسطرح صبح کاذب پر صبح صادق کا دھوکہ ہوتا ہے اُسی طرح پنجابی مسیح پر حقیقی مسیح کا دھوکہ ہوا۔ اب پھر دنیا میں آفتاب محمد کی روشنی پھیل رہی ہے، اور سیاہ بادل پھٹ رہے ہیں، اور دنیا کو معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سب تباہی حقیقی اسلام سے بغاوت کا نتیجہ تھی اور فلسفۂ آل محمد کی مخالفت میں دیکھنا نصیب ہوا کہ ایک مختاری خیل مرغی ذبح تک نے رحمۃ للعالمین کا دعویٰ کیا۔ تاہم حقیقی معیار نبوت و امامت سے واقفیت کا یہ نتیجہ یہ نتیجہ تھا کہ ۹۹ فیصدی شیعیان علی علیہ السلام اس روحانی طوفان بے تمیزی میں محفوظ رہے،

خلاصۂ نتائج بیان سابق۔ اب اس مختصر خاکہ کے مطالعہ سے اُمید ہے کہ آپ اس جدید فرقہ کے خوفناک اِرادوں سے اپنے ہمسایہ بھائیوں کو بھی آگاہ کر دینگے اور آپکو یہ بھی معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ قدرت نے بھی اب اپنی گرفت شروع کر دی ہے اور دیر گیر و سخت گیر و مرزا کا نقشہ دکھا دیا ہے، خاص قادیان سے چند حواریوں نے تائب ہوکر خوفناک الزام خلیفہ قادیان کے کیرکٹر پر لگا دیے ہیں اور مباہلہ نامی پرچہ ماہوار محض خلیفہ کی پرائیویٹ زندگی پر تبصرہ کرنے کے لیے شایع کیا گیا ہے، جسکے دو خاص نمبر اب تک شایع ہو چکے ہیں، اور دنیا حیران ہے کہ کیا اس روشنی کے زمانے میں ایسے خوفناک حالات سرزمین قادیان میں ممکن ہیں اور پھر مریدوں کو حسن ظن ہے، اس تحریک مباہلہ نے اب سخت ہی پُر خطر صورت اختیار کی ہے اور خلیفہ حواریوں کے انتظام کے لیے میدان میں نکل پڑے ہیں۔ اور قادیان میں ایک خطرناک صورت حالات ہو رہی ہے۔ ہندوستان کے مسلمانو کی نگاہیں اس سرزمین قادیان کی طرف لگی ہوئی ہیں جیسا کہ روزانہ اخبارات کے دیکھنے والوں پر یہ باتیں واضح ہیں قدرت نے دکھا دیا کہ پنجابیوں میں جہاں بد اعتقادی کی کوئی صنعیں و پیر پرستی نے اُنکو تباہ خستہ حال کر رکھا ہے وہاں یہ بھی حقیقت نمایاں ہوگئی کہ استقلال کے ساتھ ہر کام میں خاصی کامیابی ہو سکتی ہے کیونکہ ذاتی و شخصی تحریک میں جب یہ رونق ہو تو قومی و مذہبی تحریک میں کیوں نہ ہوگی۔ مضمون کے طویل ہونیکا خوف ہے اور آپکی نازک مزاجی بھی سد راہ ہے ورنہ اس موضوع پر کئی جلدیں بھی کم تھیں، اگر آپنے اس مشن میں میری تائید کی تو کسی اور صحبت میں جدید طریقہ سے محض تمدنی اسلامی پہلو کو مدنظر رکھکر ملحوظ کر دونگا، ان شاء اللہ،

سید تصدق حسین بی اے۔ بھیرہ ضلع شاہ پور پنجاب

کیا ہندوستان میں شیعیان علی موجود ہیں

اس سوال کا جواب عملی صورت میں دیکر اپنی قومی غیرت کا ثبوت دیجیے یعنی قلمی نسخے درمے اس جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیکر غیر مسلم پارٹی کو دکھا دو کہ پروپیگنڈا ورک میں خاندان آلِ محمد کسی فرقہ سے کم قربانی نہیں کرتے بلکہ زندہ اقوام کے مذہبی لٹریچر کو بھی بغور مطالعہ کرکے آج محیر العقول کفر توڑ ناصبیت شکن لٹریچر سے غیر معمولی انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ کوئی حیوان ناطق نہ رہے جسنے ایک دفعہ براہین امامیہ جلد اول کا مطالعہ نہ کیا ہو، صرف چند جلدیں باقی ہیں، یہ خطاب شیطان یزید سے نہیں ہے بلکہ یہ اپیل صرف مزدور صفت تاجدار کے مزدور صفت غلاموں سے ہے، فی الفور لبیک کہیے اور فلسفہ آلِ محمد کی اشاعت میں حصہ لیکر اپنے اخلاقی فریضہ سے سبکدوش ہوجیے، اگر صرف ۵۵ شیعیان علی بھی اس چودھویں صدی میں موجود ہوئے تو انشاء اللہ غیر مسلم پارٹی بھی دیکھ لے گی کہ شیعہ مجاہد کیا کر سکتے ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ اس روحانی امرت سے اگر محروم رہ گئے تو کفِ افسوس ملنے پڑینگے۔ صرف عہ کا منی آرڈر یا عار کا وی پی اس تحفہ روحانیت سے مسرور کردے گا،

مذاہب عالم کے قابل قدر محققین کو کھلا چیلنج ہے کہ اگر اس قسم کی کتاب دنیا کے کسی خطہ میں لکھی ہوئی موجود ہو جسمیں بلا تعصب جذبہ داری صحیح مذہبی تعلیم کو پیش کیا گیا ہو تو ایسی اطلاع ملنے پر نقد انعام کے علاوہ اس سلسلہ کی تمام کتب کو دریا برد کردونگا انشاء اللہ آپ خود دیکھ لینگے کہ قدیم طریقۂ مناظرہ کی ایک جھلک بھی اس کتاب میں نہیں ہوگی بلکہ جدید طریقہ سے مذہب حقہ کی تلاش کا سامان پیدا کر دیا ہے اور حق جو کے لیئے صراطِ مستقیم کو دکھا دیا ہے۔ یہ آخری اتمام حجت ہے، غرباء کے لیئے صرف ۸ کے ٹکٹ ارسال فرماکر مستند و عظیم صرف کا کارڈ لکھکر غیر معمولی مذہبی لٹریچر کا ذخیرہ جمع کر سکتے ہیں، کوئی مذہبی تخصیص اس رعایت میں نہیں ہے بس اب اشتہار کو ہر ایک شیعہ علی کا اخلاقی فرض ہے کہ اپنے دوسرے بھائیوں کو سنائے اور ہر مہذب سائٹی میں اس کتاب کا تعارف کراکر سنہری فہرست میں نام لکھوائے، ترسیل زر و خط و کتابت بنام

(خاک نشین السید تصدق حسین نصری بی اے فاضل)

جلال شاہ بلڈنگ، مقام بھیرہ ضلع شاہ پور پنجاب)



علمی خیانتیں

سلسلۂ گذشتہ

اقرار وانکار کرنے والوں کے دعوی اور بحثیں پھر فیصلہ اور مدلل فیصلہ لکھا ہے لہذا اس قابل ہے کہ غیر جانبدار ہو کر اسے پڑھا اور اس سے فائدہ اٹھایا جائے، چنانچہ ابھی گفتگو کے اثنا میں تاریخ مختصر الدول ابوالفرج الملطی کی عبارت بطور ثبوت پیش کی ہے جو بعینہٖ درج ذیل ہے۔

ثانیاً جاء فی تاریخ مختصر الدول لابی الفرج الملطی عند کلامہ عن فتح مصر علی ید عمرو بن العاص ما نصہ وعاش یحیی الغراماطیقی الی ان فتح عمرو بن العاص مدینۃ الاسکندریۃ ودخل علی عمرو وقد عرف موضعہ من العلوم فاکرمہ وسمع من الفاظہ الفلسفیۃ التی لم تکن للعرب بہا انسۃ ما ہالہ ففتن بہ وکان عمرو عاقلا حسن الاستماع صحیح الفکر فلازمہ وکان لا یفارقہ ثم قال لہ یحیی یوماً انک قد احطت بحواصل الاسکندریۃ وختمت علی کل الاصناف الموجودۃ بہا فما لک بہ انتفاع فلا نعارضک فیہ وما لا انتفاع لک بہ فنحن اولی بہ فقال لہ عمرو وما الذی تحتاج الیہ قال کتب الحکمۃ التی فی الخزائن الملوکیۃ فقال لہ عمرو وھذا ما لا یمکننی ان آمر فیہ الا بعد استیذان امیر المومنین عمر بن الخطاب فکتب الی

کتب خانہ اسکندریہ کے بحکم حضرت عمر جلائے جانے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ تاریخ مختصر الدول ابوالفرج الملطی میں جہاں عمرو عاص کے ہاتھوں فتح مصر کا بیان ہے وہاں یہ الفاظ ہیں اور زندہ رہا یحیی غراماطیقی اس وقت تک کہ شہر اسکندریہ کو عمرو عاص نے فتح کیا اور عمرو کے پاس گیا چونکہ عمرو عاص کو یحیی کا علمی پایہ معلوم ہو چکا تھا اسنے اسکی تعظیم و تکریم کی اور اس سے فلسفہ کی ایسی ایسی باتیں سنیں جنسے عربوں کے کان بھی آشنا نہ تھے یہ گھبرا گیا اور یحیی پر فریفتہ ہو گیا۔ چونکہ عمرو عاص عاقل درباتوں کو کان لگا کر سننے والا صحیح الفکر تھا، سیانا، چالاک او سمجھ والا تھا اسکو اپنے ساتھ رکھنے لگا اور اس سے علحدہ نہ ہوتا تھا آخر کار ایک روز عمرو سے یحیی نے کہا کہ آپ نے تمام حاصلات اسکندریہ کا احاطہ کر لیا اور یہاں جو کچھ موجود تھا سب پر مہر لگادی ہیں ان چیزوں سے بحث نہیں کرتا جن سے آپ کو نفع کی امید ہو البتہ جن چیزوں سے آپ نفع نہیں اٹھا سکتے اسکے لئے ہم احق ہیں اسپر عمرو نے کہا کہ تمھیں کیا درکار ہے یحیی نے کہا کہ شاہی خزانہ میں جو حکمت کی کتابیں محفوظ ہیں (ان مطلوب ہیں)

عمرعمر فقول یحیی فوقع الیہ کتاب
عمر یقول فیہ (واما الکتب التی ذکرتھا
فان کان فیھا مایوافق کتاب اللہ ففی کتاب
اللہ عنہ غنی وان کان فیھا مایخالف کتاب
اللہ فلاحاجۃ الیہ فتقدم باعدامھا) فشرع
عمرو بن العاص فی تفریقھا علی حمامات
الاسکندریۃ واحراقھا فی مواقدھا
فاستنفدت فی مدۃ ستۃ اشھر فاسمع
ماجری واعجب(۱)

(۱) کتاب مختصر الدول ص ۱۸۰ من طبعۃ
بوکوک فی وسکونیا سنہ ۱۶۶۳م ولما النسخۃ
المطبوعۃ فی مطبعۃ الاباء الیسوعیین فی
بیروت فقد حذفت منھا ھذہ الجملۃ
کلھا بسبب لانعلمہ

تب عمرو عاص نے کہا کہ اس امر میں امیر المؤمنین عمر بن
الخطاب کے حکم بغیر میں خود کچھ نہیں کہہ سکتا اسکے بعد عمرو
نے عمر بن خطاب کو خط لکھا اور یحیی کا بیان بھی لکھ بھیجا
اُسکے جواب میں عمر بن خطاب کا خط آیا جس میں یہ تھا کہ
جن کتابوں کا تم نے تذکرہ کیا ہے اگر انمیں کتاب خدا کے
موافق باتیں لکھی ہیں تو بس کتاب اللہ کافی ہے اور اگر اُسکے
مضامین کتاب خدا کے مخالف ہیں تو انکی کوئی حاجت نہیں
بہر حال تم انکو تلف کردو اب عمرو عاص نے اُن کتابوں کو
اسکندریہ کے حماموں میں جلانے کے لیئے تقسیم کرنا
اور اُنکے چولہوں میں جلوانا شروع کردیا یہانتک کہ یہ
کتابیں چھہ مہینہ میں جل کر تمام ہوئیں یہ واقعہ سننے اور
تعجب کرنے کے قابل ہے (
راقم الحروف لکھتا ہے کہ اس عبارت کے ساتھ آخری
لفظ واعجب سے اسپر جورجی زیدان نے حاشیہ نمبر ا دیا ہے و

حاشیہ یائیں عبارت فٹ نوٹ میں اسیطرح مذکور ہے جسطرح میں نے یہاں نقل کیا ہے اور اُسکا ترجمہ درج ذیل
ہے (سلہ کتاب مختصر الدول صفحہ ۱۸۰ اکیسواسی طبع بوکوک اسکونیا ۱۶۶۳ عیسوی) کی یہ عبارت ہے لیکن جو
نسخہ بیروت میں عیسائی پوپ لوگوں کے چھاپہ خانہ میں چھپا ہے اُسمیں سے یہ ساری کی ساری عبارت ہم
نہیں سمجھتا کہ کیوں نکال ڈالی گئی ہے،

راقم لکھتا ہے کہ عجب نہیں بیروت کے پادریوں کو بھی وہی خیال ہوا ہو جو مولوی شبلی صاحب نے شرح عقائد
نسفی کے متعلق لکھا ہے اور ممکن ہے کہ بغرض تجارت بھی ایسا کیا گیا ہو تاکہ اس کتاب کو مسلمان خرید سکیں
بہر حال جو سبب ہو مجھے اس سے بحث نہیں میں دکھلانا چاہتا ہوں کہ آجکل کی روشن دنیا فریب اور جھوٹ کی ہے
آج کی چھپی ہوئی کتب آئندہ کسی اعتبار کی نہ رہجائیں گی،

• ناظرین مضمون سے التماس ہو کہ اگر مولوی شبلی صاحب کے "رسائل شبلی" دیکھے ہوں جنمیں حضرت عمر کو حمایت
مکتبہ اسکندریہ سے بچانے کی سعی لاحاصل کی گئی ہے تو بالضرور "تاریخ تمدن اسلامی" کے اس حصہ کو مکمل
دیکھیں اور تاریخی نقطہ نگاہ سے مولوی صاحب کے مؤرخ ہونے کی داد دیں اور جورجی زیدان کے ممنون احسان ہوں

فقہ اللغت شیعوں کی تصنیفات میں سے اپنے اوپر پڑنے والے اعتراضات کو تو اہلسنت نکال ڈالیں بلکہ خود اہلسنت کے کتب سے جو تائیدات شیعوں کے حق میں لیں انکے نکال ڈالنے کا نام بہر حال "احتیاط" رکھا جائے لیکن جب اس بددیانتی سے فائدہ اٹھاکر عیسائی مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو شکایت کا دروازہ وا۔ اگرچہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے مجھے عیسائیوں کی اس حرکت سے بھی صدمہ ہے اور سخت صدمہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میدان مقابلہ میں عیسائی ہر فرعونے راموسی ہوگئے ہیں البتہ ان وہ بددیانتیوں کے سیلاب سے شیعوں کا گھر مفت غرق ہوا ہے فالعبرۃ العبرۃ لے دعوے داران تشیع اپنے مذہب و ملت کے لیے پریس کی طاقت کو مضبوط کرو اور کم از کم اتنا کرو کہ اپنی کتابوں کو بعینہ چھاپ لو نہیں تو لازم تھا کہ سنیوں کی ان کتابوں کو بھی جیسا اصل مصنفین نے لکھا تھا شائع کرتے تاکہ تمھارے ہاتھ میں متقدمین اہلسنت کی دی ہوئی سند محکم رہتی اس تمہید کے بعد میں فقہ اللغتہ کے لوح کی عبارت نقل کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ فقہ اللغتہ میں بھی تحریف کی گئی ہے یہ کتاب مطبعہ سعادت مصر میں پہلی دفعہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء شیخ محمد منیر دمشقی کی تصحیح سے جو علماء جامع ازہر میں سے ایک شخص ہیں چھپی ہے اسکی لوح پر عبارت ذیل مرقوم ہے:-

کتاب فقہ اللغۃ وسر العربیۃ تالیف ابی منصور عبد الملک بن محمد الثعالبی المتوفی سنہ ۴۳۰ ہجری و طبع طبق اصل مؤلفہ لاکالطبعۃ الجمبعیۃ الیسوعیہ فحذفت منہ کل ما یتعلق بالاسلام وقسم اسرار العربیۃ برمتہ،

اس سے واضح ہوگیا کہ عیسائیوں نے اصل کتاب میں سے کل متعلقات اسلام بھی نکال ڈالے اور اصل کتاب کا آخری حصہ اسرار العربیہ الکدم غائب کر دیا۔

خاتمہ کلام پر میں تمام شیعوں سے بلکہ ہر مصنف سے مستدعی ہوں کہ آیا شیعوں کے لئے یہ اسباب باب ہلاکت نہیں؟ اگر آج پریس کی طاقت محکم نہ کی گئی اور سنیت فنا ہوگئی (اور خارجیت یا کوئی اور مذہب نکل آیا اور سنی کہلا رہا جو اس تراش خراش کا لازمی نتیجہ ہے) تو کیا شیعوں کو اس سے کوئی صدمہ نہ پہونچے گا،

اصلاح کھجوہ، غریب چیخ چیخ کر تھک گیا جسکی خالص دینی اور بے نظیر مذہبی خدمات کے بارے ہندوستان کے شیعہ کسیطرح قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے جسنے مجھ جیسے ہزاروں بے سواد وں کو صاحب سواد بنا دیا ہوگا اسکی آواز اور استحکام مطبع کی آواز صدا بصحرا ابھی جاری ہے،

"مدرستہ الواعظین" کے خدمات لائق صد تحسین و آفرین اور ہماری قوم کے لفظی شکریوں کے ہاروں سے معطر سہی مگر اس سے اسکے پاس نہ اردو پریس مطبوعانہ انگریزی مستحکم

"سرفراز" کی چھوٹی سی عمر اسکی چیخ پکار بھی ابھی تک ہماری دروکا مرہم نہ ہو سکی اگر یہی اہل د

نہار ہیں اور ہماری یہی شعار تو وہ دن دور نہیں جب (خدانخواستہ) شیعوں کی تصنیف سے تائید لت اہلسنت (جیسا کہ مکارم الاخلاق، طبری رہ کے حال سے واضح ہے) کی آوازیں بلند بلکہ شیعوں کی کتب سے شیعوں کی مذمتیں نکلنے لگیں، ان فتنوں کو مختصر نہ سمجھیے استاد کیسا انھیں ہستیوں نے طلا دیکھا ہے جنھیں جاہل چارہ جانتا ہو۔

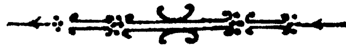
ع سر چشمہ باید گرفتن بہ میل

میں نے تمام کتب کا استقصا نہیں کیا اور نہ ممکن ہے میرے استاد معظم جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ دام ظلہ العالی نے نیز جناب مولانا الشیخ فدا حسین صاحب قبلہ نے اس سے پہلے بعض اسی قسم کا تحریفات کا پتہ دیا ہے ان حضرات کے نقش قدم پر چلکر بعض چیزوں کو آپ حضرات کے سامنے بطور نمونہ پیش کر دیا ہے، ممکن ہے کہ کبھی کچھ اور عرض کروں کافی تو اتنا بھی ہے

تم کو پتہ تجکو زمانے کی خبر ہے کہ نہیں!!

ناچیز

عدیل اختر از پشاور)



ایک سورۂ حمد کی تمنا

مردے زندوں کے محتاج ہیں، قافلہ سے آگے بڑھجانے والے اپنے پسماندوں سے ایصال ثواب کے امیدوار ہیں، وہ اب اپنے لیے کوئی عمل خیر نہیں کرسکتے صرف آپ کے رحم و کرم کی امید پر منازل عدم کو طے کر رہے ہیں لہذا جو عمل خیر اپنے اموات کے لیئے آپ کر سکتے ہیں اس سے دریغ نہ کیجیے اور اسی سلسلہ میں ایک سیدہ علویہ مومنہ پاک اعتقاد جانثار علی و آل امجاد یعنی والدہ ماجدہ مولوی سید اکبر حسین صاحب سکریٹری شعبۂ تبلیغ مدرسۃ الواعظین کو بھی فراموش نہ فرمائیے جنھوں نے ۹ ربیع الاول کو اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون دفتر الواعظ اس حادثہ میں جناب سکریٹری صاحب موصوف سے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرکے قارئین کرام سے مرحومۂ موصوفہ کے لیئے ایک سورہ حمد کا متمنی و امیدوار ہے (ناچیز ایڈ)

انجمن موید العلوم دار التبلیغ مدرسۃ الواعظین کی مفید اور قابل قدر تصنیفات

فوراً منگائیے قیمتوں میں زبردست رعایت

النبوۃ والخلافہ تصنیف حضرت شمس العلماء نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن مسئلہ خلافت پر تنقیدی اور محققانہ نظر قابل دید رسالہ ہے انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے ۳ر

الموحد رشحہ قلم شمس العلماء نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن مسئلہ توحید کو نہایت متقن دلائل سے ثابت کیا گیا ہے عنقریب انگریزی ترجمہ بھی طبع ہو جائیگا۔ ۳ر

خطاب فاصل اردو ترجمہ میزان عادل ترجمہ جناب شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ نائب صدر انجمن اسلام اور عیسائیت کے اصول کا مقابلہ ۳ر

مسالک الحکما اردو ترجمہ مناہج الحکماء ترجمہ جناب شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ وید پرستوں کے مذہب کی تفصیل اور اُنکے خیالات کا رد ۳ر

ید بیضا ویدیت کی پیشینگوئیوں سے جناب رسالتمآب کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید علی غضنفر صاحب مرحوم نبیرہ جناب سلطان العلماء اعلی اللہ مقامہما ۳ر

رد تناسخ مصنفہ جناب مولانا محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم مسئلہ تناسخ پر یکتا لیکن عام فہم بحث روح و مادہ کی قدامت کا ابطال آریوں کی نازک کتابوں کا مسکت جواب ۱۲ر

انسانی قربانی ویدوں کے زمانہ میں انسانی قربانی از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب ۲ر

ویدمت قربانی وید سے قربانی کا جواز از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب

تصدیق رسالت گوتم بدھ کی پیشینگوئیوں سے جناب ختمی مرتبت کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید احمد علی صاحب محمد آبادی بی اے ۲ر

اسلام اینڈ دی لائٹ آف شیعزم انگریزی ترجمہ شریعۃ الاسلام حصہ اول ترجمہ بادشاہ حسین صاحب بی اے اصول دین اور اسلام کی حقیقت دیگر مذاہب کے مقابلہ میں زبردست دلائل سے ثابت کی گئی ہے جلد انگلش فنش ۱۲ر

دی پرافٹ شپ اینڈ دی کیلیفٹ انگریزی ترجمہ النبوۃ والخلافہ ترجمہ جناب مولوی لقاء علی صاحب اعظمی جلد انگلش فنش ۱۲ر

دی ٹریجیڈی آف کربلا عزاداری پر انگریزی بائیس تبصرہ از جناب امیر علی صاحب لیکچرار لکھنؤ یونیورسٹی ار

الاعجاز معجزہ کی حقیقت کا انکشاف اور شبہات کا رد از جناب مولانا محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ار

المعراج دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معراج کا ثبوت از جناب مولانا السید محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ار

اسلام مغرب کی نظر میں از جناب شہنشاہ حسین صاحب ایم اے ار

شریعۃ الاسلام حصہ اول اصول و عقائد مذہب حقہ کا بادلائل تذکرہ از جناب مولانا السید محمد صاحب ابن سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۳ر

شریعۃ الاسلام حصہ دوم طہارت و صلوٰۃ کے مسائل مصدقہ جناب سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۲ر

شریعۃ الاسلام ضمیمہ مستورات کے متعلق ضروری احکام اور دیگر مسائل ۲ر

سیاست علویہ

حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کے عہد خلافت ظاہری میں آپ کے مخالفین کی تخریبی سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و انتشار کی جو صورت رونما ہو گئی ہے اس پر نظر کر کے اکثر ناواقف و کوتاہ نظر لوگ اس شبہہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ حضرت کی ذات ملکوتی صفات میں سیاست ملک و نظم حکومت کا وہ مادہ موجود نہ تھا جو ایک بر سر حکمران میں ہونا چاہیئے اس خلاف واقع خیال کو دفع کرنے کے لیئے فاضل جلیل جناب مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری تلمیذ حضرت قدوۃ الکاملین مولانا السید محمد ہارون صاحب مرحوم و مغفور زنگی پوری نے اس گرانقدر رسالہ کی ترتیب و تالیف میں محققانہ جد و جہد فرمائی ہے اور بے شبہہ اس موضوع خاص میں یہ رسالہ کم نظیر بلکہ عدیم النظیر ہے فاضل ممدوح نے دین و دنیا اور انکی سیاسیات کے باہمی تعلق اور اہل دنیا کی سیاستوں کے حقیقی اغراض و مقاصد پر وسعت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے نظام حکومت کی بنیاد جن اصول پر قائم فرمائی تھی ان سے بہتر کسی انصاف پیشہ و عدالت شعار کے دماغ میں نہیں آسکتی اور انہیں اصول میں دین و دنیا دونوں کی فلاح و ترقی کا راز مضمر تھا نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آپ کے عہد میں اختلال و افتراق رونما ہونے کے حقیقی اسباب کیا تھے غرض اس رسالہ کے خصوصیات کا تقاضا یہی ہے کہ اہل ذوق کو اسکے مطالعہ سے دریغ نہ کرنا چاہیئے قیمت مجلد ۱۲ علاوہ محصول ڈاک سادہ ۱۰

ملنے کا پتہ: منیجر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

(رجسٹرڈ نمبر ۱۰۷۷

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر سرپرستی حجۃ الاسلام الاخصی نجم العلماء مدظلہم العالی



مدیر

حکیم سید قاسم علی رضوی ابجیری عمدۃ الافاضل

باہتمام سید اقبال حسین منیجر مطبع

مطبع الاسلام الواعظین پریس لکھنؤ میں چھپ کر
مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع ہوا

کتبہ جعفر الکونین سید محمد حسین عفی عنہ

مقاصد

(۱) مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا۔

(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا۔

(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اسکی جامعیت

(۴) اسلامی اخلاق وآداب کی فضیلت

(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت

(۶) اسلامی احکام وقوانین شریعت

(۷) ائمہ طاہرین کے کمالات وہدایات

(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات

(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا،

(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ ونقلیہ

(۱۱) فلسفہ قدیمہ وجدیدہ اور دیگر

(۱۲) مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام وازالہ شبہات

(۱۳) انکشافات جدیدہ وحقائق اسلام

(۱۴) اخبار علمیہ

قواعد

(۱) یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی ماہ کی آخری تاریخوں میں شایع ہوا کریگا

(۲) ہر خریدار کو کم از کم ایک سال کے لیے خریدنا ہوگا،

(۳) نمونہ کا پرچہ ۲؍ کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے،

(۴) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے

(۵) اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتی ہے

(۶) علمی معاملات کے متعلق خط وکتابت وارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیئے

(۷) شرح قیمت :۔
روساء والیان ملک سے جو اجرت فرمائیں عام خریداران سے (۳عہ)

پتہ دفتر الواعظ بتہ الواعظین لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج الواعظ نہ ہوسکے گا

(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئیں اڈیٹر کو تغیر وتبدل اور اصلاح کا اختیار ہوگا،

(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو

(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کیے جائیں اور عبارات عربیہ پر اعراب لگائے جائیں نیز عربی عبارت کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیئے

(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے،

(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیئے،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ

سورہ آل عمران

الواعظ

نمبر (۱۱) بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۰ء مطابق ماہ جمادی الآخر سنہ ۱۳۴۹ھ جلد (۹)

فہرست مضامین

تذکرہ

جناب مولوی امداد حسین صاحب واعظ ممالک متوسطہ میں

جناب ممدوح ایک عرصہ سے اس علاقہ میں دورہ کر رہے ہیں اور ۱۵ جولائی سے خاص سیونی میں تشریف فرما ہوکر روزانہ مختلف موضوعات پر چار پانچ گھنٹہ تقریر فرمایا کرتے ہیں اکثر حضرات دس دس بیس بیس کی تعداد میں آتے ہیں اور مسائل توحید اور حدوث مادہ و روح اور صدق اسلام اور تعلیمات انبیا اور سیرت نبوی اور امامت و خلافت اور حقیت قرآن اور حقیت اہل بیت، عصمت و طہارت پر پر زور تقریریں ہوتی رہی ہیں اور بعض لوگ راہ راست کے قریب آتے جاتے ہیں بلکہ آگئے لیکن اُنکی مصلحتیں اعلان و اظہار کی مانع ہیں،

۱۴ ربیع الاول یوم یکشنبہ کو یوم النبی منایا گیا تھا ٹیہٹر ہال میں جلسہ تھا معززین ہنود اور عام مسلمان تقریباً ۱۵۰۰ کی تعداد میں مجتمع تھے جس میں فریقین اسلام کے گریجویٹس زیادہ تعداد میں تشریف رکھتے تھے جناب واعظ نے باوجود ناسازی طبع ایک گھنٹہ کامل توحید اور حدوث مادہ و روح اور سیرت نبوی پر فلسفیانہ تقریر فرماکر تمام مجمع کو محو حیرت بنا دیا پھر اہل اسلام کے تعلیمیافتہ طبقہ کی استدعا کی موافق ۲۹ ربیع الاول کو ۸ بجے دن کے وقت عیدگاہ کی مسجد میں انما انا بشر مثلکم پر تقریر فرمائی پھر ۲ ربیع الآخر کو اُسی مسجد میں بڑے مجمع کے سامنے وجود خلافت اور خاتمیت انبیاء اور افضلیت جناب علی مرتضٰے پر تقریر فرمائی اس تقریر میں بمبئی کے ایک بوہرہ تاجر ابراہیم بھائی اور دوسرے ایک پنجابی تاجر سیٹھ حاجی الٰہ بخش صاحب بھی تشریف فرما تھے آخر الذکر جا علیٰ درجہ کے تعلیمیافتہ ہیں اور مذہبی معلومات بھی اچھی رکھتے ہیں جناب واعظ کی تقریر سے نہایت محظوظ و متاثر ہوکر ممدوح کی فرودگاہ پر تشریف لائے اور اُنھیں اپنے ہمراہ حیدر آباد لیجانے پر بہت مصر ہوئے مگر جناب واعظ کو ناسازی طبع نے اجازت نہ دی اور حاجی صاحب موصوف شوق تحقیق حق میں روزانہ چار چار گھنٹہ مبحث امامت و خلافت پر گفتگو کرتے رہے اور کتب موجودہ کے مطالعہ میں مصروف رہکر ۲۶ ستمبر مطابق ۳ جمادی الاولیٰ کی شام کو بڑے جوش اور بڑے خلوص سے بعض بزرگان قوم کی موجودگی میں اُن حضرات کو گواہ قرار دیکر معترف حق اور بصیر ہو گئے اور ۲۸ ستمبر کو جناب واعظ کے ہمراہ ناگپور آکر حکیم صاحب کے امام باڑہ میں کئی روز تک مقیم رہے، ۳۰ ستمبر کو ۹ بجے شب کے وقت ایک بڑے پیمانہ پر جناب سید نعمت حسین صاحب سب اوورسیر نے جلسۂ وعظ منعقد کیا جسمیں برادران اہل سنت کافی تعداد میں موجود تھے اور سیٹھ صاحب بھی تشریف فرما تھے، یکم اکتوبر کو موصوف سیونی واپس ہوئے اور جناب واعظ کو اپنی مذہبی ضرورتوں کی تکمیل کے لیئے مدعو فرما گئے،

کوہ منصوری پر تبلیغ کی بہار، یہ مقام ایک ایسا مشہور و معروف مقام ہے جہاں ہر طبقہ کے افراد بسلسلۂ سیر و

سیاحت آیا کرتے ہیں اور ہر ملت و مذہب کی جانب سے مذہبی تبلیغ ہوتی رہتی ہے لیکن اہل حق جن کی تعداد یہاں بہت ہی قلیل ہے آج سے دو سال قبل تک اس فریضہ سے بالکل قاصر یا غافل تھے، توفیق الٰہی شامل حال ہوئی اور دو سال سے ایک عظیم الشان تبلیغی جلسہ کی بنیاد انجمن امامیہ کوہ منصوری کی جانب سے ڈالدی گئی چنانچہ امسال کے تبلیغی اجلاس جو ۱۲، ۱۳، ۱۴ ستمبر سنہ ۳۲ء کو منعقد ہوے تھے اپنی وجاہت اور کامیابی کی وجہ سے یادگار ہوگئے ہر روز صبح و شام دو جلسہ ہوتے تھے اور کافی اشاعت ہوجانے سے جلسہ کا پنڈال مقامی اور بیرونی شائقین کی کثرت سے چھلکتا رہتا تھا ہر قوم و ملت کے افراد کا مواعظ سے کافی اثر لیکر اٹھنا جلسوں کی کامیابی کا بیّن ثبوت تھا اور تمام اسلامی فرقوں کا ایک متحدہ و مشترکہ اسٹیج پر قابل دید اجتماع اور کافی دلچسپی کا مظاہرہ ایک قابل دید منظر تھا،

پنجاب سے جناب مولانا مولوی مرزا احمد علیصاحب قبلہ امرتسری بھی تشریف لائے ہوئے تھے اور مدرسۃ الواعظین لکھنؤ نے اپنی جانب سے جناب مولانا مولوی فضل علیصاحب واعظ کو روانہ کیا تھا، ان حضرات کی عام فہم اور مقبول تقریروں نے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام کے دامن میں ابھی ایسے جواہر موجود ہیں جن سے غیر اقوام کی آنکھیں چوندھیا جائیں، جناب مولوی مرزا احمد علیصاحب قبلہ نے علاوہ اپنے مواعظ کے پادری عبد الحق صاحب مسیحی مبلغ سے مسئلہ توحید اور صفات باری تعالیٰ پر مبادلۂ خیالات فرما کر تمام حاضرین کو متاثر و محظوظ فرمایا اور جناب مولوی فضل علیصاحب کے مقبول مواعظ نے آپکی جامعیت کا سکہ حاضرین کے دلوں پر جما دیا

اس جلسہ کی کامیابی کے لیئے جناب سید باقر حسین صاحب سکریٹری جلسہ و [illegible] کا شکریہ جنہوں نے کوئی ممکن دقیقہ اپنی کوشش کا اس جلسہ کی کامیاب بنانے میں فرو گذاشت نہیں کیا نہایت پر زور شکریہ کے مستحق ہیں،

جناب مولوی سید علیصاحب واعظ ضلع کھلنا صوبۂ بنگال میں

یہ مقام کلکتہ سے ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر ہے جو ریل دا سٹیمر سے طے ہوتا ہے، مسٹر محمد زاہد صاحب ایم اے جو ایک با فہم شیعہ مسلمان ہیں اور جناب واعظ کی آٹھ دینی کتابوں کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کر چکے ہیں جناب ممدوح کو بعد اصرار کرکے اپنی ہمراہ لے گئے ۲۹ ستمبر سنہ ۳۰ء کو کمیرا ضلع کھلنا میں پہونچکر مقیم ہوئے یکم اکتوبر سنہ ۳۰ء کو بجشوا ضلع مذکور میں عام مسلمانوں کا ایک جلسہ ہونے والا تھا جسمیں جناب واعظ کو بھی شرکت و تقریر کی دعوت دیگئی. ممدوح وقت معینہ پر تشریف لے گئے تقریباً پانچسو اہل اسلام کا مجمع تھا اور ہنود بھی کافی تعداد میں موجود تھے صدر جلسہ ایک حنفی المذہب بزرگ تھے جنھوں نے بہت تھوڑا سا وقت جناب واعظ کو مرحمت فرمایا مگر جناب واعظ نے اسی مختصر وقت میں ایسی مؤثر تقریر ارشاد فرمائی کہ تمام جلسہ بیحد محظوظ و متاثر ہوا،

موضوع تقریر احکام اسلام کی عقلی تطبیق اور ہمارے تمدن و بقا میں انکی ضرورت تھی جسکی توضیح کے ضمن میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام نے ہمارے تمدن کو بہترین تمدن اور ہماری زندگی کو بہترین زندگانی بنانے کے لیے جو دستور العمل بنا دیا ہے وہ ہمالا چار چیزوں میں منحصر ہے (۱) حفظ نفس (۲) حفظ عزت (۳) حفظ لقب (۴) حفظ مال، اسی کی اجمالی تفصیل میں وہ مختصر وقت ختم ہو گیا اور بالآخر جناب واعظ نے تمام مسلمانوں کو باہمی اتفاق و اتحاد اور پابندی احکام اسلام اور سچے اور حقیقی اسلام کی تحقیق اور ہمسایہ اقوام سے تحفظ تمدن اور حفظ امن کے لیے خلق و مروت اور رواداری کی نصیحت فرما کر یہود و نصاری کے ساتھ جناب رسالتمآب کے حسن اخلاق اور حسن سلوک اور غزوات رسول کو مدافعانہ ثابت کرکے اپنے کلام کو ختم کیا اور بعد ختم تقریر ایک مطبوعہ ہینڈ بل بھی بنگلہ زبان میں تقسیم کیا جسمیں حقانیت اسلام کو باحسن وجوہ بیان کرکے جو کتابیں بنگلہ زبان میں ترجمہ کرائی گئی تھیں انکا بھی اعلان تھا،

جناب واعظ اپنے ہمراہ ایک ترجمان بھی لیتے گئے تھے جو بنگلہ زبان میں ترجمہ کرتا جاتا تھا اور اس لیئے اہل جلسہ کافی دلچسپی لے رہے تھے اور چونکہ بنگال میں پیری مریدی کا چرچہ بے انتہا ہے اس وجہ سے بہت سے لوگ خواہشمند تھے کہ ممدوح انھیں اپنا مرید بنالیں مگر ممدوح کا ضمیر اور انکے منصبی فرائض انھیں اسکی اجازت نہ دے سکتے تھے اور یہی استغنا باشندگان ضلع کی گرویدگی کا موجب تھا اور ان اہل ضلع میں مزید قیام اور ضلع کے مضافات میں دورہ کرنے کے لیے بجد مصر تھے مگر جناب واعظ اس ضلع کے دورہ اور کھلنا کے مزید قیام کو بوجوہات خلاف مصلحت اور سندرین کی تبلیغی کوششوں میں حارج و مانع سمجھ کر کسی آئندہ موقع پر حسب الطلب تشریف آوری کا وعدہ کرکے پانچ روز کے بعد کلکتہ واپس آ گئے،

جناب مولوی ممتاز حسین صاحب اجپوتانہ اور کاٹھیاوار میں۔

جناب ممدوح نے ۲۰ صفر مطابق ۱۷ جولائی سنہ ۳۰ء سے ۱۱ اکتوبر تک جن جن مقامات کا دورہ کیا ہے انکی تفصیل خلاصۃً حسب ذیل ہے:۔

ریاست الور، اس ریاست میں اگرچہ مومنین کی تعداد ۵۰، ۶۰ نفوس سے زائد نہیں ہے اور ان بھی خاص یہاں کے باشندہ نہیں ہیں دیگر مقامات کے رہنے والے ہیں جو یہاں بسلسلہ ملازمت مقیم ہیں جنمیں دو بزرگوار فوج کے کرنیل بھی ہیں لیکن مجموعی حیثیت سے اہل اسلام اچھی تعداد میں آباد ہیں اور حنفیت کو نسبتاً غلبہ ہے مگر تعصب مذہبی بہ نسبت دیگر مقامات کے بہت کم ہے چنانچہ اسی وجہ سے جناب واعظ کو وقتاً فوقتاً علان عام مجالس و محافل کے مکالمہ کا موقع بھی ملتا رہا اور امکان قبول حق کے لحاظ سے قیام بھی زائد کرنا پڑا اور نتیجہ بھی اچھا برآمد ہوا یہاں ایک چھوٹی سی مسجد اہل تشیع کی ہے جو برائے نام اُن کی طرف منسوب ہے جناب واعظ نے اپنے دوران قیام میں ایک مسجد کی تحریک شروع کی جس کے لیے بعض حضرات آمادہ ہو گئے ہیں اور شوق علمی پیدا ہونے کے لیئے ایک

لائبریری کی بنیاد بھی ڈالدی ہے جسمیں سو کتب کا ذخیرہ فی الحال جمع ہوگیا ہے اور بعض رسائل و اخبارات بھی آنے لگے ہیں ایک صاحب نے دو سال کے لیئے اپنا مکان اس لائبریری کے لئے عنایت فرمادیا ہے اور ممتاز لائبریری کے نام سے اسکو موسوم کیا ہے، لوگ آتے ہیں اور کتب و اخبارات کا مطالعہ شروع ہوگیا ہے ممکن ہے کہ آئندہ کوئی بہتر نتیجہ پیدا ہو بالفعل تو تقریباً دو ماہ کے قیام میں صرف اسقدر نتیجہ نکلا ہے کہ دو شخصوں نے مذہب حق قبول کرکے مدرسہ میں تحریری اقرار نامہ بھی بھیجدیا ہے جنمیں سے ایک تو ایسا پختہ ہوگیا ہے کہ اب وہ بالاعلان دوسروں کو دعوت دے رہا ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء اور دوسرا شخص ایک فوجی آدمی ہے مگر نہایت عقیل و فہیم و زمانہ شناس معمر جس نے متعدد پرائیوٹ صحبتوں اور عام بیانات و سوالات و جوابات کے بعد ایک مجمع کے اندر مذہب حق قبول کیا ہے اور عام اعلان میں مصلحت نہ دیکھکر ابھی صرف اپنے متعلقین کو آمادہ و مستعد کر رہا ہے چنانچہ اسکے عیال بھی اب مجالس وغیرہ میں شریک ہونے لگے ہیں اللھم اھدنا فلبہ و ثبتہ علی صراطک المستقیم،

موضع بہاڑی ریاست الور اس ریاست میں یوں تو کئی بستیاں مومنین کی قرارگاہ ہیں لیکن موضع بہادر پور اور بہاڑی اور قصبہ کھیرتل زیادہ مشہور ہے چنانچہ ۲۲ ربیع الاولی کو حسب الطلب موضع بہاڑی میں پہنچکر جناب شیخ بہاول حسین صاحب کے مکان پر قیام کیا اور اسی روز سے سلسلہ مواعظ شروع ہوکر پے در پے تین جلسہ وعظ کے منعقد ہوئے اور بیانات کافی اثر سے روشناس ہوئے یہاں تقریباً پچاس نفوس مومنین مع مرد و زن آباد ہیں اور مسجد اور امام باڑہ وغیرہ بھی ہے

قصبہ بہادر پور ریاست الور۔ یہ بستی سابق الذکر بستی سے متصل ہی یہاں کے حضرات خصوصاً کنور سید فدا حسین و سید عباس علی صاحبان نے اپنے یہاں کے قیام پر بہت اصرار کیا مگر میزبان سابق راضی نہ ہوئے آخر یہاں کے حضرات نے صبح و شام آمد و رفت شروع کردی اور اپنے یہاں متواتر مجالس منعقد کیے جسمیں جناب واعظ کے بیانات نہایت مفید و مؤثر ثابت ہوئے اور دو ہی چار تقریروں کے بعد باہمی نزاعات جو یہاں کے سادات میں تھے وہ برطرف ہوگئے،

علاقہ راجپوتانہ میں تباسی ہنود میراث میں بہن کو حصہ نہ ملتا تھا جناب واعظ نے اس نا مشروع رسم سے مطلع ہوکر اپنے بیان میں اس رسم قبیح کے مٹانے کے لیئے کوئی امکانی کوشش باقی نہیں رکھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کنور سید فدا حسین صاحب نے جو یہاں کے رکن اعظم ہیں تحریراً اور تقریراً اس امر کا اعلان کردیا کہ میری جائداد مقبوضہ میں جو حصہ شرعی میری پھوپھی اور بہنوں کا ہے اُسکو مطابق حکم خدا و رسول دینے کو تیار ہوں؛

نقل تحریر جناب سید فدا حسین صاحب

باعث تحریر آنکہ

بسلسلۂ تبلیغ جناب مولانا قبلہ سید ممتاز حسین صاحب قصبۂ ہذا میں تشریف لائے اگرچہ میں کچھ مسئلہ میراث سے واقف تھا لیکن جناب قبلہ و کعبہ کے موعظہ سے متأثر ہوکر میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ میں اپنے جدا مجد سید علی بخش صاحب مرحوم کے ترکہ کو انکی اولاد ذکور و اناث پر شرعی قاعدہ سے تقسیم کرکے سب کی حق رسی کر دوں اور اپنا شرعی حصہ پاکر برائت حاصل کروں چونکہ میرا دوسرا بھائی سید سبط محمد میرا حصہ دار ہے اُسکا میں ذمہ دار نہیں ہوں میں آج سے موجود جائداد پر اپنا تصرف ذاتی حیثیت سے نہیں رکھونگا یا تو وارثان شرعیہ کو مستغنی الیکہ متصرف ہونگا یا ان کا داخل خارج کرا دونگا میں اس تحریر کو جناب مولانا کے حوالہ کرتا ہوں۔ المرقوم ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ بقلم سید عابد علی

العبد

سید فدا حسین خلف سید عاشق علی

قصبۂ کھیرتل ریاست الور۔ ایک ہفتہ تک بہادر پور میں قیام کرکے تین چار روز کے لیے الور واپس آئے اور وہاں سے حسب استدعائے سید مرتضی حسین صاحب جاگیردار و سید رحمت حسین صاحب زمیندار قصبۂ کھیرتل میں پہونچکر تین چار روز قیام کیا جسمیں تین مجلسیں منعقد ہوئیں اور جناب واعظ نے نبوت و ولایت اور پابندی صوم و صلوۃ پر تقریریں فرمائیں جو نہایت مفید و موثر ہوئیں،

جام نگر کاٹھیاوار کی روانگی۔ کھیرتل سے الور واپس آکر ۹ ستمبر کو کاٹھیاوار گجرات کی طرف روانہ ہوئے چلتے وقت پندرہ روپیہ بعد زاد سفر یا اعانت حضرات الور نے پیش کیے، ۱۲ ستمبر کو جام نگر پہونچکر پہلے مسافرخانہ میں پھر سکریٹری خوجہ بورڈنگ کے اصرار سے خوجہ بورڈنگ میں قیام کیا، یہاں اثناعشری خوجوں کے بیس گھر ہیں جو حالت غربت میں بسر کرتے ہیں، ایک یتیم خانہ ہے جسمیں ملا نذر علی کاٹھی ناظر ہیں جو ضروری تعلیم کے لیے کافی ہیں ایک مسجد اور ایک امام باڑہ اور ایک مدرسہ بھی ہے جسمیں مولوی مختار حسین صاحب تعلیم دیتے ہیں، ایک ہفتہ یہاں قیام رہا جسمیں روزانہ مجلسیں ہوتی رہیں مگر یہاں کے لوگوں میں اخلاقی کمزوری اور آبائی تقلید کی وجہ سے تاثر کا مادہ بہت کم ہے،

ہرایانہ کاٹھیاوار۔ ۲۰ ستمبر ۳۰ء کو جام نگر سے ہرایانہ روانہ ہوئے یہاں بھی بیس گھر اثناعشری خوجوں کے ہیں اور مسجد و امام باڑہ بھی عالیشان ہے، غریب لوگ ہیں، صوم و صلوۃ کے پابند ہیں، خوش خلق ہیں ذی فہم ہیں مواعظ سے اثر لیتے ہیں آٹھ روز یہاں قیام رہا مواعظ کے جلسہ منعقد ہوتے رہے جسمیں جناب واعظ نے تحلیف،

موضوعات پر تقریریں فرمائیں جو نہایت مؤثر ہوئیں،

جوڑیہ بندر کاٹھیاوار ۔ ۲۵ راکتوبر ۳۰ء کو موضع مذکور میں پہونچکر آٹھ روز قیام پذیر رہے یہاں صرف چار پانچ گھر اثنا عشری خوجوں کے ہیں جنمیں دو تین شخص بڑی حیثیت کے ہیں اور اکثر لوگ پابندی شریعت کی طرف مائل ہیں خصوصاً پیر بھائی سندرجی جو نہایت مومن و متقی خوش فہم سلیم الطبع پابند شریعت مہذب و متین اور اس تمام علاقہ میں واحد بزرگ ہیں دوران قیام میں ہر روز موعظہ ہوتا رہا اور ہر دو مواضع سے مدرسہ کی امداد بھی ہوئی،

۱۱ راکتوبر کو ان مقامات سے پھر جام نگر واپس آئے اور ۱۲ راکتوبر کو کچھ بھوج روانہ ہو گئے،

جناب مولوی شیخ جواد حسین صاحب واعظ صوبہ بمبئی میں

جناب ممدوح نے ان اطراف میں بہت کامیاب دورے فرمائے جنجیرا اور منچر ضلع پونہ میں آپ کا قیام زیادہ رہا جہاں آپ کے مساعی جمیلہ سے ایک مرکزی مدرسۂ دینیہ کی بنیاد ڈالی جا رہی تھی اور امید ہے کہ اب حد تکمیل کو پہونچ گئی ہوگی اس مدرسہ کی تحریک غالباً ۲۹ء کی دوسری ششماہی میں کی گئی تھی مگر آمدنی کا کوئی ذریعہ دستیاب نہ ہونے سے ناکمل پڑی تھی زمان قیام منچر میں حضرات جنجیرا نے منچر پہونچکر جناب واعظ سے اس تحریک کے متعلق گفتگو کی اور ایک جائداد مشترکہ تقریباً پانچ ہزار روپیہ مالیت کی وقف کرنے کو راضی ہوئے اور جناب واعظ کو اپنے ہمراہ جنجیرا لے گئے ممدوح نے وہاں پہونچکر جو لوگ راضی نہ تھے اُن کو بھی راضی کر لیا اور موجود حصہ داران نے ۱۶ شعبان تک جائداد کو وقف کرنے کے لیئے جناب واعظ کو مختار کر دیا اور جو حصہ دار وہاں موجود نہ تھے اُن کے مختار نامہ کے لیئے ممدوح کو بمبئی جانا پڑا پھر بمبئی سے واپس آکر بعض ایتام کے حصہ دار ہونے سے جو شرعی اشکال پیدا ہوتا تھا اُسکی تدبیر اور نیز حیدرآباد سے مختار نامہ کے آنے میں کچھ تاخیر ہوئی اور ان تمام امور کے طئے کرنے میں ۱۳ مارچ ۳۰ء تک رجسٹری نہ ہو سکی مگر امید ہے کہ مارچ ہی میں یہ تمام مراحل طئے ہوگئے ہوں گے اس جائداد کی سالانہ آمدنی دو ڈھائی سو روپیہ سالانہ ہے مگر آئندہ چار سو تک ہو جانے کی امید ہے اور چار پانچ سو روپیہ چندہ بھی ہو چکا ہے،

یہاں کے حضرات کا یہ بھی خیال ہے کہ یہاں جو مدرسہ تعلیم قرآن وغیرہ کا ہے جسکی امداد حاجی نذر علی صاحب کرتے رہتے ہیں اسمیں ایک واعظ مدرسۃ الواعظین کا جو پیشنماز بھی ہو ہمیشہ رہا کرے اور اگر وہ انگریزی سے بھی واقف ہو تو نہایت مناسب ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہاں کی تعلیمی حالت کے درست ہونے کا مقتضا بھی یہی ہے اور چونکہ حضرات جنجیرا اس امر پر بھی آمادہ ہیں کہ تبلیغی سلسلہ کے لیئے وہ وقتاً فوقتاً واعظ مذکور کو ہفتہ عشرہ کے لیئے دیگر مقامات پر بھی جانے کی اجازت دیدینگے لہذا ایک واعظ کا دائمی قیام یہاں نہایت مناسب ہے،

جناب مولوی سید ظفر عباس صاحب ضلع کرنال میں

جناب ممدوح اس علاقہ میں ایک عرصہ سے تبلیغی اور اصلاحی خدمات ادا کر رہے ہیں اور اشاعت و تعلیم دین و دینیات میں بجد کوشاں ہیں شاہ آباد سونی پت، تراوت، گنور وغیرہ میں آپ کا دورہ ہوا کرتا ہے جن جن مقامات پر آپ پہونچتے ہیں وہاں کے لوگوں کو جمع کرکے اصول و فروع کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور بعض لوگوں کو پختہ کار بنا کر وہاں کی دینی تعلیم انکے سپرد کر دیتے ہیں بعض مقامات پر انجمنیں اور مدرسہ بھی قائم کرا دیے ہیں چنانچہ ایک انجمن شاہ آباد میں اور ایک مدرسہ سونی پت میں بھی قائم ہو گیا ہے۔ تراوت میں ایک مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی ہے بہرحال آپ کے مساعی جمیلہ بہت کچھ قابلِ قدر و شکر ہیں،

جناب مولوی لقاء علی صاحب انجمن ناصر الاتحاد پٹنہ سٹی میں۔

انجمن مذکور اس شہر میں تھوڑے عرصہ سے خدمت دین و دینیات کے لیے قائم ہوئی ہے اور باوجود بے بضاعتی بہت گرانقدر خدمتیں قوم و مذہب کی ادا کر رہی ہے اور جب کوئی عالم دین یا واعظ شہر مذکور میں پہونچ جاتا ہے تو جلسہ وعظ منعقد کرکے مومنین و مومنات کو مستفید ہونے کا موقع دیتی رہتی ہے چنانچہ اس ماہ میں جناب مولوی محمد لقاء علی صاحب واعظ مدرسۃ الواعظین کے تشریف بری پٹنہ کے موقع پر بھی انجمن مذکور نے ایک جلسہ وعظ ۱۰ر نومبر ۳۳ء کو بعد نماز مغرب ٹھیک ۸ بجے شب کو بمقام باولی حسینیہ جنت آرامگاہ عالیجناب نواب سید لطف علیخاں صاحب سی آئی ای منعقد کیا جسمیں جناب مولوی صاحب ممدوح کو وعظ فرمانے کی زحمت دی گئی،

جناب مرزا الفت حسین صاحب سکریٹری انجمن مذکور بذریعہ نامۂ کرم اطلاع دیتے ہیں کہ بحمد اللہ مجلس وعظ ہر حیثیت سے کامیاب رہی مجمع بھی نہایت کافی تعداد میں تھا شہر کے باوقار رؤسا و علماء و دیگر اعیان قوم نے بھی اپنی شرکت سے اس انجمن کو سرفراز فرمایا جس کی انجمن تہ دل سے کمال شکر گذار ہے اور آئندہ ایسی ہی بلکہ اس سے بہتر و برتر توقع کی متمنی ہے، ساڑھے آٹھ بجے مجلس وعظ بحسن و خوبی اختتام کو پہونچی مولانائے ممدوح نے بھی جسقدر زحمت ادا اس ناچیز انجمن کی عزت افزائی فرمائی، اسکے شکریہ سے زبان انجمن بالکل قاصر ہے مگر مولانا سے یہ پرخلوص شکوہ بھی رکھتی ہے کہ آپنے اثنائے وعظ میں انجمن کا کوئی ذکر نہیں فرمایا جس سے اسکا حسن و قبح ظاہر ہوتا انجمن جناب موصوف کی اتنی توجہ کی تشنہ رہ گئی،، مگر ہم جناب سکریٹری صاحب کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ جناب ممدوح نے اس امر میں عمداً چشم پوشی نہیں فرمائی یا جناب ممدوح کو خیال نہیں رہا یا سلسلہ کلام میں کوئی موقع و محل اس تذکرہ کا نہیں ملا ہے کہ کسی آئندہ موقع پر یہ شکایت آپ کی دفع ہو جائے گی،



مقالات

المستفسر کا جواب باصواب

دنیا میں جتنے مذاہب وادیان ازمنۂ سابقہ میں رونما ہو چکے اور اب بھی موجود ہیں یا آئندہ عالم وجود میں آئینگے جس کی امید پنجاب کے مذہب آفرین خطہ سے زیادہ تر ہو سکتی ہے ان سب کی حقیت کا معیار عقل کی راہ سے صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ محض عقل ہے اور جو مذہب اس معیار پر کامل نہیں ہے وہ اہل عقل کے نزدیک اعتنا اور توجہ کے قابل نہیں کیونکہ یہ مسئلہ علم کلام میں بدلائل یقینیہ طے ہو چکا ہے کہ حسن وقبح اشیاء وافعال عقلی ہے نقل کو اسمیں کوئی دخل نہیں بلکہ نقل کی خوبی بھی عقل ہی سے معلوم ہوتی ہے اور اسی بنا پر ہمنے اسلام کی خوبی کو بھی عقل ہی سے دریافت کرکے قبول کیا ہے اور اسی وجہ سے ہمارے تمام اصول عقلی ہیں خدا کے وجود اور اسکی توحید اور اسکی عدالت اور نبوت عامہ اور خاصہ اور امامت ومعاد اور قرآن کے کتاب خدا ہونے کو بھی ہم نے عقل ہی سے معلوم کیا ہے نقل صرف اسکی مؤید ہے، نہ یہ کہ ہمارے عقائد کی بنا محض نقل پر ہو بخلاف ہمارے مخالفین کے جو اپنے اصول وعقائد کی بنا محض نقل پر قرار دیتے ہیں اور حسن وقبح اشیاء کے عقلی یا نقلی ہونے سے بحث نہ کرکے جیسا کہ خود حسن وقبح کے نقلی ہونے کے قائل ہیں ویسا ہی ہمکو بھی سمجھکر ہمارے اصول عقائد پر اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ جس مذہب کے اصول وعقائد محض عقل پر مبنی ہوں اور جو اس باب خاص میں محض عقل کا پابند ہو اور نقل کو صرف مؤید جانتا ہو اس سے یہ مطالبہ کہانتک صحیح ہے کہ تم اپنے اصول وعقائد کو محض نقل سے ثابت کرو حالانکہ اگر ان سے یہ سوال کرے کہ تم نے اسلام کی خوبی کو کیونکر اور کاہے سے معلوم کیا تو بجز حیران رہ جانے کے کوئی بات نہ بنائے بن سکے اس لیئے کہ اگر کہتے ہیں کہ اسلام کی خوبی کو ہمنے اپنی عقل سے دریافت کیا ہے تو پھر اپنے مخالف کے قول کو اختیار کرکے ماننا پڑے گا کہ اصول وعقائد کا مبنیٰ وماخذ محض عقل ہے اور اگر کہتے ہیں کہ اسلام کی خوبی کو ہم نے نقل سے دریافت کیا ہے خدا کو خدا اور نبی کو نبی اور قرآن کے کتاب خدا ہونے کا یقین ہم کو قرآن سے ہوا ہے اور وہی اور صرف وہی ہمارے عقائد کا ماخذ ہے تو دور مصرح لازم آتا ہے جو عقلاً محال ہے، اسلام کی حقانیت قرآن سے ثابت ہے اور قرآن کی حقانیت اسلام سے، نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی حقانیت اسلام سے ثابت ہے بھلا اسکو کون عاقل تسلیم کرے گا،

ہمارے قادیانی بھائی بھی اسی دہوکہ میں مبتلا ہیں اور ہم سے پوچھتے ہیں کہ تباؤ عدالت وامامت کا ماخذ کیا ہے یہ عقیدہ تمہارا خود ساختہ ہے یا قرآن مجید کی کسی آیت سے تمنے اس عقیدہ کو قائم کیا ہے یہ سوال خورشی؟

کے جلسۂ سالانہ میں ایک مطبوع اشتہار کے ذریعہ سے پیش کیا گیا تھا جس کے متعدد جواب اسی سنہ میں بذریعۂ الواعظ دیے جا چکے ہیں مگر حضرات معترضین کی تسکین نہیں ہوتی اور ہمارے متعدد جوابات سے چشم پوشی فرما کر بار بار اپنے اعتراضات کو دہرائے چلے جاتے ہیں جسکی وجہ، ہمارے نزدیک تو یہی ہے کہ ہم اور وہ اصولاً متحد نہیں ہم حسن قبح کو عقلی جانتے ہیں وہ نقلی ہمارے اصول وعقائد ہمارے نزدیک محض عقل پر مبنی ہیں اور نقل محض انکی مؤید ہے اور وہ محض نقل پر مبنی جانتے ہیں اور ہر عقیدہ کا ماخذ قرآن وحدیث سے معلوم کرنا چاہتے ہیں تا وقتیکہ یہ الجھن سلجھ نہ ہو جائے اسوقت تک سوال وجواب محض فضول اور تضیع اوقات ہے چنانچہ اسی وجہ سے ہمنے آخر خاموشی اختیار کرلی اور اپنے عزیز وقت کو تحریر جواب میں ضائع کرنا پسند نہیں کیا مگر چونکہ اس زمانہ میں جناب امتیاز احمد صاحب رودلوی نے اپنی تصنیف لطیف "المستفسر" میں کسیقدر لہجہ بدلکر اپنی آواز کو بلند کیا ہے اور بالتخصیص ہمکو مخاطب قرار دیکر ہم ہی سے جواب طلب کیا ہے لہذا احقاقاً للحق واتماماً للحجۃ مجبوراً قلم اٹھاتے ہیں اور المستفسر والاستفسار کی لفظی بحث سے لحاظ انکے متعلم ہونے کے چشم پوشی کرکے اصل جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر چونکہ الواعظ کے صفحات محدود ہیں لہذا اس سلسلہ کو متعدد اشاعتوں میں ختم کرنا پڑے گا ناظرین کرام اور جناب معترض سے امید ہے کہ وہ قبل ختم جواب کوئی رائے قائم نہ فرمائینگے اور جو رائے قائم کرنا ہو یا جو جواب ہماری تحریر کا دینا ہو وہ بعد ختم جواب کے اسی تہذیب ومتانت کو پیش نظر رکھکر مرحمت فرمائینگے جس تہذیب سے ہمنے قلم اٹھایا ہے، ہم درمیان میں اس تحریر کو نامکمل نہ چھوڑینگے اگر کوئی صاحب قبل اختتام خامہ فرسائی فرمائینگے بھی تو ہم جواب الجواب کی طرف متوجہ نہ ہوں گے، الواعظ سے مراد ہمارا پہلا جواب ہے جو نمبر ۴ جلد ۹ میں ہمنے دیا تھا اور جسے جناب معترض نے نقل فرمایا ہے، المستفسر سے مراد جناب معترض کا اعتراض ہے جو انھوں نے رسالہ المستفسر میں درج فرمایا ہے اور الجواب سے مراد المستفسر کا جواب ہے:

الواعظ بیشک اثناعشری شیعوں کے اصول خمسہ یہی (توحید ونبوت ومعاد وعدالت وامامت) ہیں اور انھیں پر انکے ایمان کا دارومدار ہے صفحہ ۱۷

المستفسر یہ تو معلوم ہے کہ شیعوں نے عدل اور اثناعشری امامت کو اپنی عقل محض سے مدار ایمان قرار دیا ہے لیکن دریافت طلب یہ ہے کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول ایمان بالیوم الآخر کی طرح عدل اور اثناعشری امامت پر ایمان لانے کے لیے فرقان حمید میں کوئی آیت بھی موجود ہے؟

الجواب شیعوں نے توحید ونبوت اور معاد کو بھی محض دلائل عقلیہ سے مدار ایمان قرار دیا ہے اور آیات قرآن مجید کو اپنی عقیدہ کا مؤید جانتے ہیں انکا مدار ان اصول میں محض قرآن مجید کے آیات نہیں ہیں بلکہ محض عقل ہے بایں معنی کہ اگر بالفرض یہ آیات قرآن مجید میں نہ بھی ہوتے تب بھی وہ اپنے ہادی باطنی (عقل) کی ہدایت سے اُن کو اصول دین اور مدار ایمان قرار دینے میں تامل نہ کرتے اُن کے نزدیک جس طرح توحید ونبوت و

معاد کے عقیدہ کی تائید آیات قرآن مجید سے ہو رہی ہے اسی طرح عقیدہ عدل و امامت کی تائید بھی قرآن مجید سے ثابت ہے،

(۱) شهد الله انه لا اله الا هو والملئكة واولوا العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم (آل عمران آیت ۱۸)

یقین جانو کہ اللہ اور ملائکہ اور اہل علم گواہی دیتے ہیں بجز اسکے کوئی معبود نہیں ہے وہ عدل و انصاف کے ساتھ کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا ہے اسکے سوا کوئی قابل پرستش نہیں ہے وہی ہر چیز کا عالم ہے اور ہر چیز پر غالب ہے،

(۲) ذلك بما قدمت ايديكم وان الله ليس بظلام للعبيد (آل عمران آیت ۱۸۲)

یہ انھیں کاموں کا بدلہ ہے جو تمھارے ہاتھ پہلے سے کر چکے ہیں اور یقین جانو کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے "

(۳) ان الله لا يظلم مثقال ذرة وان تك حسنة يضاعفها ويؤت من لدنه اجرا عظيما (النساء ایت ۴۰)

یقین جانو کہ اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہوتی ہے تو اسکو دونا کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے،

(۴) وتمت كلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلماته وهو السميع العليم (الانعام آیت ۱۱۵)

اور پوری ہوگئی بات تیرے پروردگار کی سچائی اور عدل میں کوئی اسکی باتوں کا بدلنے والا نہیں ہے اور وہ سننے والا واقف کار ہے،

(۵) ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غافلون (الانعام آیت ۱۳۱)

یہ پیغمبروں کا بھیجنا اسوجہ سے ہے کہ تیرا پروردگار بستیوں کو ظلم و ستم سے وہاں کے باشندوں کی غفلت کی حالت میں ہلاک کرنے والا نہ تھا،

(۶) قل امر ربي بالقسط واقيموا وجوهكم عند كل مسجد وادعوه مخلصين له الدين (الاعراف آیت ۲۹)

کہدو (اے رسول) کہ میرے پروردگار نے عدل کا حکم دیا ہے اور یہ بھی فرمادیا ہے کہ ہر نماز کے وقت اپنے منھ (قبلہ کی طرف سیدھے کر لیا کرو اور اسکے لئے خالص عبادت کرکے اُس سے دعا مانگا کرو۔

(۷) ان الله لا يظلم الناس شيئا ولكن الناس انفسهم يظلمون ٥ (یونس آیت ۴۴)

یقین جانو کہ اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا مگر لوگ اپنے نفسوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں

(۸) ولکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون ۝ (یونس آیت ۴۷)

اور ہر امت کے لیے خاص ایک رسول ہوا ہے تو جب اُن کا رسول ہماری بارگاہ میں آئیگا تو اُنکے درمیان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا۔ اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا،

(۹) وقضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون ۝ (یونس آیت ۵۴)

اور اُن کے درمیان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا اور اُنپر ظلم نہ ہوگا،

(۱۰) ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون، (ھود آیت ۱۱۳)

اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے اُنکی طرف اُل نہو ورنہ تمھیں بھی دوزخ کی آگ لپیٹ لے گی اور خدا کے سوا اور لوگ تمھارے سرپرست ہی نہیں ہیں تو پھر تمھاری کوئی مدد بھی نہیں کرے گا۔

(۱۱) وما ظلمناھم ولکن ظلموا انفسھم فما اغنت عنھم الھتھم التی یدعون من دون اللہ من شیء لما جاء امر ربک وما زادوھم غیر تتبیب (ھود آیت ۱۰۱)

اور ہمنے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ اُنھوں نے ہماری نافرمانی کرکے خود اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور جن خداؤں کو وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ اُنکے کچھ بھی کام نہ آئے جبکہ تیرے پروردگار کا حکم پہونچگیا اور نہ اُن کو بجز ہلاک کرنے کے کوئی فائدہ پہونچایا

(۱۲) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتائ ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون ۝ (النحل آیت ۹۰)

یقین جانو کہ اللہ عدل واحسان اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور ناشائستہ حرکتوں سے اور سرکشی سے روکتا ہے اور تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ نصیحت حاصل کرو،

(۱۳) ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بھا وکفی بنا حاسبین (الانبیاء آیت ۴۷)

اور قیامت کے دن ہم عدل کی ترازویں رکھدینگے پھر تو کسی نفس پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تو ہم اُسے موجود کر دینگے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں

(۱۴) ذلک بما قدمت یداک وان اللہ لیس بظلام للعبید (الحج آیت ۱۰)

یہ اُن کاموں کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے پہلے سے کیے ہیں اور یقین جانو کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا

(۵) وما اللہ یرید ظلماً للعباد، (المومن آیت ۳۱) — اور اللہ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں کرتا،

(۶) وما ربک بظلام للعبید، (حم سجدہ آیت ۴۶) — اور تیرا پروردگا بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے،

(۷) ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید (ق آیت ۲۹) — میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں،

(۱۸) واوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفساً الا وسعها واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی وبعهد اللہ اوفوا ذلکم وصٰکم به لعلکم تذکرون ۵ (الانعام آیت ۱۵۲) — اور انصاف کے ساتھ ناپ تول پوری کرو ہم کسی شخص کو اسکی طاقت سے بڑھکر تکلیف نہیں دیتے اور جب بولو تو انصاف سے اگرچہ وہ جسکے خلاف ہو وہ تمھارا عزیز ہی کیوں نہ ہو اور خدا کے عہد کو پورا کرو یہ وہ باتیں ہیں جنکا تمکو خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرو

یہ سب اٹھارہ آیتیں ہیں جنمیں خداوند عالم نے اپنی عدالت کا اثبات و اظہار اور ظلم سے برات و انکار فرماکر ہمیں بھی عدل و انصاف کا حکم دیا ہے اور آیت نمبر ۱ و ۳ و ۷ و ۱۴ میں اپنی عدالت کے اثبات اور نفی ظلم اور ہمکو مامور بعدل فرمانے میں انّ حرف تاکید وتحقیق کا استعمال فرماکر ہمیں اپنی عدالت کا یقین دلانے میں کوئی گنجائش شک وشبہ کی باقی نہیں رکھی رہی یہ بات کہ ان آیات میں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول اور ایمان بالیوم الاخر والی آیات کی طرح لفظ آمنوا کا استعمال نہیں فرمایا تو جواب اسکا یہ ہے کہ اگر انّ حرف تاکید وتحقیق ہو اور تاکید وتحقیق مفید یقین ہے (اور ضرور ہے) اور یقین و ایمان مترادف لفظیں ہیں جنمیں سے ایک دوسرے کا قائم مقام ہوسکتا ہے تو لفظ آمنوا کے نہ ہونے سے کوئی اعتراض وارد نہ ہوسکیگا اور جو فائدہ لفظ آمنوا سے حاصل ہوسکتا تھا وہی انّ سے حاصل ہوگا اور اگر انّ ... تحقیق اور ... یقین نہیں ہے تو جن جن مقامات پر انّ یا آمنوا کا استعمال نہیں ہوا ہے مثلاً انھیں اٹھارہ آیتوں میں سے آیت نمبر ۲ و ۵ و ۶ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸، ان سب پر یقین نہ کرکے ذرا اپنے ضمیر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور غور کرنا چاہیئے کہ الفاظ قرآن کو عین الیقین سے ملاحظہ نہ فرماکر ایمان باقی بھی رہتا ہے یا نہیں؟

خدا اور رسول اور قرآن مجید اور کتب سابقہ اور انبیائے سابقین اور ملائکہ مقربین اور یوم آخر ... پر ایمان لاؤ، کے معنی کیا ہیں؟ یہی نا کہ خدا کی ہستی و توحید اور ملائکہ کے وجود اور انبیائے سابقین اور جناب خاتم النبیین کے مبعوث من اللہ اور کتب سابقہ اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے اور قیامت کے آنے کا یقین رکھو

پھر بھی فائدہ تو آیات مذکورۂ بالا میں حرف تاکید و تحقیق (اِنَّ) سے بھی حاصل ہو رہا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود اتحاد مطلب کے ایک کے اقرار و دوسرے کے انکار کی کیا وجہ ہے؟ کیا آیت نمبر ا میں خود خدا کی شہادت اپنی توحید و عدالت پر اور اسکے ملائکہ اور اولو العلم کی گواہی اُسکے قائم بالقسط ہونے پر اِنَّ حرف تاکید و تحقیق کے ساتھ باوجود اسکے مفید یقین ہونے کے ہمیں اُسکی عدالت کا یقین دلانے کے لئے کافی نہیں ہے اور کیا آیت نمبر ۲ و ۳ و ۷ و ۹ میں ایسی عنوان پر ہم کو عدالت کا حکم دینا اُس کی عدالت پسندی اور اُسکے عادل ہونے کا یقین دلانے کے لیے ر کفالت نہیں کرتا اور کیا باقی آیات میں کلمۂ ربانی کا صدق و عدل کی راہ سے پورا ہونا اور مختلف عنوانوں سے ظلم کا انکار کرنا اور ظالموں سے میل نہ رکھنے کی ہدایت فرمانا اور اپنے رسول سے یہ کہلوانا کہ "مجھے میرے پروردگار نے عدل کا حکم دیا ہے" ہمیں اُسکی عدالت کا یقین کرنے اور اُسپر ایمان لانے کے لئے ناکافی ہے؟ میرے خیال میں تو کوئی راسخ العقیدہ مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ "یہ آیات اثبات مطلب میں کافی نہیں ہیں" اور جب کفایت اُنکی مسلم ہے تو اس عقیدہ کو اصول ایمان میں داخل کرنا کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہو سکتا"

ایک ضروری بات

عقیدۂ عدالت کو داخل اصول دین کرنے کے جو وجوہ آج سے پہلے اسپر قلم ہو چکے ہیں اُنکے علاوہ آج ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ عقیدہ معاد چونکہ تمام مسلمانوں کا اتفاقی عقیدہ اور ہر مسلمان کے نزدیک اصول دین میں داخل اور ہر ایک کے نزدیک یوم سزا و جزا ہے اور دین کا لفظ اصل لغۃ میں بھی بمعنی جزا ہے اور اس لئے اصول دین کا مطلب بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ ان اصول میں جنپر سزا و جزا کا دارومدار ہے لہذا اگر عقیدہ عدالت خدا اصول دین میں داخل و شامل نہ ہو تو بروز قیامت جزا و سزا کے صحیح و کامل اور بقدر استحقاق ملنے پر اطمینان کامل حاصل نہیں ہو سکتا ۔ جناب اقدس آلہی عز اسمہ کی عدالت کا عقیدہ ہی ایک ایسا عقیدہ ہے جو ہمکو جزا و سزا کے صحیح و کامل اور بقدر استحقاق ملنے پر اطمینان دلا کر ہمیں اُسکے احکام کی تعمیل پر آمادہ اور اُسکے نواہی سے روکتا رہتا ہے اگر یہ عقیدہ نہو تو جزا و سزا کے غیر صحیح و غیر کامل اور استحقاق سے کم و بیش ملنے کا امکان نہ ہمیں اُسکے احکام کی تعمیل پر آمادہ کر سکتا ہے اور نہ اُسکے نواہی سے روک سکتا ہے ،

: یہ مختصر جملہ عدالت کے متعلق عرض کیے گئے زندہ رہے تو آئندہ اشاعتوں میں امامت کے متعلق بھی کچھ عرض کرینگے ، دسمبر میں رجب نمبر نکلنا ہے اسلئے معذور ہیں والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ

دنا چیز مدیر)

مدرسۃ الواعظین اور قوم

دنیا میں شاید ہی کوئی تحریک ایسی ہو جسکی آواز بوقت واحد کسی ایک جماعت کی زبان سے بلند ہوئی ہو بلکہ ہر تحریک کے الفاظ پہلے پہل کسی شخص واحد ہی کی زبان سے ادا ہوتے ہیں اُسکے بعد خود اُس شخص کی کوشش یا اُس تحریک کی قوت مؤثرہ اور لوگوں کو بھی اُسکی طرف جذب کرکے اپنے مؤید اور ہم آواز پیدا کر لیتی ہے اور بالآخر وہ تحریک ایک جماعتی یا قومی تحریک ہو جاتی ہے اور اگر کوئی تحریک آپکو ایسی مل بھی جائے جس کی آواز بوقت واحد ایک جماعت کی زبان سے بلند ہوئی ہو تو یاد رکھیئے گا کہ اُس تحریک کا محرک بھی کوئی شخص واحد ہی ہوگا جس کی آواز کی کشش نے اُس جماعت کے قلوب کو بوقت واحد اپنی طرف جذب کرکے اُس کے تمام افراد کو متحد اللسان بنا دیا، مدرسۃ الواعظین لکھنؤ بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہے اس تعلیمگاہ کے قیام کی پہلی آواز جناب سرکار صدر الشریعۃ دام ظلہ العالی کے فرزند ارجمند جناب مولوی سید محمد صاحب مرحوم طاب ثراہ کی مقدس زبان سے ادا ہوئی اور اُسکی قوت مؤثرہ نے سب سے پہلے آنریبل سر مہاراجہ صاحب بہادر محمود آباد ادام اللہ اقبالہ العالی کے مبارک قلب کو اپنی طرف جذب کرکے حضور ممدوح کی عالی ہمتی اور ملی و مذہبی ہمدردی و بہی خواہی کو جوش دلا کر اس مدرسہ کو قائم کرا دیا جس کے مصارف کے لیئے پہلے چھ ہزار روپیہ سالانہ وقف ریاست عالیہ سے مرحمت ہوتے رہے اور اب تین چار برس سے ایک ہزار سالانہ کی رقم کا اضافہ ہو کر سات ہزار روپیہ سالانہ ملا کرتے ہیں واضح ہو کہ یہ رقم نہ آئے دن کے بڑھتے ہوئے مصارف ضروریہ کو کافی ہو سکتی تھی اور نہ ادارہ جو ملی و قومی مفاد کے لیئے قائم کیا گیا ہو اور جسکے اثرات کو تمام قطاع عالم میں پھیلانا ہو بغیر قومی اعانت کے کامیابی کی منزلیں طے کر سکتا ہے اسلیئے ضرورت تھی کہ اس قومی ادارہ کی اعانت اور اشتراک عمل کے لیئے تمام قوم کو دعوت دیجائے اور ہر فرد قوم کو اسکی اعانت اور اسمیں شرکت کا حق دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور مختلف اعلانات و اشتہارات اور ارکان مدرسہ کے طرز عمل سے یہ بات واضح کردی گئی کہ حضور ممدوح اسکے مؤسس و بانی ضرور ہیں اور سب سے نمایاں گرانقدر رقم اسکے مصارف کے لیئے عطا فرماتے رہتے ہیں لیکن حضور ممدوح کی دلی خواہش اور دیگر ارکان مدرسہ کی قلبی تمنا یہ ہے کہ یہ قومی ادارہ ہوکر رہے اور ہر فرد قوم اسکو قوم کا مال سمجھتی رہے، یہاں کسی قسم کی شخصیت نہیں ہے کسی نوع کا استبداد نہیں ہے مینیجنگ کمیٹی قائم ہے جو نظم و نسق کلی کی نگران ہے، مختلف شعبوں کے سکریٹری الگ الگ ہیں جو اپنے اپنے صیغہ کے نگراں ہیں، مالی ضروریات کی طرف قوم کو توجہ دلائی جاتی ہے اور قومی اعانتیں شکریہ کے ساتھ قبول کیے جاتے ہیں جو ہر مہینہ رسالہ الواعظ میں شایع ہوتے رہتے ہیں، سال بھر کے بعد سال تمام کا حساب چھاپا جاتا ہے جس سے زیادہ کوئی اور صورت کسی ادارہ کو قومی ادارہ ثابت کرنے کی ہمارے سمجھ میں

نہیں آسکتی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس وقت تک کوئی عام فہرست چندہ کی نہیں کھولی گئی جس کا باعث صرف اپنے طرزِ عمل سے افرادِ قوم کو متوجہ کرنا اور اس کی ضرورت محسوس کرانا تھا چنانچہ بحمدہٗ تعالیٰ بعض افراد قوم کے دل اس ادارہ کے قابل قدر اور ناقابلِ انکار خدمات دینیہ سے ایسے متاثر ہوئے کہ انھوں نے تمام قوم کو متوجہ کرنے اور مالی امداد پہونچانے کے لیے بعض مضامین بھی بعض اخبارات میں شایع کرا دیے جیسا کہ اخبار سرفراز مورخہ ۳۰ ستمبر سنہ ۳۶ء کے ملاحظہ سے واضح ہے جس میں جناب سید حسن صاحب بلتستانی کا ایک مضمون بعنوان ،، مدرسۃ الواعظین اور قوم ،، شایع ہوا ہے جس میں سید صاحب موصوف نے اپنی تجویز سابق یعنی مدرسۃ الواعظین کو شیعہ یتیم خانہ کی طرح شیعہ کانفرنس کا ایک شعبہ قرار دیدیے جانے سے پیدا ہو جانے والی بدگمانی کو دفع فرما کر شیعہ کانفرنس کے آیندہ اجلاس میں مدرسۃ الواعظین کے سالانہ جلسہ کو یکجائی طور پر منعقد کرنے کی رائے دی ہے ہم ان دونوں تجویزوں کو ناممکن العمل سمجھ کر اگرچہ ان سے متفق نہیں ہو سکتے مگر اس پوری تحریر کو جناب موصوف کی ملی و قومی ہمدردی و جوش مذہبی و خلوص اور مدرسہ کی خیر اندیشی پر مبنی جانکر اس مضمون کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور خداوند عالم کی بارگاہ میں ایسے متعدد افراد کے پیدا ہو جانے کے لیے دست بدعا ہیں،

سید صاحب موصوف نے اس ادارہ کو ایک قومی ادارہ ثابت کرنے اور قوم کو اس کی طرف متوجہ فرمانے کی قابل قدر کوشش فرمائی ہے مگر افسوس کہ جناب سید علی عباس صاحب حسینی ایم اے نے یکم اکتوبر سنہ ۳۶ء کے اخبار سرفراز میں باوجود اسکی ضرورت و اہمیت مسلم و محسوس فرمانے کے بھی سید حسن صاحب بلتستانی کی مذکورۂ بالا پہلی تجویز سے جن الفاظ میں اختلاف فرمایا ہے وہ نہایت مایۂ حیرت و استعجاب ہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

> البتہ مجھے جناب بلتستانی کے مضمون کے اس حصہ سے اختلاف ہے جہاں موصوف نے مدرسۃ الواعظین کو ایک قومی ادارہ فرض کر کے اُسے آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا ایک شعبہ قرار دینے کی سعی فرمائی ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ ارباب حل و عقد مدرسہ کے نزدیک ایک رئیس کی ذاتی ملکیت ہے نہ کہ کوئی قومی ادارہ، بانی مدرسہ اس بیان کی بنا پر ذاتی طور پر اس کے مالیات کے ذمہ دار ہیں اور وہ اس مدرسہ میں قوم کی دخل اندازی پسند نہیں فرماتے چنانچہ انھیں وجوہ کی بنا پر (۱) آج تک اس مدرسہ کا سالانہ بجٹ کسی اخبار میں شایع نہیں کیا گیا (۲) آج تک اُن حضرات کے اسمارِ گرامی کسی جریدہ میں نظر سے نہیں گذرے جنھوں نے اس مدرسہ کو کوئی مالی امداد دی ہو اور نہ ان اعانتی رقوم کے اعداد و شمار معلوم ہو سکے جو اب تک دوسرے ممالک سے حاصل ہوئیں (۳) آجتک یہ اخبارات میں شایع نہیں ہوا کہ مدرسہ کے مختلف درجوں میں کتنے طلبہ ایک سال میں شریک ہوئے اور کتنے کامیاب اور کتنے ناکامیاب ہوئے میری دانست میں مندرجۂ بالا امور کی جانب سے

بے اعتنائی کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ مدرسہ قومی نہیں ہے؛ پھر آنریری جنرل سکریٹری صاحب کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ قوم سے اسوقت تک کسی مدد کی استدعا صحیح نہیں ہے جب تک مدرسہ شخصی ملکیت کی حیثیت سے نکلکر قومی ملکیت کی صورت نہ اختیار کرلے صرف آخر الذکر ہی حالت میں قوم قابل الزام و ملامت بنائی جاسکتی ہے ورنہ قوم کو مجرم قرار دینا حد درجہ زیادتی ہے

ہمیں اس سب کے نیازمندانہ جواب میں صرف اسقدر عرض کرنا ہے کہ ملتانی صاحب نے اس ادارہ کو قومی ادارہ فرض نہیں کیا ہے بلکہ جوکچھ لکھا ہے وہ اس ادارہ کو قومی ادارہ تسلیم کرکے لکھا ہے جیساکہ انکی تحریر کے عنوان سے واضح و آشکار ہے البتہ جناب سید علی عباس صاحب ایم اے نے اپنا دعویٰ ثابت فرمانے کے قبل اسکے قومی ہونے سے انکار فرمادیا ہے جو نہایت تعجب خیز و حیرت انگیز ہے اور لطف یہ ہے کہ بنا بر اچھے معلومات کے مدرسہ کے ارباب حل و عقد کی نسبت یہ تحریر فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک یہ مدرسہ ایک رئیس کی ذاتی ملکیت ہے نہ کہ کوئی قومی ادارہ!! مدرسۃ الواعظین کے ارباب حل و عقد یا مدرسہ کے متولی منتظم جناب قبلہ و کعبہ مکرم صدر الشریعہ حضرت آقائے نجم العلماء دام ظلہ العالی یا مینجنگ کمیٹی کے ممبران والاشان ہیں یا سکریٹری صاحبان شعبہ جات مختلفہ ہیں کیا ان حضرات میں سے کسی بزرگ نے تحریراً یا تقریراً کبھی اس خیال کو ظاہر فرمایا ہے اور کسی شخص نے اسکو دیکھا یا سنا ہے؟ ہمارے نزدیک تو ان حضرات کا آنریری طور پر کام کرنا اس امر کی دلیل صریح ہے کہ وہ اس ادارہ کو ایک قومی ادارہ مان رہے ہیں ورنہ انھیں آنریری طور پر کام کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی،

بانی مدرسہ اسکے مالیات کے پورے پورے ذمہ دار تو اسی وقت ہوسکتے تھے کہ جب یہ انکی ذاتی ملکیت ہوتی اور جب یہ انکی ذاتی ملکیت نہیں ہے اور وہ اپنے چندہ معینہ کی مقدار کے موافق ایک جائداد وقف فرماکر اپنے ملک سے خارج فرماچکے ہیں تو وہ علاوہ مقدار معینہ یا تفضلاً کوئی مقدار عطا فرمادینے کے انکے مالیات کے پورے پورے ذمہ دار ہوسکتے ہیں نہ قوم کے اشتراک عمل کو ناپسند فرماسکتے ہیں علی الخصوص جبکہ وہ اپنی مختلف تقریروں میں مکررات و مرات اس امر کو ظاہر فرماچکے ہوں کہ یہ مدرسہ قومی مدرسہ ہے اور ہر فرد قوم کو اسمیں اشتراک عمل کا حق حاصل ہے،

(۱) بجٹ ہمیشہ معین یا مترقب آمدنی کے لحاظ سے بنایا جاتا ہے اور آمدنی و خرچ کا توازن دکھایا جاتا ہے لیکن جس ادارہ میں آمدنی کی یقینی تعداد محدود اور بمقابلہ آمدنی کے خرچ کی تعداد نامحدود ہو اور کوئی قومی امید بھی کہیں سے نہ ہو بلکہ اعضائے مدرسہ کی کوشش اسکے ضروریات کی متکفل ہو اسکا بجٹ کیونکر بن سکتا ہے اور کیونکر شایع ہوسکتا ہے اس وقت تک اس مدرسہ کے مخارج متوکلاً علی اللہ چل رہے ہیں اور چونکہ اسی کے کلمہ کے بلند کرنے اور اسی کے پسندیدہ دین کے ترویج کے لئے یہ تمام کوششیں ہورہی ہیں لہٰذا وہی ضروریات لاحقہ کو پورا کردیتا ہے، اعضائے مدرسہ متفکر و متردد ضرور رہتے ہیں اگر قوم من حیث القوم متوجہ ہوکر ایک مرتبہ

اسقدر روپیہ جمع کردے جو ہمیشہ کے لئے تمام مخارج کو کافی ہو تو یہ انتشار مبدل باطمینان ہوجائے اور اس ادارہ کے لئے کوئی کھٹکا باقی نہ رہے،

(۲) مدرسۃ الواعظین کیجانب سے ایک ماہانہ رسالہ الواعظ، شایع ہوتا ہے جسمیں مدرسے کے تمام حالات درج ہوتے رہتے ہیں اسلئے اسکو کسی دوسری جریدہ میں اپنے حالات شایع کرانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اگر جناب حسینی صاحب الواعظ، ملاحظہ فرماتے رہتے تو انھیں معلوم ہوتا رہتا کہ ابتدا سے اسوقت تک ہندوستان کے کن کن اکابر وعمائد نے کتنی مالی امداد دی اور کون کون حضرات دے رہے ہیں اور کتنی امداد دوسرے ممالک سے حاصل ہوری، کسقدر حسرت وافسوس کا مقام ہے کہ اخبار النجم تو اس مدرسے کے حسابات کو الواعظ میں دیکھکر اتنا متأثر ہو کہ اپنی قوم کو غیرت دلاکر ایک ایسا ہی مرکز قائم کرنے کی ترغیب دے اور جناب حسینی صاحب اسقدر لاعلم و بےخبر ہوں؛

(۳) طلاب کی سالانہ تعداد اور کامیاب وناکامیاب طلبہ کی فہرست بھی الواعظ میں شایع ہوتی رہتی ہے اگر الواعظ جناب حسینی صاحب ملاحظہ فرماتے رہیں تو وہی اس لاعلمی کا واحد علاج ہے،

میری دانست میں اب اس موضوع پر کافی بحث ہوچکی اور اس ادارہ کا قومی ادارہ ہونا اچھی طرح واضح ہوگیا اور قوم سے استمداد غیر صحیح نہ رہی قوم من حیث القوم اگر اب بھی آمادہ نہ ہو تو شکایت بیجا نہ ہوگی

(ناچیز مدیر)

البدایہ

شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کی دینی تعلیم کا نہایت قابل دید رسالہ ہے جس میں بچوں ہی کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور انھیں کی سمجھ کا اندازہ کرکے پہلے ایک مقدمہ میں اصول دین اور کلمۂ اسلام وایمان کو سمجھایا ہے پھر پہلے باب میں اصول دین کی ہر اصل کو بہت چھوٹی چھوٹی دلیلوں سے ذہن نشین کرایا ہے اور دوسرے باب میں فروع دین میں سے ہر ہر فرع کے معانی ومطالب بیان کرکے ہر ایک فرع کو تفصیل سے عملی عنوان پر سمجھایا ہے اور ان سب مطالب کو ۲۰×۳۰/۱۶ کے بادامی کاغذ پر جلی قلم سے ۸۰ صفحہ میں لکھا ہے قیمت فی رسالہ ۱؎ علاوہ محصول فی ۱۲ رسالہ مع محصول علاوہ فیس رجسٹری دی پی عہ

منیجر الواعظ

نقد و تبصرہ

برہانِ مجادلہ بجوابِ شکوری یہ عجالۂ نافعہ اور علالۂ رائقہ سلسلۂ تبلیغ اعجازی کا نواں رسالہ ہے جسے جناب
تفسیر آیۂ مباہلہ شارح الالقاب مولانا الحاج مولوی محمد اعجاز حسن صاحب صدیقی بدایونی مدرس
مدرسۃ الواعظین نے جناب مولوی محمد عبدالشکور صاحب مدیر النجم کی تفسیر آیۂ مباہلہ کے جواب میں نہایت محکم و متقن
دلائل کے ساتھ تحریر فرما کر شیعی علم کلام میں ایک گرانقدر اضافہ فرما دیا ہے، اس رسالہ کی تمہید میں آپ نے
اتحاد مسلمین کے محاسن اور اتحادی جلسوں کی تصویر کشی اور شیعوں کی تکفیر کرنے والوں کے دلائل و براہین
کی رد فرماتے ہوئے بمبی کے اتحادی جلسہ عید مباہلہ کو۔ مدیر النجم کی تفسیر نویسی کا موجب ظاہر فرما کر اُس تفسیر کا جواب
تحریر فرمایا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ یوم مباہلہ اسلامی عیدوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے اور حضرت رسولؐ اس روز
صرف علی و فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کو اپنے ہمراہ لیکر خانہ عصمت سے برآمد ہوئے تھے کوئی صحابی آپکے ہمراہ نہ تھا
اور اس لئے آیۂ مباہلہ امامت امیرالمومنین اور حسنین علیہم السلام کی دلیل صریح اور خلافت بلافاصلہ امیرالمومنین
کی حجت واضح اور برہان لائح ہے،

ہم اس رسالہ کے خصوصیات کو ان چند سطروں میں تفصیل سے درج نہیں کر سکتے مگر تفسیر آیۂ مباہلہ میں
ایک پر زور آرٹکل تسلیم کرتے ہوئے ناظرین کرام سے اسکے مطالعہ کی پر زور سفارش کرتے ہیں ۲۰ × ۲۶ پیمانہ
کے سفید کاغذ پر ۸۰ صفحہ کا حجم ہے کتابت طباعت نہایت واضح و روشن قیمت ۵ ر محمد شبیہ الحسن لکھنؤ
مدرسۃ الواعظین سے طلب فرمائیے،

اعلائے کلمۂ حق یہ رسالہ دراصل دائرۃ الاصلاح لاہور کے ایک اشتہار کے جواب میں لکھا گیا ہے جو
دستی ہدایت نامہ کے عنوان سے مشتہر کیا گیا تھا چونکہ اس اشتہار میں اخفائے واقعات مصائب اہلبیت طاہرین
کی تبلیغ کی کوشش کی گئی تھی اور مقصد اسکا اتحاد مسلمین کو نفاق و شقاق کی صورتوں میں تبدیل کرنا تھا جو اہل
اتفاق و اتحاد پسند قلب اور ایک حق کوش ہستی کے لئے انتہائے تعب اور انتہائے قلق کا باعث تھا لہذا
جناب معلی القاب شہزادہ سلطان علی صاحب دُرانی نے اُس اشتہار کا جواب دینا ضروری سمجھکر اس رسالہ
کو تحریر فرمایا ہے اور احقاق حق و اعلائے کلمۃ اللہ کی داد دیکر اظہار واقعات اور کشف حقائق میں اپنے زور قلم اور
معلومات کو کافی طریقہ سے صرف کیا ہے ۲۰ × ۲۶ پیمانہ کے سفید کاغذ پر مع سرورق ۴۴ صفحہ کا حجم ہے کتابت طباعت
اچھی ہے قیمت کچھ نہیں ۱ر کا ٹکٹ بھیجکر جعفریہ ایسوسی ایشن لاہور سے طلب فرمائیے،

اسلامی بچوں کا قاعدہ ایک مدت سے یہ خیال تھا کہ قرآن مجید پڑھنے والے بچوں کے لئے بغدادی قاعدہ کے

علان کوئی ایسا مختصر قاعدہ ترتیب دیا جائے جو حروف مفرد کے نقوش یاد ہو جانے کے بعد الفاظ و کلمات مرکبہ میں حروف مفردہ کی شکلوں کے تغیر اور اُن کے جوڑ پیوند کی ترکیب سمجھنے میں صد و معاون ہو اور بچہ بخوبی سمجھ سکیں کہ کون حرف دوسرے حرفوں کے ساتھ کس صورت اور کس عنوان سے ملتا ہے اور کیوں کر پڑھا جاتا ہے ایسے قاعدہ اکثر حضرات نے بنائے مگر اس قاعدہ میں جناب ابوالمظفر صاحب نے اسکولی طریقہ تعلیم کو پیش نظر رکھکر بڑے حرفوں کے ساتھ چھوٹے حرف اور اُن کے جوڑوں کی تختی بھی ساتھ ساتھ دیدی ہے اور حروف مفرد کی تختیاں ختم کرکے دو حرفی سہ حرفی چہار حرفی پنج حرفی شش حرفی ہفت حرفی لفظیں اور حروف مشدد کے قواعد لکھکر دوسرے حصہ میں بعض آیات اور چھوٹے چھوٹے سورہ بھی لکھدیے ہیں، مگر پہلے حصہ کو سمجھانے سے پہلے خود سمجھنے کی ضرورت ہے، ۲۲x۳۶/۸ پیمانہ کے سفید کاغذ پر ۴۸ صفحہ میں اچھی لکھائی چھپائی سے طبع ہوا ہے قیمت ۱؍
ملنے کا پتہ کچھ لکھا نہیں، صادق پریس لکھنؤ، کاب گنج میں طبع ہوا ہے،

شام غم یہ رسالہ بھی جناب ابوالمظفر صاحب کے زور قلم کا نتیجہ ہے جسمیں شادی و غم کے وجوہ و اسباب و حقیقت اور زمانہ قیام وغیرہ سے بحث کرکے عزائے جناب سید الشہداؑ کے فطری ہونے اور تا قیام قیامت تک اُسکے باقی رہنے پر تا امکان اچھی روشنی ڈالی ہے ۲۲x۳۶/۸ پیمانہ کے سفید کاغذ پر اچھی لکھائی چھپائی سے طبع ہوا ہے ملنے کا پتہ اور قیمت کچھ نہیں لکھی صادق پریس لکھنؤ میں طبع ہوا ہے غالباً اسی مطبع سے یا انجمن اسلام دارالاشاعت ہلور ضلع بستی سے ملیگا،

انگریزی ترجمہ صحیفۂ کاملہ

کلام الامام امام الکلام

علیؑ ثانی یا امامؑ ثالث امام چہارم حضرت علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ کا وہ کلام بلاغت نظام جو تحت کلام الخالق و فوق کلام المخلوق اور ما فوق تصور انسانی علوم و کمالات کا معدن اور رابطۂ عبدیت و معبودیت کے صحیح معانی کا مخزن اور دعا و مناجات کے اعلےٰ ترین طرق کا معلم مدرسۃ الواعظین کے کافی وقت و روپیہ کے صرف سے انگریزی میں ترجمہ ہوکر طبع ہو رہا ہے اور شائقین کے تحت تقاضہ سے پہلا حصہ جو ۳۸ دعاوں پر مشتمل ہے اور ۹۰ صفحہ پر ختم ہوا ہے شائع بھی کردیا گیا ایک صفحہ پر اصل عبارت عربی ہے اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہے جلد نہایت عمدہ انگلش فیشن قیمت عہ
یہ ترجمہ کیسا ہے اور اسکے کیا خصوصیات ہیں؟ ایک مان پرست جرمنی اسکو دیکھکر لکھتا ہے کہ اگر خدا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کتاب میں بتلایا گیا ہے تو میں ایسے خدا کے ماننے کو تیار ہوں، ہاتھوں ہاتھ نکل رہا ہے جلد منگوائیے ایسا نہ ہو کہ دوسرے اڈیشن کا انتظار کرنا پڑے،

فہرست نتیجہ امتحان سالانہ بابت ۱۹۲۹ء تحریری و تقریری سنسکرت

سال تعلیمی	نام متعلم	نمبر مجوزہ	نمبر محصلہ	کیفیت
سال سوم	مولوی سید وجیہ الحسن صاحب	۶۰۰	۲۶۴	
سال دوم	مولوی آغا سید حسن صاحب	۵۰۰	۳۲۵	پاس باستثنائے سنسکرت
"	مولوی سید ابن حسن صاحب	۶۰۰	۲۴۶	
"	مولوی محمد بشیر صاحب	۶۰۰	۲۴۹	
"	مولوی سید محمد عارف صاحب	۶۰۰	۳۴۵	پاس
سال اول	مولوی احمد رضا صاحب	۶۰۰	۲۵۹	
"	مولوی پیغمبر رضا صاحب	۶۰۰	۲۶۰	
"	مولوی سجاد حسین صاحب	۶۰۰	۲۵۸	
درجہ اسپیشل سال دوم	مولوی انصار حسین صاحب	۴۵۰	۱۷۳	
"	مولوی نذیر علی صاحب	۴۵۰	۲۳۵	پاس
سال اول	مولوی رضی عباس صاحب	۴۵۰	۲۴۱	پاس

سید عاشق حسین ہیڈ کلرک ۶ نومبر ۳۰ء

فہرست رقوم اعانت مستقل و غیر مستقل بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۴ء

مستقل

رامپور اسٹیٹ ۱۱/-
عالیجناب سید آل احمد صاحب انسپکٹر منیشنر ۴/-
عالیجناب نواب سید محمد رضا صاحب چوک لکھنؤ ۶/-
عالیجناب محمد جمال صاحب مدراس ۴/-
عالیجناب سید مجتبیٰ حسن صاحب وکیل بستی ۲/-
عالیجناب محمد محمود صاحب منیجر دواخانہ شاہ کمپنی ۱/-
عالیجناب مظفر حسین صاحب وکیل سیتاپور ۱/-
عالیجناب علی مرتضیٰ صاحب انجنیئر ٹاٹا نگر جمشید پور ۳/-

غیر مستقل

عالیجناب خواجہ حسن محمد صاحب بازار سکردو کشمیر ۲/-
عالیجناب تصدق حسین صاحب بھیرہ ضلع شاہ پور پنجاب للعہ/-
عالیجناب علی شیر خانصاحب جاگیردار لداخ ۲/-
عالیجناب سید جعفر حسین صاحب فتحپور ۱/-
عالیجناب محمد عوث صاحب لالپور ضلع ملتان ۲/-
عالیجناب علی محمد صاحب جنیاپی حیدرآباد دکن ۲/-
عالیجناب سید حسن رضا صاحب برست ضلع کرنال ۲/-
عالیجناب مولوی محمد معین صاحب ۶/-
عالیجناب منشی رضا حسین صاحب ۱/-
عالیجناب مولوی محمد متین صاحب ۳/-
عالیجناب مولوی محمد حسن صاحب ۱/-
عالیجناب محمد عظیم صاحب ساکن ڈھکا ضلع سنتال پرگنہ ۶/-
عالیجناب مولوی محمد حلیم صاحب گچھ مڈیہ ضلع ہزاری باغ ۶/-
عالیجناب عزیز اللہ خانصاحب تعلقدار موضع چاکی ضلع مظفر گڈھ ۲/-
عالیجناب سید وقار حسین صاحب بریلی ۴/-
عالیجناب سکریٹری صاحب شعبۂ تبلیغ ۱/-

میزان کل

بندہ محمد حسن مہتمم دفتر الواعظ لکھنؤ

شیعہ عربی کالج لکھنؤ

جس زمانہ میں قوم کے سربرآوردہ محسن اور سچے ہمدرد جناب نواب سر فتح علیخانصاحب قزلباش مرحوم نے باعانت وہمراہی علمائے اعلام مدظلہم العالیہ لکھنؤ میں ایک شیعہ کالج قائم کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا تھا وہ ایک نہایت متبرک زمانہ تھا۔ اس تحریک کی اطراف ہندوستان سے تائید کی گئی اور ہر فرد نے نہایت مسرت اور سچے دل سے اسکا خیرمقدم کیا اور جلد از جلد بلا کسی اختلاف کے ایک شیعہ کالج قائم کرنے کا تہیہ کرلیا، چونکہ لکھنؤ بحیثیت مرکز علم دین ہونے کے اسکا مستحق تھا کہ یہاں علوم مغربیہ کے علاوہ علوم مشرقیہ کے لیے بھی ایک اعلی تعلیمگاہ ہو، لہذا اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے بانیان کالج نے دونوں ارادوں کی تحریک ساتھ ساتھ شروع کی، اور انگریزی کالج کے ساتھ ایک شیعہ عربی کالج بھی قائم کیا جس میں علوم مشرقیہ دینیات انتہائی فرقہ اثنا عشری و الٰہیات وغیرہ کی تعلیم دیجائے، چنانچہ یہ کالج بھی ماشاء اللہ کامیابی کے ساتھ جاری ہے، جو حضرات فارغ التحصیل ہوکر کسی ایک فن میں انتہائی اور اعلی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اس کالج میں داخل ہوتے ہیں، ہر فن کی تعلیم کے لیے دو سال کا نصاب ہے، طلبہ کو اس کا بھی اختیار ہے کہ ایک فن کی تکمیل کے بعد دوسرے فن کی تکمیل کریں بالفعل اس کالج میں علم کلام و تفسیر و ادب کی تعلیم دیجاتی ہے آئندہ انشاءاللہ دیگر علوم کے لیے بھی انتظام کیا جائیگا اس کالج کی پرنسپلی کے فرائض راس المتالہین اسوۃ المتکلمین جناب مولانا سید ظہور حسن صاحب قبلہ دامت برکاتہ عرصہ سے انجام دے رہے ہیں اور علم کلام کی تعلیم بھی جناب ممدوح کے سپرد ہے جن کے فیوض سے ہر سال طلبہ مستفیض و مستفید ہوتے رہتے ہیں، چنانچہ دسمبر ۱۹۲۹ء کے سالانہ امتحان میں مندرجہ ذیل اعداد کامیاب طلبہ کے رہے،

درجہ علم کلام	درجہ تفسیر	درجہ ادب
(۹) شریک (۵) کامیاب	(۰) شریک (۴) کامیاب	(۷) شریک (۵) کامیاب

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اس کالج میں نمبر کامیابی پچاس فیصدی ہیں۔

(سید عالم حسین نوگانوی)

(ممبر شیعہ عربی کالج لکھنؤ)

بضعۃ الرسول

عالم نسواں اور سیدۂ عالمیاں

ابتدائے آفرینش عالم سے آجتک کی واجب الاحترام خاتونوں کے جہقدر حالات کتاب و سنت یا تاریخ و سیر میں ہم ایسے کوتاہ نظروں نے دیکھے ہیں مثلاً امم سابقہ میں ام البشر حضرت حوّا، آسیہ زن فرعون کلثم اخت موسیٰ مریم مادر عیسیٰ، رحیمہ زوجۂ حضرت ایوّب ہاجرہ مادر حضرت اسمٰعیل وغیرہا وغیرہا ان سب میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا مرتبہ ہمکو سب سے بڑھا ہوا نظر آتا ہے اس لیئے کہ آپکی والدۂ ماجدہ نے ایفائے نذر میں آپ کو بیت المقدس کا خادم قرار دیا، آپ باستثنائے وقت ولادت عیسیٰ کسیوقت بیت المقدس سے باہر نہیں نکلیں حضرت ذکریا اپکی پرورش کے متکفل ہوئے، طعام بہشتی آپکے لئے نازل ہوتا رہا آپکی عصمت وطہارت پر قرآن مجید نے گواہی دی، آپ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سیدہ قرار پائیں، یا بغیر کسی مرد کے مس کئے ہوئے حضرت عیسیٰ آپکے بطن سے پیدا ہوئے اور لسان قدرت نے آپ کو صدیقہ اور آیت اللہ ارشاد فرمایا جیساکہ آیات ذیل سے ظاہر ہے

واذ قالت امرأۃ عمران ربّ اِنی نذرت لک مافی بطنی محررًا فتقبّل مِنی انک انت السمیع العلیم (آل عمران آیت ۳۵)

اور اسوقت کو یاد کرو جب عمران کی بی بی (حنہ) نے کہا کہ اے میری پالنے والے جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اسکو میں دنیاوی بکھیڑوں سے آزاد کرکے تیری نذر کرتی ہوں بیشک تو بڑا سننے والا جاننے والا ہے

وکفلہا ذکریّا کلمّا دخل علیہا ذکریا المحراب وجد عندھا رزقًا قال یٰمریم انی لک ھذا قالت ھو من عند اللہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (آل عمران آیت ۳۷)

اور کفالت کی مریم کی ذکریا نے جب ذکریا محراب عبادت میں انکے پاس جاتے تو انکے پاس کھانا موجود پاکر پوچھتے کہ یہ کھانا تمھارے لیئے کہاں سے آیا وہ کہتی تھیں کہ خدا کے پاس سے اور اللہ جسے چاہتا ہے بیحساب رزق دیتا ہے ؎

واذ قالت الملٰئکۃ یٰمریم انّ اللہ اصطفٰک وطہرک واصطفٰک علی نساء العالمین (آل عمران آیت ۴۲)

اور اسوقت کو یاد کرو جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ نے تمکو برگزیدہ کیا اور تمھیں پاک و پاکیزہ بنایا اور تمھیں تمام دنیا کی عورتوں میں سے منتخب کیا،

واذ قالت الملٰئکۃ یٰمریم انّ اللہ یبشرک

اور اسوقت کو یاد کرو جب ملائکہ نے کہا کہ اے مریم القین

بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ بن
مریم وجیہا فی الدنیا وفی الاخرۃ ومن
المقربین ٥ ویکلم الناس فی المھد وکھلا
ومن الصالحین ٥ قالت رب انی یکون
لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذلک
اللہ یخلق ما یشاء اذا قضیٰ امرا فانما
یقول لہ کن فیکون (آل عمران آیت ۴۵تا۴۷)

جا نو کہ اللہ تم کو اپنے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جسکا
نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا دنیا اور آخرت دونوں میں
آبرو دار اور مقربان خدا سے اور جھولے میں اور بڑا ہو کر
لوگوں سے یکساں باتیں کرے گا اور صالحین سے ہوگا مریم
نے کہا کہ اے میرے پالنے والے میرے یہاں کیونکر لڑکا
پیدا ہوگا حالانکہ مجھکو کسی بشر نے مس نہیں کیا ارشاد ہوا
کہ تم ایسی ہی ہو مگر اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جب وہ
کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو اُس سے کہتا ہے کہ ہو جا فوراً وہ ہو جاتا ہے

ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت
من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ الایہ
(المائدہ آیت ۷۵)

مسیح بن مریم رسول ہی ہیں بیشک اُنکے پہلے بہت سے
رسول گزر گئے اور ماں اُنکی صدیقہ تھیں

وجعلنا ابن مریم وامہ آیۃ وآوینٰہما الی
ربوۃ ذات قرار ومعین (المومنون آیت ۵۰)

اور ہم نے ابن مریم اور اُنکی ماں کو اپنی قدرت کی ایک
نشانی قرار دیا اور ہم نے ان دونوں کو ایک اونچی ہموار
ٹھہرنے کے قابل چشمہ والی زمین میں جگہ دی،

ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا
فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات
ربہا وکتبہ وکانت من القانتین،
(التحریم آیت ۱۲)

اور وہ مریم عمران کی بیٹی جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ
رکھا تو ہم نے اُسمیں اپنی روح پھونک دی اور اُس نے اپنے
پالنے والے کے کلمات اور اُسکی کتابوں کی تصدیق
کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی،

ان آیات کریمہ میں جو فضائل حضرت مریم کے ذکر ہوئے ہیں وہ امم سالفہ میں کسی محترم خاتون کے نظر نہیں آتے مگر جب اس امت کی محترم خاتونوں کے حالات پر نظر کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہمارے نظر آمنہ بنت وہب مادر گرامی آنحضرتؐ اور فاطمہ بنت اسد مادر گرامی امیر المومنین پر پڑتی ہے جن کے فخر و شرف کے لیے ہمیں ان دونوں بزرگواروں کی ولادت باسعادت ضرورت سے زیادہ کافی معلوم ہوتی ہے پھر اسکے بعد ازواج رسول کے حالات دیکھتے ہیں تو سب سے زیادہ مقدم ہمکو حضرت خدیجہ بنت خویلد مادر گرامی جناب سیدہ عالم اور اُنکے بعد جناب ام سلمہ و جناب زینب رضی اللہ عنہم نظر آتی ہیں پھر اُنکے بعد بنات رسول کے حالات دیکھتے ہیں تو تین صاحبزادیوں زینب، کلثوم، رقیہ، میں تو یہ اختلاف نظر آتا ہے کہ یہ صاحبزادیاں آنحضرت کی صلبی بیٹیاں تھیں بھی یا نہیں

اگرچہ قول منصور یہی ہے کہ ان آپکی صلبی صاحبزادیاں نہ تھیں پھر جب آپکی صلبی صاحبزادیاں نہ تھیں تو کس کی صاحبزادیاں تھیں کوئی کہتا ہے کہ جناب خدیجہ کے شوہر اول کی لڑکیاں تھیں کوئی کہتا ہے کہ جناب خدیجہ کی حقیقی بھانجیاں تھیں کوئی کہتا ہے کہ جناب خدیجہ کے بہنوئی کی لڑکیاں انکی دوسری زوجہ سے تھیں اگرچہ مذہب منصور یہی ہے کہ ان جناب خدیجہ کی بھانجیاں تھیں اور چونکہ جناب خدیجہ عند التحقیق بن بیاہی تھیں اور آنحضرت کے پہلے انکا کوئی شوہر نہ تھا لہذا قول اول غلط محض ہے اور جن علمائے علامہ نے اس قول کو نقل کیا وہ علمائے عامہ سے نقل کیا ہے اُن کی ذاتی تحقیق نہیں ہے مگر خیر ہم اسوقت اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے اور صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ بہرحال چونکہ ان صاحبزادیوں نے رسول کے گھر میں پرورش پائی اسوجہ سے شہرت ہوگئی کہ ان بنات رسول تھیں لگر ان صاحبزادیوں کی کوئی ایسی فضیلت نظر نہیں آتی جو کتب اخبار و احادیث اور سیر و تاریخ میں غیر معمولی طریقے سے مندرج ہو البتہ جناب مریم کبریٰ صدیقہ عظمیٰ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہا کے فضائل و خصائل اور مراتب و مناقب سے کتب اخبار و احادیث اور سیر و تاریخ محیر العقول طریقے سے مالامال نظر آرہے ہیں جنہیں ہم بکمال اختصار ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں،

آپکا حسب و نسب

آپکے پدر بزرگوار جناب رسول مختار خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہیں اور مادر گرامی قدر جناب خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی ہیں یعنی آپ کا ددھیالی سلسلہ بھی قصی پر منتہی ہوتا ہے اور ننھیالی بھی اور قصی کے بعد نضر بن کنانہ (قریش) تک متحد چلا جاتا ہے اور جناب خدیجہ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ ہیں اور ننھیال ددھیال دونوں ایک ہیں آپکی دادی پردادی کا نسب بھی چند پشتیں آگے بڑھکر آنحضرت کے نسب میں جذب ہوجاتا ہے،

ولادت باسعادت

آپکی ولادت باسعادت بھی ویسے ہی آثار و آیات سے لبریز ہے جو خود آنحضرت کی ولادت میں جناب آمنہ کی آنکھوں نے دیکھے تھے آپ کا شکم مادر سے باتیں کرنا اور ماں کی تنہائی میں مونس ہونا وقت ولادت قریشی عورتوں کا خدمت خدیجہ سے انکار کرنا اور خداوند عالم کا روحانی ابواب اعانت کھولنا آسیہ، مریم، سارہ، کلثوم کا جنت کی راحت چھوڑکر خدمت خدیجہ کے لیے آنا اور اسی قسم کے بہت سے محیر العقول حالات مروی ہیں جنکے اندراج میں لحاظ اختصار مانع ہے،

تعیین تاریخ ولادت

سیدۂ عالم کی تاریخ ولادت میں بہت کچھ اختلاف ہی کوئی قبل بعثت کہتا ہی اور کوئی بعد بعثت لیکن اصح یہی ہی کہ آپکی ولادت باسعادت بعثت کے بعد ہی واقع ہوئی اور صدیقۂ طاہرہ نے اُسوقت تک کنار وجود میں قدم نہیں رکھا جوقت تک وحی نے خیر مقدم نہیں کرلیا اور آپ کی عصمت و طہارت کا شاہد (قرآن مجید) نازل نہیں ہوا،

بیسویں جمادی الآخر سنہ ۵ یوم جمعہ سنہ ۵ بعثت مکۂ معظمہ میں خانۂ رسالت نور فاطمہ کے ظہور سے ضیابار اور جناب خدیجہ کے لیئے موجب مزید افتخار ہوا،

جو لوگ قبل بعثت آپکی ولادت کے قائل ہیں اُن کا منشا صرف یہ ہے کہ فخر و افتخار کا جو موقع بعد بعثت کی ولادت سے ہمکو مل سکتا ہے وہ ہمکو حاصل نہ ہوسکے حالانکہ اکابر ائمہ حدیث اسی کے قائل ہیں کہ ولادت جناب معصومہ کی آنحضرت کے درجہ نبوت پر فائز ہونیکے چار سال بعد واقع ہوئی جبکہ آنحضرت کا سن شریف ۴۵ سال کا تھا اور انھیں دنوں قریش ازسرنو کعبہ کو تعمیر کر رہے تھے اور یہ بھی منقول ہے کہ ولادت آپکی معراج سے تین برس کے بعد واقع ہوئی اور ایک قول کی بنا پر دو برس بعد سنہ ۴۲ میلاد نبوی میں

ذکر الاستاذ ابو سعید الحافظ فی کتاب شرف النبی ان جمیع اولاد رسول اللہ ولد واقبل الاسلام الا فاطمہ وابراهیم

استاد ابو سعید حافظ نے کتاب شرف النبی میں ذکر کیا ہے کہ تمام اولاد رسول قبل ظہور اسلام پیدا ہوئی مگر فاطمہ اور ابراہیم جنکی ولادت بعد بعثت واقع ہوئی،

یہی قول ارجح و منصور ہی اور بحار الانوار، کشف الغمہ، روضۃ الواعظین، کتاب اقبال، حدائق الریاض، دلائل الائمہ، مصباح الابرار، کتاب معرفۃ الصحابہ وغیرہ اسی قول کی تائید میں ہم زبان ہیں اختلاف جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ بعثت کے کتنے دنوں کے بعد ولادت ہوئی بعض میں پانچ برس بعد ایام تعمیر خانۂ کعبہ میں اور بعض میں دو برس مندرج ہیں،

اسماء و کنیت و القاب

نام تو بہت سے ہیں مگر حضرت رسول آپ کو اکثر فاطمہ فرمایا کرتے تھے اور وجہ اس نام کی خود آنحضرت سے اس طرح منقول ہی لان اللہ فطمها وفطم من احبها من النار خدا نے فاطمہ اور اُسکے دوستوں کو نار جہنم سے جدا کردیا، (اعلام الوری) اور اسکے علاوہ بتول، عذرا، زہرا، طاہرہ مطہرہ سیدہ (اخبار الاول)

مبارکہ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ، مریم کبریٰ، صدیقہ کبریٰ بھی ہیں (ناسخ التواریخ) کنیات ام الحسن، ام الحسین ام المحسن، ام الائمہ ام السبطین ہیں،

حلیہ مبارک

یہ ایک ایسا سخت مشکل وادی ہے جس سے بڑے بڑے اکابر مرور نہیں کر سکتے چہ جائیکہ مجھ ایسا قصیر النظر وکوتاہ بصر اسلئے کہ جب اُن معصومہ کی حیا و پردہ داری نے مرد تو مرد عورتوں کو بھی ایسے حالات بیان کرنے کی جرأت نہ دلائی ہو جو پردہ کے منافی ہوں تو بجز اسکے اور ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جب یہ امر طے شدہ ہے کہ باپ کو دیکھنا چاہو تو اسکی اولاد کو دیکھو گویا اولاد باپ کا فوٹو ہے تو واضح ہے کہ جناب سیدہ میں تمام آثار و انوار موجود تھے جو حضور میں پائے جاتے تھے خصوصاً اس نظر سے کہ ولادت اُن معصومہ کی بعد بعثت واقع ہوئی تھی اور اسیوجہ سے قوائے باطنہ رسالت کے آثار آپ میں جھلک رہے تھے جسکا ادنیٰ ترین ثمرہ یہ ہے کہ بغیر رسالت و امامت آپکی عصمت کا اقرار ضروریات دینیہ میں داخل ہے اور اسیوجہ سے رفتار و گفتار نشست و برخواست اخلاق و آداب آپکے بقول حضرت عائشہ بعینہ ویسی ہی تھی جیسے حضرت رسول کے تھے (صحیح ترمذی) آپکے چہرہ مبارک کا نور آنا تھا کہ حضرت عائشہ رات کو چرخہ کاتنے سینے پرونے میں چراغ کی محتاج نہ ہوتی تھیں (اخبار الاول)

مختصر سوانح حیات

چونکہ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو چکا ہے کہ ولادت آپ کی ۲۰ جمادی الاخرےٰ کو بعثت کے چار سال بعد واقع ہوئی اور جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سنہ ۱۰ بعثت میں ۲۹ رجب کو انتقال فرمایا لہذا وقت وفات خدیجہ آپکی عمر شریف کل پانچ برس ایک ماہ دس یوم کی تھی، پانچ برس کے بچہ کے سر سے ایسی مہربان ماں کے سایہ کا اٹھ جانا کچھ کم الم انگیز و مصیبت خیز نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب باپ بھی مصائب و آلام کی چار دیواری میں محصور ہو مگر اس پر بھی آنحضرتؐ نے آپ کی پرورش و پرداخت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا خود متولی پرورش ہوئے اپنے خاندان کی بھی کسی خاتون کے سپرد نہیں کیا اور اسی وجہ سے تین برس تک آپنے کوئی عقد نہیں فرمایا تا آنکہ جناب معصومہ کی عمر شریف کے دس برس اسی طرح بسر ہوئے گیارھویں برس رجب ۲ھ ہجری میں بحکم خدائے عزوجل آپکی تزویج علی بن ابی طالبؑ سے واقع ہوئی،

اولاد امجاد

دو بیٹے امام حسن امام حسین اور دو صاحبزادیاں زینبؑ و ام کلثوم، ۱۵ رمضان سنہ ۳ ہجری کو امام حسن

پیدا ہوئے اور ۴ شعبان ۴ھ ہجری کو امام حسین پیدا ہوئے جن کی حمل و رضاعت کا زمانہ کل تیس ماہ تھا چھ مہینہ زمانہ حمل کا اور دو برس زمانہ رضاعت کا مگر یہ کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے کیونکہ ان حضرات کا تعلق عالم خلق یعنی تدریج سے نہیں ہے بلکہ یہ مخلوق عالم امر ہیں انسانی لباس ان حضرات نے صرف اس لئے پہنا ہے کہ وہ انس و رابطہ جو بنی نوع انسان میں ہے وہ قائم رہ سکے، نظیر اس کی اولاد انبیا میں حضرت یحیی بن ذکریا ہیں کہ وہ بھی شش ماہہ پیدا ہوئے تھے ولو جعلناه ملكا لجعلناه رجلا وللبسنا عليهم ما كانوا يلبسون ﴿ اور اگر ہم ملک کو خلعت نبوت و رسالت پہناتے تو بھی انھیں انسان ہی کی صورت میں بھیجتے اور انھیں وہی لباس پہناتے جو انسان پہنتے ہیں، اور جناب زینب و ام کلثوم کی تاریخ ولادت و وفات صحیح طور پر معلوم نہیں ہوئی، جناب زینب کا عقد عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا، اور جناب ام کلثوم محمد بن جعفر سے منعقد ہوئیں اور حضرت خلیفہ ثانی عمر بن خطاب سے انکا انعقاد غلط محض ہے،

ان دونوں بیٹوں اور دونوں بیٹیوں کے علاوہ ایک بیٹے کا حمل بھی ساقط ہوا جن کا نام آنحضرت نے قبل ولادت محسن رکھا تھا،

عام حالات زندگی

جیسے شوہر تارک دنیا تھے ویسی ہی بی بی بھی تارک دنیا تھیں آپکی تنگدستی کی انتہا نہ تھی یہاں تک کہ فاقہ پر فاقہ کی نوبت آجاتی تھی باہر کا کام علی کرتے تھے گھر کا کام معصومہ انجام دیتی تھیں)، ایک روز آنحضرت سے خادمہ یا کنیز کی خواہش کی تو آپنے فرمایا کہ یہاں کی ایک کنیز چاہیئے ہے، یا وہاں کی ستر دونوں خداشناس زن و شوہر وہاں کی ستر کنیزوں پر راضی ہو گئے، پھر آپنے ایک تسبیح اپنی بیٹی کو تعلیم فرمائی جو تسبیح فاطمہ کہلاتی ہے جسکو ان دونوں نے زندگی بھر چھوڑا نہ انکے پیروان خاص بھی چھوڑتے ہیں،

کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت نے فضہ کو خدمت کے لئے مقرر فرمایا جن سے ایک دن درمیان دیکر کام لیا جاتا تھا یعنی ایک روز تمام گھر کا کام فضہ کرتی تھیں اور دوسرے روز خود سیدہ بہ نفس نفیس تمام خدمات انجام دیتی تھیں جسمیں فضہ کے ضروریات بھی شامل تھے،

اگر کبھی کبھی آپ بھوک سے سخت بےچین ہو جاتی تھیں تو آنحضرت تشریف لاکر شکم اقدس پر ہاتھ رکھدیتے تھے جس سے بھوک دفع ہو جاتی تھی، اور جب کبھی آنحضرت بھوکے ہوتے تھے تو خانہ سیدہ میں تشریف لاتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سیدہ کے گھر میں کھانا پکتا تھا تو کچھ نہ کچھ آنحضرت کے لیے بھی ضرور رکھ لیا جاتا تھا،

آپ اکثر چکی پیسا کرتی تھیں اور پانی بھی بھرتی تھیں اور اکثر اجرت پر ریشم یا سوت کاتا کرتی تھیں مگر اس اجرت میں عدالت کا خاص لحاظ رہتا تھا مثلاً اگر تین پاؤ یا تین سیر جو آپ کو اجرت میں ملے تو آپ اسکے تین حصے کیے ایک حصہ ریشم یا سوت کا کاتا تو ایک ہی حصہ جو کا بھی صرف کیا یہ نہیں کہ ریشم یا سوت کا ایک حصہ کاتا ہو اور ڈیڑھ حصہ یا دو حصہ جو کے صرف کر ڈالے ہوں، اس عمل سے امت کی عورتوں کو یہ تبلانا مقصود تھا کہ کل کے بھروسہ پر آج مصارف میں زیادتی نہ کرو اور کل کا خرچ آج نہ اٹھا لو بلکہ جتنی اجرت ملے اسمیں سے آج اسیقدر صرف کرو جسقدر کا تعلق پیدا ہو گیا ہو،

آپ کبھی علی سے کوئی فرمائش نہ کرتی تھیں اور جو کچھ علی کما کر لاتے تھے اس کی قلت و کثرت کا خیال نہ فرما کر کبھی اپنے شوہر کو رنجیدہ نہ ہونے دیتی تھیں اور جو کچھ میسر آتا تھا اسکو صبر و شکر کے ساتھ صرف کرتی تھیں اور دنیا کی رنج و راحت و آرام و مصیبت پر کبھی اعتنا نہ فرماتی تھیں،

مناقب و فضائل

انکی شان والا شان میں اس کثرت سے آیات و احادیث وارد ہوئے ہیں جنکا احصا ان محدود صفحات میں نہیں بلکہ بڑے بڑے طولانی کتب میں بھی ناممکن ہے مگر ان محدود صفحات کی زینت و رونق بڑھانے کے لیئے بعض فضائل تبرکاً و تیمناً نذر ناظرین ہیں مگر ہم کو حیرت ہے کہ ہم کس وقت سے ان فضائل کی ابتدا کریں اور کس وقت پر انتہا،

حالت حمل میں جب زنان قریش نے جناب خدیجہ سے میل جول ترک کر دیا تو آپ اپنی والدہ کی لیئے مونس تنہائی اور اپنی ماں سے باتیں کرکے اُن کی تسکین کا باعث ہوئیں اور آنحضرت نے عند الاستفسار جناب خدیجہ سے یہ جواب پاکر کہ میرے پیٹ کا بچہ مجھسے باتیں کیا کرتا ہے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ دختر نیک اختر اور تمام عیوب و نجاسات سے پاکیزہ اور صاحب برکت و فضیلت ہے، اسی دختر سے میری نسل باقی رہے گی اور اسی کی اولاد میری خلیفہ و جانشین ہو گی (امالی ابن بابویہ قمی)

بنی اسرائیل میں جناب مریم کا مرتبہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں سب سے زیادہ رفیع و منیع ہے لیکن اُنکی ولادت میں وہ قدرتی ساماں نظر نہیں آتا جو ہماری شاہزادی کی ولادت میں نظر آ رہا ہے وہی مریم جو سیدۂ نسوان عالم قرار دی گئی تھیں وہ نسوان قریش کے انکار کے بعد حضرت کی خدمت پر منجانب خدا مامور ہوئیں نہ صرف تنہا بلکہ اُنکے ساتھ سارہ اور آسیہ اور کلثم اخت موسیٰ بھی تھیں، ان چاروں مخدرات نے قابلہ کی خدمتیں ادا کیں اور اُنھیں میں سے ایک نے جو سامنے جناب خدیجہ کے بیٹھی ہوئی تھیں اُن معصومہ کو

آپ کوثر سے غسل دیا جسے مع طشت و آفتابہ بہشتی دس حوریں جنت سے اپنے ہمراہ لائی تھیں،
اور دو سفید پارچہ دودھ سے زیادہ سفید اور مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار نکالکر ایک میں
اُن معصومہ کو لپیٹا اور ایک بطور مقنعہ سر پر ڈالا اور کچھ باتیں کرنیکی استدعا کی جسے سنکر جناب معصومہ نے وحدانیت
خدا اور رسالت محمد مصطفےٰ اور وصایت و ولایت علی مرتضیٰ اور ائمہ ہدیٰ کی گواہی دی اور ان معظمات کو نام بنام سلام کیا
جس سے وہ نہایت مسرور ہوئیں اور ہر ایک بی بی نے جناب خدیجہ کو مبارکباد دی اور حوران بہشت اور دیگر
اہل آسمان میں شور مبارکباد بلند ہوا اور آسمان میں کچھ ایسی روشنی پیدا ہوئی جو اس سے پہلے فرشتوں نے کبھی نہ دیکھی
تھی (امالی ابن بابویہ قمی رہ)

اسکے علاوہ اور بھی بہت سے آثار و علامات ظاہر ہوئے جو بلحاظ اختصار ترک کر کے صرف اسقدر
عرض کرنا ہے کہ جناب مریم باستثنار وقت ولادت عیسیٰ کبھی بیت المقدس سے باہر نہیں نکلیں اور ہمیشہ مصروف
عبادت الٰہی رہیں مگر اُن پر کوئی اثر غیر معمولی ظاہر نہیں ہوا بخلاف جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کے کہ جن
کے پاہائے اقدس پر کثرت عبادت سے ورم آگیا (علل الشرایع) حضرت مریم کی پرورش حضرت ذکریا نے
کی اور جناب سیدہ کی پرورش جناب سید المرسلین نے کی اور جسطرح حضرت مریم کے لیئے طعام بہشتی آیا کرتا
تھا اُسیطرح فاطمہ زہرا کے لیئے بھی آیا کرتا تھا جیساکہ روایات کثیرہ سے ثابت ہے اور منجملہ اسکے یہ ہے کہ ایک
روز جناب رسالتمآب نے خانہ سیدہ میں تشریف لاکر ارشاد فرمایا کہ فاطمہ کچھ کھانا ہو تو ہمارے لیئے لے آؤ
کہ ہم اسوقت گرسنہ ہیں عرض کی بابا ہم سب کا بھی یہی حال ہے مگر جب آنحضرت واپس تشریف لے گئے
تو حجرہ عبادت سے بوئے طعام آنے لگی اگر ملاحظہ فرمایا تو گرم گرم کھانا موجود تھا بچے بھیجے گئے کہ نانا کو بلا لاؤ حضرت
تشریف لائے تو کھانا پیش کیا گیا آپنے پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا عرض کیا من عند اللہ واللہ
یرزق من یشاء بغیر حساب (یہ کھانا خدا کی طرف سے آیا ہے اور اللہ جسکو چاہتا ہے بے حساب
رزق دیتا ہے) آنحضرت نے فرمایا کہ شکر اُس خدا کا جس نے میری زندگی میں تمکو سیدۂ بنی اسرائیل (مریم)
سے مشابہ فرمایا (تذکرۂ سبط ابن جوزی وغیرہ) جس طرح حضرت مریم کو ملائکہ کرام ندا دیتے تھے کہ تمکو خدا نے
برگزیدہ کیا اور تمھیں پاک و پاکیزہ بنایا اور تمھیں تمام دنیا کی عورتوں میں سے منتخب کیا اُسی طرح جناب
سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کو بھی ملائکہ ندا دیتے تھے یا فاطمہ ان اللہ اصطفیک وطہرک و
اصطفاک علی نساء (علل الشرائع) حضرت مریم کے ایک ہی بیٹی تھے حضرت عیسیٰ جو کلمۃ اللہ
و روح اللہ ہیں اور فاطمہ زہرا کے گیارہ فرزند کلمات اللہ اور حجج اللہ اور خلفاء اللہ فی ارضہ ہیں حضرت
مریم اپنے زمانہ کے عورتوں کی سیدہ تھیں اور جناب سیدہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی بھی سیدہ اور اُن تا

کی عورتوں کی بھی سیّدہ تھیں، صادق آل محمدؐ سے پوچھا گیا کہ وہ جناب سیّدہ زنان اہل بہشت کی سردار ہیں" اسکے کیا معنی ہیں کیا یہ کہ وہ اپنے زمانہ کے عورتوں کی سیّدہ ہیں؟ فرمایا کہ وہ جناب مریم تھیں اور سیّدہ تو تمام زنان اولین وآخرین اہل بہشت کی سردار ہیں (بحار) حضرت مریم کا کوئی شوہر نہ تھا اور بغیر کسی مرد کے مس کیئے ہوئے حضرت عیسیٰ اُنکے بطن سے پیدا ہوئے اور لسان قدرت نے اُن کو صدیقہ اور آیت اللہ ارشاد فرمایا مگر جناب عیسیٰ لاولد رہے اور جناب سیّدہ کے شوہر امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ جناب مریم وعیسیٰ بلکہ تمام اولین وآخرین سے افضل تھے اور جس طرح وہ جناب صدیق اکبر تھے اسیطرح وہ معظمہ بھی صدیقہ کبریٰ تھیں جیساکہ امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں کہ خداوند عالم کے نزدیک فاطمہ کے نو نام ہیں، فاطمہ، مبارکہ، طاہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ، زہرا، صدیقہ (امالی و معانی الاخبار) اور خداوند عالم نے ان دونوں کی اولاد میں امامت ولایت و وصایت کو قرار دیا جو آجتک باقی اور قیام قیامت تک باقی رہے گی حضرت عیسیٰ اپنے عہدہ سے معزول ہوگئے اور اُن کا فرزند آج تک زینت مسند امامت ہے اور قیامت تک اسیطرح مسند امامت پر جلوہ افروز رہیگا اور حضرت عیسیٰ اُنکی اقتدا کرینگے،

وفات حسرت آیات

آپکی زندگی کے اکثر حالات اگرچہ نہایت دردانگیز وحسرت خیز ہیں لیکن جو صدمہ آپکی وفات کے حالات وکوائف اور اُنکے اسباب و موجبات سے ایک دردمند قلب پر گذر جاتا ہے وہ ناقابل بیان ہے، پیغمبر آخر الزماں کی اکلوتی بیٹی اور اُسپر یہ مصائب ونوائب انا للہ وانا الیہ راجعون کن کن حالات کو بیان کیا جائے اور کن کن مصائب پر خون کے آنسو دلسے رویا جائے مختصر یہ ہے کہ جناب سیدہ اپنے پدر بزرگوار کے بعد بہت دنوں نہیں زندہ رہیں، چالیس روز یا پچپن روز یا پچھتر روز یا تین ماہ تین روز یا زیادہ سے زیادہ چھ ماہ اس سے زیادہ کی کوئی روایت نظر سے نہیں گذری مگر اسی قلیل زمانہ میں کچھ ایسے مصائب اُن معظمہ پر گذر گئے کہ قبر رسولؐ پر جاکر ارشاد فرماتی تھیں:۔

صبت علیّ مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا

مجھ پر کچھ ایسے مصیبتیں گذر گئیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہو جاتے"۔

بہر حال جیساکہ جناب رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سیدہ! میرے اہلبیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہو جاؤگی ویسا ہی ہوا کہ اُن معظمہ نے بنا بر مختار علمائے متاخرین کے تیسری جمادی الاخری سنہ ۱۱ ہجری

حرمت حلق لحیہ

ریش تراشی کی حرمت

ان دنوں اس قبیح رسم کا وہ دور دورہ ہے کہ اسلامی حلقوں میں اپنے اپنی کمال ہر دل عزیزی کی وجہ سے نماز صبح اور تلاوت قرآن کی جگہ لے لی ہے اور یہ اہم فریضہ تقریباً اکثر گھروں میں اس جسارت سے ادا کیا جاتا ہے کہ اگر بنظر ہمدردی بھی کسی نے کچھ کہا سنا تو بجائے اسکے کہ خوز نادم ہوں چشم وابرو سے آثار پشیمانی ظاہر ہوں، الٹے کہنے والے کو بات کرنے کی غرض سے ریش تراشی کے جواز و عدم جواز کی بحثیں چھیڑ دیجاتی ہیں، اور علمائے کرام کے فتووں کو ناقابل اعتماد بتا کر ادلہ شرعیہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے،

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حرمت ریش تراشی پر کچھ ایسی دلیلیں بدیہ قارئین کرام کیجائیں جن سے اُن لوگوں کی تشفی ہو سکے جو واقعًا اس مسئلہ کے متعلق حکم شریعت کے جویا ہیں باقی جو حضرات بہت زبان روشن خیال ہیں اُنکے متعلق اسکے سوا اور کیا چارہ کار ہے کہ بارگاہ احدیت میں عرض کیا جائے ؎

یارب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات　　　دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجکو زباں اور



قال الله تعالى حكاية عن الشيطان الرجيم لاتخذن من عبادك نصيبا مفروضا و لاضلنهم ولامنينهم ولآمرنهم فليبتكن اذان الانعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله ومن يتخذ الشيطان وليا من دون الله فقد خسر خسرانا مبينا ٥

شیطان کو جناب آدم سے بغض و حسد تو تھا ہی جب اُنکی وجہ سے مردود بارگاہ احدیت ہوا تو غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی اور منتہائے جوش انتقام میں کمال جرأت و دلیری کے ساتھ خود خلاق عالم سے یوں خطاب کرتا ہے :-

(خداوندا) میں تیری بندوں میں سے کچھ خاص لوگوں کو (اپنی طرف ضرور) لے لونگا اور پھر انہیں ضرور گمراہ کروں گا اور انہیں (بڑی بڑی) امیدیں بھی دلاؤنگا اور یقیناً انھیں سکھا دوں گا پھر وہ

رستوں کے واسطے) جانوروں کے کان ضرور چیر پھاڑ کرینگے، اور البتہ اُن سے کہدونگا پس وہ پھر وہ میری تعلیم کے موافق، خدا کی بنائی ہوئی صورت کو ضرور بدل ڈالینگے اور یہ یاد رہے کہ جس نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا سرپرست بنالیا تو اُسنے گھاٹا اٹھایا (از ترجمہ حافظ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم)

آیۂ مبارکہ سے حرمت ریش تراشی پر استدلال کرنے کے لیے چند باتوں کا پیش نظر رکھنا ضرور ہے۔

(۱) چونکہ اقتضاے مقام اور نہج کلام شاہد ہے کہ اس آیۂ کریمہ کا آخری جملہ (اور البتہ اُن سے کہدونگا پس وہ میری تعلیم کے موافق خدا کی بنائی ہوئی صورت کو ضرور بدل ڈالینگے) بھی اسیطرح مستقل جملہ ہے جسطرح اسکے قبل کے جملے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ عطف میں اصل تغایر ہے، اور تاسیس[^1] تاکید[^2] سے اولی ہے اسلیے آخری جملہ سے تبتیک آذان (جانوروں کے کان کا چیرنا پھاڑنا) مراد لینا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ یا تو اسکے علاوہ اور تغیرات مقصود ہونگے یا ایک عام معنی جسمیں یہ بھی داخل ہو اور دیگر تغیرات بھی۔

(۲) لفظ خلق اللہ کے جو معنی بھی ہوں مگر اسمیں کوئی شک نہیں کہ اسکے مصداق میں تغیر دینا آیۂ مذکور کی بنا پر حرام ضرور ہے اسلیے کہ یہ تغیر و تبدیل خلاق عالم کی مرضی کے خلاف اور ابلیس کے حکم سے ہوگی، جیساکہ آیت میں اسکی تصریح کردی گئی ہے اور اتباع کرنے والوں کو خسران مبین میں بتایا گیا ہے، البتہ اس حرمت سے وہ چیزیں مستثنیٰ ہوں گی جنکا جواز شرعاً ثابت ہے مثلاً ختنہ اور اصلاح خط وغیرہ بشرطیکہ خلق اللہ کی تشریح ہم کسی ایسے معنی سے نہ کرسکیں جسکی بنا پر یہ اصلاحیں خود خلق اللہ میں داخل ہو جائیں ورنہ استثنا کی بھی حاجت نہ ہوگی،

بہرحال ان چیزوں کے علاوہ جنکا جواز شرعاً ثابت ہے تمام تغیرات عموم آیت میں داخل رہینگے جیساکہ بیضاوی میں ہے عموم اللفظ یمنع الخطاء مطلقاً (عموم لفظ ہر غلطی سے روکتا ہے) یعنی یہ عموم آیہ اصالۃ براءۃ کا بیخ کل اور تغیر فی خلق اللہ میں اصالت حرمت کا ثبوت ہے جس کا مطلب بالفاظ دیگر یہ ہوا کہ جن تغیرات کا خلق اللہ سے مستثنیٰ ہونا مشکوک ہو وہ بھی حرام رہینگے، جائز نہیں ہو سکتے

(۳) ریش تراشی تغیر فی خلق اللہ کے مصادیق میں ضرور داخل ہے اسلیے کہ معصوم فرماتے ہیں، حلق اللحیۃ من المثلۃ ومن مثل فعلیہ لعنۃ اللہ ڈاڑھی منڈوانا مثلہ (ناک کان وغیرہ کاٹنا) ہے اور جو شخص مثلہ کرے اسپر خدا کی لعنت ہے،

اور مثلہ کا تغیر فی خلق اللہ میں ہونا واضح ہے،

[^1]: (افادۂ معنی جدید) ۱۲

[^2]: (استحکام معنی سابق) ۱۲

اگر کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ ریش تراشی لفظ خلق اللہ کے مصادیق میں کیونکر داخل ہو سکتی ہے اسلئے کہ معصومین نے خلق اللہ کی تغیر دین خدا اور فطرت الٰہیہ سے کی ہے جو اک معنوی اور غیر محسوس چیز ہے پھر اسکے افراد میں حلق لحیہ کا داخل کرنا تفسیر معصومین سے بے خبری کی دلیل ہے

تو یہ خیال صحیح نہیں ہے اسلئے کہ اولاً تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ لفظ خلق اللہ سے ظاہر حسّی خلقت ہے نہ معنوی لہٰذا معصوم کا دین و فطرت کے ساتھ تغیر کرنا باطن پر محمول ہوگا اور اسکا اثر جمیعت ظاہر پر کچھ نہیں پڑ سکتا، اُسکی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں ثانیاً ہو سکتا ہے کہ لفظ خلق اللہ سے اک ایسے عام معنی مراد لیئے جائیں جو حسّی و غیر حسّی دونوں کو شامل ہوں اسلئے کہ تحقیق یہ ہے کہ ہر معنی و مفہوم کی اک روح و حقیقت ہوتی ہے جو مختلف قالبوں اور صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے، اور الفاظ حقیقۃً انھیں ارواح و حقائق کے لیئے وضع کئے گئے ہیں، قوالب کو موضوع لہٗ میں کوئی دخل نہیں ہے مثلاً لفظ میزان اک ایسی شئے کے لیئے وضع کی گئی ہے جو کسی چیز کی مقدار بتا سکے اس بنا پر ہماری یہ روزمرّہ کی ترازو (لوہے کی ہو یا لکڑی کی) بھی میزان ہے اس لیے کہ اس سے ادیات کا وزن معلوم ہوتا ہے اور علم عروض بھی میزان ہے اسلئے کہ اس سے شعر کا وزن معلوم ہوتا ہے، منطق بھی میزان ہے اسلئے کہ اس سے دلائل عقلیہ کا وزن معلوم ہوتا ہے مختصر یہ ہے کہ ہر شئے کی میزان اُسکی حیثیت کے موافق ہوتی ہے اور ان تمام میزانوں میں لفظ میزان کا استعمال بطور حقیقت ہے نہ بعنوان مجاز اسلئے کہ وہی روح میزان جو حقیقۃً موضوع لہٗ ہے ہر مقام پر موجود ہے یوں ہی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ خلق اللہ سے مراد ایک وضع مخصوص ہے جو خدا کی پیدا کی ہوئی ہر شئے میں مثل روح میزان اُس شئے کی حیثیت کے موافق پائی جاتی ہے عام اس سے کہ وہ شئے آنکھوں سے دکھائی دیتی ہو یا عقل سے سمجھی جاتی ہو، لہٰذا خلق اللہ میں تغیر حسّی و غیر حسّی دونوں کو شامل رہیگا، کیف ما کان تمام مفسرین عامہ و خاصہ نے بالاتفاق خلق اللہ کی تفسیر میں سیرۃً و صورۃً لکھا ہے اور فقہائے فریقین نے جانوروں کے آختہ کرنے کو تغیر خلق اللہ قرار دیا ہے، بلکہ خود معصومین علیہم السلام نے بھی حسّی تغیرات کو داخل آیہ مذکورہ سمجھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

لعن اللہ الواشرات والمتنمصات والمستوشمات المغیرات خلق اللہ،	خدا لعنت کرتا ہے اُن عورتوں پر جو چہرے کے بال اکھیڑ کر اور دانتوں کو باریک کرا کے اور گدنے گدوا کے خلق اللہ میں تغیر کرتی ہیں،
(ذکری صد ۷۱)	

اور یہ واضح ہے کہ حدیث مذکور کا آخری حصّہ (المغیرات خلق اللہ) آیہ مبارکہ (فلیغیرن خلق اللہ) کی جانب اشارہ ہے، اور یہ روشن دلیل ہے اس امر کی کہ جن امور کا ذکر حدیث مذکور میں

ہوا ہے۔ ہ باوجودیکہ غیر حتمی نہیں ہیں) وہ معصومین کے نزدیک مدلول آیۃ میں داخل ہیں پھر اتو معلوم ہوا کہ مصداق تغیر خلق اللہ میں ریش تراشی کو داخل کرنا تفسیر معصوم سے بیخبری نہیں ہے بلکہ تغیر معنوی میں آیۃ کو منحصر سمجھنا ہی دلیل بے خبری ہے،

احادیث

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ حلق اللحیۃ من المثلۃ ومن مثل فعلیہ لعنۃ اللہ (منقول از جعفریات)

جناب رسالتمآبؐ ارشاد فرماتے ہیں ڈاڑھی منڈانا مثلہ (ناک کان کاٹنا) ہے اور جو شخص مثلہ کرے اسپر خدا کی لعنت ہے،

ریش تراشی مثلہ کے افراد حقیقیہ میں سے ہو یا نہو لیکن اسمیں شک نہیں ہے کہ اس حدیث سے ریش تراشی اور مثلہ کا حکماً ایک ہونا بالکل واضح ہے اور مثلہ کی حرمت مسلم ہے حتیٰ کہ کافر حربی کا مثلہ کرنا بھی جائز نہیں ہے بلکہ یہ فعل اسقدر قبیح ہے کہ جناب امیر المومنین نے واقعہ ضربت کے بعد امام حسنؑ سے وصیت کی تھی کہ بیٹا ابن ملجم کو مثلہ نہ کرنا اسلئے کہ سرور کائنات نے کاٹنے والے کتے کا بھی مثلہ کرنا جائز نہیں قرار دیا ہے،

(۲) قال رسول اللہ ص لیس منا من سلق ولا خرق ولا حلق (منقول از عوالی اللئالی)

آنحضرتؐ فرماتے ہیں لوگوں کے عیوب آزادی سے بیان کرنے والا اور مال کو ناجائز امور میں صرف کرنے والا اور ڈاڑھی منڈانیوالا ہم میں سے نہیں ہے،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریش تراشی کا وہی حکم ہے جو مذکورۂ بالا دونوں امور کا ہے اور ان دونوں کی حرمت بلا اختلاف مسلم ہے بلکہ اسی بنا پر فرمایا ہے لیس منا ان افعال کا مرتکب فطرت اسلامیہ سے خارج ہے) چنانچہ اک حدیث میں فرماتے ہیں:-

ان المجوس جزوا لحاھم و وفروا شواربھم واما نحن نجز الشوارب ونعفی اللحی وھی الفطرۃ

آنحضرت فرماتے ہیں مجوس نے ڈاڑھیاں ترشوائیں اور مونچھیں بڑھائیں اور ہم مونچھیں ترشواتے ہیں اور ڈاڑھیاں بڑھاتے ہیں اور یہی فطرت (اسلامیہ) ہے

(۳) عن علی بن جعفر قال سألت اخی علیہ السلام عن الرجل یاخذ من لحیتہ فقال اما من عارضیہ فلا باس واما من مقدمھا فلا یاخذ (منقول از وسائل و قرب الاسناد)

علی ابن جعفر بیان کرتے ہیں بنے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظمؑ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو ڈاڑھی کے بال چن رہا تھا تو فرمایا کہ رخساروں سے بال چننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن چہرے کے سامنے کے حصہ نہ چنے

فلا یاخذ صیغہ نہی ہے اور نہی میں اصل حرمت ہے لہذا معدوم وجہ سے بالوں کا مونڈنا یا ترشوانا حرام ہوگا البتہ اصلاح کا جواز اور دلیلوں سے ثابت ہے،

(۴) عن حبابۃ الوالبیہ قالت رأیتما امیر المومنین فی شرطۃ الخمیس ومعہ درۃ لہا سابتان یضرب بہا بیاعی الجری والمار ماہی والزمیر والطافی ویقول لہو یا بیاعی مسوخ بنی اسرائیل و جند بنی مروان فقام الیہ فرات بن الاحنف فقال یا امیر المومنین وما جند بنی مروان فقال قوام حلقوا اللحی وفتلوا الشوارب فمسخہم اللہ ماہاہی (وسائل)

جناب حبابہ والبیہ فرماتی ہیں کہ میں نے امیر المومنین کو مجمع لشکر میں دیکھا کہ دست مبارک میں ایک تازیانہ ہے جسکے دو سرے ہیں اور آپ اُس سے جری و مارماہی و زمیر و طافی (مچھلیوں کی قسمیں ہیں) بیچنے والوں کو سزا دے رہے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل و لشکر بنی مروان کے بیچنے والو! یہ سنکر فرات بن احنف اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یا امیر المومنین لشکر بنی مروان سے کون لوگ مراد ہیں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ڈاڑھیاں منڈوائیں اور مونچھیں کو بٹایس وہ ان شکلوں میں مسخ کر دیے گئے،

ظاہر ہے کہ مسخ اک قسم کا عذاب ہے اور عذاب ارتکاب محرمات پر ہوتا ہے لہذا ریش تراشی حرام ہوگی اور یہ واضح ہو کہ دین عیسوی کے احکام ہمارے لیے بھی اسیطرح قابل عمل ہیں جسطرح بنی اسرائیل کے لئے تھے البتہ شریعت اسلامیہ نے جن احکام کو منسوخ کردیا ہے انہیں ناسخ پر عمل کرنا ہوگا اور حرمت حلق کا نسخ معلوم نہیں بلکہ عدم نسخ معلوم ہوتا ہے،

اگر کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ علت مسخ صرف ڈاڑہی منڈوانا نہیں ہے بلکہ مجموعہ حلق لحیہ (ڈاڑہی منڈوانا) وفتل شارب (موچھ کو بٹنا) ہے لہذا اگر اس عبارت سے حرمت ثابت ہوگی تو مجموعہ کی نہ ہر ایک حلق وفتل کی،

تو یہ خیال صحیح نہیں ہے اس لیئے کہ یہ ہمیں تسلیم ہے کہ علت مسخ مجموعی ہی ہے لیکن حرمت حلق یوں نکلتی ہے کہ اس مجموعہ کا ہر جزو علت ہوگا اور باعث نزول عذاب فی الجملہ بھی حرام ہی ہوسکتا ہے نہ واجب مستحب مکروہ اور ریش تراشی کی مدخلیت فی الجملہ تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ اسکا ذکر اس مقام پر بے محل ہوگا، خلاصہ یہ کہ نزول عذاب اور چیز ہے اور فی نفسہ حرمت اور شئے ہے نزول عذاب کی علت بیشک مجموعہ ہی ہے لیکن اس مجموعہ کے اجزا کا حرام ہونا بھی ضروری ہے

(۵) قال رسول اللہ صلعم حفوا الشوارب — آنحضرت فرماتے ہیں کہ مونچھیں چھوٹی رکھو لیکن

واعفوا اللحی ولاتشبھوا بالمجوس — کنارے سے بڑھنے نہ پائیں اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور
(من لایحضرہ الفقیہ) — مجوس سے مشابہ نہ ہو۔

اس حدیث کی دلالت حرمت ریش تراشی پر بالکل واضح ہے اسلیئے کہ امر میں وجوب اصل ہے اور وجوب کا ترک کرنا حرام ہے لہذا ڈاڑھی منڈانا بھی حرام ہوگا،

اگر کسی شخص کو یہ شبہ ہو کہ پہلا امر (حفوا) استحباب کے لیئے ہے لہذا بدلالت قرینہ دوسرا امر (اعفوا) بھی استحباب ہی کے لیئے ہوگا تو اس شبہ کا جواب دو عنوان سے دیا جاسکتا ہے،

پہلا جواب یہ ہے کہ صیغۂ امر میں اصل وجوب ہے لیکن امر اول کا استحباب بعض دلائل خارجیہ سے ثابت ہوتا ہے اسلیئے بمقتضائے اصل کے خلاف اسکو مستحب مانا جائیگا، اور امر دوم کے استحباب پر چونکہ کوئی دلیل نہیں ہے اسلیئے وہ اپنی اصل پر باقی رہیگا، علاوہ اسکے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امر ثانی بھی استحباب کے لیئے ہے مگر ڈاڑھی بڑھانے کی جو حد شریعت نے معین کر دی ہے یعنی ایک مشت وہی مفہوم اعفوا میں داخل ہے جسکا محصل یہ ہوا کہ ڈاڑھی ایک مشت رکھو اب اس امر کے استحبابی ہونے میں کیا شک ہے لیکن اس بنا پر نفس ابقاء لحیہ (ڈاڑھی رکھنا) پر اعفوا اللحی سے کوئی روشنی نہ پڑیگی نہ وجوب ثابت ہوگا نہ استحباب لیکن پھر بھی یہ حدیث ثبت حرمت ریش تراشی رہیگی اسلیئے کہ جملہ مابعد یعنی لا تشبھوا بالمجوس نفس ابقاء کو واجب کرتا ہے اسلیئے کہ حلق مستلزم تشابہ ہے اور تشابہ کی ممانعت کی گئی ہے لہذا ڈاڑھی رکھنا واجب اور منڈانا حرام ہوگا،

جواب دوم یہ ہے کہ ہم امر اول کا استحباب تسلیم نہیں کرتے اسلیئے کہ مقتضائے امر وجوب ہے اور دلیل خارجی سے استحباب کا ثبوت قابل اطمینان نہیں ہے، اگر مجھ سے کہا جائے کہ تقریباً تمام علما استحباب امر اول پر متفق ہیں تو میں عرض کروں گا کہ یونہیں امر ثانی کے وجوب پر بھی علمار کا اجماع ہے چنانچہ علامۂ بہائی نے اعتقادات امامیہ میں اور میر باقر داماد نے شارع النجاۃ میں شہید نے قواعد میں فقی مجلسی نے شرح من لایحضر میں اور علامۂ مجلسی نے حلیہ میں اور عارف کاشانی نے وافی و مفاتیح میں اور شیخ جعفر نے کشف الغطار میں اور صاحب جواہر نے جواہر الکلام میں اور شیخ یوسف بحرینی نے حدائق میں اور بحر العلوم نے درہ میں اور حر عاملی نے وسائل میں اور متبحر شبری نے شرح مفاتیح و احسن التقویم میں اور ابن ابی جمہور نے غوالی اللئالی میں اور نعمۃ اللہ جزائری نے شرح غوالی میں اور دیگر حضرات نے اپنے مصنفات میں، نہ صرف حرمت ریش تراشی کے فتوی دیے ہیں بلکہ اکثر علما نے دعوی اجماع کیا ہے بعض نے مسلمات سے شمار کیا ہے انتہا یہ ہے کہ شہید نے قواعد میں ضمناً پر بھی ریش تراشی

کو اس احتمال کی بنا پر حرام لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ مرد ہو اور بظاہر کسی نسخے کوئی ایسی لفظ بھی نہیں بلکہ جس سے کسی اختلاف کا شائبہ بھی معلوم ہوتا ہو، مثلاً علی الاصح یا علی الاقوی وغیرہ اور اگر بالفرض کسی کا شاذ ونادر قول ہو بھی تو ظاہر ہے کہ وہ قادح اجماع نہیں ہو سکتا،

بالجملہ استحباب امر اول کا مستند اسقدر قوی نہیں معلوم ہوتا جیتنا کہ وجوب امر ثانی کا، بلکہ معصوم کا عمل اخذ شارب (مونچھیں ترشوانا) کے متعلق یہ ملتا ہے،

احفی شاربہ حتیٰ لصق بالعسیب (الذی هو منبت الشعر) وسائل) — مونچھوں کو اتنا باریک کرایا کہ عسیب سے ملا دیا اور عسیب اوپر کے لبوں کا وہ حصہ ہے جس پر بال اُگتے ہیں،

اس سے بالاتر یہ ہے کہ جناب امیر المومنین فرماتے ہیں:-

لولم اخف من عذاب اللہ لکویت موضع الشارب — اگر مجھے عذاب خدا کا (غالباً حرمت ایذا کی وجہ سے) خوف نہ ہوتا تو مونچھ کے اُگنے کی جگہ کو داغ دیتا،

بلکہ من لایحضرہ الفقیہ میں صریحی امر ثانی کی تاکید بھی موجود ہے،

لایطولن احدکم شاربہ — تم میں سے کوئی اپنی مونچھوں کو ہرگز نہ بڑھائے

محصل جواب یہ ہوا کہ یا تو دونوں امر صریحاً وجوب کے لئے ہیں یا کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ وجوب امر ثانی کی وجہ سے وجوب امر اول پر استدلال کرنا اقوی ہے بخلاف اسکے کہ استحباب امر اول سے استحباب امر ثانی پر استدلال کیا جائے

ممکن ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ اگر مجوس ڈاڑھی منڈوانا چھوڑ دیں تو ریش تراشی حرام نہ رہیگی اسلئے کہ مدار حرمت تشبیہ ہے اور وہ اس صورت میں باقی نہ رہیگا،

تو یہ خیال بھی صحیح نہیں اسلئے کہ تشبیہ بالمجوس بیان حکمت ہے نہ بیان علت اور اگر مانا کہ علت ہے لیکن از قسم معرفات ہے نہ علت تامہ،

یہ چند دلیلیں اثبات حرمت ریش تراشی میں کافی سے زیادہ ہیں باقی جو حضرات قریب نفس کی وجہ سے عمداً سمجھنا ہی نہیں چاہتے اُنکے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ اب میں اپنی اس مضمون کو دو مختصر باتوں پر ختم کرتا ہوں،

(۱) ریش تراشی کی حرمت صرف ہمارے ہی یہاں مسلم نہیں ہے بلکہ مسلمات اسلام سے ہے صحاح معتبرات اہلسنت اخبار و اقوال حرمت سے مملو ہیں (۲) ریش تراشی ایک جہت سے بہت سے گناہان کبیرہ سے بدتر ہے اسلئے کہ اُن میں اخفا ممکن ہے لیکن اسمیں تقریباً تجاہر بالفسق لازم ہے جسکے معنی خدا کی کھلی ہوئی مخالفت کے ہیں،

(منقول از آقائے عبد الکریم قمی مدظلہ، سید محمد سعید)

دو دو باتیں

(۱) مدرسۃ الواعظین کا سالانہ اجلاس امسال بعض وجوہ سے ماہ دسمبر ۳۰ء میں منعقد نہ ہوگا لیکن ہمدردان و بہی خواہان مدرسہ کو اطمینان دلایا جاتا ہے کہ ان شاء اللہ المستعان ۳۱ء کی پہلی ہی سہ ماہی میں یہ اجلاس اسی عظم وشان کے ساتھ منعقد ہوگا جسے آپ حضرات سالہائے ماسبق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں، مقام و تاریخ کی اطلاع حسب معمول قبل سے دیجائیگی،

(۲) جناب فضیلت مآب مولانا المولوی السید علی نقی صاحب قبلہ نے بھی ایک مضمون نہایت شرح وبسط کے ساتھ "المستفسر" کے جواب میں نجف اشرف سے ارسال فرمایا ہے، اگر یہ مضمون کچھ قبل سے پہونچ جاتا تو ہم اسی اشاعت سے اسکو شروع کردیتے مگر افسوس کہ یہ مضمون ایسے وقت پر پہونچا کہ پورا پرچہ مرتب ہوچکا تھا اور کاپی بھی تیار ہوچکی تھی تاہم ناظرین کرام کو انتظار کی زحمت زیادہ تر نہ اٹھانا پڑیگی ہم کوشش کرینگے کہ جلد سے جلد اسکو شایع کردیں

(۳) تذکرۂ شیعہ حفاظ قرآن کی تیسری قسط بھی جناب ممدوح نے ارسال فرمادی ہے وہ بھی انشاء اللہ عنقریب کسی آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے گا۔ (ناچیز مدیر)

(۴) جن حضرات کی خدمتمیں ۲۹ء کی آخری ششماہی یا سہ ماہی میں الواعظ کے کل گذشتہ نمبر بذریعہ وی پی روانہ ہوکر آخر سال تک مسلسل روانہ ہوتے رہے اور باوجود ۱۲ نمبر پہونچ جانے کے بھی جنوری ۳۰ء میں انکی خدمتمیں صرف اسوجہ سے وی پی روانہ نہیں کیا گیا کہ بھلا وی پی وصول کرنے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد دوسرا وی پی کا وصول کرنا گراں نہ گذرے وہ حضرات ۳۰ء کا بقایا اور ۳۱ء کا پیشگی چندہ بذریعہ منی آڈر ارسال فرماکر ممنون فرمائیں ورنہ جنوری ۳۱ء کا پرچہ اُن کی خدمت میں بذریعہ وی پی قیمتی ۴ سے مع بقایا و پیشگی حاضر ہوگا جسکا وصول کرنا انکا اخلاقی فرض ہوگا،

جن حضرات نے ابتدائے ۳۰ء میں وی پی کی ممانعت فرماکر از خود چندہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا مگر اب تک اپنے وعدہ کو وفا نہیں فرمایا ان ہی ۳۰ء کا بقایا اور ۳۱ء کا پیشگی چندہ بذریعہ منی آڈر ارسال فرماکر ممنون فرمائیں ورنہ انکی خدمت میں بھی جنوری ۳۱ء کا پرچہ بذریعہ وی پی قیمتی ۴ سے مع بقایا و پیشگی حاضر ہوگا جسکا وصول کرنا اُن کا اخلاقی فرض ہوگا،

جو حضرات ۳۰ء کے درمیان میں خریدار ہوئے تھے اور جن کی خدمت میں کل گذشتہ پرچہ بذریعہ وی پی روانہ ہوکر آج تک مسلسل حاضر ہوتے رہے وہ بھی دسمبر کا پرچہ وصول فرماکر ۳۱ء کا پیشگی چندہ بذریعہ منی آڈر ارسال فرمادیں ورنہ اُن کی خدمت میں جنوری ۳۱ء کا پرچہ بذریعہ وی پی قیمتی ۲ روپے سے حاضر ہوگا جسکا وصول کرنا اُن کا اخلاقی فرض ہوگا اور یہ عاجزانہ التماس نہایت توجہ سے ملاحظہ ہوگی (ناچیز منیجر)

ہمارا ایران

سلطنتِ ایران شیعیانِ دنیا کی واحد سلطنت اور علم و کمال کا مرکز ہے علمی دنیا پر علمائے ایران کا بڑا احسان ہے مذہب شیعہ کے افراد کہیں بھی مقیم ہوں مگر اس سلطنت کو اپنے لئے مایۂ ناز و افتخار اور موجبِ قوت سمجھتے ہیں کچھ زمانہ سے خود غرضی اور بدنظمی نے سلطنت کو ضعیف اور کمزور کر دیا تھا اور ہمسایہ سلاطین اپنے اپنے اثر پہونچا کر اُسکے تقسیم کر لینے پر آمادہ ہو گئی تھیں ایران کی خوش قسمتی تھی کہ یہ سلطنت اعلیٰحضرت رضا شاہ پہلوی خلد اللہ ملکہٗ کے زیرِ سایہ آ گئی اور بعد میں شہنشاہ ملک ایران پر حکمران ہوئے اور گئے ہوئے اقتدار و عظمت کے واپس لینے اور اپنی مبتذل رفتار سے منہمک ہوئے اور سیاست اور دیانت دونوں کی طرف انتظامی توجہ فرمائی لیکن چونکہ دیانت کی نگرانی کے لیے طبقہ علما و مجتہدین کے اثرات کافی طور پر موجود تھے اور سیاست کی خرابیاں سلطنت کے اساس کو متزلزل کیے ہوئے تھیں اسلئے ملکی انتظام کی اہمیت کا لحاظ کرتے ہوئے استحکام ملک کی تدابیر مقدم کیا اور ملک کے ہر گوشہ میں ایک حسنِ انتظام سے پوری ترقی پیدا کر دی اور اغیار کے اثرات کو قطع کر کے ملک کو آزاد ملک اور سلطنت کو مستحکم سلطنت بنا دیا اور ابتک ہمہ تن ملکی ترقیوں میں مصروف ہیں اور جب پوری طرح سلطنت مستحکم ہو جائے گی اسوقت دیانت کی ترقی بھی خدا نے چاہا تو اسیطرح نظر آئے گی جسطرح ملکی ترقیاں ظاہر ہو رہی ہیں"

یہ رمز لوگوں کی سمجھ میں ٹھیک نہیں آیا اسلئے لوگوں کے توہمات بڑھ گئے کوئی کہتا تھا کہ ایران بھی مثل ترکی کے اسلام سے آزاد ہوا چاہتا ہے کوئی سمجھتا تھا کہ مذہب تشیع ایران سے رخصت ہو رہا ہے کوئی شخص ذاتِ ملوکانہ کی نسبت طرح طرح کے خیال کر رہا تھا لیکن اصل مطلب یہی تھا جو ہم نے بیان کر دیا اور ہمارے قول کی تصدیق اُس تحریر سے بخوبی ہوتی ہے جو وزیر دربار پہلوی کی جانب سے مدیر محترم مجلۂ "مسلم ریویو" کے نام انکے ایک مراسلہ کے جواب میں صادر ہوئی ہے، جسکا ترجمہ ذیل میں درج ہے اور نقل اُسکی بعینہٖ جس صفحہ پر ملاحظۂ ناظرین کے لیے منسلک ہے جس سے ایران کی اسلام نوازی پر کافی روشنی پڑ رہی ہے،

ترجمہ مراسلۂ شریفہ وزارت دربار پہلوی

آقائے سید حبیب حسین مدیر محترم رسالہ مسلم ریویو

مراسلہ شریفہ وصول ہوا اور رسالہ "مسلم ریویو" کے دو نمبروں کا اڈیٹوریل حسن اظہار افسوس کرتے ہوئے اشاعت ہائے سابقہ کی تکذیب مندرج تھی ملاحظہ ہوا اور اُن احساسات سے جنہوں نے جناب عالی کو غلط فہمی کے بعد اسکی تلافی کی ہدایت کی ہے مسرت حاصل ہوئی، کچھ شک نہیں کہ پاک و بے عیب ظاہر کرنا مقام بلند سلطنت عظیمہ ایران کا جو اس زمانہ میں عالم تشیع اسلامی کی یکتا پشت پناہ ہے تمام مسلمین شیعی مذہب کا پہلا فریضہ ہے اور جناب عالی کی ذات پر جو اس مسلک مقدس کے حامیوں سے ہیں فرض ہے کہ ترقیات عالیہ ایران کو جو ایک قلیل مدت میں زیر سایۂ مبارک بندگان اعلیحضرت ہمایوں شاہنشاہی ارواحنا فداہ حاصل ہوئی ہیں اور جنہوں نے اس مملکت کے قالب افسردہ میں روح تازہ پھونک کر شاہراہ ترقی و بلندی پر پہنچایا ہے تمام دنیا کے شیعوں کے کانوں تک پہنچادیں۔ خاتمۂ کلام میں جناب عالی کے لیے زیادتی توفیقات ترویج مذہب تشیع کا خداوند عالم سے خواستگار ہوں

تیمور تاش

وزیر دربار پہلوی

ہم شیعیان دنیا کو اطمینان دلاتے ہوئے انہیں آگاہ کرتے ہیں کہ سلطنت ایران نے بہت قلیل عرصہ میں ہر قسم اور ہر شعبہ میں اتنی ترقی کی ہے کہ اب سلطنت ایک عظیم الشان سلطنت کہے جانیکی مستحق ہوگئی ہے، تمام شیعیان دنیا کو شاہنشاہ پہلوی کے لیے صمیم قلب سے دعا کرنی چاہیے اور اپنے دلوں کو مطمئن رکھنا چاہیے کہ انشاءاللہ بہت جلد دینی ترقیاں بھی اس سلطنت میں اسی اعلیٰ پیمانہ پر نظر آئینگی جس بلند پیمانہ پر سیاسی ترقیاں محیر العقول نظر آرہی ہیں،

(ناچیز مدیر)

نقل مراسلۂ لطفۂ وزیر دربار پہلوی آقای تیمورتاش

نمبر ۳۲۸۴
۹/۷/۱۴

آقای سید حسین مدیر محترم مجلہ مسلم ریویو

مراسلۂ شریفہ واصل و از مقالۂ دو نمرہ مجلۂ "مسلم ریویو" کہ با اظہار تأسف تکذیب شائعات مقتبل را مندرج بود ملاحظہ شد و از احساساتیکہ جناب عالی الیس از سوء تفاہم ہای بی جہت آن نمودہ است مسرت حاصل شد البتہ تقدیس و تنزیہ مقام شامخ سلطنت عظمی ایران کہ در دنیای امروزہ یگانہ پشتیبان عالم تشیع اسلامی است پس وظیفۂ عموم مسلمین شیعی مذہب و بخصوص جناب عالی کہ از خدام این مسلک مقدس ہستید فرض است کہ ترقیات عالیۂ ایران را کہ در تحت ظل مبارک اعلیحضرت ہمایون شاہنشاہی را احیا و افادہ حاصل و بہ کالبد فسردۂ این مملکت روح تازہ دمیدہ و بشاہراہ ترقی و تعالی سوق داد گوشزد شیعیان دنیا بفرمائید، در خاتمہ مزید توفیقات جناب عالی را برای ترویج مذہب تشیع از خداوند خواہانم

تیمورتاش
وزیر دربار پہلوی

انجمن مؤید العلوم و دار التالیف مدرسۃ الواعظین کی مفید و قابل قدر تصنیفات

فوراً منگائیے قیمتوں میں زبردست رعایت

النبوۃ والخلافہ تصنیف حضرت شمس العلما نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن مسئلہ خلافت پر تنقیدی اور محققانہ نظر قابل دید رسالہ ہے انگریزی ترجمہ بھی شایع ہو چکا ہے ۳ر

الموحد ترجمہ تعلیم شمس العلما نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن مسئلہ توحید کو نہایت مستحکم دلائل سے ثابت کیا گیا ہے عنقریب انگریزی ترجمہ بھی طبع ہو جائیگا ۳ر

خطاب فاصل۔ اردو ترجمہ میزان عادل ترجمہ جناب شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ نائب صدر انجمن اسلام اور عیسائیت کے اصول کا مقابلہ ۳ر

مسالک الحکما۔ اردو ترجمہ مناہج الحکما ترجمہ جناب شمس العلما مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ۔ مانی پرستوں کے مذہب کی تفصیل اور انکے خیالات کا رد ۳ر

ید بیضا توریت کی پیشگوئیوں سے جناب رسالتمآبؐ کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید علی غضنفر صاحب مبرّز جناب سلطان العلماء اعلی اللہ مقامہا ۳ر

رد التناسخ مصنفہ جناب مولانا محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم مسئلہ تناسخ پر حکیمانہ لیکن عام فہم بحث روح و مادہ کی قدامت کا ابطال آریوں کی مایہ ناز کتابوں کا مسکت جواب ۱ر

انسانی قربانی ویدوں کے زمانہ کی انسانی قربانی از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب ۲ر

ویدمت قربانی۔ وید سے قربانی کا جواز از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب ۲ر

تصدیق رسالت گوتم بدھ کی پیشنگوئیوں سے جناب ختمی مرتبت کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید احمد علی صاحب موہانی بی۔ اے ۲ر

اسلام اینڈ دی لائٹ آف شیعزم انگریزی ترجمہ شریعۃ الاسلام حصہ اول ترجمہ جناب بادشاہ حسین صاحب بی اے اصول عقائد اسلام کی حقیت دیگر مذاہب کے مقابلے میں زبردست دلائل سے ثابت کی گئی ہے جلد انگلش فیشن ۲ر

دی پرافٹ شپ اینڈ دی کیلیفیٹ انگریزی ترجمہ النبوۃ والخلافہ ترجمہ جناب مولوی لقاء علی صاحب داغ جلد انگلش فیشن ۱ر

دی ٹریجڈی آف کربلا عزاداری پر انگریزی میں تبصرہ از جناب امیر علی صاحب لیکچرار لکھنؤ یونیورسٹی ۱ر

الاعجاز معجزہ کی حقیقت کا انکشاف اور شبہات کا رد از جناب مولانا مولوی محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ۱ر

المعراج دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معراج کا ثبوت از جناب مولانا السید محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ۱ر

اسلام مغرب کی نظر میں از جناب شہنشاہ حسین صاحب ایم اے

شریعۃ الاسلام حصہ اول اصول و عقائد مذہب حقہ کا با دلائل تذکرہ از جناب مولانا السید محمد صاحب ابن سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۲ر

شریعۃ الاسلام حصہ دوم طہارت و صلوۃ کے مسائل۔ مصدقہ جناب سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۶ر ۲ر

شریعۃ الاسلام ضمیمہ مستورات کے متعلق شرعی احکام اور دیگر مفید باتیں

سیاستِ علویہ

حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کی عہد خلافت ظاہرہ میں آپ کے مخالفین کی تخریبی گرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و خانہ جنگی کی جو صورت رونما ہوگئی ہے اُس پر نظر کرکے اکثر ناواقف کوتاہ نظر لوگ اس شبہہ میں گرفتار ہوجاتے ہیں کہ حضرت کی ذات ملکوتی صفات میں سیاست ملک و نظم حکومت کا دہ ملکہ موجود نہ تھا جو ایک مدبر حکمراں میں ہونا چاہیئے اس خلاف واقع خیال کو دفع کرنے کے لیئے فاضل جلیل جناب مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری تلمیذ حضرت قدوۃ الکاملین مولانا السید محمد ہارون صاحب مرحوم و مغفور زنگی پوری نے اس گرانقدر رسالہ کی ترتیب و تالیف میں محققانہ جد و جہد فرمائی ہے اور بے شبہہ اس موضوع خاص میں یہ رسالہ کم النظیر بلکہ عدیم النظیر ہے فاضل ممدوح نے دین و دنیا اور اُنکی سیاسیات کا باہمی تعلق اور اہل دنیا کی سیاستوں کے حقیقی اغراض و مقاصد سے وسعت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہوے واضح کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین صلواۃ اللہ علیہ نے نظام حکومت کی بنیاد جن اصول پر قائم فرمائی تھی اُن سے بہتر کسی انصاف پیشہ و عدالت شعار و مدبر دماغ میں نہیں آسکتی اور انھیں اصول میں دین و دنیا دونوں کی اصلاح و ترقی کا راز مضمر تھا نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آپ کے عہد میں اختلال و افتراق کے رونما ہونے کے حقیقی اسباب کیا تھے غرض اس رسالہ کے خصوصیات کا تقاضا یہی ہے کہ اہل ذوق کو اسکے مطالعہ سے دریغ نہ کرنا چاہیئے قیمت علاوہ محصولڈاک ۱۲/

ملنے کا پتہ

مینجر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۰۷۷

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر سرپرستی حجۃ الاسلام الاعظم نجم العلماء مد ظلہم العالی

مدیر

حکیم سید قاسم علی رضوی ابن حکیم سید نقی عمدۃ الافاضل

باہتمام سید اقبال حسین منیجر مطبع

مصباح الاسلام الواعظین پریس لکھنؤ میں چھپ کر

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع ہوا

کتبہ جعفر الکونین سید محمد حسین عفی عنہ

مقاصد

مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا۔

(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا۔

(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اسکی جامعیت

(۴) اسلامی اخلاق وآداب کی فضیلت

(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت

(۶) اسلامی احکام وقوانین شریعت

(۷) ائمہ طاہرین کے کمالات وہدایات

(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات

(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا،

(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ ونقلیہ

(۱۱) فلسفہ قدیمہ وجدیدہ اور دیگر

(۱۲) مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام وازالۂ شبہات

(۱۳) اکتشافات جدیدہ وحقائق اسلام

(۱۴) اخبار علمیہ

قواعد

(۱) یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی ماہ کی آخری تاریخوں میں شایع ہوا کریگا

(۲) ہر خریدار کو کم از کم ایک سال کے لئے خریدنا ہوگا،

(۳) نمونہ کا پرچہ ۳ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہو سکتا ہے،

(۴) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے

(۵) اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط وکتابت طے ہو سکتی ہے

(۶) علمی معاملات کے متعلق خط وکتابت وارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیئے

(۷) شرح قیمت:۔ روساء ووالیان ملک سے جو مرحمت فرمائیں عام خریداران سے (عہ) پتہ دفتر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج الواعظ نہ ہوسکے گا

(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئیں اڈیٹر کو تغیر وتبدل دراصلاح کا اختیار ہوگا،

(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو

(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کیئے جائیں اور عبارات عربیہ پر اعراب لگائے جائیں نیز عربی عبارت کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیئے

(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے،

(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیئے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم



سورۂ آل عمران

الواعظ

نمبر (۱۲) بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء مطابق ماہ رجب ۱۳۴۹ھ جلد (۹)

فہرست مضامین

ادائے یکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس ایک نگاہ پہ ٹھہرے فیصلہ دل کا

ناظرین کرام قارئین عظام ! سنہ ۳۰ء رخصت ہو رہا ہے سنہ ۳۱ء کی آمد آمد ہے بارھواں نمبر جلد ۹ کا حاضر ہے ہم دسویں جلد کے پہلے نمبر کی تیاری کریں اور آپ بقایائے گذشتہ اور سنہ ۳۱ء کی پیشگی قیمت یا اگر کچھ باقی نہ ہو تو صرف سنہ ۳۱ء کی پیشگی قیمت بذریعہ منی آڈر ارسال فرماکر ممنون فرمائیں،

جن حضرات نے ابتدائے سال میں قیمتیں ادا فرمادی تھیں وہ بھی ادا ہوگئیں اور جو حضرات درمیان سال میں خریدار ہوئے تھے اور جنھیں شروع سال سے کل نمبر روانہ کرکے پورے سال کی قیمت وصول کرلی گئی تھی انکی بھی پوری قیمت بھی اس نمبر کے پہونچ جانے کے بعد ادا ہوجائیگی ایسے حضرات سے صرف سنہ ۳۱ء پیشگی چندہ کا مطالبہ ہے اور بکمال تمنا التماس ہے کہ اگر آپ آئندہ بھی اپنی نظر توجہ سے اس پرچہ کو مشرف رکھنا چاہتے ہیں تو براہ کرم اس نمبر کے ملاحظہ فرماتے ہی دسویں جلد کا پیشگی چندہ بذریعہ منی آڈر ارسال فرمادیں ورنہ نمبر ۱ جلد ۱۰ بذریعہ وی پی قیمتی ۳ سے حاضر ہوگا جس کا وصول کرنا آپکا اخلاقی فرض ہوگا اور اگر خدانخواستہ کوئی وجہ آئندہ خریداری کی مانع ہو تو براہ ہمدردی قومی ایک کارڈ کے ذریعہ سے مطلع فرماکر وی پی کے بیجا مصارف سے اس قومی ادارہ کو محفوظ رکھکر شکر گذاری کا موقع دیجیے،

کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جن کی خدمت میں سنہ ۲۹ء کی آخری ششماہی یا سہ ماہی میں الواعظ کے گذشتہ نمبر روانہ ہوکر آخر سال تک مسلسل روانہ ہوتے رہے اور باوجود ۱۲ نمبر پہونچ جانے کے بھی جنوری سنہ ۳۰ء میں صرف اس وجہ سے ان کی خدمت میں وی پی روانہ نہیں کیا گیا کہ پہلا وی پی وصول کرنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد دوسرے وی پی کا وصول کرنا گراں گذرے گا ان حضرات سے سنہ ۳۰ء کا بقایا اور سنہ ۳۱ء کا پیشگی چندہ بذریعہ منی آڈر ارسال فرمائیں نیز جنوری سنہ ۳۱ء کا پرچہ انکی خدمت میں بذریعہ وی پی قیمتی ۳ سے مع بقایا و پیشگی حاضر ہوگا جسکا وصول کرنا اُن کا اخلاقی فرض ہوگا،

کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جنھوں نے ابتدائے سنہ ۳۰ء میں وی پی کی ممانعت فرماکر از خود چندہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا کے ابتک اپنے وعدہ کو وفا نہیں فرمایا وہ بھی سنہ ۳۰ء کا بقایا اور سنہ ۳۱ء کا پیشگی چندہ بذریعہ منی آڈر ارسال فرماکر ممنون فرمائیں ورنہ مجبوراً انکی خدمت میں بھی جنوری سنہ ۳۱ء کا پرچہ وی پی قیمتی ۳ سے مع بقایا و پیشگی حاضر ہوگا

شذرات

جناب مولوی فضل علی صاحب واعظ میرٹھ اور پنجاب میں

جناب ممدوح نے ۶ مارچ سے ۱۳ اپریل سنہ ۳۰ء تک جن جن مقامات کا دورہ کیا ہے اُن کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:-

کھرواجلال پور ضلع میرٹھ یہاں جناب واعظ اور پنڈت دھرم بھکشو صاحب آریہ سے ایک معرکۃ الآرا مناظرہ ہوا تھا جس کی اجمالی کیفیت نمبر ۱۲ جلد ۹ میں ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے لہذا فی الجملہ اُسکے تفصیلات حاضر کیے جاتے ہیں، موضع مذکور میں جناب واعظ کے تشریف لے جانے کا اصلی سبب تھا کہ چار پانچ برس سے آریوں نے سخت شورش برپا کر رکھی تھی ہر سال اپنا تبلیغی جلسہ کرتے تھے اور مسلمانوں کو مناظرہ کا اعلان دیا کرتے تھے اور جواب نہ پا کر مسلمانوں پر بیجا اعتراضات کرکے انھیں اسلام کی جانب سے مشکوک کرنے کی کوشش کرتے تھے دو ایک مرتبہ مناظرہ بھی ہوئے مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے چنانچہ امسال بھی اپنے جلسوں کے اعلان کے ساتھ مناظرہ کا اعلان دیا اور مسلمانوں سے مباحثہ پر آمادہ ہوئے آخر سادات رفیع الدرجات بھی آمادہ ہو گئے اور انھوں نے ایک معرکہ آرا مناظرہ کا ارادہ کرکے جناب واعظ سے بتوسط مولوی احمد رضا صاحب متعلم سید الواعظین مراسلت شروع کر دی اور جن تاریخوں میں جناب واعظ حضرات مظفر گڈھ کو اپنی تشریف لیجانے کی اطلاع دے چکے تھے انھیں تاریخوں میں ممدوح کی تشریف آوری کی استدعا پیش کی مگر چونکہ یہ مناظرہ بہ نسبت مظفر گڈھ جانے کے زیادہ اہم تھا اسوجہ سے مظفر گڈھ کا جانا ملتوی کرکے ۶ مارچ کو انبالہ سے کھروا پہونچکر شرائط مناظرہ و موضوع بحث طے کرکے ۸ مارچ کو آریوں کی کتابوں کا انتظام کرنے کے لیے لکھنؤ تشریف لائے اور ۱۳ مارچ کو لکھنؤ سے روانہ ہو کر ۱۴ مارچ کو کھروا پہونچ گئے اور آریوں نے بھی اپنے نمایندوں کو پنڈت رام چندر جی اور پنڈت دھرم بھکشو جی کے بلانے کے لیے دہلی اور لکھنؤ روانہ کیا اور بہزار دقت و کوشش پنڈت دھرم بھکشو صاحب کے لانے میں کامیاب ہوئے ۱۵، ۱۶ مارچ مناظرہ کی تاریخیں مقرر ہو چکی تھیں اسی بنا پر پہلا جلسہ ۱۵ مارچ کو زیر صدارت پنڈت شیر سنگھ جی مظفر نگری منعقد ہوا جسمیں آج کے لیے یہ موضوع بحث قرار دیا گیا

تھا کہ قرآن مجید الہامی کتاب ہے، یا نہیں پنڈت دھرم بھکشو جی نے صحیح بخاری اور تفسیر شاہ ولی اللہ صاحب کو پیش نظر رکھکر العیاذ باللہ جسمیت باری تعالیٰ کے ثابت کرنے کی بہت کوشش کی مگر بالآخر جناب واعظ کے الزامی جوابات سے لاجواب ہو گئے، قاعدہ سے تو پنڈت جی سائل[۵] اور جناب واعظ مجیب تھے مگر دوران بحث میں الزامی جوابات کے سلسلہ میں پنڈت جی مجیب ہو کر ایسے مرعوب ہوئے کہ انکا عجز چھپائے نہ چھپ سکا اور ہندوؤں نے عموماً یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر رامچندر جی ہوتے تو چونکہ وہ زبان ذی علم تھے لہذا مناظرہ بیان پر لطف ہوتا جسکا جواب مسلمانوں کی طرف سے یہ دیا گیا کہ اگر رام چندر جی ہوتے تو آپ لوگ دھرم بھکشو کو یاد کرتے،

دوسرا جلسہ ۱۶ مارچ کو منعقد ہوا آج موضوع بحث وید ونپر اعتراض تھا جسکے لئے مولوی کبیر الدین صاحب ساکن دہلی جو بنا بر شہرت دس برس آریہ رہ چکے تھے اور مولوی عمر الدین صاحب احمدی دہلوی نہایت صبر سے زائد وقت طلب کر رہے تھے اور نہایت بیتاب تھے آخر مجبور ہو کر شروع کا ایک گھنٹہ ان حضرات کو دیا گیا مگر چونکہ آخر الذکر نے نہایت سخت لہجہ میں اور نہایت نا ملائم الفاظ میں بحث شروع کی لہذا ادھر سے بھی جواب ترکی بترکی دیا گیا اور فریقین میں غیظ و غضب پیدا ہو گیا بہت کوشش کی گئی کہ گفتگو نرم ہو مگر دونوں میں سے کسی نے سماعت نہ کی نتیجہ یہ نکلا کہ جب موصوف نے اپنی تقریر ختم کی اور جناب واعظ تقریر کے لئے اٹھے تو پنڈت جی نے فرمایا کہ اب مولوی صاحب کو تقریر کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر وہ اٹھیں گے تو انھیں اپنے پیشرو کی تقریر کا ذمہ دار ہونا پڑے گا مگر جب اسے منظور کر لیا گیا تو پنڈت جی نے ارشاد فرمایا کہ جناب واعظ کو مقرر سابق کے عجز کا بھی اعلان کرنا ہوگا جسکے جواب میں کہا گیا کہ یہ شرط موصوف کے اٹھتے وقت کیوں نہ پیش کی گئی اور کیوں نہ کہا گیا کہ وہ جناب واعظ کا عجز تسلیم کر لیں تو کھڑے ہوں انھیں تو بے چون و چرا اجازت دیدی گئی اور اصل مناظر کو روکا جا رہا ہے یہ ایک قاعدہ کی بات تھی جسکا جواب ترش کلامی تھا مگر صدر نے بجائے باقاعدہ جواب کے پنڈت جی کے جواب کی تائید اور حمایت کی اور جناب واعظ کو ترش لہجہ میں بیٹھ جانے کا حکم دیا جس نے جلسہ کو نہایت بے لطف کر دیا مسلمان جناب واعظ کی تقریر کے لئے مصر اور انھیں اجازت نہ ملنے کی صورت میں مناظرہ برخاست کرنے پر آمادہ تھے اور صدر جلسہ پنڈت جی کی حمایت میں اپنے لہجہ کی ترشی کو تبدیل نہ کرتے تھے آخر اس طرز

---

[۵] اصطلاح علم مناظرہ میں مجیب ہے جو اپنے نفس کو ابتداء کلام کرنے کے لئے مقرر کرے اور سائل وہ ہے جو مجیب کے بعد اسکے کلام میں اعتراض کرے کبھی اثنائے کلام میں مجیب سائل اور سائل مجیب ہو جاتا ہے،

عمل ہے ایک منسٹر ڈپٹی کلکٹر صاحب نے انتہائے جوش میں ایک اسلامی عالم کو بے تہذیبی سے خطاب کرنے کی شکایت کی اور جلسہ گاہ کے اندر اور باہر ایک ہلچل پیدا ہوگئی قریب تھا کہ کوئی بدنما صورت پیدا ہوجائے مگر پولیس مابین فریقین کھڑی ہوگئی اور جناب واعظ نے بھی اپنے حسن تدبیر سے بہت کچھ روک تھام کرکے مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی کہ وہ صبر سے کام لیں اور بے صبری کرکے مناظرہ کے بند ہوجانیکا موجب نہیں اور پنڈت جی کی اس کوشش کو کہ مناظرہ بند ہوجائے کامیاب نہ ہونے دیں اس طرز عمل سے جلسہ میں سکون پیدا ہوا اور مناظرہ شروع ہوکر مقررہ وقت پر ختم ہوا اور دیکھنے والوں نے اعتراضات اور جوابات کی نوعیت کو دیکھ لیا اور اہل جلسہ جو اثر لیکر اُٹھے تھے وہ دوسرے روز آریوں کے تبلیغی جلسہ کی بے رونقی سے جو ان کے شوالہ میں ایک کھلے مقام پر منعقد ہوتا اور مسلمانوں کے جلسۂ وعظ میں ہندو مسلمانوں کے مجمع کی کثرت سے واضح ہوگیا اور عوام پر بہت اچھا اثر پڑا اس جلسہ میں اگرچہ موضوع بیان حقانیت صدق اسلام تھا لیکن اثنائے کلام میں مذہب آریہ کے بعض نقائص پر بھی روشنی ڈالی گئی سادات رفیع الدرجات کا یہ خیال تھا کہ اگر دو چار وعظ اور بھی ایسے ہی ہوجائیں تو سیکڑوں آدمی مذہب حق کے دائرہ میں داخل ہوجائیں برادران اہلسنت کو یہ حیرت تھی کہ آریہ تمام اعتراض میں انہیں کی کتابوں کو کیوں پیش کرتے ہیں اور کتب شیعہ کو کیوں نہیں پیش کرتے جسکے وجوہ انھیں کافی طریقہ سے سمجھا دیئے گئے اور بتلا دیا گیا کہ کتب شیعہ میں انھیں اعتراضات کی گنجائش نہیں مل سکتی بہرحال فریقین اسلام بلکہ غیر متعصب ہنود بھی نہایت محظوظ و متاثر ہوئے اور مناظرہ اور جلسۂ وعظ نہایت کامیاب رہا،

نارووال ۱۸ مارچ کو صبح سات بجے کھڑا جلال پور سے روانہ ہوکر میرٹھ اور انبالہ اور گجرانوالہ اور وزیرآباد اور سیالکوٹ سے مرور کرتے ہوئے ۲۴ مارچ کو نارووال پہونچکر ۲۹ مارچ تک مقیم رہے،

۲۵ مارچ کو دوپہر کے قریب دو عیسائی جناب واعظ کی خبر سنکر آئے تقریباً ڈھائی گھنٹہ صفات جناب باری تعالیٰ اور خلق عالم کے متعلق گفتگو رہی شب کو امامیہ ہال میں جلسۂ وعظ منعقد ہوا مجمع کافی تھا موضوع تقریر عبادت اور عبدیت تھا،

۲۶ مارچ کو عیسائی مبلغین بعد دوپہر تشریف لائے اعجاز قرآن مجید اور وجوہ اعجاز پر گفتگو رہی آخر میں انھوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے قرآن کا جواب پیش کیا ہے مگر جب اُن کے دعوے کی سند مانگی گئی اور جس کتاب میں مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہو وہ طلب کی گئی تو وہ حیلہ حوالہ کرکے چلے گئے اور باوجود وعدہ فرمانے

کے بہر نہیں آسکے،

ناروو وال شیعہ خوجوں کی مشہور بستی ہے اور یہاں کے لوگ بھی مثل خوجگان بمبئی کے تجارت پیشہ ہیں مگر انکی تجارتیں چھوٹے پیمانہ کی اور زیادہ متمول نہیں ہیں لیکن باایں ہمہ ان لوگوں میں کچھ ایسی رنجشیں موجود ہیں جنکی وجہ سے خدمات دینیہ پر ناگوار اثر پڑ رہا ہے جناب واعظ نے اس بستی کے نمائندوں کو امامیہ ہال میں بلا کر بہت کچھ فہمائش کی و آپس میں نفاق و اتحاد کے فوائد اور سلام و کلام ترک کردینے کے دینی و دنیوی نقصانات بیان کرکے سب حضرات سے عفو و درگذر کا عہد لیا اور وہی اثر بزرگ جنمیں کافی رنجش ہو چکی تھی باہم مل گئے مدرسہ کیلئے کسی قدر چندہ بھی فراہم ہوگیا اور آئندہ کسی مناسب موقع پر فراہمی چندہ کا وعدہ بھی کیا گیا،

۲۷ مارچ کو دن بھر مختلف مسائل دریافت کیے گئے شبکو ایک عام جلسہ وعظ لب سڑک ایک وسیع میدان میں منعقد ہوا جسمیں ہندو مسلمان سنی شیعہ احمدی وغیرہ وغیرہ تشریف فرما تھے موضوع بیان قرآن مجید کے الہامی ہونے کا ثبوت اور شیعیت کے خصوصیات تھے،

۲۸ مارچ کو یہاں کے سب رجسٹرار صاحب جو احمدی طریقہ کے پابند ہیں جناب واعظ سے ملنے آئے اور دو گھنٹہ تک خلافت کے متعلق گفتگو کرتے رہے اور بعد نماز جمعہ حسب فرمائش حقوق والدین پر تقریر کی گئی،

علی پور ضلع مظفر گڈھ ۲۹ مارچ کو نارو وال سے روانہ ہوکر سیالکوٹ و گجرانوالہ و لاہور اور ملتان سے مرور کرتے ہوئے ۳۱ مارچ کو صبح کے ۹ بجے مظفر گڈھ پہونچکر دو گھنٹہ کے بعد علی پور روانہ ہوئے اور تین بجے کے قریب علی پور پہونچکر شب کو بعد نماز مغربین ضرورت عمل پر ایک مختصر تقریر فرمائی اور اسکے بعد ۱۴ اپریل تک سلسلہ وعظ و تبلیغ جاری رہا،

اس بستی میں کل چار سو شیعہ آباد ہیں اور پندرہ سو سنی اور وہابی اور چالیس اشخاص احمدی ہیں مگر شیعوں کی تعلیمی حالت نہایت خراب ہے عقائد درست ہیں مگر عملاً بہت پست ہیں مالی حالت بھی باستثنا بعض معمولی ہی شیعوں کی ایک مختصر سی مسجد اور وقفی امام بارہ ہیں مگر دونوں کی حالت بہت خراب اور ناگفتہ بہ ہے جس کی اصلاح کیلئے و نیز مہینہ کسی مستقل واعظ کے قیام کی ضرورت ہے سکریٹری صاحب انجمن حسینیہ نے وعدہ بھی کیا ہے کہ اگر کوئی واعظ صاحب یہاں قیام کرینگے تو انہیں مالی امداد بھی دی جائیگی اور کوشش کیجائیگی کہ مدرسہ زیر سرپرستی ہو ریٹائرڈ حاجی محمد ملو خان صاحب نے مدرسہ کے لیے ایک زمین بھی وقف کرنیکا وعدہ کیا ہے

یکم اپریل کو تین حضرات فرقہ احمدیہ کے تشریف لائے جنمیں سے ایک مرزا صاحب کی نبوت کے اور دو اُن کی مہدویت و مجددیت کے معتقد تھے ان حضرات میں سے مولوی شیر محمد خانصاحب فاضل دیوبند جو مرزائی جماعت میں داخل ہو کر لاہوری احمدیوں کی جانب سے باقاعدہ وظیفہ لیکر انھیں کی جانب سے خدمت تبلیغ ادا کر رہے ہیں تقریبًا دو گھنٹہ تک علامات غیبت کے متعلق سوالات کرتے رہے اور بالآخر آئندہ کا وعدہ کرکے تشریف لے گئے اور پھر ادھر کا رخ نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ ان سوالات کی غرض محض جانچ پڑتال تھی جسکے بعد پھر انکو بحث و گفتگو مناسب نہ معلوم ہوئی

پنجاب میں آجکل احمدیوں کی ترقی رک گئی ہے کہیں تنزل ہوا اور کہیں توقف مگر علاقہ چونکہ علمی مرکزوں سے دور اور ریلوی اسٹیشن سے بھی اکاون میل ہے اس وجہ سے اس جماعت کو اچھا موقع ملگیا ہے اور اسکے مبلغ باطمینان تمام اپنا کام انجام دے رہے ہیں

بہر حال سہ پہر کو انجمن حسینیہ کی جانب سے وعظ کا اعلان تھا اشتہارات چسپاں کر دیے گئے تھے ہندوں کو بھی باقاعدہ دعوت دی گئی تھی مگر وہ جلسہ میں شریک نہیں ہوئے بلکہ ایک قریب کے مکان میں تعداد کثیر مجتمع ہو کر جناب واعظ کی تقریر کو بغور سنتے رہے ۹ مارچ کو جو اعتراضات آریوں نے اسلام اور بانی اسلام پر اپنے جلسہ میں کیے تھے انکا جواب دیکر ثابت کیا گیا کہ وید کی تعلیم نہایت ناقص اور مخرب اخلاق ہے اور یہ بھی واضح کیا گیا کہ آریہ اسلام پر حملہ کرکے ہندو مسلم فساد کے موجب ہوتے ہیں اور اس ناجائز طریقہ سے سناتن دھرمی ہندوں کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتے ہیں

۱۲ اپریل کو نو بجے شب کے وقت پھر جلسہ وعظ منعقد ہوا برادران اہلسنت بکثرت تشریف فرما تھے احمدی حضرات بھی موجود تھے ضرورت نبوت پر تقریر کرتے ہوئے خاتم النبیین کی نبوت اور رسالت کا اثبات کیا گیا اور ہندوں کو بھی انکی قابل اعتراض روش سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی

۱۳ اپریل کو سردار رسول بخش خانصاحب کی معمولی شب جمعہ کی مجلس میں موعظہ ہوا مگر ایک تیسری مشہور میلہ کی وجہ سے مجمع زیادہ نہیں ہوا

ملتان شہر، ۱۴ اپریل کی صبح کو علی پور سے روانہ ہو کر شہر سلطان اور مظفر گڈھ سے مرور کرتے ہوئے آٹھ بجے شب کو ملتان پہونچے اور جو جلسہ شاردا ایکٹ کے خلاف منعقد ہوا تھا اور جسکے لئے اس سفر کی زحمت گوارا کی

بھی اسمیں شریک نہ ہوسکا افسوس رہ گیا بہرحال ۱۴ اپریل سے ۱۷ اپریل تک مولوی مرتضیٰ صاحب صدر الافاضل پیشنماز محلہ جھک کے ہمراہ جناب حسین بخش صاحب سوداگر ملتان کے مہمان رہکر اپنے فرائض میں مصروف رہے،

۱۵ اپریل کو حسب الارشاد سید داؤد صاحب موصوف خاص شیعوں کی جانب سے شاردا ایکٹ کی مخالفت میں ایک عام جلسہ کا اعلان کیا گیا اور شب کو نو بجے محلہ کے مستورات کی استدعا پر نماز مغربین کے بعد ایک مختصر جلسہ وعظ مسجد میں منعقد ہوا جسمیں محلہ کے چند آدمی خبر سنکر آگئے تھے حقوق الدین پر تقریر کی گئی.

۱۶ اپریل کو کلاں مسجد واقع محلہ جھک میں جلسہ عام منعقد ہوا مجمع بہت کثیر تھا جسمیں اہل تشیع علمائے اہلسنت میں سے بعض ایسے حضرات بھی شریک تھے جو آجتک کسی شیعی جلسہ میں شریک نہ ہوئے تھے شاردا ایکٹ کی مخالفت میں تقریر کی گئی اور ایسے عنوان سے عملی مخالفت کی ترغیب دلائی گئی کہ حاضرین پر آثار اثر ظاہر ہوگئے جلسہ کے بعد ہی شیعہ دولہا بنائے گئے اور مجمع جلوس کی صورت میں دولہن کے گھر کی طرف روانہ ہوا راہ میں مجمع کی تعداد غیر معمولی حد تک پہونچگئی اور کمال شکوہ و شان سے اُن دو شیعہ جوڑوں کے عقد کئے گئے،

اثنائے راہ سے ایک حنفی طالب علم جناب واعظ کے ہمراہ ہو کر ممدوح کی قیام گاہ تک آئے اور شیعہ مذہب کے متعلق گفتگو کرکے جو حوالے انہی کتابوں کے بتائے گئے تھے انکے دیکھنے اور تحقیق کرنے کا وعدہ کرکے تشریف لے گئے،

گوجرانوالہ، ۱۷ اپریل کی دوپہر کو ملتان سے روانہ ہو کر دس بجے شب کو گوجرانوالہ پہونچکر اپنے فرائض کی ادائی میں مصروف ہوئے،

۸ و ۹ و ۱۰ اپریل کو مقامی حضرات کی اصلاح اور تعلیم مسائل و نماز جماعت میں کوشش کی گئی،

۱۱ اپریل کو شیعہ امام باڑہ میں انعقاد نماز جماعت و امام باڑہ کی درستی و مرمت اور نصف حصہ امام باڑہ کو مالک کے خرید کرنے کے لئے جسمیں وہ مع عیال و اطفال مقیم تھے چندہ کی تحریک کی اور ہر مرد مومن سے اسکی آمدنی میں سے فی روپیہ ایک پیسہ دینے کا عہد لیکر عورتوں میں چٹکی فنڈ قائم کردیا،

موضع مدرسہ ضلع گوجرانوالہ اس موضع میں احمدیوں کا بہت زور ہے اور وہ لوگ یہ چالاکی کرتے ہیں کہ اپنی کتابوں کے حوالہ جات کو غلط کہدیتے ہیں لہذا گوجرانوالہ کے حضرات سے چندہ وصول کرکے انکی کتابوں کے خرید کرنیکے لئے پہلے لاہور گئے اور احمدیہ بلڈنگ لاہور سے کچھ کتابیں بقیمت اور کچھ بلاقیمت حاصل کرکے ۲۰ اپریل کی شام کو پھر گوجرانوالہ واپس ہو کر ۲۵ اپریل تک ہاں مقیم رہے اور ۲۶ اپریل کو وہاں سے روانہ ہو کر ۲۷ اپریل کو مدرسہ پہونچگئے سہ پہر کو وعظ کا اعلان کیا گیا موضوع تقریر ذکر تقویٰ تھا جسکے ضمن میں مرزا صاحب کی نبوت

اور اُنکے دعووں پر بھی روشنی ڈالکر یہ اعلان کر دیا گیا کہ اگر مرزائی صاحبان کچھ پوچھنا چاہتے ہوں تو بعد ختم وعظ
پوچھ سکتے ہیں چنانچہ وعظ ختم ہونے کے بعد مرزائیوں نے سوالات شروع کر دیئے اور بحث سے عاجز ہو کر یہ حیلہ کرتے
رہے کہ جناب واعظ اپنے علم کے زور سے ہمکو دبا لیتے ہیں اگر ہمارا بھی کوئی عالم ہوتا تو ممدوح کو ایسا ہی جواب
دیتا اور بالآخر اپنی ندامت و جناب واعظ کا اثر مٹانے کے لیے یہ اعلان کر دیا کہ اگر مولوی صاحب سچے ہیں تو مناظرہ کیلئے
آمادہ ہو جائیں ہم اپنے مولوی کو بھی بلاتے ہیں چونکہ دو سال قبل ذوالفقار علیشاہ صاحب سے مناظرہ کر کے انکے حوصلہ
بڑھ گئے تھے اور پانچ چھ جاہل شیعہ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر احمدیہ جماعت میں داخل ہو چکے تھے اس لیئے
وہ سمجھتے تھے کہ جناب واعظ مناظرہ نہ کرینگے مگر ممدوح نے مناظرہ منظور کر لیا اور تاریخ و شرائط کا طے کرنا دوسرے
وقت پر محول کیا گیا،

اس گاؤں کی علمی حالت بہت خراب ہے، نہایت جاہل و بے خبر لوگ ہیں دو ایک احمدی کچھ لکھ پڑھ کے بحث
و مباحثہ میں چالاک ہو گئے ہیں مگر چودھری سردار علیخاں صاحب باوجود پڑھے لکھے نہ ہونے کے مرزائیوں کی خوب
خبر لیتے رہتے ہیں صرف ایک شیعہ مسجد ہے جو حال ہی میں چودھری صاحب موصوف نے بنوائی ہے مالی حالت بھی یہاں کے
لوگوں کی بہت پست ہے، اہل سنت کی آبادی قلیل ہے شیعوں کے بعد مرزائیوں کا نمبر ہے

اس گاؤں کے قریب ایک میل سے بھی کم فاصلہ پر ایک گاؤں جو اتیان والا ہے جو خالص اہل سنت
کی بستی ہے ایک شخص بھی شیعہ مذہب کا نہیں ہے مذکورہ بالا وعظ میں یہاں کے بعض حضرات بھی شریک ہوئے اور دوسرے
روز اس گاؤں میں بھی جلسہ وعظ کا انعقاد قرار پایا،

۲۸ اپریل کو دوپہر تک احمدی حضرات مختلف سوالات کرتے رہے اور شیعہ حضرات بھی انکی بحث سے
پیدا ہونے والے شکوک کو رفع کرتے رہے سہ پہر کو مستورات کی استدعا پر چودھری سردار علیخاں صاحب کی مسجد میں ایک
جلسہ وعظ منعقد ہوا قریب کے احاطہ میں مستورات کا مجمع تھا موضوع تقریر حقوق والدین اور تربیت اولاد تھا،

شام کے قریب بعض حضرات مومنین کی معیت میں جو اتیان والا پہونچکر غلام غوث صاحب نمبردار
کے مہمان ہوئے جنھوں نے نہایت خلوص سے مہمانی کے فرائض ادا کیئے اس گاؤں میں اب تک کوئی شیعہ تھا اور نہ
شیعوں کی کوئی مسجد اس وجہ سے اہلسنت کی مسجد میں نماز مغربین کا انتظام کیا گیا سید نگر کے ایک سید صاحب نے اذان
کہی چونکہ اس بستی میں آجتک اہل حق کی اذاں کی آواز بلند نہ ہوئی تھی اس وجہ سے اندیشہ تھا کہ کوئی بے لطفی

نہ ہو لیکن الحمد للہ کہ نہایت امن سے نماز ہو گئی اور زیادہ تر خوشی یہ ہوئی کہ معزز میزبان غلام غوث صاحب زمیندار اور اُنکے ساتھ چودہ پندرہ اشخاص نے جناب واعظ کی اقتدا میں ہاتھ کھولکر نماز مغربین بجماعت ادا کی اور علاوہ تقریباً سولہ آدمیوں نے اپنی شیعیت کا اعلان کر دیا بعد فراغ طعام موعظہ شروع ہوا اہلبیت اطہار کے افضل امت و مفترض الطاعت ہونے پر تقریر کی گئی اور برادران اہلسنت کے علماء کو جو اُس مجمع میں موجود تھے اجازت دیگئی کہ جو بات غلط ہو اُسپر شوق سے اعتراض کریں ایک صاحب نے ختم تقریر کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپنے فضائل اہلبیت صحیح بخاری سے بیان کیے ہیں حالانکہ اُسی کتاب میں فضائل خلفا بھی موجود ہیں مگر اُنہیں آپنے بیان نہیں کیا جناب واعظ نے فرمایا کہ خلفائے ثلٰثہ کے فضائل اول تو فضائل اہلبیت کا مقابلہ نہیں کر سکتے دوسرے یہ کہ بخاری میں فضائل خلفا کے ساتھ اُن کے مثالب بھی مذکور ہیں پھر کیا آپ لوگ اجازت دینگے کہ خلفائے ثلٰثہ کے فضائل و مثالب دونوں ذکر کر دیے جائیں اہلبیت کے نقائص بہت تلاش کیے گئے مگر نہ ملے اور خلفا کے مثالب بہت کچھ پردہ ڈالا گیا مگر پھر بھی کافی مواد موجود ہے بخاری سے اہلبیت کے فضائل صرف اس لئے بیان کیے تاکہ یہ مسلّم کتاب ہے اُنکو اہلبیت کی تفضیل میں کوئی شبہ باقی نہ رہا آخر مولوی فتح الدین صاحب نے جو امام الاہلحدیث تھے کہ ہم تو اہلبیت کی تفضیل کے قائل ہیں جسمیں ہم کو کوئی شک و شبہ نہیں اور غلام غوث صاحب پر اس قسم کے اعتراضات اور جوابات سے بہت اچھا اثر ہوا اور دوبارہ جو تازہ مستبصر ہونیکے جواب دینے لگے

اس گاؤں میں صرف ایک ہی مسجد ہے جو پہلے تو اہلسنت کی تھی مگر اب اُسکو مشترک کہہ سکتے ہیں مالی حالت کے لحاظ سے صرف غلام غوث صاحب کچھ مطمئن ہیں علمی حالت بھی باستثنا غلام غوث صاحب کے کچھ ایسے ہی ہے ایک بجے شب تک تمام امور طے ہو گئے جسکے بعد جناب واعظ مع اپنے ہمراہیوں کے موضع مدرسہ کو واپس ہوئے،

۲۹ اپریل کو جب جناب واعظ سفر کے لیے آمادہ ہوئے تو احمدی فرقہ کی جانب سے مناظرہ کا مطالبہ ہوا جو فوراً منظور کر لیا گیا ۸ جولائی تاریخ مناظرہ مقرر ہوئی جس کے شرائط وغیرہ لکھے جانے میں اتنی تاخیر ہوئی کہ مدرسہ سے تھوڑی دور آگے بڑھکر گاڑی آ گئی مجبوراً رشید نگر میں قیام کیا اور صبح کو جہلم روانہ ہو گئے

جناب مولوی امداد حسین صاحب ممالک متوسطہ میں

گذشتہ نمبر میں جناب ممدوح کے مختصر کارنامہ ورود آپکے مساعی جمیلہ سے سیٹھ حاجی الٰہی بخش صاحب کا ۶ دسمبر کو مشرف بحق ہونا اور ۲۹ ستمبر کو ناگپور پہونچکر ۳۰ ستمبر کو بوقت شب ایک مجلس وعظ کا ایک بڑے پیمانہ پر منعقد

ہونا اور یکم اکتوبر کو سیٹھ صاحب کا سیونی واپس ہونا اور جناب واعظ کو اپنی مذہبی ضرورتوں کے لیے سیونی طلب کرنا ملاحظۂ ناظرین سے گزر چکا ہے جسکے بعد سیٹھ صاحب موصوف دو ہفتہ کے لیے بمبئی تشریف لے گئے اس درمیان میں کئی جلسۂ وعظ کے سید رضا حسین صاحب و سید اکبر حسین صاحب و سید حسین جعفر صاحب وغیرہ نے منعقد کیے اور عام مسلمان نہایت دلچسپی سے شریک ہوتے رہے بعدہٗ سیٹھ صاحب نے بمبئی سے واپس آ کر دو مجلسیں ذکر مصائب اہلبیت کی منعقد کیں اور فرمایا کہ عمر بھر میں یہ پہلا اتفاق ہے کہ میں نے مجلس منعقد کی ورنہ اس سے پہلے تو مجھے یہ مجلسیں عبث بتلائی گئی تھیں اب موصوف ایک راسخ الاعتقاد مومن ہو گئے ہیں اور جو شخص موصوف کے پاس آتا ہے اسکو مذہب حق کے اصول منوانے کی کوشش کرتے ہیں

سیٹھ صاحب موصوف کے ایک ملازم سید ابراہیم جو وہابی خیال کے لکھے پڑھے آدمی ہیں انہوں نے بھی زمانہ قیام ناگپور میں بحث و مباحثہ کے بعد بہت کچھ درست کر لیا تھا مگر وہ ایک ضروری کام کی وجہ سے ضلع چاندہ چلے گئے اور جناب واعظ سے وعدہ کر گئے تھے کہ اب میں آپ سے ضلع بالاگھاٹ میں ملوں گا صرف آپ سے دو باتیں اور دریافت کرنا ہیں وبس

موصوف کے چلے جانے کے بعد جناب واعظ کامٹی اور تومسر ضلع بالاگھاٹ تشریف لے گئے اور وہاں سے مع سیٹھ صاحب اور ان کے ملازم سید ابراہیم کے پھر ناگپور واپس آئے یہاں پہونچکر سید ابراہیم نے دو امور جو انکی نظر میں بہت اہم تھے جناب واعظ سے دریافت کیے اور اطمینان بخش جواب پا کر بعد اطمینان کامل جناب مولوی عمار علی صاحب اور جناب سید نعمت حسین صاحب اوسیرا اور جناب سیٹھ صاحب موصوف کی موجودگی میں مذہب حق کے قبول کرنے کا اعلان کیا اور کہا کہ اب میں تقیہ میں رہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا،

سید ابراہیم ایک لائق اور مستعد شخص ہیں اور اکثر خدمت تبلیغ میں مصروف رہ کر اکثر غیر مسلمین کو مسلمان بنا چکے ہیں اور یہاں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو یہاں کے مسلمین و غیر مسلمین میں انکے طرز معاشرت وغیرہ کے لحاظ سے فریضۂ تبلیغ کو ادا کرے اور زبان مرہٹی سے بھی واقف ہو یہ بزرگ مرہٹی سے بھی واقف ہیں اور اردو فارسی بھی اچھی جانتے ہیں

سید ابراہیم ضلع چاندہ کے باشندہ ہیں جہاں کوئی مذہب حق کا معترف نہ تھا حد درجہ کا تعصب اور جہالت پھیلی ہوئی تھی مگر ان بزرگ کی ذات سے امید ہے کہ یہ متعدد اشخاص کو اپنا ہم خیال بنا لیں گے"

چنانچہ ۱۴ نومبر ۳۰ء کو جناب واعظ مع جناب سیٹھ صاحب و سید ابراہیم صاحب ضلع چانڈہ تشریف لے
گئے یہاں ایک انجمن بنام انجمن ناصر الاسلام شیخ عبد الرزاق صاحب و رشید ابراہیم صاحب کی سرپرستی
میں سترہ برس سے قائم ہے ۱۵ نومبر کی شب کو انجمن مذکور نے ایک جلسۂ وعظ منعقد کیا موضوع تقریر بیان ثبوت
تھا، ۱۷ نومبر کو بوہروں کی مسجد میں جلسۂ وعظ منعقد ہوا یہاں موضوع تقریر امامت و قرآن تھا، ۱۹ نومبر کو چند
معزز اشخاص مدرسۂ ناصر الاسلام کے معائنہ کرنے کے لئے جناب واعظ کو اپنے ہمراہ لے گئے اس مدرسہ میں لڑکوں
اور لڑکیوں کو تعلیم دینیات دی جاتی ہے اب سید ابراہیم صاحب فکر کر رہے ہیں کہ اس میں عقائد شیعہ داخل کیے جائیں
اور بچوں کو رفتہ رفتہ اس رنگ میں لایا جائے، عبد الرزاق صاحب ایک سنجیدہ اور با فہم شخص ہیں انگریزی کی تعلیم
کافی ہے جب سے جناب واعظ یہاں آئے ہیں یہاں مذہبی مباحثے ہو رہے ہیں اور سیٹھ صاحب کو جب سے اظہار خیالات میں بہت معتدل رہی ہے وہ یہ
چاہتے ہیں کہ ساری دنیا جلد از جلد مذہب حق اختیار کر لے انھیں جس قدر مذہبی امور کے اپنے تجارتی کاموں سے بھی زیادہ دلچسپی ہے رہی
سیٹھ صاحب اور سید ابراہیم صاحب اپنے حسن تعقل کی وجہ سے جو ان کی ہدایت کا موجب ہوا بہت کچھ قابل مبارکباد
ہیں اور سید ابراہیم صاحب کا اعلان مذہب حق بہت بڑی مسرت کا باعث ہے کیونکہ آپ کی ذات سے لوگوں کے اصلاح
پذیر ہونے کی امید ہے،

افریقہ میں ہمارے واعظوں کی روانگی

سب سے پہلے ان ممالک میں جناب مولوی سید علی صاحب واعظ روانہ کئے گئے تھے جو کم و بیش پانچ
سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کرتے رہے اس کے بعد جناب مولوی سید سلطان علی صاحب واعظ
دو سال تک نہایت حسن و خوبی سے فرائض تبلیغ ادا کر کے آخر جنوری ۳۰ء میں وہاں سے واپس آئے ہمدرد الواعظین کے ان
دونوں واعظوں نے جو کارہائے نمایاں وہاں انجام دیے ان کا مقتضا یہی تھا کہ اہل افریقہ ان حضرات کے فیوض سے سیر ہو کر پھر ان حضرات
کی تشریف آوری کی خواہاں اور بجائے ایک کے دو واعظوں کے بھیجے جانے کے متمنی ہوں چنانچہ ابکی دفعہ وہاں کے اعیان کی طلب کے
موافق دو واعظ وہاں روانہ کیے گئے ایک جناب مولوی سید سلطان علی صاحب واعظ اور دوسرے جناب مولوی سید اظہار الحسنین
صاحب واعظ جو تین سال تک بہار و اڑیسہ میں فرائض تبلیغ ادا کر کے حال ہی میں واپس آئے تھے دونوں بزرگ ۱۷ دسمبر ۳۰ء
کو بمبئی سے روانہ ہو جائیں گے اول الذکر ماڈاگاسکر تشریف لیجائیں گے اور یہیں ان کا ہیڈ کوارٹر رہے گا اور ثانی الذکر ممباسہ
تشریف لیجائیں گے خداوند عالم کامیاب فرمائے

(ز ناچیز مدیر)

فہرست رقوم اعانت مقررہ و غیر مقررہ مدرسۃ الواعظین بابت ماہ نومبر ۳۶ء

مستقل

عالیجناب محمد جمال صاحب ملتان — عہ
راجپور اسٹیٹ — ما
عالیجناب سید محمد رضا صاحب لکھنؤ — عا
عالیجناب سید مجتبیٰ حسن صاحب وکیل بستی — ع۵
عالیجناب سید محمد محمود صاحب داروغہ خانہ شاہ گنج لکھنؤ — عہ
عالیجناب سید جلال الدین حیدر صاحب ایم اے — للعہ
عالیجناب سید مظفر حسین صاحب وکیل سیتاپور — ۵
عالیجناب نواب اقبال بہادر صاحب حسن آباد — لعہ
وقف ریاست عالیہ محمود آباد — اعنہ ۲۰۰۰
عالیجناب سید غلام حسین خان صاحب کیرانہ ضلع مظفر نگر — ۵ (ماہوار)

عالیجناب سردار کریم بخش خان صاحب انجمن حسینیہ علی پور — سے
عالیجناب سید ریاض حسین صاحب چوکی بہاگ ضلع گوجرانوالہ — لعہ
عالیجناب میاں سلطان علی صاحب جلالپور ضلع گجرات — عہ
عالیجناب سید مخدوم غلام حیدر شاہ صاحب ضلع گجرات — عا
عالیجناب سید غلام محمد شاہ صاحب " — لعہ
عالیجناب صادق حسین شاہ صاحب تحصیلدار پنڈ دادنخان — عہ
عالیجناب سردار آلو خان صاحب علی پور گھلوان — ع۵
عالیجناب ملک حسین بخش صاحب بھکر — ع۵
عالیجناب سید غلام رسول شاہ صاحب ڈیرہ اسمعیل خان — ع۵
عالیجناب اللہ دتا شاہ صاحب مبارک پور بہاولپور — ع۵
عالیجناب نذر حسین خان صاحب قزلباش بھکر — سے
عالیجناب الو خان صاحب گھلوان ضلع مظفر گڈھ — مہ

غیر مستقل

عالیجناب سید محمد محسن خان صاحب کوانہ ضلع آرہ — ما
عالیجناب سید بھائی جوڑیا بندر کاٹھیاوار — للعہ
عالیجناب غلام عباس شاہ صاحب ملتان — ع۵
عالیجناب الٰہی بخش صاحب ڈیرہ اسمعیل خان — سے
عالیجناب نذر حسین صاحب بھکر — عہ
سکریٹری انجمن اسلام علی پور — لہہ

عالیجناب سید حسن صاحب فتح پور ہنسوہ — ع۵
بذریعہ جناب مولوی ابن علی صاحب واعظ — مسہ
عالیجناب ممتاز حسین صاحب شاہ آباد آرہ — معہ
سکریٹری صاحب شعبہ تبلیغ — عا
عالیجناب تصدق حسین صاحب کاملپور ضلع اٹک — عم
بذریعہ عالیجناب مولوی ابن علی صاحب واعظ از کلکتہ — ما

[illegible] — [illegible]

مقالات

سلسلۃ الذھب

فیما

وقع فی الرجب

حمد یامن نجی نوحاً من الغرق یامن اھلک عاداً الاولی و ثمود فما ابقی وقوم نوح من قبل انھم کانوا ھم اظلم و اطغی والموتفکۃ اھوی (دعائے شلول)

نعت اللھم صل علی محمد و اھلبیتہ الذین مثلھم کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی و من تخلف عنھا غرق و ھوی

دنیا معراج کمال پر ہے مگر حقیقت بین نظروں میں روز بروز پست ہوتی جاتی ہے عقلیں بادی النظر میں ارتقائی درجے طے کر چکی ہیں مگر ناظرین بصیرت کے نزدیک تنزل پذیر ہیں خیالات روشن لکھے جاتے ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ دماغوں میں عصبیت بے سوادی کی تاریکی کے سوا کچھ نہیں کیوں؟ صرف اسلئے کہ مذہب کی روشنی میں نشو و نما پانیوالی ہستیاں بہت کم ہیں عام طور پر جہالت کی ظلمت اور مطلق العنانی کے وادی میں انسانی تربیت ہو رہی ہے ادیان دین تک جاننا معیوب سمجھا جاتا ہے انکی مقدس صحیفوں کو دیکھکر زبان اعتراض دراز کی جاتی ہے پھر صراط مستقیم دکھائی دے تو کیونکر ہم یہ نہیں کہتے کہ مذہب کو عقل کی روشنی میں دیکھیئے لیکن جب عقل سے کام لیا جائے تو عقل بھی تو ہو ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ کل ما حکم بہ الشرع حکم بہ العقل اور اسکا عکس

بھی بالکل صحیح لیکن افسوس اسکا ہے کہ کمال عقل ہی اسوقت تک حاصل نہیں کیا جاتا اور اپنی معمولی ذہانت کے مقابلہ میں اقوال ائمہ اور آیات قرآن کی نفی پر جسارت ہوتی ہے اور اسکی اثرات ہیں کہ کوئی یونس کے بطن ماہی میں جانے سے انکار کرتا ہے اور کسی کو قصۂ یوسف میں واقعہ کا دو ترجیح سے مخالفت ہے کوئی رحل سلیمان ہدہد کو راوی بتاتا ہے اور بعض نام نہاد اہل اسلام طوفان نوح کے عموم سے انکار کرتے ہیں

ہمنے سالہائے گذشتہ میں الواعظ رجب نمبر کے لیئے سلسلۃ الذہب کے عنوان سے واقعات رجب کی ایک مبسوط فہرست قوم کے سامنے پیش کی تھی جس میں اس سے زیادہ وقائع وحوادث اس ماہ کے بطور فہرست بیان کیئے تھے جنکا پہلا حادثہ طوفان تھا،

از بسکہ ہر اجمال کی تفصیل کو دل ڈھونڈھتا ہے لہذا امسال گذشتہ ان مجمل واقعات کو ختم کرنیکے بعد امسال اسکے تفاصیل پر اختصاراً قلم اٹھاتے ہیں اور اب کہ وقائع رجب کا پہلا واقعہ طوفان ہے اسلیئے امسال اسکو پیش کش ناظرین کرتے ہیں آیندہ اگر حیات ہے تو دیگر عناوین پر بھی انشاء اللہ تبصرہ کیا جائیگا،

طوفان نوح اگر تاریخی واقعہ کی حد میں ہوتا تو ہم اسپر قلم نہ اٹھاتے اور سیلاب کے عموم سے انکار کرنیوالوں کی رد چنداں ضروری نہ سمجھتے لیکن چونکہ اسکا انکار قرآن حکیم کی تکذیب اور اقوال ائمہ کی رد پر مشتمل ہے لہذا ہمارا فرض دلیں ہے کہ طوفان نوح سے اس معزز نمبر میں بحث کریں ہم یہ بھی دکھائینگے کہ طوفان نوح سے سب سے پہلے کسنے انکار کیا ہے اور اس سے کیا مقصد تھا افسوس اسکا ہے کہ اہل اسلام ایسے بدیہیات سے کیوں انکار کرتے ہیں کیا انھوں نے قرآن مجید پڑھنا چھوڑ دیا کیا کتاب خدا کو تعویذ کیسر لینے کیلئے قرار دیا گیا تھا کہ اسکے مطالب اور مفاہیم پس پشت ڈالدیئے جائیں جو کچھ بھی غفلت شعاری اور غلط فہمی پہیلی ہے قرآن مجید کو چھوڑ دینے کے وجہ سے ورنہ قرآن آج بھی ان معمولی اختلافات کو طے کرا دینے کے لیئے کافی ہے اور کلام پاک میں طوفان نوح کے عموم پر متعدد آیات ہیں،

(۲)

قبل اسکے کہ ہم قرآن و حدیث سے ثابت کریں کہ طوفان نوح تمام عالم میں آیا اور نوح اولوالعزم پیغمبر تھے انکے دور رسالت میں کوئی دوسرا مرسل مبعوث ہو کر دنیا کے کسی خطہ میں مشغول تبلیغ نہ تھا بلکہ شرق و غرب عالم میں ایک نوح کا دم تھا جو توحید کا کلمہ پڑھتے تھے اس سبب سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ صحف انبیا سے طوفان کے عموم پر دلیل قائم کریں اور دکھلا دیں کہ صرف ہماری ہی کتاب عموم طوفان کی مثبت نہیں ہے بلکہ کتب سابقہ بھی اس خبر سے مملو ہیں،

انجیل اور طوفان نوح

(۲) اور جس طرح کہ نوح کے وقت میں ہوا ابن آدم کا آنا بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ جس طرح وے اُن دنوں میں طوفان سے پیشتر جب تک کہ نوح کشتی پر چڑھا کھاتے اور پیتے تھے اور بیاہ کرتے تھے اور جب تک کہ طوفان آیا اور انہیں لے گیا معلوم نہ کرتے ابن آدم کا آنا بھی اسی طور سے ہوگا

(آیت ۳۷ لغایت ۳۹ باب ۲۴ صفحہ ۵۶ انجیل متی اردو چھاپ کلکتہ)

(ب) پرانی دنیا پر بھی رحم نہ کیا لیکن نیکی کی وعظ کرنے والے آٹھویں آدمی نوح کو بچا کے دنیا کے تمام بدوں پر طوفان لایا (آیت ۵ پطرس ۲ انجیل چھاپ کلکتہ ص ۴۸۷)

توریت اور طوفان نوح

وکانوا بنو نوح الخارجون من السفینۃ سامًا وحامًا ویافثًا وکان حام ہو ابا کنعان ہؤلاء الثلثۃ بنو نوح ومنہم تفرق الناس فی الارض بعد الطوفان (سفر الخلیفۃ فصل ۹ طبع کلکتہ [illegible])

اور کشتی سے برآمد ہونے والے پسران نوح سام و حام و یافث تھے حام کی کنیت ابو کنعان تھی پس یہی تین بیٹے نوح کے تھے اور انہیں سے بعد نوح روئے زمین میں نسلیں متفرق ہوئیں

کتاب مقدس اور طوفان نوح

(۱) ہاں میں ہی زمین پر طوفان کا پانی لاتا ہوں کہ ہر ایک جسم کو جس میں زندگی کا دم ہے آسمان کے نیچے سے مٹا ڈالوں اور سب جو زمین پر ہیں مر جائینگے پر میں تجھ سے اپنا عہد قائم کرونگا اور تو کشتی میں جائیگا تو اور تیرے بیٹے اور جورو اور تیرے بیٹوں کی جوروئیں تیرے ساتھ اور سب جانوروں میں سے ہر جنس کے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں لے لو کہ وے جیتے رہیں چاہیے کہ وے نر و مادہ ہوں اور پرندوں میں سے ہر ایک جنس کے اور چرندوں میں سے ہر ایک جنس کے اور زمین کے سارے رینگنے والوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو

(ب) کیونکہ سات دن کے بعد زمین پر چالیس دن اور چالیس رات پانی برساؤنگا اور سب ذی موجودات کو جنھیں میں نے بنایا زمین پر سے مٹا دونگا۔ (آیت ۴ باب ۷)

(ج) چالیس دن طوفان کی باڑھ زمین پر رہی اور پانی بڑھ گیا کشتی کو اوپر اٹھایا کشتی زمین پر سے اٹھ گئی اور پانی زمین پر بڑھا اور بہت زیادہ ہوا اور کشتی پانی کے اوپر بہتی رہی اور پانی زمین کے اوپر بے نہایت بڑھ گیا اور سب اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں چھپ گئے پندرہ ہاتھ پانی اوپر بڑھ گیا اور پہاڑ ڈوب گئے اور سب ذی جو زمین پر چلتے تھے پرندے اور چرندے اور جنگلی جانور اور کیڑے مکوڑے جو زمین پر رینگتی ہیں اور سب انسان مر گئے سب جنکے نتھنوں میں زندگی کا دم تھا ان میں سے جو خشکی پر رہتے تھے مر گئے بلکہ سب موجودات جو زمین پر جان رکھتے تھے مٹ گئے انسان سے لیکے حیوان تک اور کیڑے مکوڑوں اور آسمان کے پرندوں تک یہ سب زمین سے مٹ گئے..... فقط نوح اور جو انکے ساتھ کشتی کے اندر تھے بچ رہے اور پانی کی باڑھ ڈیڑھ سو دن تک زمین پر رہی (آیت ۱۷ لغایت ۲۴)

ان تمام عبارتوں سے صحف سماوی کی ثابت ہوا کہ طوفان نوح تمام عالم میں تھا دھو المطلوب۔

۳

طوفان نوح پر شعرائے عرب کے تخیلات

عرب کی شاعری خواہ وہ قدیم ہو یا جدید ہر طبقہ کے ارباب شعر و سخن نے طوفان سے عموم کو نظم کیا ہے جو مسلسل شہرت ہو وہ اسکی چند ثبوت شتی از انبوہ آپ ساری ملاحظہ ہوں

(۱) ابو الطیب احمد بن الحسین بن عبد الصمد الجعفی الکندی المعروف بالمتنبی المتوفی ۳۵۴ھ ہجری اپنے مشہور دیوان میں مسطرا ہے،

وخشیت منک علی البلاد واھلھا　　ما کان انذر قوم نوح نوح

تیری کثرت عطا سے تمام شہروں اور انکے باشندوں پر مجھے وہی خوف ہا ہو جیسے نوح نے قوم نوح کو ڈرایا تھا

یہ مبالغہ کی اعلیٰ ترین مثال ہے کہ ابر کرم کی بارش سے اس بات کا خوف ہے کہ دنیا اور اہل دنیا قوم نوح کیطرح باران کرم میں غرق ہو جائیں جو مثالیں ثابت کرنے کے لیے یہ شعر مستقل ثبوت ہے،

(ب) مدیر الزہرا کہتا ہے ؎

لا تطہر الارض من رجس و من درن حتی یعادہا نوح بطوفان

(الزہراء ج۹۶ م ۵ ذوالقعدہ ۱۳۴۷ طبع ثانی)

تمام روئے زمین نجاست اور کثافت سے پاک ہوگی جبتک کہ نوح کا طوفان پھر نہ آئے قابل شاعر کا مقصد یہ ہے کہ نجاسات ارضیہ کے کلیۃ دور ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے جبتک کہ نوح کا طوفان پھر پلیٹ کر نہ آئے یہ شعر بھی عموم پر دلالت کرتا ہے،

۴

طوفان نوح کا ثبوت حدیث سے

علامہ شیخ محمد بن الحسن بن علی بن الحسین الحر العاملی طاب ثراہ تحریر کرتے ہیں

اخبرنا ابو عبد اللہ محمد بن شاذان بن احمد
بن عثمان قال حدثنا ابو علی محمد بن محمد
بن الحارث بن سفیان الحافظ السمرقندی
قال حدثنا صالح بن سعید الترمذی عن
عبد المنعم بن ادریس عن ابیہ عن وہب بن
منبہ قال لما ہبط نوح من السفینۃ اوحی اللہ
عز وجل الیہ یا نوح اننی خلقت خلقی لعبادتی
امرتہم بطاعتی فقد عصونی و عبدوا غیری
واستوجبوا بذلک غضبی فغرقتہم وانی
قد جعلت قوسی امانا لعبادی وبلادی
یامنون الی یوم القیامۃ من الغرق ففرح نوح
بذلک وکان القوس فیہا سہم و وتر فنزع اللہ

ہمیں خبر دی ہے ابو عبد اللہ محمد پسر شاذان پسر احمد پسر عثمان
نے کہا انھوں نے کہ بیان کیا ہم سے ابو علی محمد پسر
حارث پسر سفیان حافظ سمرقندی نے کہا انھوں نے مجھ سے
بیان کیا صالح پسر سعید ترمذی نے عبد المنعم پسر
ادریس سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے وہب پسر منبہ سے انہوں نے
کہا جبکہ نوح کشتی سے اترے خدائے برتر نے انکی طرف
وحی کی اے نوح میں نے اپنے مخلوق کو اپنی بندگی کے لیے
پیدا کیا اور ان کو اپنی اطاعت کا حکم دیا پس انھوں نے میری نافرمانی
کی اور میرے غیر کی پرستش کی اسی وجہ سے وہ میرے غضب کے مستحق ہوے
پس میں نے ان سبکو ڈبو دیا اور میں نے اپنی کمان کو اپنے
بندوں اور شہروں کے لیے امان قرار دیا ہے جسکی وجہ سے
وہ قیامت تک ڈوبنے سے امن میں رہینگے نوح یہ سنکر خوش

السقف والترمنہا وجعلہا ماناللبلادۃ من الغرق (الجواہر السنیہ فی کرامات ملک الشیعہ مطبوع بمبئی سنہ ۱۳۱۱ھ صفحہ ۵۸)

ہوئے اور کمان تیری وچلہ بھی تھا پس خدا نے اُس تیر و چلہ کو دور کر دیا اور اسے اپنے شہروں کے لیے غرق آب ہونے سے موجب امان قرار دیا

روح الکتاب السماء والعالم وعلل الشرائع وغیرہا

(۵)

طوفان نوح کی قرآنی ثبوت

کلام پاک اور اسکے سور دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ جناب اقدس الٰہی نے متعدد مقامات پر طوفان نوح کے عموم کو ثابت کیا ہے،

(الف) سورہ مومنون میں جہاں قصہ نوح پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ارشاد ہوتا ہے

فاوحینا الیہ ان اصنع الفلک باعیننا ووحینا فاذا جاء امرنا وفار التنور فاسلک فیہا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول (پ ۶ آیت ۲۰)

ہم نے نوح کے پاس وحی بھیجی کہ تم ہمارے سامنے ہمارے حکم کے مطابق کشتی بنانا شروع کر دو پھر جب ہمارا عذاب آجائے اور تنور اُبلنے لگے تو تم اسمیں ہر قسم سے دو دو جوڑے اور اپنے اہل کو بٹھا لو مگر وہ کہ جنکی نسبت پہلے سے ہمارا حکم نافذ ہو چکا ہے،

آیت کا منشا یہ ہے کہ قطع نسل حیوانات و مخلوقات طوفان سے کے بعد پھر دنیا کے طول و عرض میں دکھائی دیں اسلئے حضرت نوح سے ایک ایک جوڑا لینے کا حکم ہوا تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام عالم کے لیے طوفان تھا ورنہ آیت بے معنی ہے

(ب) سورہ یونس میں چند انبیاء کرام کے حالات و قصص ہماری عبرت کے لیے بیان کیے گئے ہیں اور قصہ قوم نوح کیطرف یوں اشارہ کیا گیا ہے،

فنجیناہ ومن معہ فی الفلک وجعلناھم خلائف واغرقنا الذین کذبوا بایاتنا (آیت ۳، پارہ ۱۱، رکوع ۱۳ یونس)

ہم نے اُنکو اور جو لوگ کشتی میں ساتھ تھے نجات دی اور اُن کو جانشین بنایا اگلوں کا اور جن لوگوں نے ہمارے آیتوں کو جھٹلایا تھا اُنکو ڈبو دیا،

اس آیہ وافیۃ الہدایہ میں جعلنا ھم خلائف اس مطلب پر روشنی ڈالتا ہی کہ تمام عالم ہلاک ہوگیا تھا چنانچہ علامہ طبرسی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں،

وجعلناھم خلائف ای جعلنا الذین نجوا	اور قرار دیا ہمنے اُنکو اگلوں کا جانشین یعنی اُن لوگوں کو
مع نوح خلفاء لمن ھلک بالغرق فاغرقت	جنھوں نے نوح کے ساتھ نجات پائی تھی اُن لوگوں کا
الذین کذبوا بآیاتنا ای ھلکنا باقی	جانشین قرار دیا جو غرق آب ہو کر ہلاک ہو گئے تھے اور
اھل الارض جمیعاً بتکذیبھم لنوح مجمع البیان	جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اُن کو ہمنے

ڈبو دیا یعنی باقی تمام اہل زمین کو جنھوں نے نوح کو جھٹلایا تھا ہمنے ہلاک کر دیا،

یہ دلیل صریح ہی عموم طوفان کی،

(ج) سورۂ صافات میں مرسلین کے تذکرہ میں جناب نوح کے حالات پر یوں روشنی ڈالی ہی،

لقد نادنا نوح فلنعم المجیبون ونجیناہ واھلہ	نوح نے ہمکو ضرور پکارا تھا ہم کیا خوب جواب دینے والے
من الکرب العظیم وجعلنا ذریتہ ھم الباقین	تھے اور ہمنے اُنکو اور اُنکے اہل کو بڑی سخت مصیبت سے

نجات دی اور ہمنے انھیں کی اولاد کو بقیۂ طوفان زدگان قرار دیا،

سورہ یونس کی آیت میں جناب باری نے اولاد نوح کو خلفاء کی لفظ سے تعبیر کیا تھا جس سے ہمنے تمام دنیا کے ہلاک ہونے پر استدلال کیا تھا اور اس آیہ میں ذریت نوح کو باقین میں شمار کرکے مطلب پر مزید روشنی ڈالی ہی چنانچہ تفسیر میں اس جز آیت کی دارد ہوا ہی،

بعد الغرق فی الناس کلھم بعدہ من ولد	ڈوبنے کے بعد پس تمام لوگ نوح کے بعد اولاد نوح
نوح (تفسیر مجمع البیان)	سے ہیں

سورۂ قمر میں قصۂ نوح پر انتہائی بلاغت و فصاحت کے ساتھ عنان توجہ یوں مبذول ہوئی ہی،

فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر ففتحنا ابواب	تو اُنھوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں کمزور ہوں
السماء بماء منھمر وفجرنا الارض عیونا فالتقی	تو ہی اُنسے بدلا لے پس ہم نے موسلادھار پانی سے
الماء علی امر قد قدر	آسمان کے دروازے کھولدیے اور زمین سے چشمے جاری

کیئے صرف ایک بات کیلئے جو مقدر ہو چکی تھی،

آیت میں جو نہیب دکھایا گیا ہے طوفان نوح کا دہ ثابت کرتا ہے کہ آسمان کے دروازہ کھل جانے کے بعد سیل آب کی کوئی انتہا نہ تھی اور پھر اسوقت کہ جب زمین بھی اپنے چشموں کو جوش زن کر رہی ہے تیار تھی تفسیر میں ہے

فجرنا الارض عیونا ای شققنا الارض بالماء	ہمنے زمین سے چشمہ جاری کیے یعنی شق کیا ہم نے تمام
عیونا حتی جری الماء علی وجہ الارض جمیعا	روئے زمین کو پانی کے ساتھ یہاں تک کہ پانی روئے زمین پر بہہ نکلا

اس کے بعد یہ لکھنا کہ طوفان نوح سے زمین کا کوئی خطہ محفوظ تھا قرآنی آیات کی تکذیب ہے،

(۵) سورۂ حاقہ میں جہاں قوم ثمود کی ہلاکت اور فرعون کے معذب کیے جانے کا ذکر ہے وہاں غرق کو نوح یوں فرمایا ہے

انا لما طغی الماء حملناکم فی الجاریۃ لنجعلہا	جب پانی چڑھنے لگا تو ہمنے تمکو کشتی پر سوار کیا تاکہ ہم اسے
لکم تذکرۃ	تمہارے لیے یادگار بنائیں،

پانی کی طغیانی عمومی حیثیت سے بیان کی گئی ہے اور مقام امتنان میں رب العزت کا خطاب تا ہی کہ جدود اب تمام عالم کو گھیرے ہوئے تھے تفسیر موید مطلوب ہے:-

ای جاوز الحد المعروف حتی غرق الارض	یعنی اپنی حد معروف سے تجاوز کیا یہاں تک کہ تمام زمین
بمن علیہا الا من شاء اللہ نجاتہ حملناکم	مع ان چیزوں کے جو اسپر تھیں ڈوب گئی مگر وہ کہ جسے
فی الجاریۃ ای حملنا اباءکم فی السفینۃ	خدا نے بچالینا چاہا ہمنے تمکو کشتی پر سوار کیا یعنی ہم
(مجمع البیان)	نے تمہارے آباء و اجداد کو ناؤ میں بٹھایا،

(۶) مذکورۂ بالا تمام آیات سے قطع نظر کرنے کے بعد قرآن میں خود سورۂ نوح موجود ہے جسمیں جناب سیدنا نوح کی زبان مبارک کے نکلے ہوئے کلمات کو قرآنی جامہ پہنایا ہے اور مقام حکایت میں ارشاد ہوتا ہے

قال نوح رب لا تذر علی الارض من الکافرین	نوح نے کہا پروردگارا ان کافروں سے زمین پر کسی کو
دیارا الی قولہ ولا تزد الظالمین الا تبارا	بسا ہوا نہ چھوڑ اور ان ظالموں کی تباہی کو زیادہ کر

اس دعائے بد میں جو اذیت رسید مرسل کی زبان پر انتہائی زحمت اٹھانے کے بعد جاری ہوئی اول و آخر دو کھلی ہوئی دلیلیں ہیں جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا تفسیر بیان کرنے سے پہلے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین حتی کہ ہمارے ائمہ معصومین کا مستجاب الدعوات ہونا گویا انکے فضائل میں داخل ہے اور یہ عقلی فیصلہ ہے کہ معصوم کی دعا نا قابل رد ہے بنا برین نوح کی دعا کے بعد روئے زمین پر کوئی ذی نفس نہیں بچ سکتا تھا مگر آیت

لا تزد الظالمین الا تبارا دعاے بُرا اور خطرناک بنا رہا ہے تفسیر میں لا تبارا کی وارد ہوا ہے ای ہلاکا
ودمارا (مجمع البیان) یعنی تباہ و برباد کردے یہ دعا انتہائے غضب کی تباہی
ہے اسکی توضیح میں علامہ طبرسی رقمطراز ہیں :-

فان اہل التحقیق دعاء نوح علیہ السلام دعوۃ علی الکافرین و دعوۃ للمؤمنین فاستجاب اللہ دعوتہ علی الکافرین فاہلک من کان منہم علی وجہ الارض و نرجوا ان یستجیب ایضا دعوتہ للمؤمنین فیغفر لہم
مجمع البیان

اہل تحقیق کا قول ہے کہ نوح کی دو دعائیں ہیں ایک کافروں کے لیے دوسری مومنین کے لیے تو خدا نے انکی بد دعا کو کافروں کے بارے میں قبول کیا اور ان میں جو بھی روئے زمین پر تھا اسکو ہلاک کیا اور ہم امید کرتے ہیں کہ مستجاب کرے انکی دوسری دعا مومنین کے لیے یعنی بخش دیے جائیں اہل ایمان

یہ تھا قرآنی ثبوت جسکے بعد عقل سلیم رکھنے والے طوفان نوح کے عموم کو بسروچشم قبول کرینگے ،

(باقی آئندہ)

فقیر باب اہلبیت آغا مہدی الرضوی

انگریزی ترجمہ صحیفہ کاملہ حصہ دوم

کلام الامام امام الکلام

علی ثانی یا آدم ثالث امام چہارم حضرت علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب کا کلام بلاغت نظام جو تحت کلام الخالق اور فوق کلام المخلوقین کا مصداق اور فوق تصور انسانی علوم و کمالات کا معدن اور رابطہ عبدیت و معبودیت کے صحیح معانی کا مخزن اور دعا و مناجات کے اعلیٰ ترین طرق کا معلم ہے مدرسۃ الواعظین کے کافی دقت و روپیہ کے صرف سے انگریزی میں ترجمہ ہو کر طبع ہو رہا ہے شایقین کے سخت تقاضے سے پہلا حصہ جو ۳۸ دعاؤں پر مشتمل اور ۱۷۹ صفحہ پر ختم ہوا ہے سال گذشتہ شایع کیا گیا تھا اور دوسرا حصہ جو ۱۹ دعاؤں پر مشتمل اور ۱۸۰ سے شروع ہو کر ۳۶۵ پر ختم ہوا ہے امسال شایع کیا گیا ہے حصہ اول کی طرح اس دوسرے حصہ میں بھی ایک صفحہ پر اصل عبارت عربی اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہے جلد اور قیمت میں کوئی فرق نہیں دونوں حصوں کی جلد نہایت عمدہ انگلش فیشن اور دونوں حصوں سے ہر ایک کی قیمت عہ ہے سکریٹری صاحب انجمن مؤید العلوم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے طلب فرمایئے ،

یہ ترجمہ کیسا ہے اور اسکے کیا خصوصیات ہیں ایک مادہ پرست جرمنی اسکو دیکھکر لکھتا ہے کہ اگر خدا ایسا ہی ہے جیسا اس کتاب میں

شجرۂ نبوت سیدی کی پانچویں فرع کا ظہور

حضرت ابو جعفر محمد ابن علی الباقر کی ولادت
یکم رجب ۵۷ سنہ ہجری

جس ذریعہ سے علمی دنیا کی نشو و نما شروع ہوئی اس زمانے سے نامی حکیموں میں حضرت ادریس علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے زمانہ تک اور فلسفی حکیموں میں ارسطاطالیس کے عہد تک تعلیم و تعلم کا ذریعہ محض اساتذہ کی زبان اور تلامذہ کے سینہ تھے، تدوین کتب اور تحریر کے موجد ادہر حضرت ادریس علی نبینا و آلہ و علیہ السلام ہیں اُدہر ارسطاطالیس جسنے حکمائے سابقین کے تعلیمات کو ۳۲۲ قبل میلاد مسیح میں مدون و مرتب کیا اور بالخصوص علم منطق کی تالیف میں اپنے اوقات کو صرف کیا انھیں معنوں سے حکمائے ناموس میں حضرت ادریس کو اور حکمائے فلاسفہ میں ارسطاطالیس کو معلم اوّل کے لقب سے یاد کرتے ہیں، نہ واضح ہو کہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ کچھ انھیں دونوں کے عہد سے شروع نہیں ہوا بلکہ دنیا کے ساتھ ہی ساتھ یہ سلسلہ بھی وقتاً فوقتاً ترقی کرتا رہا،

حضرت ادریس علی نبینا و آلہ و علیہ السلام اور ارسطاطالیس کے زمانوں سے اگرچہ اکثر علوم و فنون سینوں سے سفینوں کی طرف منتقل ہونا شروع ہوگئے تھے لیکن پھر بھی تعلیم و تعلم کے سلسلہ نے زبانوں اور کانوں سے کلیتہً دست برداری نہیں کی تھی اکثر تعلیمات زبانی ہی نقل و روایت ہوا کرتے تھے اور سینہ بسینہ ہی لوگوں تک پہونچا کرتے تھے یہانتک کہ حضرت مسیح علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ جانے کے پانچ سو یا ساڑھے پانچسو برس کے بعد زمانہ فترہ ختم ہوا اور ہمارے سید و آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ و آلہ و سلم کے ربانی نور سے دنیا از سر نو روشن و منور ہونے لگی اور آپکے تعلیمات دنیا کی اصلاح میں کامیاب ہونا شروع ہوئے سننے والوں نے سنا اور یاد کیا اور ملفوظات شریفہ سنت سے ملقب ہوئے، کسقدر مبارک تھے وہ لوگ جنھوں نے آپ کے تعلیمات کو آپکی مقدس زبان سے سنکر اپنے سینوں کو ان جواہر زواہر کا خزینہ بنا دیا اور کسقدر قابل فخر ہیں وہ نیک ہستیاں جنھوں نے اُن تعلیمات کو صفحات قلوب سے کاغذ یا شانۂ گوسفند یا درختوں کی چھال یا کپڑے کے ٹکڑوں پر منتقل کرلیا، زبانی یاد کرنے والوں کی تعداد اگرچہ لاتعد اور لکھنے والوں کی تعداد نسبتہً اقل قلیل تھی لیکن

صدر اول کے آخر الذکر حضرات میں سب سے مقدم امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور آپکے بعض بعض مخصوص شیعہ ہی ہیں اور یہ فخر شیعوں کے لیئے کچھ کم نہیں ہے،

یہ سلسلہ عہد کرامت مہد آنحضرت سے زمان فیض توامان سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام تک اگرچہ اسیطرح کم کم جاری رہا ہے لیکن ہمارے ائمہ اور شیعوں کا تقدم تمام علوم وفنون شرعیہ میں نا قابل انکار ہے جیسا کہ کتب رجال کے مطالعے سے واضح ہے یہاں تک کہ شجرہ نبوت کی چوتھی فرع بنی امیہ کی سمی آبیاری سے مرجھائی اور پانچویں فرع اسکی قائم مقامی میں ہوا ہے رحمت الٰہی کا نمونہ کاملہ بنکر ظاہر ہوئی یہی وہ زمانہ ہے جسمیں علوم وکمالات سیالیک کی نشو ونما شروع ہوئی اور جیسا کہ جناب رسالتمآب جابر بن عبد اللہ انصاری کو خبر دے گئے تھے ویسا ہی ہوا اور نشر علم کا جو حق تھا وہ آپکی ذات فیض آیات سے پورا ہوگیا، آپکے زمانہ میں بہ نسبت ازمنۂ سابقہ کے کتابت حدیث کو بہت کچھ ترقی ہوئی اور آپکے اصحاب اولی الالباب نے آپکے تعلیمات و ہدایات وارشادات کی جمع وتدوین میں کوئی امکانی کوشش اٹھا نہیں رکھی تیس تیس ہزار بلکہ ستر ستر ہزار حدیثیں آپکے بعض اصحاب نے آپ سے حاصل کیں اور انہیں فن وار مرتب کرکے طالبان علوم کو مالا مال کر گئے،

تفسیر قرآن، قرارت قرآن، معانی قرآن، غرائب قرآن، احکام قرآن، علم حدیث، علم فقہ، علم اصول فقہ، اصول روایت، اصول درایت، علم کلام غرضکہ علوم شرعیہ میں سے کوئی علم وفن ایسا نہیں ہے جو آپکے فیض کا ممنون نہ ہو، آپکے آباء طاہرین کے آثار جسقدر آپکے ذریعہ سے خلق اللہ تک پہونچے اور جتنے لوگوں نے آپ سے احادیث کو اخذ کیا اور جتنی کتابیں آپکے زمانہ میں آپکے اصحاب نے تالیف کیں اور اپنے فیض رقم قلموں کو جنبش دیکر آنے والی نسلوں کے لیئے جسقدر کافی ذخیرہ چھوڑ گیئے اور اس چھوٹے سے فرقہ کو ارباب دیانات میں جس اعلی مرتبہ پر پہونچا گئے اسکا پورا تذکرہ اگرچہ بخفظ طول ہمارے محدود صفحات کے لیئے مناسب نہیں ہے تاہم بطور اجمال واختصار اسقدر عرض کردینا نامناسب نہ ہوگا کہ جب ہم کتب رجال ورواۃ اور کتب فہرست تصنیفات وتالیفات پر نظر کرتے ہیں اور اپنے امام کی فیض رسانی اور آپکے اصحاب اولی الالباب کی ان محنتوں اور مشقتوں پر غور کرتے ہیں جو انھوں نے امام کے ارشادات کی حفاظت اور انکی جمع وتدوین میں گوارا کیں تو عقل ہماری تحیر کے ایک عمیق دریا میں ڈوب کر رہ جاتی ہے اور پھر ابھرنے کا نام نہیں لیتی،

علم تفسیر میں سعید بن جبیر، سدی کبیر اسمٰعیل بن عبد الرحمان کوفی المتوفی ۱۲۷ھ اور محمد بن سائب بن

بشر کلبی المتوفی ۱۴۶ھ ہجری اور امام المفسرین جابر بن یزید جعفی اور ابو الجارود زیاد بن منذر زیدی قبل زیدیت کے تصنیفات کو اکابر علمائے اہلسنت نے حسن قبول کی نگاہ سے دیکھا ہے جو انکے کتب سے واضح ہے۔
(دیکھو اتقان سیوطی و فہرست ابن ندیم وغیرہ)

علم قرأت میں ابان بن تغلب المتوفی ۱۴۱ھ ہجری اور محمد بن حسن بن سارہ اور ابو جعفر رواسی کوفی استاد فرا و کسائی اور حمران ابن اعین اس علم کے تمام علما سے مقدم ہیں گو خرالذکر دو حضرات کے تصنیفات کا پتہ تو معلوم ہو سکا لیکن ابان بن تغلب کی کتاب القرات علمائے اہلسنت و علمائے اہل تشیع دونوں میں مشہور رہی
(دیکھو رجال نجاشی و فہرست ابن ندیم وغیرہ)

علم معانی قرآن میں ابان بن تغلب کی کتاب معانی القرآن سب سے پہلی تصنیف ہے۔ (دیکھو فہرست ابن ندیم وغیرہ)
علم غرائب القرآن میں بھی ابان بن تغلب کی کتاب غرائب القرآن کو سب سے پہلی تصنیف ہونیکا فخر حاصل ہے
(دیکھو معجم الادبا یاقوت حموی بغیۃ الوعاۃ سیوطی)

علم احکام قرآن میں محمد بن سائب بن بشر کلبی کی کتاب احکام القرآن کو اس علم کی تصنیفوں میں تقدم حاصل ہے۔ وہی اس علم میں پہلے مصنف ہیں اور امام شافعی جیسا کہ سیوطی نے تحریر کیا ہے ہرگز اس علم کے پہلے مصنف نہیں ہیں کیونکہ محمد بن سائب کلبی کا سنہ وفات ۱۴۶ھ ہجری اور امام شافعی کا سنہ وفات ۲۰۴ھ ہجری اور انکی کل عمر ۵۴ سال کی ہے۔

علم حدیث میں اگرچہ آپ کے تمام اصحاب ہمارے لئے مایۂ فخر و ناز ہیں اور جو تصنیفات ان حضرات کے علوم مذکورہ میں ذکر کیے گئے وہ سب ہی امام علیہ السلام کے ارشادات سے ماخوذ اور داخل حدیث ہیں لیکن جابر بن یزید جعفی جنھوں نے ستر ہزار حدیثیں امام عالیمقام سے حاصل کیں اور محمد بن مسلم جنھوں نے تیس ہزار حدیثیں آپ سے حاصل کیں اور ثور بن ابی فاختہ ابو جہم جنھوں نے امام عالی مقام کے احادیث میں ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی تو بہت کچھ قابل ذکر و فخر ہیں۔

علم فقہ میں زرارہ معروف بن خربوذ، برید، ابو بصیر اسدی فضیل بن یسار، مسلم بن مسلم طائفی آپ کے اصحاب میں بہت مشہور ہیں علی الخصوص زرارہ جو ان سب میں زیادہ تر علم فقہ کے عالم و ماہر تھے۔ (دیکھو رجال کشی)
علم اصول فقہ میں اگرچہ جانشینان دربار مصطفوی و علوی اس مبارک عہد کے اصولیین سے مقدم ہیں لیکن ان

دونوں مبارک ماؤں میں جو حضرات عامل و حاکم بنا کر بلاد و امصار اسلامیہ میں بھیجے جاتے تھے انہیں کچھ ایسے اصول و کلیات تعلیم کر دیے جاتے تھے جو مسائل عامۃ البلوی کے جواب اور فصل خصومات میں قرآن و حدیث سے استنباط احکام میں ان کے ممد و معاون رہا کرتے تھے مگر یہ اصول کلیات ابتک مدون و مرتب ہوئے تھے انقضائے عہد رسالت و ولایت کے بعد حسین بزرگوار نے اپنے زمانہ میں سب سے پہلے اس علم کا دروازہ کھولا اور اسکے مسائل بیان کیے ان حضرات ابوجعفر محمد بن علی الباقر اور ان کے فرزند ارجمند ابو عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام ہیں جنھوں نے اپنے تلامذہ کی ایک جماعت کو اس علم کے قواعد و مسائل لکھوائے اور انھوں نے انکو یکجا جمع کیا اور متأخرین نے مباحث اصول کی ترتیب پر مرتب کر کے اصول آل الرسول، اصول اصلیہ، فصول المہمہ فی اصول الائمہ، الذریعہ فی علم اصول الشریعہ اور عدۃ الاصول جیسی بے مثل و بے نظیر کتابیں آئندہ نسلوں کے لیے چھوڑ کر ہماری گرانقدر اور پر خلوص شکریہ کا استحقاق حاصل کر لیا۔

علم اصول روایت میں ابان بن تغلب مدون علم قرأت، مصنف کتاب معانی القرآن، کتاب القرأت، کتاب غریب القرآن کی کتاب الاصول فی الروایۃ علی مذہب الشیعہ ایک مشہور کتاب ہے،،

علم کلام میں جابر بن یزید جعفی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے جو علاوہ علم کلام کے دیگر علوم شرعیہ میں ایک بحر متلاطم تھے،

یہ سب حضرات امام ہمام حضرت ابوجعفر محمد بن علی الباقر کی فیض صحبت سے آسمان علم و کمال کے ستارہ بنکر چمکے اور ایک ہی علم میں نہیں بلکہ کئی کئی علموں میں ان حضرات نے دستگاہ کامل حاصل کی تا اینکہ مخالفین کو مان لینا پڑا کہ جس قدر علوم و کمالات حضرت ابوجعفر علیہ السلام کے ذریعہ سے امت رسول نے حاصل کیے اتنے کسی دوسرے کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوئے۔

آپ اپنے پدر بزرگوار کے بعد کل انیس برس چند ماہ مسند امامت پر جلوہ افروز رہے یکم رجب ۵۷ھ ہجری کو آپکی ولادت ہوئی اور ۲۵ محرم ۹۵ھ ہجری میں حضرت سید الساجدین شہید ہوئے اور آپکی امامت کا دور شروع ہوا جو ۱۱۴ھ ہجری تک باقی رہا اس ستاون برس چھ ماہ کی امامت میں باوجود حکومت کی سخت سے سخت بدسلوکیوں کے تمام اوقات علاوہ اوقات عبادت و اطاعت الٰہی کے نشر علوم میں بسر ہو گئی اور مخالف و موافق دوست و دشمن سب ہی اس بحر علم سے سیراب ہوتے رہے

حکومت کی مخالفت آپکی ذات فیض آیات سے کوئی مخفی بات نہیں ہے اور جو ایذائیں آپکو بنی امیہ کے ہاتھوں سے پہونچی ہیں وہ کتب سیر و اخبار سے واضح و آشکار ہیں لیکن باوجود مکرر تجربات کے وعظ و نصیحت ارشاد و ہدایت اور حقائق حق کے موقع پر کبھی آپنے تامل نہیں فرمایا اور حاکم وقت کی مخالفت سے خائف نہیں ہوئے، ہم ان واقعات کو بخوف طوالت ترک کرکے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں جو عمر بن عبدالعزیز کی سلطنت میں واقع ہوا اور جس نے غصب حقوق کی ایک ناقابل انکار شہادت بہم پہونچادی،

عمر بن عبدالعزیز اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب داخل مدینہ منورہ ہوا اور منادی کو حکم دیا کہ وہ تمام مدینہ میں پکاردے کہ جس شخص پر کچھ ظلم ہوا ہو یا کوئی جاگیر چھین لی گئی ہو وہ دولت پر حاضر ہوکر دادخواہی کرے، یہ ندا سنکر امام عالی مقام اسکے دروازہ پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے عمر دنیا ایک بازار ہے کچھ لوگ یہاں سے وہ چیزیں خرید لے گئے جنھیں انکو نفع ہوگا اور کچھ ایسا سودا کر گئے جس سے وہ نقصان اٹھائینگے یہ لوگ خوف زدہ اور ملامت زدہ ہوکر دنیا سے گئے ایسے جب سے کہ انھوں نے کسی کو راہ آخرت کا کفیل نہ پایا اور جس عذاب سے ڈرتے تھے اس سے کوئی بچانے والا نہ ملا، اے عمر خدا کا خوف کر اور دو باتوں کا خیال رکھ ایک یہ کہ جو اعمال تو اپنے ساتھ خدا کے سامنے لیجانا چاہتا ہو اسی میں مشغول رہ دوسرے جو اعمال خدا سے چھپانا چاہتا ہو اسکے بدلے نیکی کر اے عمر خدا سے ڈر دروازہ دلوں کو کھولدے اور دربانوں کو درست کر مظلوم کی اعانت کر جسکا حق بظلم چھین لیا گیا ہے اسکو واپس کر، اس کلام معجز بیان نے عمر کے دل پر اپنا نقش جمادیا اور فوراً اس نے قلم دوات اور کاغذ منگوا کر واپسی فدک کا پروانہ ان الفاظ میں تحریر کردیا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا ما رد عمر بن عبد العزیز ظلامۃ محمد بن علی فدک

علاقہ فدک جو محمد ابن علی کا حق ہے اور بظلم چھین لیا گیا تھا اُن عمر بن عبدالعزیز نے واپس کردیا،

یہ ہے تاثیر ہدایت اور یہ ہے حق طلبی اور یہ ہے ظہور حق اللھم صل علی محمد و آل محمد

(ناچیز مدیر)



نخل امامت کی دسویں ڈالی پر خزاں اور بہار کا اثر

حضرت ابوالحسن علی بن محمد النقی کی شہادت و ولادت

۳ رجب سنہ ۲۵۴ھ و ۵ رجب سنہ ۲۱۲ھ

ن خوشی بھی کوئی خوشی ہے جسکے ایک ہی روز کے بعد مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے یکم رجب کو ولادت باسعادت حضرت محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے دل کی کلی شگفتہ ہوئی تیسری رجب کو وفات حسرت آیات حضرت علی بن محمد النقی سے مرجھا گئی اور پھر ایک دن درمیان دیکر پانچویں رجب کو آپ ہی کی ولادت باسعادت نے روتے ہوؤں کو ہنسا دیا، معلوم ہوا کہ دنیا میں شادی و غم رنج و راحت کچھ بھی قابل اعتنا نہیں ہے کیونکہ ہر خوشی کے پہلو میں ایک غم اور ہر غم کے دامن میں ایک خوشی موجود ہے خندہ دندان نما میں ہے یہ ہونٹ دانتوں کو چھپانے نہیں پاتے کہ آنکھیں آنسوؤں کا تار باندھ دیتی ہیں ہر آنکھ کا آنسو خشک نہیں ہونے پاتا کہ کان نعرہائے مسرت سے گونج اٹھتے ہیں اسی وجہ کبھی ہمارے ہادیان دین نے ان تغیرات سے کوئی اثر نہیں لیا اور حسب موقع عمل درآمد کرتے رہے اور ہمکو بھی یہی حکم دے گئے کہ ہماری خوشی میں خوشی سے بسر کرو اور ہمارے غم میں غمگین ہو اسی وجہ سے اگر تیسری رجب ہمیں پیغام غم سنا کر مصیبتیں یاد دلاتی ہے جو بنی عباس خصوصاً متوکل کے ہاتھوں آپ علیہ السلام پر گذر گئیں تو دریائے اشک آنکھوں سے جاری ہو جاتا ہے اور جب پانچویں رجب کو آپ کی ولادت باسعادت کی خبر سامعہ نوازی کرتی ہے تو مسرت کی لہر ہمارے قلوب میں دوڑ جاتی ہے،

مدینۃ الرسول سے بحکم متوکل آپ کا شہر سامرہ میں پہونچکر ایک عرصہ تک جلاوطنی بلکہ نظر بندی کی مصیبتوں کو جھیلنا ایک پسنل سے مکان میں قیام پذیر ہونا بار بار دربار میں بلوایا جانا متوکل کی سواری کے ساتھ نہایت دوپہر میں مجبوراً دوڑانا خانہ تلاشی ہونا شرب خمر کا الزام لگایا جانا یہ ایسی مصیبتیں نہیں ہیں جن پر ایک دردمند دل صبر و تحمل کر سکے خصوصاً اس خیال سے کہ ان مصیبتوں کے بعد بھی آپکی جان عزیز محفوظ نہ رہ سکی اور جب متوکل کے بعد اسکا بیٹا معتمد علی اللہ تخت خلافت پر بیٹھا تو اسکو حضرت کی دکھ بھری حیات بھی اسقدر ناگوار گذری کہ اسنے زہر ہلاہل دیکر حضرت کا کام تمام کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) رضوان بقضائہ و تسلیماً لامرہ،

یہ صدمہ ہمارے قلوب کو آج روز تک بیقرار بنا رہا ہے اور اشک حسرت و عبرت ہماری آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں مگر پانچویں رجب کی صبح ہمارے لیے صبح عید بنکر آتی ہے اور حضرت کی ولادت باسعادت کا مژدہ سنا کر ہماری مرجھائی ہوئی دل کی کلی کو شگفتہ کر دیتی ہے آپ کے فضائل و مناقب سے مسرت کی ایک لہر ہمارے قلوب میں پیدا ہو جاتی ہے اور آپ کے ناقابل انکار علوم و کمالات سے آپ کے مخالفین کا اعتراف ہمکو عالم مسرت میں سجدہ شکر کے لیے خاک پر جھکا دیتا ہے،

متوکل عباسی کو جو عداوت خاندان رسالت سے تھی اور جو بد سلوکیاں کہ اس نے دودمان الاحسان خصوصا حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے کی ہیں وہ ناظرین تاریخ سے پوشیدہ نہیں ہیں لیکن با ایں ہمہ جب کوئی موقع حسن سلوک کا آ گیا تو امام نے کبھی اسکے ساتھ نیکی کرنے میں تامل نہ کر کے دنیا کو بتلا دیا کہ امام ایسا ہونا چاہیے جو اپنے دشمنوں سے بھی بہ لطف و نیکی پیش آئے اور وقت مصیبت انکے بھی کام آئے چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ متوکل سخت بیمار پڑا اطبا اسکے علاج سے عاجز آ گئے آخر مادر متوکل نے نذر کی کہ اگر اسکا لڑکا اچھا ہو جائے گا تو وہ بہت سا مال نذر امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کریگی، اس نذر کا نتیجہ چونکہ امام علیہ السلام کے فضل و شرف کا مظہر تھا لہذا نذر اسکی مقبول ہوئی کہ فتح بن خاقان کے مشورہ سے اس مرض کے علاج میں حضرت کی طرف رجوع کی گئی اور آپکی بتائی ہوئی تدبیر سے مرض اسکا صحت سے مبدل ہو گیا اور مادر متوکل نے ایفائے نذر کے لیے مال کثیر حضرت کی خدمت میں روانہ کیا هل جزاء الاحسان الا الاحسان احسان کی جزا یہ ہے کہ محسن کے ساتھ نیکی کی جائے مگر یہاں معاملہ برعکس تھا اہل بیت رسول کی عداوت نے آنکھوں پر پردہ ڈالدیے تھے اور ان حضرات کے حقوق سے چشم پوشی شعار حکومت میں داخل ہو گئی تھی چند دن کے بعد امام کے دشمنوں نے متوکل سے کہا کہ امام بڑے مالدار ہیں اور انکے گھر میں بہت سا مال جمع ہے متوکل تو حضرت کی دشمنی پر آمادہ رہتا ہی تھا اس نے فوراً حاجب کو شب کے وقت حضرت کی خانہ تلاشی کے لیے مامور کیا حاجب گیا رات کی اندھیری چھائی ہوئی تھی امام علیہ السلام نے بعلم امامت اسکا آنا معلوم کر کے اسے اندر بلا لیا اور فرمایا کہ دیکھ بجز اس مال کے جو متوکل کی ماں کا بھیجا ہوا بجنسہ رکھا ہے اور کوئی چیز مال دنیا سے نہیں ہے اسکو لیجا کر متوکل کے حوالہ کر دے حاجب کہتا ہے کہ میں نے اس مال کو لے لیا اور علاوہ اسکے بجز ایک بوریئے کے جس پر حضرت نماز پڑھتے تھے اور کوئی مال حضرت کے گھر میں نہیں پایا (حبیب السیر)

گلزار امامت کے نویں گل سرسبد کی مہک

حضرت ابو جعفر محمد بن علی التقی کی ولادت باسعادت

دہم رجب ۱۹۵ھ

گذشتہ تین سال کے رجب نمبروں میں اگرچہ بہت کچھ مقالات اس امام عالی مقام کے حالات میں درج الواعظ ہو چکے ہیں لیکن اب بھی آپ کے فضائل و خصائل اور مراتب و مناقب کا سواں حصہ بھی معرض بیان میں نہیں آسکا واقعہ یہ ہے کہ یہ حضرات عالی درجات نبوت حضرت ختمی مرتبت کا نمونہ کامل اور آنحضرت کے جمال و کمال کا آئینہ ہیں آنحضرت کے فضائل و خصائل کسی مصنف کی زبان و قلم سے پورے پورے ادا ہو سکتے ہیں آنحضرت کے مدائح کا احصا ممکن ہے

یہی حضرات آل رسول ہیں یہی حضرات اہلبیت رسول ہیں یہی حضرات عترۃ رسول ہیں یہی حضرات وہ قرابتدار رسول ہیں جنکی مودت بحکم آیۂ کریمہ قُل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ تمامی امت پر واجب و لازم ہے،

آل کی تفسیر میں تین قول بیان کیے گئے ہیں (۱) انسان کی آل اسکے اہل بیت ہیں (۲) آل نبی وہ ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے اور بعوض اسکے خمس میں انکا حصہ قرار دیا گیا ہے (۳) انسان کی آل وہ ہے جو اسکے دین کے پابند اور اسکی تابع ہو، اور یہ تمام معانی ان حضرات میں متحقق ہیں۔

اہل بیت کی تفسیر میں بھی تین ہی قول بیان کیے گئے ہیں (۱) انسان کے اہلبیت وہ ہیں جو اسکے قریب ترین اجداد کی طرف منسوب ہوں (۲) انسان کے اہلبیت وہ ہیں جنکے ساتھ صلہ رحم واجب ہے (۳) انسان کے اہلبیت وہ ہیں جو نسباً یا سبباً اس سے متصل ہوں اور یہ تمام معانی بھی ان حضرات میں موجود ہیں

عترۃ کی تفسیر میں دو قول ہیں (۱) عشیرہ (۲) ذریت عشیرہ قرابت اور قریب کو کہتے ہیں اور ان حضرات کی قرابت قریبہ آنحضرت سے واضح ہے اور بیٹی کی اولاد کا داخل ذریت عہ ہونا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے

عہ خداوند عالم حضرت ابراہیم کے ذکر میں ارشاد فرماتا ہے ومن ذریتہ داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ہارون وکذالک نجزی المحسنین و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس کل من الصالحین حضرت عیسیٰ کا نسب ماں کی جانب سے حضرت ابراہیم تک منتہی ہوتا تھا خداوند عالم نے انہیں بھی ذریت ابراہیم میں داخل کر دیا ۱۲

آل کی تفسیر میں جو معانی بیان کیے گئے ہیں اُن میں سے تیسرے معنی فی الجملہ تامل سے خالی نہیں ہیں اس لیے کہ اگر تمام تابعین بالعموم آل میں داخل ہوں تو کوئی فرق تابع اولاد و غیر اولاد (مثلاً غلام) اور خدام میں جنکا دوسرے کی آل و اولاد میں ہونا واضح ہے باقی نہ رہیگا مگر یہ مراد تابعین سے سلمان جیسے تابعین کاملین ہوں اور معلوم ہے کہ آنحضرت کی اُمت میں اُن حضرت کے زمانہ میں آپکا کوئی تابع نہ تھا اسیطرح تفسیر اہلبیت میں اتصال سببی جیسے ازواج اور اُنکے رشتہ دار بھی داخل ہوسکتے ہیں قابل قبول نہیں اسلیئے کہ اسکا انکار بھی اُس روایت سے واضح ہے جسے مسلم نے اپنی صحیح میں بسند خود زید بن حیان سے روایت کیا ہے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ زید بن حیان مع حصین ابن سبرہ اور عمر بن مسلم کے زید ابن ارقم کے پاس جا کر استماع حدیث رسول کے مشتاق ہوئے اور زید ابن ارقم نے تھوڑی سی عذر معذرت کے بعد آنحضرت کے خطبۂ غدیر خم کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ آنحضرت نے اپنی موت کی خبر دیکر ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک خدا کی کتاب دوسرے اپنے اہلبیت جن کے بارہ میں تمھیں خدا کو یاد دلاتا ہوں ان کلمات کو آنحضرت نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا جسے سنکر حصین نے کہا کہ اے زید کیا آنحضرت کے اہلبیت آپکے ازواج نہیں ہیں؟ زید نے کہا کہ آپکے اہلبیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے

محمد بن طلحہ شافعی نے "مطالب السئول فی مناقب آل الرسول" میں الفاظ مذکورہ کو بیان کرکے انکے معانی کو ائمہ اہلبیت سے مخصوص و اُن کے عدد کو بارہ میں منحصر اور اسکے ثبوت میں لاحق کے لیئے نص سابق کا اعتراف کرتے ہوئے جو وجوہ اپنے کلام کی تائید میں ذکر کیے ہیں، اُن میں سے چھٹی وجہ نہایت لطیف ہے اور خلاصہ ترجمہ اسکا یہ ہے:-

"جب آنحضرت نے (الائمۃ من قریش) ارشاد فرما کر امامت کو قریش میں منحصر فرما دیا تو واضح ہے کہ غیر قریش کی امامت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ عرب ہی ہو اسواسطے کہ امامت اجماع[ع۹] سے منعقد نہیں ہوسکتی لہذا یہ صفت یعنی قرشیت مقام تعلیل میں بمنزلۂ علت منصوص علیہا کے ہوگا اور حدیث شریف فقدموا قریشا ولا

ع۹ تو اقع اگرچہ محبت اہلبیت کے لیئے مشہور ہیں لیکن خلافت خلفائے ثلثہ کے منکر نہیں ہیں اور باوجود علم انکار کے ابن طلحہ کا یہ فقرہ فانہا لا تنعقد اجماعاً بہت کچھ قابل غور ہے مگر شاید اُن کے نزدیک خلافت و امامت دو الگ چیزیں ہیں خلافت یا سلطنت دنیاوی سے اور امامت خاص دینی پیشوائی سے متعلق ہو اور امیر المومنین آنحضرت کے بعد بچیس برس کے بعد جامع امامت و خلافت ہوگئے ہوں

نفس موّدۃ کے لحاظ سے قریشی ہی سب سے مقدم ہونے کا مستحق ہوگا اسپر کوئی تقدم نہ کرسکیگا، قریشی کون ہیں؟ محققین علمائے نسب کے نزدیک نضر بن کنانہ کی تمام اولاد قریشی ہے لہذا نضر بن کنانہ وہ اصل ہیں جن سے شرافت کی شاخیں پھوٹتی ہیں اور انھیں کیطرف راجع ہوتی ہیں اور یہ شرف انھیں تک حاصل ہوتا ہوا رسول اللہ تک پہونچتا ہے اور حضرت ہی کی حیثیت سے قبیلہ تمام قبائل و بطون عرب میں سب سے زیادہ کامل الشرف اور عظیم القدر ہے لہذا آنحضرت بمنزلہ مرکز دائرہ شرف کے ہیں اور نضر ابن کنانہ بمنزلہ محیط کے اور شرافت وہ خط ہے جو مرکز سے اوپر کی جانب ترقی کرکے مستقلاً اور متصلاً چلا گیا ہے اور جن نقطوں سے وہ مرکب ہے وہی آنحضرت کے آبا ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے،

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر،

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ وہ مرکز جس سے خط شرافت اوپر کی جانب بلند ہوکر محیط تک پہونچتا ہے وہ رسول اللہ ہیں اور وہ محیط جہاں پہونچکر خط شرافت منتہی ہوجاتا ہے وہ نضر بن کنانہ ہیں اور وہ خط جو مرکز سے نکلکر محیط تک پہونچتا ہے وہ ان نقطوں سے مرکب ہے جو آنحضرت کے آبا ہیں اور یہ ظاہر ہوئی بات ہے کہ مرکز سے محیط تک خارج ہونے والے خطوں کا کم و بیش ہونا محال ہے پس جس طرح صعودی یعنی مرکز سے اوپر چلنے والا خط ان نقطوں سے مرکب ہے اسی طرح نزولی یعنی نیچے کی جانب جانے والا خط بھی ان ہی نقطوں سے مرکب ہے جو آنحضرت کے ابنا و اوصیا ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے

علی، حسن، حسین، علی، محمد، جعفر، موسیٰ، علی، محمد، علی، حسن، محمد،

اس تفصیل سے واضح ہے کہ نزولی نقطہ اس خط کا محمد الثالث ابو جعفر ثانی محمد بن علی الجواد ہیں جنکے فضائل و مناقب کیلئے یہ تمہید اٹھائی گئی تھی اور جنکے کمالات و معجزات نے صغیرہ و کبیرہ کی پوری پوری تصدیق کرادی، ۱۰ رجب ۱۹۵ھ کو جمعہ کے دن پیدا ہوئے اور ۲۳ صفر ۲۰۳ھ کو اپنے پدر بزرگوار کے بعد سات برس ماہ بارہ دن کے سنیں مسند امامت پر جلوہ افروز ہوئے اور اسی سن میں وہ کمالات علیہ آپ سے ظاہر و آشکار ہوئے کہ عقول بشریہ کو بجز غرق دریائے حیرت ہونے کے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں نظیر اسکی اولاد انبیا میں حضرت عیسیٰ ہیں جو بہت ہی کم سنی کی حالت میں مرتبہ نبوت پر فائز ہوگئے جیسا کہ حضرت امام علیہ السلام صفوان بن یحییٰ سے انکے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تین برس کی عمر سے بچہ کی امامت میں کیا نقصان پہونچ سکتی ہے حضرت عیسیٰ تو تین برس کے بھی نہ تھے کہ مرتبہ رفیعہ نبوت پر فائز ہوگئے، خلاصہ یہ کہ اولاد انبیا میں صغر سنی مانع ظہور کمال نہیں

ہی جو حضرت محمدؐ سے منسوب ہوتے ہیں۔ خداوند عالم ان حضرات کو وہ کمال عطا فرماتا ہے کہ سلاطین وقت ان کی معجز نمائیوں کو سنکر بیان کرنے والوں کو ادعائے نبوت کی تہمت لگا کر اپنے دلوں کا بخار نکالا کرتے ہیں جیسا کہ کتاب کافی میں احمد بن ادریس سے محمد بن حسان سے علی بن خالد سے (جو بقول محمد بن حسان زیدی مذہب رکھتے تھے) اس طرح منقول ہے کہ میں نے زمانِ قیام عسکر میں سنا کہ ایک شخص ملک شام سے اسیر ہو کر آیا ہے جو اپنے کو پیغمبر بتاتا ہے یہ واقعہ سنکر میں نے اس قیدی سے ملاقات کر کے اسکا حال پوچھا اس نے کہا کہ میں ملک شام میں رہتا تھا اور مقام حسین ایک جگہ کا نام ہے وہاں عبادت کیا کرتا تھا ایک دن میں عبادت میں مشغول تھا کہ ایک بزرگ وہاں تشریف لائے اور فرمایا قم بنا یعنی ہمارے ساتھ آؤ یہ سنکر میں انکے ساتھ ہو لیا یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد کوفہ میں کھڑا ہوں انھوں نے مجھ سے فرمایا (تعرف ھذا المسجد) اس مسجد کو پہچانتا ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں میں جانتا ہوں یہ مسجد کوفہ ہے پھر انکے ساتھ اس مسجد میں نماز پڑھکر ان کے ساتھ چلا یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ مدینہ منورہ میں مسجد رسول خدا میں حاضر ہوں ان بزرگوار نے آنحضرت پر درود و سلام بھیجا اور نماز پڑھی اور میں نے بھی آنحضرت پر درود و سلام بھیجا اور انکے ساتھ نماز پڑھکر روانہ ہوا یکایک ہم دونوں آدمی مکہ معظمہ میں پہنچ گئے اور انھوں نے مناسک ادا کیے میں نے بھی انکی متابعت کی پھر وہاں سے روانہ ہو کر میں اپنے مقام پر آگیا اور وہ بزرگ تشریف لے گئے سال آئندہ پھر ایسا ہی اتفاق ہوا اور اکی مرتبہ جو وہ مجھے پہونچا کر تشریف لیجانے لگے تو میں نے عرض کی کہ میں آپ کو اسی خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس نے آپ کو یہ قدرت عطا کی ہے یہ بتا دیجیے کہ آپ کون ہیں فرمایا انا محمد علی بن موسیٰ الرضا میں محمد تقی فرزند علی بن موسیٰ الرضا ہوں پھر یہ خبر پھیلی کہ محمد بن عبد الملک کو بھی پہنچی اس نے مجھے طوق و زنجیر میں گرفتار کر کے عراق میں بھیجدیا یہ واقعہ سنکر میں (علی بن خالد) نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ عرضی لکھکر محمد بن عبد الملک کو حقیقت حال سے مطلع کرے اس قیدی نے ویسا ہی کیا مگر محمد بن عبد الملک نے اسکی عرضی پر اس طرح دستخط کیے کہ جو شخص تجکو راتوں رات شام سے کوفہ لیکر گیا اور وہاں سے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ لے گیا اور وہاں سے تجھے شام میں پہونچا گیا اسی سے کہہ کہ وہ تجھے قید سے چھوڑا دے علی بن خالد لکھتا ہے کہ یہ دستخط دیکھکر مجھے بہت رنج ہوا اور اس سے کہا کہ اب بجز صبر و شکر کے کیا چارہ ہے یہ کہکر میں چلا آیا اور دوسرے روز پھر اسکی ملاقات کو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سپاہی و تھانہ کے لوگ اور داروغہ زندان اور عوام الناس سب متحیر کھڑے ہوئے ہیں میں نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے جواب ملا کہ وہ شخص جو شام سے قید ہو کر آیا تھا اور اپنے کو پیغمبر کہتا تھا رات کو غائب ہو گیا نہ جانے زمین میں سما گیا یا آسمان ہوا اسکو اڑا لے گئے۔

صورت واقعہ بتاتی ہے کہ محمد بن عبد الملک نے امام ہمام کا معجزہ مٹانے کے لیے اسکو متہم بدعوائے نبوت کیا تھا
یعنی جس طرح جناب رسالتمآب نے اپنی معراج کی کیفیت میں بیت المقدس و بیت المعمور میں جاکر نماز پڑھنے کا
حال بیان فرمایا تھا اسی کے مشابہ یہ شخص بھی بیان کرتا ہے گویا دعوئے نبوت کرتا ہے لیکن دشمنوں کے منھ کی پھونک
سے خدا کا روشن کیا ہوا چراغ گل نہیں ہو سکتا، واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ؁

(ناچیز مدیر)

ترجمہ قرآن مجید بزبان انگریزی

کسی ایک زبان کی کسی کتاب یا عبارت کا کسی دوسری زبان میں مطلب خیز ترجمہ کرنا اور مصنف یا متکلم کے
اصل مقصود اور عبارت کے اصل مفہوم کو اس خوبی سے ادا کرنا کہ جس زبان میں ترجمہ کیا جائے اسکے لطائف و محاورات کے ساتھ
اس زبان کے وہ الفاظ ادا کیے جائیں جو اصل الفاظ کے ہم وزن ہوں اور ترجمہ اسی زبان کی ایک مستقل کتاب معلوم ہو جس قدر
دشوار ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں

قرآن مجید کے متعدد ترجمے انگریزی زبان میں موجود ہیں جو عیسائی مترجمین کے زور قلم کا نتیجہ ہیں اور اس زمانہ میں
قادیانی جماعت نے بھی ایک ترجمہ شائع کیا ہے مگر یہ ترجمہ اسلامی نقطہ نظر سے کہاں تک کافی اور اصل مفہوم کے اعتبار
سے کس حد تک قابل اعتماد ہو سکتے ہیں؟ اسکا جواب بھی اور انگریزی زبان کی بے ربطی اور مترجمین کی اسلامی
سے بے تعلقی سے بوجہ کمال وضاحت کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے

ضرورت تھی کہ انگریزی زبان بولنے والوں کے لیے ایک ایسا ترجمہ پیش کیا جائے جو صفات مذکورہ
بالا سے متصف ہونے کے ساتھ اسلامی نقطۂ نظر سے کافی اور اصل مفہوم کے لحاظ سے اقوام عالم کے بہترین اعتماد
کا صحیح معنوں میں مستحق ہو، مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کی نظر انتخاب نے اس ضرورت کے پورا کرنے کے لئے فاضل باذل فیلسوف کامل
عالم السنۂ مغربیہ و مشرقیہ جناب الشیخ بادشاہ حسین صاحب بی، اے کو منتخب کیا اور ممدوح نے اس زحمت کو رحمت سمجھکر جس
محنت و جانفشانی سے یہ ترجمہ فرمایا ہے اور جیسا دیباچہ اور تفسیری نٹ نوٹ تحریر کرکے ایک بڑے اسلامی فرض کو ادا کیا ہے
وہ اسکی دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے شائقین کے اصرار سے صرف سورۂ بقر کا ترجمہ ۲ صفحہ پر شایع ہوا ہے جسکا ہدیہ بلحاظ کاغذ عام
اور ہے، ہمسکر مزید حسب ایجنٹ معین العلوم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے طلب فرمایئے اور باقی حصہ جو زیر طبع ہیں انکی اشاعت کا انتظار کیجیے

تاریخ کعبہ اور امیر المومنین

بیت اللہ کے ہر ورق پر ایک نیا سبق

۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل

برادران اسلام! قبل اسکے کہ میں بیع رجب کی رنگا رنگی اور اس ماہ مبارک کی اس اچھوتی بہار کی تصویر جسے کبھی باد خزاں نے مس کیا ہو آپکے سامنے پیش کروں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ناظرین کرام کے سامنے اس گھر کو پیش کروں جو بیت اللہ، کہلاتا ہے اور سارا عالم جسے اسلام کا قلب اور ایمان کی جان سمجھکر کبھی سجدے کے لیئے اسکی طرف سر جھکاتا اور کبھی اسکے گرد پروانہ وار چکر لگاتا ہے تاکہ دنیا سمجھے کہ ہم یعنی مسلمان اپنے عقیدہ میں اس گھر کو کیا سمجھتے ہیں اور ہماری تاریخیں اسکے متعلق کچھ لکھتی ہیں یا نہیں اور اگر لکھتی ہیں تو وہ کیا ہے،

جب ہم اس گھر کی ابتدا پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تاریخیں خاموش اور قلم دست بدہن بلغا ساکت اور تخیل کے جاسوس بے بال و پر اسلیئے کہ ہر شئے کے وجود کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں ایک وہ کہ جو فقط علم اللہ سے تعلق رکھتا ہو اور مخلوقات کی وہاں تک رسائی ناممکن ہو اور دوسرا وہ کہ جسے دیکھنے والے دیکھکر محسوس کر سکیں،

پہلے وجود کی حد اسی کو معلوم ہو سکتی ہے جسکی ذات حد اور محدود دونوں سے بالاتر ہے ہم صرف وجود ظاہری کو سمجھ سکتے اور بیان کر سکتے ہیں، جسکی تمہید کا کتاب نہج البلاغہ خطبہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے پتہ چلتا ہے،

امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام کا خطبہ اور خلقت عالم

کہ عالم عنصریات میں سب سے پہلا موجود پانی ہے آیات قرآن مجید جابجا اسکی تائید کرتے ہیں کہ ہر ذی روح پانی سے پیدا کیا گیا، اسکے بعد قدرت نے یہ چاہا کہ عالم کا خاکہ موجودہ صورتیں تیار ہو کر آئندہ موجودات کا گہوارہ بن سکے، اسلیئے اسنے ایک تیز و تند ہوا کو خلق کیا جسنے سطح آب پر چکر لگانا شروع کیا اور آناً فاناً اسکی تیزی اور تندی بڑھتی گئی

ن پانی جو اسوقت سارے عالم میں اکیلا موجود تھا اور جسکے مشرق و مغرب جنوب و شمال اور گہرائی کا پتہ کسی پیمانہ سے نہیں لگایا جاسکتا تھا اسمیں اس تیز و تند ہوا کی رفتار نے ایسا تلاطم برپا کر دیا کہ اسوقت پانی کی ہزاروں موجیں سر بفلک پہاڑوں کو شرمندہ کر رہی تھیں سطح آب کی لہریں ہی بے آب کی تڑپ دکھا رہی تھیں اور آب کے اوپر کی سیدان حشر کی تصویر کش تھی، کہ یکایک ہوا کو حکم ہوا اور ہوا نے اپنی ایک چاور پانی کے نیچے بچھا کر تمام پانی کو اپنی آغوش میں لیکر اٹھا لیا، اور اٹھا کر اسطرح الٹا کہ مشرق کا پانی مغرب میں اور مغرب کا پانی مشرق میں جا گرا اسکے بعد ہوا نے پانی کے اندر درآنا شروع کیا اور ہر ہر مقام سے پانی کو شگافتہ کرکے اسطرح اسکے اندر بیٹھ گئی کہ جیسے رگ و ریشوں میں خون دوڑتا ہے، یہاں تک کہ اب پانی کا کوئی ایسا حصہ نہ تھا کہ جسمیں ہوا موجود نہ ہوا اسکے بعد ہوا کو جو چاروں طرف سے پانی کو گھیرے ہوئے تھی اسنے اسطرح پانی کو متھنا شروع کیا کہ جیسے مشک میں پانی بھر کر اسے متھا جاتا ہے اتنا متھا اتنا متھا کہ سطح آب پر پھین ہی پھین نظر آتا تھا اسکے بعد ہوا کی ایک چادر پانی اور پھین کے درمیان در آئی اور اسنے اپنے دوش پر پھین کو اٹھا کر اسے بلند کرنا شروع کیا اور منتہائے امر الٰہی پر لیجا کر چھوڑ دیا اسی کو آج عرش معلی کہتے ہیں اسکے بعد پھر ہوا نے پانی کو متھا اور پھر اسپر پھین ہویدا ہوا اور پھر ہوا کی ایک چادر نے اس پھین کو عرش کے نیچے تک لا کر چھوڑ دیا اسی کے متعلق ارشاد باری ہے،

وسع کرسیہ السموات والارض — اسکی کرسی آسمانوں اور زمین سے زیادہ کشادہ ہے

اسکے بعد پھر ہوا نے پانی کو متھا اور پھر اسکے پھین کو کرسی کے برابر لیجا کر چھوڑ دیا اور اسی کو فلک سابع یا ساتواں آسمان کہتے ہیں، اسی طرح یکے بعد دیگرے ہوا پانی کو متھکر پھین کو پیدا کرتی اور اسے بلند کرکے اسکے شامیانے بناتی رہی یہاں تک کہ عرش و کرسی ہفت افلاک تو شامیانے یکے بعد دیگرے نصب ہو گئے،

کعبہ کا سنگ بنیاد اسوقت اوپر عرش و کرسی اور سات آسمان تھے اور نیچے صرف پانی تھا جہاں تک نظر پڑتی تھی پانی کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا، البتہ نصف عالم درمیان آب امیں تھوڑا سا پھین نظر آرہا تھا جو چاند کی طرح جگمگا رہا تھا مگر یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ کیا ہے ملک بھی بار بار اسے دیکھتے اور سوچتے تھے کہ یہ کیا چیز ہے کہ یکایک مصلحت ایزدی نے عالم کو آباد کرنا چاہا اور خلقت آدم سے چند ہزار برس پہلے سطح آب

پر فرش خاک بچھانے کا حکم ہوا، اور یہی وہ دن ہے کہ جسے ہم روز دحو الارض کہتے اور اپنی عید تسلیم کرتے ہیں،،

زمین پر فرش خاک بچھا اور دشت خاک کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی سر بفلک پہاڑوں کا بوجھ دیکر ساکن کی گئی حضرت آدم نے ملک عدم سے نکلکر خلعت وجود پہنا اور جنت کی پر فضا ہوا میں نشو ونما پاکر حسب الحکم اس فرش خاک کا رُخ کیا اور جزیرہ سر اندیپ پہلا قدم رکھا مگر جنت میں رہنے والے کا دل اس بیابان آب و گیاہ میں بہلے تو کیونکر بہلے ہیں اگر کچھ نظر آتا تھا تو یہ کہ اوپر آسمان ہے نیچے خاک کے تودے مٹی کے ڈھیر کسی طرف ڈراؤنے پہاڑ اور کہیں بھیانک جنگل اس جاں فرسا فضا کو دیکھکر آدم کا دل اُمنڈنے لگا اور گھبرا گھبرا کے ادہر اُدہر دیکھنے لگے مگر کسی طرف کوئی نظر نہ آتا تھا نہ انسان اور نہ کوئی دوسرا ذی روح آخر کار حضرت آدم نے ربع مسکون پر چکر لگانا شروع کیا چلتے چلتے تین دن کے بعد خطہ عرب میں حوا سے ملاقات ہوئی، دیکھکر قلب مطمئن ہوا اور حواس درست ہوئے مگر پھر بھی دو آدمی تھے اور کوئی مشغلہ نہ تھا ہر وقت نظروں میں جنت کی تصویر پھرتی تھی دل امنڈ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے پرنالے بہتے تھے خدا سے ہر وقت مشکل آسان ہونے کی دعا تھی کہ رحمت الٰہی موجزن ہوئی اور آسمان سے ایک قبہ سفید نازل ہوا جو ایک موتی سے ترشا ہوا تھا اور اس میں یاقوت احمر کی قندیلیں آویزاں تھیں جبریل امین نے نشان بتایا اور حضرت آدم نے اُس قبہ کو نصب فرماکر مع جماعت ملائکہ کے طواف کرنا شروع کیا اور برسوں طواف کرتے رہے،

یہ قبہ اسی مقام پر نصب کیا گیا ہے جہاں فرش زمین بچھنے سے پہلے پانی پر سفید جھین طرح چمک رہا تھا جیسے چاندی کا شکڑا چمکتا ہو اب یہ چلا کہ کعبہ کا سنگ بنیاد سوقت رکھا گیا تھا کہ جب سطح آب پر فرش زمین بچھا تھا اسلئے کعبہ کے سامنے زمین ناز نہیں کر سکتی البتہ کعبہ جتنا بھی ناز کرے اسکا حق ہے،

کعبہ کی شان اور جناب نوح یہ کعبہ حضرت نوح کے عہد نبوت تک باقی رہا یہانتک کہ قوم کی نافرمانی سے جو پانی آب رحمت تھا آج غضب کی صورتمیں ہر چہار طرف سے اُبلنا شروع ہوا، قدرت کو یہ گوارا نہ تھا کہ عذاب کا پانی میرے گھر کی دیواروں سے ٹکرائے اسلئے اُسنے آسمان پر اُٹھا لیا اور آج وہ بیت المعمور کے نام سے موسوم ہے ہزارہا ملک روزانہ اسکا طواف کرتے ہیں عمارت تو اُٹھا لیگئی لیکن پانی نے اُسکو مس نہیں کیا بلکہ طواف کرنے والوں کی صورت میں اُس کے گرد چکر لگا رہا تھا،

طوفان کے بعد بھی یہ زمین اپنے اسی احترام اور اسی خصوصیت پر باقی رہی کہ جس پر تھی کہ اتنے میں جناب ابراہیم علیہ السلام کا عہد نبوت آیا،

حضرت ابراہیم اور خدا کا گھر اس وقت تک سوائے باطنی خصوصیتوں و معمولی امتیاز کے نہ کعبہ کی چوحدی تھی نہ عمارت نہ اسکے پس و پیش کوئی آبادی تھی نہ آب گیاہ، بلکہ ایک چٹیل میدان تھا اور ہو کا عالم!!

جب حضرت ابراہیم کا گھر آباد ہو چکا اور جناب سارہ سے حضرت اسحاق و جناب ہاجرہ سے حضرت اسمٰعیل پیدا ہو چکے، تو جناب سارہ کو یہ برا معلوم ہوا کہ ہاجرہ میرے ساتھ رہیں اور انکا فرزند اسمٰعیل میرے فرزند اسحاق کے ساتھ آزادانہ طور پر کھیلے، اسلئے بڑے تند لہجہ میں یہ فرمائش ہوئی کہ آج ہی ہاجرہ اور اسمٰعیل دونوں کو کسی مقام پر پہونچا دیا جائے اور بنی خدا اسی رات دلیں اگر یہیں گذاریں ہر چند کہ حضرت ابراہیم کو یہ گوارا نہ تھا مگر مشیت ایزدی سے اسکی تعمیل پر مجبور ہو گئے اور دونوں کو لیکر اسی سرزمین پر آ پہونچے جو آج مکہ معظمہ کے نام سے یاد کیجاتی ہے دیکھا تو اس بے آب گیاہ جنگل میں کوئی مکان تھا نہ درخت، کوسوں تک انسان کا پتہ نہ تھا چرند پرند کیسے درندے بھی نظر نہ آتے تھے صرف کھجور کا ایک درخت تھا اور بس آپنے نہایت حسرت و یاس کے ساتھ دوش سے ردا اتار کر اسپر ڈالدی کہ کچھ سایہ ہو جائے کم سن فرزند اس چٹیل میدان میں دھوپ سے کچھ آرام لے سکے، ہاجرہ و اسمٰعیل دونوں کو اسکے سایہ میں بٹھلا کر رخصت ہونے کا ارادہ کیا مگر باپ کا دل تھا کیونکر گوارا کرتا بار بار چلنے کا ارادہ کرتے اور پھر ٹھہر جاتے بہزار دقت و دشواری رخصت ہو کر دعا دیتے ہوئے واپس چلے مگر کسی طرح دل نہ مانتا تھا قلب مضطرب تھا سینہ میں دل ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا، بار بار چلتے چلتے ٹھہر جاتے اور اپنے فرزند کی طرف مڑ کر دیکھتے تھے جب دور نکل گئے اور سامنا نہ رہا تو گھبرا کر ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور حسرت سے اپنے فرزند کی طرف دیکھکر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے بارگاہ خدا میں عرض کرنے لگے

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع	اے پالنے والے میں نے اپنی ذریت کو ایسے جنگل میں
رب اجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام فاجعل افئدۃ	ٹھہرایا ہے جو بے آب گیاہ ہے اے پالنے والے مجھے اور
من الناس تهوی الیهم	میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھ اور

لوگوں کے دلوں کو انکی طرف پھیر دے

دعا کرتے ہوئے حضرت ابراہیم روانہ ہو گئے اور ہاجرہ اپنے فرزند اسمٰعیل کو گود میں لیکر بیٹھی رہیں جب

مکہ کی آبادی کے سامان جب یہ گذر گئی تو اسماعیل کو پیاس معلوم ہوئی اور ماں سے پانی مانگا، مگر اس جنگل میں پانی کہاں تھا حسرت کے ساتھ ادہر ادہر تکنے لگیں جب بچہ بہت بیقرار ہوا تو اٹھ کھڑی ہوئیں اور کوہ صفا و مروہ کا رخ کیا، پانی کی تلاش میں کوہ صفا پر چڑھ گئیں اسکی چوٹی پر جاکر کوہ مروہ کی طرف جو دیکھا تو پانی نظر آیا فوراً اتر پڑیں اور کوہ مروہ کی طرف دوڑی ہوئی گئیں جب قریب جاکر دیکھا تو پانی نہ تھا وہاں سے کبھی اپنے فرزند کو دیکھتیں اور کبھی پانی تلاش کرتی تھیں یکایک کوہ صفا پر پانی کی چمک محسوس ہوئی فوراً کوہ مروہ سے اتر پڑیں اور دوڑتی ہوئی کوہ صفا پر پہونچیں جب قریب جاکر دیکھا تو پانی نہ تھا جب وہاں سے پھر کوہ مروہ کی طرف دیکھا تو پانی کی چمک نظر آئی پھر اتر پڑیں اور پانی کی طرف دوڑیں کئی بار ایسا ہی ہوا کہ کبھی کوہ صفا پر جاتیں اور کبھی اس سے اتر کر کوہ مروہ کی طرف دوڑتیں اور ہر بار کبھی اپنے بچہ کو دیکھتیں اور کبھی پانی تلاش کرتی تھیں مگر پانی کسی طرف نہ ملتا تھا، کہ یکایک پہاڑ کی چوٹی سے دیکھا کہ اسماعیل ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اور ایڑی کی رگڑ سے چشمہ پھوٹ نکلا ہے اور پانی چاروں طرف بہہ رہا ہے، یہ دیکھکر خوش خوش پہاڑ سے اتر کے دوڑتی ہوئی فرزند کے پاس آ پہونچیں چاروں طرف سے مٹی سمیٹ کر پانی کی حد بندی کر دی اور کہا زم زم (تھم تھم) وہی آج چاہ زمزم کے نام سے موسوم ہے، پانی کے نمودار ہونے کے بعد پرندوں نے اتر اتر کر اس پانی سے سیراب ہونا شروع کیا اور نمودار ہونے لگے، پرندوں کی آمد و رفت دیکھکر قبیلہ جرہم جو یہاں سے کچھ فاصلہ پر آباد تھا اسنے یہ سمجھا کہ ہو نہ ہو کوئی چشمہ نکلا ہے جستجو کے لیے انکا ایک آدمی یہاں آیا اور اسنے یہ حال دیکھکر سارا ماجرا اپنے قبیلہ سے جاکر بیان کیا،

عرب کے ریگستانوں میں چشموں کا ظاہر ہونا ایک نعمت تھا اسلیے قبیلہ جرہم کے لوگوں نے یکے بعد دیگرے اپنا مقام چھوڑ کر یہاں آنا شروع کیا، اور رفتہ رفتہ تمام قبیلہ یہاں آ کر آباد ہوگیا اتنے میں جناب اسماعیل جوان ہوگئے اسی خاندان میں آپکی شادی ہوگئی، اسکے بعد رفتہ رفتہ آبادی بڑہتی گئی یہاں تک کہ شہر مکہ آباد ہوگیا،

کعبہ کی تعمیر ابراہیم و اسماعیل کے ہاتھوں اس درمیان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی تشریف لاتے اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھتے تھے جب اسماعیل کی عمر ۱۳ برس کی ہوئی تو ذبح اسماعیل کا مرحلہ درپیش ہوا حضرت ابراہیم کمر ہمت باندھ کر خواب کی تصدیق کر گئے اور قدرت نے ابراہیم کا امتحان لیکر نسل ابراہیم کو منقطع نہونے دیا جب حضرت اسماعیل جوان ہوگئے تو ابراہیم اور اسماعیل پر وحی ہوئی کہ

وادعھدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود — ہمنے ابراہیم و اسماعیل پر وحی کی کہ میرے گھر کو طہارت کے ساتھ بناؤ طواف کرنے والوں اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے

جبرئیل امین نے نازل ہوکر خط کھینچا اور جناب ابراہیم نے کعبہ کی تعمیر شروع کی اسطرح کہ اسمٰعیل پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور جناب ابراہیم دیواریں اٹھا رہے تھے،

ربنا تقبل منا انک سمیع الدعاء ربنا علینا وارنا مناسکنا الخ — پالنے والے تو ہمارا یہ عمل قبول کرلے کیونکہ تو دعا کا سننے والا ہے اور ہماری توبہ قبول کر اور ہمکو ہماری عبادت گاہیں دکھلا،

اسوقت حضرت ابراہیم ایک پتھر پر کھڑے ہوکر دیوار اٹھا رہے تھے اور قدرت یہ یادگار رکھنا چاہتی تھی اسلیے آپکے نقش قدم پتھر پر ابھر آئے وہی پتھر آج مقام ابراہیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے،

کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم چلے گئے اور کعبہ کی نگہبانی حضرت اسماعیل کے سپرد ہوئی آپ ہر سال اسپر سیاہ پوشش چڑھاتے اور وہ نہایت متبرک سمجھی جاتی تھی آپکے بعد آپکی اولاد میں یہی رسم جاری رہی اور ہمیشہ اسی خاندان کا سرگروہ کعبہ کا کلید بردار رہا،

مگر آپکی اولاد میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوئے جنھوں نے بزرگوں کی یادگار قائم رکھنے کے لیے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل وغیرہم کی صورت کے پتھر تراش کر خانہ کعبہ میں نصب کر دیے اور انکی تعظیم و تکریم کرتے تھے انکی اولاد نے یہ تعظیم و تکریم دیکھکر اسمیں کچھ اضافہ کردیا زمانہ گذرنے کے بعد لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ آبا و اجداد کی یادگاریں ہیں بلکہ انھیں بنا خدا سمجھنے لگے اور ترقی دینا شروع کر دی یہانتک کہ تین سو ساٹھ خداؤں تک نوبت آئی،،

اسماعیل کی اولاد میں جو قبیلہ سب سے بہتر سمجھا جاتا تھا اسکے سرگروہ کے پاس کلید رہتی تھی جو منتقل ہوتی ہوئی قریش تک آئی اور انسے منتقل ہوکر بنی ہاشم تک پہونچی جنکا خاندان شرافت و نجابت میں نگانۂ روزگار تھا سرور کائنات کے ولادت باسعادت کے وقت یہ منصب عبدالمطلب کے حوالہ تھا،

آپکی عمر ۲۷ برس کی تھی جب فاطمہ بنت اسد حاملہ ہوئیں

خدا کے گھر میں امام کی ولادت جب وقت ولادت قریب آیا تو مشکل آسان ہونے کے لیے گھر سے باہر نکلیں اور خانۂ کعبہ کا طواف کرنا شروع کیا ابھی طواف کر رہی تھیں کہ یکایک ایک جانب سے دیوار شق ہونا شروع ہوئی اور یہ معلوم کیا دیکھا جو آپ گھبرا کے اس گھر کے اندر داخل ہو گئیں اندر جاتے ہی دیوار کے دونوں حصے مل گئے کہ جیسے شق ہی نہ ہوئے تھے اس واقعہ کو تین روز گذر گئے مگر باہر والوں کو اندرون خانہ کا کچھ حال معلوم ہو تین روز کے بعد کعبہ کا دروازہ کھولا گیا تو دیکھا کہ بنت اسد کے آغوش میں حضرت علی بن ابی طالب موجود ہیں مگر آنکھ نہیں کھولتے کہ اتنے میں سرور کائنات کو خبر ہو گئی اور آپ تشریف لائے، جو ہی دونوں ہاتھ بڑھائے بچہ ہمک کے آپ کے آغوش میں آ گیا اور دونوں آنکھیں کھول دیں اور گذشتہ انبیاء کے صحیفے سنانا شروع کر دیئے، اس کے بعد قرآن کی اس طرح تلاوت کی کہ قاریان قرآن بھی تلاوت نہیں کر سکتے آپ خوش خوش فرزند کو آغوش میں لیے ہوئے مع فاطمہ بنت اسد اس گھر سے باہر آئے اور اُنکی تربیت اپنے ذمہ لے لی،

سیلاب و کعبہ کی تعمیر جب آنحضرت کی عمر ۳۵ سال کی ہوئی تو قریش کا ارادہ ہوا کہ کعبہ کی پھر سے تعمیر کیجائے چنانچہ عمارت کو منہدم کر کے پھر سے بنانا شروع کیا مگر پہلی بنیاد سے ذرا کم کر دیا،

اسی لیے بخاری میں ہے کہ اکثر آنحضرت عائشہ سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے تمھاری قوم سے خوف نہ ہوتا تو کعبہ کو پھر اتنا ہی وسیع کر دیتا جتنا پہلے وسیع تھا،

بہر حال جب تعمیر ختم ہو گئی اور سنگ اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ نے یہ خواہش کی کہ ہم نصب کرینگے یہ نزاع بڑھتی گئی آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ اس وقت جو شخص سب سے پہلے نظر آئیگا اُسی کے فیصلہ پر عمل کیا جائیگا کہ اتنے میں سرور کائنات نمودار ہوئے لوگوں نے آپ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ ایک چادر لاؤ اور ہر قبیلہ کا آدمی اُسکا ایک کونا پکڑ کر اٹھائے اور پتھر رکھدیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا سب نے ملکے چادر کو پکڑا اور آنحضرت نے پتھر اٹھا کر اسمیں رکھدیا جب قریب پہنچ گئے تو اس چادر سے اٹھا کر نصب کر دیا،

ایک نماز میں دو قبلہ ابتدائے خلقت عالم سے کعبہ کا سنگ بنیاد رکھا جا چکا، انبیاء اولوالعزم کے ہاتھوں اُسکی تعمیر ہو چکی تبدیلیاں ختم ہو گئیں ایک قسم کا حج بھی بجالایا جانے لگا مگر اب تک قبلہ بیت المقدس تھا نمازیں اُسی کی طرف منھ کر کے پڑھی جاتی تھیں یہاں تک کہ آنحضرت چالیس برس کے سن میں دعوئ نبوت کر چکے جناب عبدالمطلب اور اُنکے بعد جناب ابو طالب وفات پا چکے دعوائے نبوت کے بعد مکہ میں رہتے رہتے ۱۳ برس گذر گئے

اب تک قبلہ ہی بیت المقدس ہی حسب ارشاد باری آپنے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ پہونچکے ایک سال گذر گیا تو کفار طرح طرح کے طعن و تشنیع کر رہے تھے کہ مسلمانوں کا قبلہ بھی وہی ہی جو ہمارا ہے آنحضرت اسوقت سخت کشمکش میں تھے تعمیل ارشاد باری سے کوئی چارہ نہ تھا مدینے آئے ہوئے سولہ مہینہ تھا ظہر کی نماز شروع کر چکے تھے، قیام ختم کرکے رکوع میں گئے تھے کہ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی،

قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء فلنولینک	اے رسول قبلہ بدلنے کے متعلق بیتاب بار بار تمہارا آسمان
قبلۃ ترضاھا فول وجھک شطر المسجد	کی طرف مڑکر دیکھنا ہم دیکھ رہے ہیں ہم ضرور تمکو ایسے
الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم	قبلہ کی طرف پھیر دینگے کہ تم نہال ہو جاؤ پس پھیرلو
شطرہ	اپنا منھ کعبہ کی طرف اور تم جہاں بھی ہو اسی کی طرف

منھ کیا کرو "

وحی نازل ہوتے ہی اسی رکوع میں آپنے بیت المقدس سے کعبہ کی طرف منھ پھیرا اور تمام صفیں آپ کے ساتھ اسکی طرف پھر گئیں"

مدتوں کے بعد آج وہ دن آیا کہ انبیا کی محنتیں سوارت ہوئیں اور کعبہ کی قسمت جاگ اٹھی، اب آج سے لیکر قیامت تک ناممکن ہی کہ کوئی شخص کعبہ کے سوا دوسری سمت اپنا منھ کرسکے، مسلمانوں میں آپس میں جتنا بھی مذہبی اختلاف ہو لیکن کعبہ میں نہ اختلاف ہوا ہی اور نہ ہو سکتا ہی اور یہی قیامت کے دن تک تمام عالم کا قبلہ اور سارے جہان کا سجدہ گاہ رہیگا، اور جب تک کعبہ سجدہ گاہ رہیگا، اسوقت تک انہی مولودکی یاد تازہ ہوتی رہیگی جو انہیں قدم رکھکر اپنے اوصاف و کمالات سے اہل سلام بلکہ خود اسلام کو اپنا گرویدہ بنا چکا ہی اور چونکہ حج بیت اللہ انبیاء اسبق کے کارناموں کی یادگار ہی لہذا کوئی وجہ نہیں کہ ہمارا دل قالب کعبہ کے مولود کی یادگار کو قائم نہ رکھے،

احقر مرزا یوسف حسین واعظ

مولانا علی ابن ابی طالب میدان سیاحت میں

زمانہ کے منقلب ہونے سے ہمیشہ معیار فضل بھی بدلتا رہا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر عہد میں اچھائیاں محدود ہوں خیالات کی روشنی انسان کو نئے وادی میں قدم رکھنے پر مجبور کرتی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ تاریخ اسلام کا افتتاح دنیا کے جس مبارک خطہ سے ہوا وہاں کسیکو بھی شوق سیاحت نہ تھا لیکن یہ ناقابل انکار ہے کہ عرب میں سیر کرنے والوں کی سیاحت محدود ضرور تھی

علاوہ بریں بادیہ نشین عرب جغرافیہ سے نابلد بھی تھے اور اپنی بے سوادی سے ممکن ہے کہ انکو خبر بھی نہ ہو کہ ہمارے سوا کسی دوسرے خطہ میں بنی آدم آباد ہیں انکی زبانوں پر کبھی کبھی تلوار کی توصیف میں ہندوستان کا تذکرہ تو بیشک آجاتا اور سیف مہند ،، سے کان آشنا تھے انکے عہد میں ریل جہاز ایسی تیز رو سواریاں بھی نہ تھیں جو آمد و رفت میں سہولت ہوتی بایں وجہ اگر عرب تمام اقوام سے سیاحت میں پیچھے رہے تو کوئی تعجب نہیں

جب افق مکہ سے آفتاب رسالت طالع ہوا اور تمام عالم کو زرنگین کرنیکے لیئے اسکی بعثت ہوئی تو اس مرسل کا دعویٰ تھا کہ میرا انسان کامل ہونیکے ساتھ ساتھ جملہ علوم و فنون میں تمام مخلوقات سے بہتر ہوں نظام عالم کو دیکھتے ہوئے اسکی بھی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس نبی کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے ایک ایسی ہستی بھی موجود خدا و رسول کے اتباع اور احکام الہی کے نفاذ میں جان کو جان نہ سمجھے اور اپنی تمام کوشش اعلاء کلمۃ اللہ میں صرف کردے، اس کمی کو آخر اس مرسل کے چچازاد بھائی علی نے پورا کیا رسول تو ایسی فرد ڈھونڈھتے ہی تھے، انتخاب ولایت کے موقف میں بیعت عشرہ میں انھیں کو اپنا وزیر جانشین بنا دیا جتنے اوصاف رسول عربی میں تھے وہ سب باستثنار نبوت انمیں بھی ہونے چاہیئے تھے ورنہ نیابت بے معنی تھی

علی نے اوصاف رسول کی بہترین طریقہ سے جھلک دکھائی اور ایسی شاندار زندگی بسر کی کہ کسی بشر کی لائف میں اسکی مجموعی مثال آجتک نظر نہ آئی، فی زمانہ چار دانگ عالم میں علوم مغربیہ کی روشنی میں سیاحت ارضی بہت عمدہ شغل سمجھا جاتا ہے اور ان افراد وقیع نظر سے دیکھے جاتے ہیں جنھوں نے پیادہ یا سائکل پر تمام دنیا کا سفر شروع کیا مجھے اہل روشن خیالی پر داد دینے کا کوئی حق نہیں اسلیئے کہ اس میدان میں بھی

سالی حضرت مولانا علی بن ابی طالب صلوات اللہ وسلامہ علیہ ہیں جنہوں نے تمام روئے زمین کی سیر کرلی ہے اور یہی ہونا بھی چاہیئے تھا اسلئے کہ انکی امامت کسی ایک خطہ سے خاص نہ تھی بلکہ شرق و غرب زمین ہے جسکے ثبوت میں یہ کافی ہے کہ،

علی سے زمین نے باتیں کیں

عن اسما بنت عمیس قالت لی فاطمة لیلة دخل الی علی سمعت الارض تحدثه وهو یحدثها واصبحت فخبرت النبی صلی الله علیه وسلم فسجد سجدة طویلة ثم رفع راسه وقال یا فاطمة ابشری بطیب النسل فان الله فضل بعلك علی سائر خلقه وامر الارض ان تحدثه باخبارها وما یجری علی وجهها من مشارق الارض الی مغاربها (مطالب السؤل للعلامہ محمد بن طلحہ الشافعی)

(ارجح المطالب صفحہ ۶۹)

اسماء دختر عمیس سے روایت ہے کہ فرمایا فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے جس شب علی میرے پاس آئے میں نے سنا کہ زمین اُن سے باتیں کرتی ہے اور زمین سے ہم کلام ہیں یونہیں صبح کی اور نبی سے اسکی کیفیت بیان کی انھوں نے ایک طویل سجدہ کیا پھر سر اٹھایا اور جواب دیا کہ اے فاطمہ تجکو طہارت نسل کی بشارت ہو تیرے شوہر کو خداوند عالم نے تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے اور زمین کو حکم دیا ہے کہ اپنی واردات ان سے بیان کیا کرے جو کچھ اسپر شرق و غرب میں واقع ہوتا ہے

اور واضح ہے کہ جب زمین ایسی مطیع و منقاد تھی کہ اپنے واقعات حضرت سے بیان کر دیتی تھی تو آپ اسکی جغرافیائی حالت سے بھی ضرور آگاہ ہوں گے اب رہی طرق آسمان کی واقفیت تو اسکی شہادت حضرت کے اس دعوی سے مل رہی ہے، سلونی عن طرق السماء فانی اعرف بها من طرق الارض مجھ سے آسمانوں کے راستہ پوچھو میں زمین کی راہوں سے زیادہ آسمانی راستہ جانتا ہوں اگرچہ اس مقولہ میں حضرت نے آسمان کے راستوں کی واقفیت کا دعوی کیا ہے لیکن زمین کی راہوں کو بھی مستثنی نہیں کیا یہ دعوی ہے جو آج تک اس سے قبل پیش نہیں کیا گیا،

ہمنے اس حدیث کو چند طریقوں سے پایا ہے جسکو پیش کرنا خالی از لطف نہیں ہے:۔

(۱) الحمد لله ... الذی اکرم ... علیاً انه کان ... ۔۔۔ بوسیلہ اسکے علاوہ دیگر علماء نے روایت کی ہے

يوماً على منبر البصرة اذ قال يا ايها الناس سلوني قبل ان تفقدوني سلوني عن طرق السماوات فاني اخبر بها من طرق الارض فقام اليه رجل من وسط القوم فقال اين جبرئيل في هذه الساعة فمر بطرفه الى السماء ثم مر بطرفه الى الارض ثم مر الى المشرق ثم مر الى المغرب فلم يجد موضعاً فالتفت اليه فقال ايها الشيخ انت جبرئيل قال فصفق من بين الناس فصعد عن مجلسه الحاضرون وقالوا نشهد انك خليفة رسول الله حقاً حقاً (مدينة المعاجز للسيد هاشم البحراني صفحه ۱۳)

کہ حضرت علی ایک دن منبر بصرہ پر تشریف فرما تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مردم مجھ سے پوچھ لو قبل اسکے کہ مجھکو نہ پاؤ مجھ سے آسمانوں کی راہوں کو پوچھو کہ میں انکو زمین کے راستوں سے زیادہ جانتا ہوں پس ایک شخص بیچ مجمع سے اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت کی خدمت میں عرض رسا ہوا کہ جبرئیل اس گھڑی کہاں ہیں آپ نے گوشہ چشم سے آسمان کی طرف دیکھا پھر آنکھ اٹھا کر زمین کی سمت نظر کی پھر شرق و غرب کیجانب نگاہ ڈالی مگر جبرئیل کو کہیں نہ پایا پس حضرت نے اس سوال کرنے والے کی طرف رخ کر کے ارشاد فرمایا کہ اے شیخ جبرئیل تو تم ہی ہو راوی کہتا ہے کہ مجمع کے اندر سے ایک طائر پرواز کر کے نکلا اور مجمع اسکے حاضرین میں غل ہوا اور سب نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ پیغمبر خدا کے خلیفہ برحق ہیں،

(۲) نقل انه قال في جملة العام سلوني قبل ان تفقدوني سلوني عما دون العرش فاني اعلمها فارفقوا وملكاً ملكاً فقال رجل من الحاضرين حيث وعيت ذلك فخبرني اين جبرئيل هذه الساعة فنطس قليلاً ونظر الى الاسرار ثم رفع راسه رافعاً الا انه طفت السماوات السبع والارضين فلم اجد جبرئيل وانظنه انت ايها السائل فقال السائل بخ بخ من مثلك يا ابن ابي طالب وبك يباهي الملائكة (ارجح المطالب)

منقول ہے کہ آنحضرت نے جلسہ عام میں فرمایا کہ مجھے نہ پانے سے پہلے جو پوچھنا ہو پوچھ لو مجھ سے بالائے عرش کی بابت دریافت کرو اسلئے کہ یقیناً میں وہاں کے ہر کوچہ کو جانتا ہوں اور ایک ایک ملک سے باخبر ہوں پس حاضرین میں سے ایک مرد نے کہا جب آپ کا یہ دعوی ہے تو مجھے بتائیے کہ جبرئیل اس وقت کہاں ہیں آپ نے تھوڑی دیر تامل کیا اور سر اقدس میں فکر فرمائی پھر جو سر اٹھایا تو فرمایا کہ میں نے ساتوں آسمانوں اور زمینوں کا طواف کیا جبرئیل کہیں نہیں تھے میں گمان کرتا ہوں کہ اے سوال کرنے والے جبرئیل تو ہی ہے پس سائل نے کہا مبارک ہو مبارک ہو آپکا مثل کون

نقلاً عن کشف الغمۃ صفحہ ۸۵

ہے آپ پر اُپکار اب ملائکہ جتنے بھی ہیں فخر و مباہات کرتے ہیں:-

(۳) وروی ان علیاً کان یخطب یوماً علی المنبر فقال ایھا الناس سلونی قبل ان تفقدونی سلونی عن طرق السماء فانی اعرف بھا من طرق الارض فقام رجل من القوم فقال یا امیر المؤمنین این جبرئیل ھذا الوقت فقال دعنی انظر فنظر الی فوق و الی الارض و یمیناً و شمالاً فقال انت جبرئیل فطار من القوم وشق سقف المسجد فکبر الناس و قالوا الله اکبر یا امیر المؤمنین من این علمت ان ھذا جبرئیل فقال انی لما نظرت الی السماء بلغ نظری الی ما فوق العرش و الحجاب و لما نظرت الی الارض خرق بصری طبقات الارض الی الثری و لما نظرت یمیناً و شمالاً رأیت جمیع ما خلق الله و لم ار جبرئیل فی ھذہ المخلوقات فعلمت انہ ھو (انوار نعمانیہ)

روایت ہے حضرت علیؑ ایک دن منبر پر خطبہ پڑھتے تھے فرمایا کہ اے گروہ مردم مجھکو نہ پانے سے پہلے جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو مجھ سے آسمانوں کی راہ دریافت کرو میں اپنے زمین کی راہوں سے بہتر جانتا ہوں پس ایک شخص مجمع میں سے اٹھکر کہنے لگا کہ اے امیر مومنان سوقت جبرئیل کہاں ہیں حضرت نے فرمایا مجھے ڈھونڈھنے کی مہلت دو پھر کر حضرت نے بالائے سر نظر کی اور زمین کی طرف دیکھا اور داہنے بائیں نگاہ کی فرمایا جبرئیل تمہیں ہو یہ سنکر حاضرین کے درمیان سے پوچھنے والا اڑا اور سیدھا مسجد کی چھت توڑتا ہوا نکل گیا حاضرین نے تکبیر کی صدائیں بلند کیں اور کہا اے امیر مومنان کیونکر آپ نے جانا کہ امین وحی یہی ہیں فرمایا جب میں نے آسمان کی طرف نظر کی تو طبقات ارضیہ کو توڑتی ہوئی ثری تک پہونچ گئی اور داہنے بائیں دیکھنے میں جو کچھ خدا نے خلق کیا ہے دیکھ لیا مگر جبرئیل ان مخلوقات میں بھی نظر نہ آئے تو میں نے سمجھا کہ جبرئیل وہی ہیں"

ناظرین تو علیؑ کے معجزہ احسن کو ہم نے بتکرار نقل کیا ہے لیکن خط کشیدہ الفاظ نوعیت واقعہ پر مزید روشنی ڈالتے ہیں پہلی حکایت میں تمام حاضرین مسجد کی گواہی بھی خلافت پر ہے دوسرے عنوان میں عرش بریں کے کوچہ سے خصوصی واقفیت کا دعوی فرماتا ہے اور نیز تمام ملائکہ کی نشست گاہ سے باخبر ہونیکا تذکرہ ہے اور یہ ارشاد ہے کہ انی طفت السمٰوٰت السبع میں نے ساتوں آسمانوں کا طواف کر ڈالا اور زمینیں دیکھ ڈالیں تیسری روایت میں حاضرین اور نیز سائل کا آپ سے یا امیر المؤمنین کہکر متوجہ کلام اور مطلوب کی مزید تشریح میں حضرت کا فرمانا کہ جب میں نے نظر کی تو

تحت الثریٰ تک نظر پہونچا اور طبقات ارض طے کیے یہ تمام تر سیاحت ارضی کا بین ثبوت ہے اب ہم بعض مقامات پر آنحضرت کا تشریف لیجانا بیان کرتے ہیں جنمیں سیاحت بدر وحنین وغیرہ کا مطلق ذکر نہیں ہے

علی بن ابی طالب علیہ السلام آب میں

البرسی فی الخبر اصحاب التواریخ ان رسول الله کان جالساً عنده جنی حتی یسئله عن قضایا المشکلة فاقبل امیر المؤمنین فتصاغر الجنی حتی صار کالعصفور ثم قال اجرنی یا رسول الله قال عن من قال من الشاب المقبل قال وما ذاک قال اتیت سفینة نوح لاغرقها یوم الطوفان فلما تناولتها ضربنی هذا فقطع یدی ثم اخرج یده المقطوعة صفحہ ۹ (مدینة المعجزات)

برسی نے کہا ہے کہ مورخین نے خبر دی ہے کہ پیغمبر خدا تشریف رکھتے تھے اور حضرت کے قریب ایک جن شکل سائل پوچھ رہا تھا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام سامنے سے تشریف لائے جن چھوٹا ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ شکل گنجشک معلوم ہوتا تھا اس نے کہا کہ اے پیغمبر خدا مجکو بچائیے حضرت نے فرمایا کس سے؟ اس نے کہا آنے والے جوان سے آپ نے فرمایا کس لیے؟ اس نے عرض کیا میں نے طوفان کے دن چاہا تھا کہ کشتی نوح الٹ دوں جیسے ہی میں نے کشتی تک ہاتھ پہونچایا تو اسی بزرگ نے مجکو ضرب لگائی اور میرا ہاتھ کاٹ ڈالا یہ کہکے اس نے اپنا دست بریدہ دکھایا،

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عظیم اجسام کو ہیبت صغیر کر دیا کرتی ہے لہذا کیا تعجب ہے اگر ستارہ پہونچتے پہونچتے شکل تبدیل ہو گیا ہو

علی ابن ابیطالب شہر سبا اور ملکت سلیمانی

آقائے کونین کا سلطنت سلیمان میں کارنمایاں فرمانا بھی محتاج تشریح نہیں ہے اور ان جناب کے معجزات میں چند واقعات ایسے موجود ہیں جنمیں عہد سلیمان کے متمرد جنوں کو آپ نے مجروح کیا اور انکو اپنی شجاعت اور بہادری کا کلمہ پڑھا طول کا خوف انکے نقل سے سد راہ ہے تا بریں ہم صرف ایک واقعہ پیش کرتے ہیں جو ملکت سلیمان اور حکومت بلقیس دونوں مقامات کی سیر پر مشتمل ہے۔

ملا فتح اللہ اپنی تفسیر میں ثعلبی سے کہ اکابر مفسرین اہلسنت سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون شخص تھا جو تخت بلقیس کو شہر سبا سے نزدیک حضرت سلیمان کے لایا آپ نے فرمایا وہ علی بن ابی طالب تھے کہ برکت اسم اعظم تخت بلقیس کو میں سلیمان حاضر کیا پھر علی سے مخاطب ہو کر فرمایا یا علی تم پیغمبران گذشتہ کے ساتھ باخفا تھے اور میرے ساتھ بظاہر۔ (قرآن مجید مترجم تقطیع کلاں)

علی بن ابیطالب مصر میں

البرسی ان فرعون لما الحق فرعون باخیہ ھارون	برسی ناقل ہیں کہ جب ہرون مع اپنے بھائی موسیٰ
موسیٰ دخلا علیہ ما فاذا فارس یتقدمہما	کے دربار فرعون میں پہونچے تو ایک سوار اُنکے آگے آگے
ولباسہ من ذھب وبیدہ سیف من ذھب وکان	ظاہر ہوا جو سنہری پوشاک زیب جسم کیے ہوئے ہاتھ
فرعون یحب الذھب فقال لفرعون اجب ھذین	میں طلائی تلوار لیے تھا اور فرعون کو طلا کا چیز ہی
الرجلین والا قتلتک فانزعج فرعون لذلک	محبوب تھیں اس سوار نے فرعون سے کہا کہ موسیٰ وہارون
فلما خرج دعی البوابین وعاقبھم وقال	کا جواب باصواب دے ورنہ ابھی تجھے قتل کرتا ہوں پس فرعون
کیف دخل ھذا الفارس بغیر اذنی فحلفو بعزۃ	اُس سے خائف ہو اجب وہ دونوں (موسیٰ وہارون)
فرعون انہ ما دخل الا ھذان الرجلان	واپس ہوئے تو اُسنے دربانوں کو بلایا اور نہایت غضبناک
وکان الفارس علی (مدینۃ المعاجز)	ہوا اور کہا کہ یہ سوار کیونکر بغیر میری اجازت داخل ہوا

پس اُن سبنے فرعون کی عزت کی قسمیں کھائیں وہ کہا کہ اُن دونوں کے سوا ہرگز نہیں آیا تھا وہ سوار علی بن ابیطالب تھے

علی بن ابیطالب دشت ارژن میں

محمد صالح حسینی ترمذی کشفی رقمطراز ہیں:-

در حسن الاخبار مسطور است کہ روزے شاہ ولایت در ہدایت در سن ہفت سالگی نشستہ بود وطبق تناول می نمود سلمان در پائیں غرفہ خرقہ می دوخت تواعد فقر وفنا می انداخت شاہ ولایت پارہ یک خرما و

انداخت و در ایران مشرف بساحت سلیمان گفت من سیصد سال خوردم ام و بعد بر آخرت سر آوردن تا که دو سال نمانیست
باز چنین کہ امیر المومنین گفت اے سلمان چہ بزرگ میخوانی مگر رو بفراموشی آوردی و از احوال مولا دشت ارزنہ فراموش کردہ
آگاہ نیستی از آنکہ چہ کسی ترا نجات بر روی تو کشادہ کہ ترا از شر شیر محفوظ داشتہ از سر نو حیات داد سلمان متحیر گردید و گفت
یا امیر المومنین از قصہ دشت ارزنہ و شیر با من بیان فرمود و در میان آب بودی از بیم شیر جزع و فزع می نمودی آن حال درین
بدعا آوردی و از برائے نجات دعا کردی و دعائے تو بقرب اجابت رسید من آن جا در گذر بودم و در آن صحرا بخواب بودم من لودم آن سوار کہ زرہ بر کتف
داشت و تیغ بر کشیدہ در شیر شدہ بر دو نیم گردانید و ترا بر سر منزل نجات رسانید سلمان گفت نشان دیگر نشت آزمایان فرمائی
و اواب حیرت بر روے من بکشائی امیر المومنین بدست گل تر و تازہ با طراوت نشاں صحیح از آستین
برآورده فرمود کہ این ہدیہ تو کہ آن سوار دادی سلمان بشیر متحیر گردیدہ ساعتی [illegible] ناگاہ ہاتفے آواز داد و نقاب رسے
خطاب بکشاد گفت اے بیر بیتی سوے پیشوائے انبیاء مقتدائے اصفیاء بیائی بعوض حال بازم یکتائی سلمان ملازمت سید الثقلین گردید
حیات سلمان میں تین سو سال کے بعد یہ راز فاش ہوا اور عالم لبرزخی میں سمجھے کہ شیر سے بچانے والا کوئی
نہ تھا سوائے علی علیہ السلام کے،
فاضل مولف نے اس قصہ کو اس سے زیادہ تفصیل سے لکھکر مقام استناد میں منقول عنہ کا دوسرا پتہ دیا ہے
اور تحریر کیا ہے:۔
مولف گوید کہ قصہ دشت ارزنہ اگرچہ از آفتاب مشہور ترانست اگر کسی را تعلجانہ بخاطر رسد چہل مجلس
عارف ربانی شیخ علاء الدولہ سمنانی نیز مطالعہ نماید یقیناً قائم کاہی گردد:۔ ؎

چون بغض علی ہر کس کہ دارد زیرین دل ۔۔۔ نداند قصہ سلمان و دشت ارزنہ یاد ورد

حضرت علی یمن میں

عن علی قال بعثنی رسول اللہ الی الیمن قاضیا و انا
حدیث السن فقلت یا رسول اللہ تبعثنی الی قوم
یکون بینہم احداث ولا علم لی بالقضاء فقال
ان اللہ سیھدی قلبک و یثبت لسانک قال فما شککت

جناب امیر فرماتے ہیں کہ مجھ کو پیغمبر خدا نے قاضی مقرر کر کے
یمن کی طرف روانہ کیا اوسوقت میں بہت کم سن تھا میں نے
کہا اے خدا کے بھیجے ہوئے آپ مجھکو اس قوم کی طرف روانہ
کرتے ہیں جن میں جھگڑے بکھیڑے پیش آئینگے اور مجھے

فی قضاء بین اثنین بعد ذالک (اخرجہ احمد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ و البزار و ابو یعلی و ابن حبان و الحاکم) (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۰)

علم قضا نہیں ہے فرمایا بہت جلد خدا تمہارے قلب کو ہدایت اور زبان کو ثبات دے گا فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے پھر کبھی دو شخصوں کے فیصلہ میں شک نہیں ہوا

حضرت علی وادی عقیق میں

سیاحت علویہ کے ضمن میں مذکورہ بالا واقعہ بھی آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے جسے ہم اپنی ناچیز تالیف فوائد الجنان میں بیان کر چکے ہیں اس جگہ اعادہ کی ضرورت نہیں

حضرت علی رن میں

لما توجہ امیر المومنین الی البصرۃ نزل الربذۃ فلقیہ الحاج فاجتمعوا لیسمعوا من کلامہ وھو فی خبائہ قال ابن عباس رضی اللہ عنہ فاتیتہ فوجدتہ یخصف نعلاً فقلت لہ نحن الی ان تصلح امرنا احوج منا الی ما تصنع فلم یکلمنی حتی فرغ من نعلہ الخ (ارشاد شیخ مفید صفحہ ۱۲۶)

جب امیر المومنین نے بصرہ کی جانب روانہ ہو کر رن میں نزول اجلال فرمایا تو وہاں آپ سے حاجیوں کی ملاقات ہوئی وہ آپ کا کلام سننے کے لیے مجتمع ہوئے اور آپ اسوقت اپنے خیمہ میں تھے ابن عباس لکھتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا میں نے کہ حضرت اپنی نعلین کی مرمت کر رہے ہیں عرض کی میں نے کہ جو کام آپ کر رہے ہیں اس سے زیادہ ہم اپنے امور میں آپ کی اصلاح کے محتاج ہیں مگر حضرت نے کچھ جواب نہیں دیا تا اینکہ آپ اپنے کام سے فارغ ہوئے،

حضرت علی بابل میں

یہ وہ وقت ہے کہ جب حضرت فرات سے عبور کر رہے تھے اور وقت عصر ہو پہنچ جانے سے آپ نے چند صحابیوں کے ساتھ نماز عصر پڑھی اور باقی اصحاب جب عبور کر چکے تو آفتاب ڈوب چکا تھا نماز ہونے کی شکایت کی اسوقت آپ کی دعا کی برکت سے آفتاب پلٹا اس واقعہ کو مخالفین و موافقین نے متفق اللفظ ہو کر بیان کیا ہے حمیری رحمۃ اللہ کے

بعض اشعار ہم مقام ثبوت میں پیش کرتے ہیں:۔

ردت علیہ الشمس لما فاتہ وقت الصلوٰۃ وقد دنت للمغرب

جب وقت نماز عصر کا جا رہا اور مغرب کا وقت آگیا تو آفتاب پلٹ آیا

حتی تبلج نورھا فی وقتھا للعصر ثم ھوت ھوی الکوکب

یہاں تک کہ نور اسکا اسی مقام پر چمکا جہاں وقت عصر چمکا کرتا ہے، پھر ستارے کی طرح

وعلیہ قد ردت ببابل مرۃ اخریٰ وما ردت لخلق معرب

اور انہیں کے لیئے دوسری مرتبہ بابل میں پلٹ آیا حالانکہ غروب ہونے کے بعد کسی کے لیئے نہیں پلٹا

الا لیوشع اولہ من بعدہ ولردھا تاویل امر معجب

گر یا حضرت یوشع کے لیئے آپکے قبل یا آپ کے لیئے یوشع کے بعد یہ ایک تعجب خیز امر ہے

حضرت علی کربلا میں

عن ابن عباس قال کنت مع امیر المومنین فی خرجتہ الی صفین فلما نزل بنینوی وھو شط الفرات قال یا علی صوتہ یا ابن عباس اتعرف ھذا الموضع قلت لہ ما اعرفہ یا امیر المومنین فقال لو عرفتہ کمعرفتی لم تکن تجوزہ حتی تبکی کبکائی قال فبکی طویلا حتی سالت الدموع علی صدرہ وبکینا معہ وھو یقول اوہ اوہ مالی ولآل ابی سفیان صبرا یا ابا عبداللہ فقد لقی ابوک مثل الذی تلقی منھم الخ (امالی الصدوق)

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ میں صفین کی روانگی کے وقت امیر المومنین کے ہمراہ تھا پس جبکہ آپ نینویٰ میں فروکش ہوئے جو لب فرات واقع ہے تو بلند آواز سے فرمایا کہ اے ابن عباس کیا اس جگہ کو پہچانتے ہو میں نے کہا اے امیر المومنین میں تو نہیں پہچانتا ہوں فرمایا کہ اگر میری طرح تم اس زمین کو پہچانتے تو تم بھی میری طرح یہاں سے روتے ہوئے گذرتے یہ فرماکر حضرت دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ آنسو سینہ پر جاری ہوئے اور ہم بھی ان حضرت کے ساتھ روئے درآنحالیکہ وہ حضرت فرما رہے تھے آہ آہ مجھے کیا کام آل ابی سفیان سے (امام حسین سے خطاب کرکے) صبر کرو اے ابو عبداللہ تیرے باپ نے بھی ان لوگوں سے

[حاشیہ:] ایک آٹھ منٹ کی تکلیف حضرت علی کو سمجھ دو مومن

علی اور تمام دنیا کی سیاحت

ہمارے موضوع کا اہم مرام یہی ہو کہ ان حضرت نے تمام دنیا کی سیر کی لیکن افسوس ہو کہ طول کے خوف سے ہم اس کی تشریح سے قاصر ہیں اور دال اصحاب کے لیئے روضۃ الصادقین مطبوعہ جز دل صفحہ ۹۶ باب المعاجز اور ارباب علم کے لیئے بحار جلد نہم کا حوالہ دیتے ہیں ہر دو کتب میں سلمان کی استدعا سے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ناقہ ثمود اور عجائبات دنیا دکھانا بحری اور بری سفر کے مناظر پہاڑوں کی سیر تفصیل سے موجود ہے تتمہ خبر جو مفید مطلب ہے یہ کہ جب سلمان عجائب و غرائب موجودات دیکھ چکے تھے تو عرض کیا :-

یا سیدی هل سرنا فرسخین فقال یا سلمان
لقد سرنا خمسین الف فرسخ و درنا حول الدنیا
عشرین مرة قلت یا سیدی وکیف هذا فقال یا
سلمان ان ذا القرنین کان یطوف شرقها و غربها
و یبلغ الی سد یاجوج و ماجوج فلا یتعذر
علی وانا اخو سید المرسلین ...... قال
سلمان فسمعت صائحا یصیح فی السماء یسمع
الصوت ولا نری الشخص یقول صدقت صدقت
انت الصادق المصدق الخبر (بحار مجلد ۹ س۹)

اے میرے سردار کیا ہم نے کوئی دو فرسخ سیر کی ہو گی
فرمایا حضرت نے اے سلمان تم نے پچاس ہزار فرسخ
(ایک لاکھ ۵۰ ہزار میل) راہ طے کی اور تمام دنیا کے گرد
بیس مرتبہ چکر لگایا میں نے کہا اے سردار میرے کیونکر کہا
سلمان! جب ذو القرنین نے شرق و غرب کا طواف
کر ڈالا اور سد یاجوج و ماجوج تک پہنچ گئے تو مجھ پر کیا
دشوار ہے درآنحالیکہ میں سید المرسلین کا بھائی ہوں
سلمان کہتے ہیں میں نے ایک پکارنے والے کو آسمان
میں پکارتے ہوئے سنا جس کی صورت نظر نہ آتی تھی وہ
کہہ رہا تھا آپ نے سچ کہا سچ کہا صادق و مصدق آپ ہی ہیں،

ثابت ہوا کہ علی بن ابی طالب نے بیس مرتبہ دنیا کا سفر کیا اور شرق و غرب میں کوئی جگہ ایسا باقی نہ رہا جسکے گرد آپ پھرے نہ ہوں اس قصہ میں جو غیبی ہاتف کی ندا ہے وہ بھی ثابت کرتی ہے کہ مصداق کونوا مع الصادقین آپ ہی ہیں



علی مرتضیٰ عالم بالا میں

عن محمد بن علی عن آبائه قال هبط جبرئیل
علی النبی وهو فی منزل ام سلمة فقال یا محمد
ان ملأ من ملائکة السماء الرابعة یتجادلون
فی شیء حتی کثر بینهم الجدال فاوحی الله
تعالی الی الملائکة قد کثر جدالکم فتراضوا
بحکم من الآدمیین یحکم بینکم قالوا قد رضینا
بحکم من امة محمد فاوحی الله الیهم عن من ترضون من
امة محمد قالوا رضینا بعلی بن ابی طالب فهبط الله
ملکا من ملائکة السماء الدنیا ببساط واریکة
فهبط الی النبی فاخبره بالذی جاء
فیه فدعا النبی بعلی بن ابی طالب فاقعده
علی البساط ووسده بالاریکة ثم تفل فی
فیه ثم قال ثبتک الله فلبک نور جنتک
بین عینیک ثم عرج به الی السماء فلما نزل
قال یا محمد ان الله یقرئک السلام ویقول
لک نرفع درجات من نشاء وفوق کل ذی علم علیم

(تفسیر المعجزات ۳۸۱)

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبا رطاہرین سے
روایت کی ہے کہ جبرئیل خدمت نبوی میں حاضر ہوئے
اور آنحضرت خانہ ام سلمہ میں تھے عرض کیا اے محمدؐ
چوتھے آسمان کے فرشتوں میں سے ایک گروہ نے کسی بات
میں جھگڑا کیا یہاں تک کہ اُن سب میں بہت زیادہ
اختلاف واقع ہو گیا پس وحی کی خداوند عالم نے ملائکہ
کی طرف کہ تمہارا جدال بڑھ گیا تو تمہیں چاہیئے کہ بنی نوع
انسان میں سے کسی حاکم کو پسند کرو جو تمہارے درمیان فیصلہ
کرے سب نے عرض کیا ہم راضی ہیں کہ امت محمدؐ سے ہم میں
کوئی حاکم بنایا جائے پھر وحی ہوئی کہ تم امت محمدؐ سے
کس کے فیصلہ پر راضی ہو گے سب نے کہا کہ علی ابن ابی طالب کے
فیصلہ پر ہم راضی ہیں پس خدا نے آسمان دنیا کے ملائکہ
میں سے ایک ملک کو مع بساط و تخت اتارا جو خدمت نبوی میں
باریاب ہوا اور واقعہ آنیکا بیان کیا جسے سنکر نبی خدا نے
علی بن ابی طالب کو بلایا اور بساط پر بٹھایا اور تخت پر
متمکن کیا اور لعاب دہن منھ میں ڈالکر فرمایا خدا تمہارے قلب
کو ثبات دے اور دلیلوں کا نور آنکھوں کے درمیان روشن کرے
پھر وہ فرشتہ حضرت کو آسمان کی طرف لے گیا اور جب زمین پر واپس آیا تو عرض کیا کہ اے محمدؐ خداوند عالم آپکو
سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم جسکے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں اور ہر صاحب علم کے مافوق ایک جاننے والا
ایک وقت تھا کہ جب لاف تفرقہ انتخاب آدم اور بنی آدم کا علم برآمد ہوا تو زمرہ قدس کے رہنے والے

عصمت پوش ملائکہ نے انسانوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور عرض کیا تھا اتجعل فیہا من یفسد فیہا و یسفک الدماء میرے معبود خلافت انہیں قرار دیگا جو زمین میں فساد برپا کرینگے اور خون ریزیاں جنکی عادت ہے جواب قدرت سے انی اعلم ما لا تعلمون کا جواب صادر ہوکر بزم ملک میں خاموشی چھا گئی اور پھر کبھی اپنا نام پیش نہ کیا لیکن آج بنی نوع انسان میں ایسی فردیں نظر آرہی ہیں کہ وہی ملائکہ انکو اپنا نقطۂ نظر سمجھتے ہیں اور جس نوع کو ناقابل حکومت خیال کیا تھا وہی مقدسین و مسبحین پر حکمرانی کے لئے منتخب کیا جاتا ہے یہاں سے آدم اور حضرت علیؑ کا موازنہ ہوتا ہے کہ انکے لیے مخالفت کے بعد ملک مطیع ہوئے تھے لیکن علی کو خود اس منصب کے لئے احق سمجھے اور مسند حکومت سمجھکر دعوی کیا لیکن یہ پتہ نہ چلا کہ ملائکہ میں کس بات کی نزاع تھی اور آنحضرتؐ نے کیا فیصلہ کیا ممکن ہے کہ اس اخفا کی وجہ یہ ہو کہ اگر ہمکو پتہ لگ جاتا تو نبی و علی میں جو اتحاد نور تھا اسپر حرف آتا جب نبی کی غایت معراج فاوحی الی عبدہ ما اوحی لکھکر صیغۂ راز میں رکھی گئی تو علی بھی خدا کے حبیب تھے انکی معراج کا حال بھی پردۂ خفا میں رہنا چاہیئے تاکہ نبی و وصی میں ایک مشترک خصوصیت ہے بالجملہ یہ دلیل فضیلت کی ہے حضرت آدم سے بھی اسی طرح سے دیگر انبیا اولوالعزم سے بھی حضرت کی فضیلت ثابت ہے اور یہ راز سمجھ میں آتا ہے کہ عیسی کو چرخ چہارم پر اس لیے جگہ دی گئی کہ جب کبھی ملائکہ میں بیان کے اختلاف ہو تو علی فیصلہ کے لیے آسمان پر لائے جائیں اور عیسی ساکت بیٹھے رہیں تاکہ دیکھنے والے علمیت کے مرکز کو سمجھیں درحقیقت اگر ملائکہ کی نظر انتخاب میں عیسوی علم کا ذرہ بھی ہوتا تو مقامی عالم چھوڑکر غیر مقامی ذات سے رجوع فعل عبث قرار سمجھتے تھے کہ عیسی کا ارتقا فلک رابع تک محدود ہوکر رہ گیا اس سے سوال کریں جسکا ہاتھ پردے سے شب معراج برآمد ہوا ایسا بلند مرتبہ علی کے سوا کوئی نہ تھا ثابت ہوا کہ علی کی سیاحت کسی ایک جگہ مخصوص نہ تھی بلکہ عرش سے فرش تک عالم زیر نگین تھا،

(نقیب اہلبیت آغا مہدی رضوی)

(الواعظ) یہ مضمون فاضل مقالہ نگار نے اپنے سفر زیارت عراق سے پہلے جسکا شرف ممدوح کو حال ہی میں حاصل ہوا ہے تحریر فرمایا تھا مگر چونکہ ہماری رائے میں ابھی اسکی اشاعت کی کوئی امید نہ تھی اور مضمون اپنی نوعیت و حسن ادا اور ترتیب وغیرہ کے لحاظ سے بالکل اچھوتا اور بے مثل تھا اور احادیث فضائل و مناقب پر بہت تیز روشنی ڈالی گئی تھی لہذا ہمنے انکو ممدوح سے باصرار طلب کرکے [illegible] ناظرین کیا ہے امید ہے کہ مولائیان امیرالمومنین کے لئے روحانی مسرتوں کا باعث ہوگا،

اُولوالامر کی تعیین

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلا، ۵

(پ۵ نسا ع۱)

اے گروہ مومنین اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولوالامر کی جو تم میں سے ہوں پھر اگر کسی شے کی بابت تم میں نزاع ہو تو اسکو خدا و رسول کی جانب رجوع کرو اگر تم اللہ اور روز حشر (قیامت) پر ایمان رکھتے ہو یہی تمھارے لیے بہتر اور انجام کی راہ سے خوب ہے

یہ آیہ کریمہ امامت کے واجب ہونے اور اُمت کو انتخاب امام کا اختیار نہ ہونے اور خدائے پاک کی جانب سے امام کے منصوب ہونے اور امام منصوب کی عصمت کے واجب ہونے اور قول اجماع و قیاس کے فساد اور اُنکے باطل ہونے پر بہت بڑی دلیل ہے اسلیے کہ یہ آیہ کریمہ دو جزوں پر مشتمل ہے پہلا جز یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور جز ثانی فان تنازعتم سے آخر آیت تک ہے،

پہلا جز تو وجوب اطاعت اولی الامر پر نص ہے کیونکہ اللہ تعالی ان حضرات اولی الامر کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اطاعت سے مقرون نہیں کرسکتا تھا جبتک کہ یہ حضرات گناہ و لغزش سے معصوم نہ ہوں ورنہ خدا کی جانب سے اُسکے بندوں کے حق میں اغرا بالجہل لازم آئیگا، (اور یہ امر قبیح ہے اللہ تعالی کی شان بہت بلند و برتر ہے) نیز اس جز میں ان معصومین کے ہر زمانہ میں موجود ہونے پر بھی نص ہے اسواسطے کہ خدائے پاک غیر موجود شے کی اطاعت کا حکم نہیں دیسکتا تھا ورنہ عبث اور تکلیف مالایطاق لازم آئی اور دونوں باتیں خدائے تعالی سے ممتنع ہیں جیسا کہ عقلی ضرورت اُسپر شہادت دیتی ہے اور اسکے اختیار کرنے اور اسپر اعتقاد رکھنے بے چارہ نہیں ہے نیز اس جز میں اس امر کے بھی واجب ہونے کی دلیل و تصریح ہے کہ ان معصومین تک اُسکے بندوں کا پہونچنا اور اُنکی اطاعت کرنا اور اُنسے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو ورنہ یہ دونوں محذور جو ابھی ذکر کیے گئے ہیں فعل عبث اور تکلیف مالایطاق لازم آئینگے مگر جب اُن تک پہونچنا اور اُنکی اطاعت کسی صورت سے ممکن نہ ہو تو سبب اسکا بندوں کی معصیت ہوگی اور انھیں پر ملامت کیجائے گی نہ خدا عزوجل

پر اسواسطے کہ انھیں لوگوں نے ایسی اسباب مہیا کیے جنکی وجہ سے امام خلائق کی نظروں سے پوشیدہ ہوگیا
اللہ تعالیٰ کسی ایسی شے کا مانع نہیں ہو سکتا جسکے سبب سے اُس پر ملامت کی جا سکے اور اسی سبب سے اللہ نے
اُس پر موت و فنا کا حکم نہیں دیا تاکہ مکلفین کو کوئی راہ ملامت و اعتراض کی اللہ تعالیٰ پر نکل سکے اور یہ اشیا جنکی طرف
ہمنے اجمالاً اشارہ کیا ہی میرے نزدیک بیان و تفصیل سے مستغنی ہیں اور امر حجت عقل و ضرورت وجدان صحیح
پر موقوف ہے جسکا انکار انسان سے نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ چوپایوں میں داخل اور اُن سے بھی زیادہ گم کردہ
راہ ہو !!

اب رہا جزو ثانی تو بیان اُسکا یہ ہی کہ ہم بطور قطع و یقین جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں گذر چکا ہی
کہ یہ لوگ اُن لوگوں کی اطاعت میں نزاع کرینگے جن کو اُس نے آیہ کریمہ میں اولی الامر سے تعبیر کیا ہی اور علاوہ
اُنکی اطاعت کے امور دینیہ میں بھی جھگڑا کریں گے جیسا کہ اس مطلب پر قول باری تعالیٰ میں فی شیء کی تنکیر دلالت
کرتی ہی اور جو باتیں وہ اس باب میں اپنی جانب سے مثل اجماع و قیاس اختراع کرنے والے تھے وہ بھی اُسکے علم
میں گذر چکی تھیں لہذا اُس نے ان باتوں سے انھیں روکا اور خدا و رسول یعنی کتاب و سنت ہی کی طرف انھیں رجوع
کرنے کا حکم دیا اس لیئے کہ اُسے اس بات کا علم تھا کہ کتاب و سنت میں وہ تمام امور موجود ہیں جو رفع نزاع اور حصول
اطمینان اور اس باب خاص میں سکون نفس کے لیئے کافی ہیں پھر (ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر) کہکر اس
تحذیر کو خوب مضبوط کر دیا اور خدا و رسول کی جانب رجوع کرنے میں ایمان باللہ اور یوم آخر یعنی یوم جزا کی شرط
لگادی اور ڈرایا کہ جو شخص اُسکی (کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کے) علاوہ کچھ اور کریگا یعنی اس امر کو کسی دوسری
شے پر علاوہ کتاب و سنت کے مبنی کرے گا تو وہ دائرہ ایمان سے خارج ہو کر نفاق و شقاق کی حد میں داخل ہو جائیگا
اور خدائے پاک کے حکم کو رد کر کے اُس سے بغاوت کرنیکا مرتکب ہوگا جیسا کہ شیطان رجیم جسنے سیدنا و نبینا آدم علیہ السلام
کو سجدہ نہ کرکے خدا سے بغاوت کی، اور اس جزو میں فقرہ اولی الامر کو صرف اسلیئے ترک کر دیا کہ انکی اطاعت اطاعت رسول
میں داخل بلکہ عین اطاعت خدا و رسول ہی اور اطاعت خدا و رسول اصل متلزم اطاعت اولی الامر ہی اور کسی شک و ریب کی اس امر
واقع میں گنجائش نہیں ہی، اور بایں ہمہ علم باریتعالیٰ میں گذر چکا تھا کہ یہ لوگ اُن (اولی الامر) کی اطاعت
میں نزاع کرینگے اور انسے روگردانی کرینگے لہذا یہاں انکا ذکر نہیں کیا اور خاص انکی طرف رجوع کرنیکا حکم
نہیں دیا اسلیئے کہ اس آیت کے جزو اول میں انکی اطاعت کے حکم صریح کے بعد یہ ایک عبث فعل تھا بلکہ بعض

کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کا انھیں حکم دیدیا،

اور تعبیر اولی الامر کی اجماع سے ایک ایسی حماقت ہو کہ جس سے کوئی حماقت میں نہیں کھائی دریا سفسطہ ہی جسکا باطل ہونا واضح ہی اسواسطے کہ نفس اجماع ایک ایسی شئے ہو جو نہ دکھائی دیتی ہو نہ بجز وجود ذہنی کے کہیں اسکا وجود ہو اور نہ کوئی شئے محسوس اور شخص ذی صورت ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو اسکی اطاعت کا حکم دے بلکہ وہ ایک ہیئت ہے جو چند لوگوں سے مرکب ہے جنکی حالت کچھ معلوم نہیں بجز اسکے کہ خدائے پاک نے ہمیں انکی اطاعت کا حکم دیا ہی اور یہ ایک کہا ہوا قرینہ اس امر کا ہو کہ خدائے پاک نے اپنے رسول کو ان کے اسماء و اوصاف سے بالتعین آگاہ کر کے انھیں ولی الامر سے تعبیر کیا ہو تاکہ اطاعت انکی صحیح ہو اب اگر رسول نے انکو اجماع سے تعبیر کیا ہو تو کہاں اور کس جگہ اور اس کا کیا ثبوت ہے؟ یہ محض ہوکا ہی اور اگر بفرض محال اولی الامر سے اجماع ہی مراد ہو تو پھر قیاس کہاں اور کون سی لفظ اس آیہ کریمہ میں ایسے دلالت کرتی ہو اور کس چیز کو خدائے پاک نے منع کیا ہی اور اس نفاق و شقاق سے تو پناہ خدا کی کہ قیاس کے لیے بھی کوئی لفظ گڑھ لی جائے جیسا کہ اجماع کے لیے بنالی ہو اور کسی لفظ کے نہ ملنے پر کہدیا جائے کہ اجماع نے جن چیزوں کا حکم دیا ہی انمیں سے ایک چیز قیاس بھی ہی اور معلوم ہو کہ دنیا میں ایک گروہ قیاس کو حرام جانتا ہی اور اسے بدعت قرار دیتا ہی اور یہی لوگ ہیں جو ظاہریہ اہل ظواہر کہا جاتا ہی اور اگر اجماع بنا بر تجویز قیاس کے واقع ہوا ہو تو پھر اطاعت اجماع کی کہاں ہی، اور نیز اگر ایک امر یا ایک مسئلہ پر دو گروہ الگ الگ اجماع کریں تو ایسے وقت میں ان دونوں میں سے کس اجماع کو معتبر مانا جائیگا اور کون حکم (بفتح حا) ہوگا جسکی طرف رجوع کی جائیگی، اور یہ ازہی کی بے راہ چالیں اگرچہ ایسی باتوں میں معروف و مشہور اور عناد و تکلیف میں اما میہ سے ضرب المثل ہو جیسا کہ اس کی تفسیر سے ثابت ہوتا ہی مگر اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں تو اسکی بے راہی اور سفاہت میرے نزدیک اسکی تمام بے راہ چالوں اور سفاہتوں سے بڑھ گئی، ورنہ مجھے اسکی مہمل اور باطل باتوں کا ذکر اور اسکی حماقتوں اور بیہودگیوں سے تعرض کر کے اپنے اس مضمون کا گندہ کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا طالب حق کو اپنی تضیع اوقات کا اختیار ہو ہم بحمد اللہ اسکی بدعتوں اور حماقتوں پر نظر کرنے اور اسمیں مشتغل ہونے سے غنی ہیں اور ہمیں خدائے پاک نے اپنی نعمتوں کی کثرت سے اسکے سیئات و شناعات کے کھوجنے کی فکر سے بے پرواکردیا ہے اور عقل عطا کر نیکے لیے اسکے لیے اپنے نبیا ہمدیا،

(دعاگو محمد حسین صدیقی فاروقی عثمانی)

عبدالمسیح انطاکی اور مولانا علی ابن ابیطالب

امیر المومنین علیہ السلام کے خصوصیات یوں تو لاتعد و لاتحصی ہیں اور انمیں سے ہر خصوصیت ایک حد تک محیر العقول واقع
ہوئی ہے لیکن اُسکا محیر العقول ہونا بنظریہ محدودیت عقل انسانی و نامحدودیت صفات امیر المومنین علیہ السلام چنداں
محیر العقول نہیں ہے البتہ ان خصوصیتوں میں دو خصوصیتیں ایسی ہیں جو بنظر بعض خصوصیت اسقدر محیر العقول ضرور ہیں کہ عقل
انسانی اُنکے وجوہ و تفاصیل کے ادراک سے قاصر و عاجز ہے ایک خانہ کعبہ میں حضرت کی ولادت باسعادت کا
واقع ہونا اور جناب رسالتمآب کی ذات فیض آیات سے اس شرف کا متعلق ہونا دوسرے حضرت کی محدودیت عامہ
پہلی خصوصیت کے متعلق اشارۃً اتنا کافی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام اگرچہ بنص قرآن نفس رسول تھے اور لازمی نتیجہ اسکا
بظاہر ان دونوں بھائیوں کی مساوات ہے لیکن دونوں بھائی خاتم النبیین نہیں ہو سکتے تھے لہذا ایک بھائی کو خداوند عالم
نے ختم نبوت کے خلعت سے مخلع فرما کر ساری عالم کا سراج بنا دیا اور یہ شرف جو آجتک کسی کو عطا نہ ہوا تھا آنحضرت سے
مخصوص ہو کر آپکی فضیلت تامہ کی دلیل واضح ہو گیا اب دوسرے بھائی کی مساوات کا مقتضا یہ تھا کہ انکو بھی کوئی ایسا ہی
شرف عطا ہو جو نوع انسانی میں کسیکو عطا نہ ہوا ہو لہذا جناب احدیت جلت اسماؤہ نے حضرت امیر کو
شرف ولادت خانہ کعبہ سے مشرف فرمایا جو مثل ختم نبوت نوع انسان میں کسیکو عطا نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا تھا قرینہ
ولادت آپکی مادر گرامی کا خانہ کعبہ کے قریب جانا خانہ کعبہ کے اصلی دروازہ کا بدستور مقفل رہنا دیوار خانہ کعبہ کا شق
ہو کر باب جدید کا پیدا ہونا آپ کی والدہ ماجدہ کا جوف حرم میں جانا شق شدہ دیوار کا پھر متصل ہو کر ہیئت اصلی
پر آنا آپکی ولادت کا جوف حرم میں واقع ہونا یہ سب باتیں ایسی ہیں جنکی تعلیل و تفصیل در ادراک وجوہ سے عقل
انسانی بالکل قاصر و عاجز ہے اور فانی سا شخص گھبرا کر کہدیا تھا ہے

تو چرا الست بر ہم زنی بزن کہ اگر زنی
ازل و ابد ہمہ ذرہ ذرہ پر از صدائے بلی کنی

اگرچہ ایک حد پر اس کی بھی تاویل ہو سکتی ہے اس طرح کہ انسان بصیرت سے بھی محفوظ رہے اور عبدیت و
معبودیت بھی اپنے حدود پر باقی رہے جسکی تفصیل کے لئے میرا عربی رسالہ "کتاب التبیان فی دفع الاستغراب والاستنکار
عن خطبۃ البیان" کا مطالعہ کافی و وافی ہے اور چونکہ میری آخر عمر کی تصنیف ہے اس لیے قابل ملاحظہ ارباب عقل و

معرفت و حکمت مشہور ہے۔ اب رہی دوسری خصوصیت اسکے متعلق صرف یہ التماس ہے کہ عالم انسانیت میں مجھے تو کوئی ممدوح بجز علی مرتضیٰ روحی و ارواح العالمین لہ الفداء کے ایسا نظر نہیں آتا جسکی ممدوحیت کا یہ حال ہو کہ جتنے وجوہ فطرۃ انسانی تلاش کر سکتی ہے وہ سب اس حد پر موجود ہوں کہ مافوق اسکا تصور بھی نہ ہو سکے

ظاہر ہے کہ مدح و ثنا بھی ایک قسم کی خصوصیت نوع انسانی کی ہے جو از قبیل ضحک وغیرہ اسکے خصوصیات سے سمجھی جا سکتی ہے مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ ممدوحیت کی بنا یا خوشامد پر ہوتی ہے یا انصاف پر۔ دوسری صورت کے معنی یہ ہیں کہ ممدوح کے صفات اس قسم کے ہوں اور اس حد پر ہوں کہ فطرۃ انسانی انکی قدرشناسی پر مجبور ہو کر اسکی مدح و ثنا پر مجبور ہو جائے اگرچہ کسی قسم کی منفعت ممدوح کی ذات سے متصور نہ ہو۔ ہم نے حاتم کو نہیں دیکھا مگر اسکی سخاوت کی وجہ سے اسکی عزت دل میں ضرور ہے۔ نوشیرواں کو نہیں دیکھا مگر اسکے عدل کی وجہ سے اسکی عزت دل میں پیدا ہوتی ہے مگر ان دونوں کی موت کے بعد ان کی شان میں آجتک تو کسی انسان نے کوئی شعر یا قصیدہ نظم نہیں کیا اور امیر المومنین کی ممدوحیت کا یہ حال ہے کہ آپکی وفات حسرت آیات کے بعد سے آجتک بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں اشعار و قصائد اور مثنویاں اور دیگر اصناف نظم مثل مخمس و مسدس و مثلث وغیرہ وغیرہ کے مختلف زبانوں میں نظم ہو چکے ہیں خوشامد کی صورت اس بارہ میں متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ خوشامد دنیاوی منفعت کے لیے ہوتی ہے جو یہاں مفقود ہے۔ اب رہی انصاف کی صورت تو یہاں حاتم و نوشیرواں کی مثال سد راہ ہے۔ اگر کہا جائے کہ اسکی وجہ مذہبی اعتقاد ہے کہ ان کی شان میں شعر کہنا موجب ثواب ہے تو گو یہ بڑی حد تک صحیح ہے مگر اس اعتبار سے باقی آئمہ علیہم السلام مستثنیٰ نہیں ہیں پھر امیر المومنین کی خصوصیت کیا معنی رکھتی ہے۔ یہ عقدہ بھی لاینحل نظر آتا ہے علاوہ بریں ہماری حیرت کی کچھ انتہا نہیں رہتی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اہل ملل باطلہ مثل یہود و مجوس و گبر و نصاریٰ یہاں تک کہ ہنود بھی آپکے مداح نظر آتے ہیں آخر ان کو حضرت کی مدح سرائی اور ثناگستری پر کیا داعی ہو سکتا ہے۔ ان کو امید ثواب آخرت بھی تو نہیں ہے۔ دیکھو حضرت کے مداح ہیں ٹامس، کارلائل ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ سب سے آخر تک پڑھ جاؤ دیگر مشاہیر یورپ کی رائیں ان کے تصنیفات میں دیکھ لو یہ سب حضرت کے مداح نظر آئینگے مگر ان میں سے کسی نے کوئی نظم حضرت کی شان میں نہیں لکھی بخلاف ایک عیسائی عاشق امیر المومنین "عبد المسیح انطاکی" کے جو شاید آپ خطیب انطاکی کہلاتا ہے ابھی سال پیوستہ تک زندہ تھا اسکو خدا معلوم کیوں امیر المومنین علیہ السلام سے عشق ہو گیا تھا کہ اس نے حضرت کے حالات کی تحقیق کے لیے سفر کی مشقت گوارا کی اور بلاد اسلامیہ میں برسوں پھرتا رہا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے

ایک لاثانی قصیدہ ایک ردیف و قافیہ میں پانچ ہزار پانچ سو چھپن شعر کا مدح امیر المومنین میں نظم کر ڈالا جو بجائے خود
قصیدہ کاہے کو ہے بلکہ ایک کتاب ہے، اور خود ہی اس کی شرح بھی حواشی کی صورت میں لکھدی اور وہ مطبع عمدین
فجالہ مصر میں چھپ بھی گیا۔ وہ فصاحت و بلاغت و جزالت و عربیت و ادبیت کے لحاظ سے آپ ہی اپنی نظیر ہے شیعوں
کی بے حسی و بد مذاقی کا اس سے بڑھکر ثبوت کیا ہوگا کہ عالم مدح میں امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق اتنا بڑا واقعہ
گذر جائے اور کمبخت شیعوں کو اس کی خبر بھی نہ ہو، میں خود بھی کمبخت ہوں کہ مجھے حال ہی میں بذریعہ الواعظ اسکی اطلاع
ہوئی اور جناب فضیلت مآب کمالات انتساب جناب مولانا السید علی نقی صاحب ابن جناب ممتاز العلماء مولانا السید ابو الحسن صاحب
ابن جناب سید العلماء السید محمد ابراہیم صاحب ابن جناب ممتاز العلماء السید محمد تقی صاحب ابن جناب سید العلماء مولانا السید
حسین صاحب ابن حضرت غفرانمآب طاب ثراہ جو بحمد اللہ خاندان اجتہاد کے چشم و چراغ ہونے والے ہیں اور نجف اشرف
میں مشغول تحصیل کمال ہیں حالانکہ بہت کم سن ہیں خدا انکی عمر میں برکت عطا فرمائے اور مدارج اعلائے علم و کمال پر پہونچائے
انھوں نے اس ضرورت کو سب سے پہلے محسوس کیا اور اپنے ایک مضمون میں اس واقعہ کو لکھکر جریدۂ مقدسہ الواعظ نمبر ۴ جلد ۹
بابت اپریل سنہ ۳۰ء کے ذریعہ سے عالم تشیع کو اس خبر فرحت اثر سے آگاہ کیا غرض اس طرح مجھ حرماں نصیب کے جسد
بے روح میں خداوند عالم نے ایک روح تازہ پھونک کر حیات تازہ مرحمت فرمائی مگر افسوس کہ باوجود جد و جہد
بسیار ابتک اس قصیدہ کی زیارت سے محروم ہوں اور شب و روز اسکی زیارت کے اشتیاق میں میری روح ماہی بے آب
کی طرح تڑپ رہی ہے گو جناب مولانائے ممدوح نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اسکا ایک نسخہ خرید فرماکر میرے واسطے ارسال
فرمائینگے مگر ابتک اس وعدہ وفا فرما سکے میں اس قصیدہ کو باللہ العظیم اپنی نقد جان سے خرید کرنے کو حاضر ہوں لیکن کیا
مال ہے مگر دیکھوں کب زیارت سے مشرف ہوتا ہوں،

اس خبر فرحت اثر کے سننے سے بہت پیشتر بزمانہ قیام علیگڈھ کالج میں بھی ایک قصیدہ مدح امیر المومنین
میں نظم کر چکا تھا جو لامیۃ العرب کے وزن و قافیہ کے اعتبار سے لامیۃ الہند کہے جانے کے قابل تھا حالانکہ اسکے قبل
میں نے کوئی اردو شعر بھی نہیں کہا تھا ایسا تتبع عرب و عجم کا کلام دیکھکر جرأت نہ ہوتی تھی والد مرحوم فن شعر
میں استاد یگانہ اور بواسطہ میر تقی میر کے شاگرد تھے مگر میں نے ایسے استاد قدیم کہنہ مشق کا زمانہ پاکر بھی انسے
استفادہ نہ کیا تھا فن عروض و ادب و نحو میں جناب اکمل الناس مفتی السید محمد عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ
سے شرف تلمذ حاصل تھا اور علاوہ دیگر کتب عربیہ و ادبیہ کے معیار الاشعار محقق طوسی اور مفتاح سکاکی بھی ان مرحوم

سے پڑھی تھی مگر خود کبھی ایک شعر بھی نظم نہ کیا تھا حسن اتفاق سے علیگڈھ کالج میں دیوان شریف رضی علیہ الرحمۃ کی زیارت کا اتفاق ہوا اور اس کی عربیت ادبیت کو دیکھکر ایسا محو ہوا کہ اول سے آخر تک دیکھ گیا اور قدرت نے چند شعر بھی مدح امیرالمومنین میں لامیۃ العرب کے وزن قافیہ میں مجھ سے نکلوا دیئے جو میں نے اپنے دوست مسٹر اسٹوری یادتن بخیر پروفیسر عربی اور ڈاکٹر ہاروت جرمنی مستشرق مشہور کو سنائے اور دونوں نے بیحد پسند فرما کر مجھ سے اصرار کیا کہ میں ان اشعار کو ایک قصیدہ کی شکل میں تیار کردوں چنانچہ بحمد اللہ یہ قصیدہ بڑھتے بڑھتے بارہ سو شعر کا ہوگیا دوران نظم میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس قصیدہ کو قصائد سابق کے مقابلہ میں کچھ امتیاز ہونا چاہیئے اس خیال سے میں نے کمالات امیرالمومنین کو نظم کرنا شروع کیا اور سب سے پہلے حضرت کے کمال اخبار عن الغیب کے نظم کرنے کی طرف متوجہ ہوا اور ان پیشین گوئیوں کو نظم کیا جو درج تاریخ ہونے کے صدہا سال کے بعد وقوع پذیر ہوئیں اس کے بعد حضرت کے وہ آثار علوم مختلفہ و مسائل حکمیہ میں پیش نظر ہوئے جنپر وہ حیطۂ اکتشافات اہل یورپ حکمائے فرنگ کو بجا طور پر فخر و ناز ہے الہیات طبیعات فلکیات ریاضیات وغیرہ وغیرہ. باضافہا و افائیہا اور اجرام علویہ و سفلیہ کے اکتشافات جدید جو حکمائے فرنگ نے کیئے ہیں اور امیرالمومنین علیہ السلام صدہا سال پیشتر جن کی خبر دیگئے تھے ان سب کو ایک عنوان خاص سے باوصف بے بضاعتی نظم کردیا حضرت کے معجزات کے بارہ میں یہ خیال ہوا کہ صرف وہی معجزات نظم ہوں جو اسوقت بھی مشاہدہ میں آسکتے ہوں اس لیے معجزات فانیہ سے قطع نظر کرکے صرف معجزات باقیہ کو نظم کیا آخر میں نواصب کا یہ الزام کہ "امیرالمومنین کے زمانہ میں ملکی فتوحات کم ہوئے بلکہ نہیں ہوئے" تحقیق و تدقیق کے بعد دفع کرکے دکھلادیا کہ امیرالمومنین کے عہد خلافت میں بیس ملک عظیم فتح ہوئے جنمیں سے پہلا حملہ حضرت کا ہندوستان پر تھا جسے حضرت نے بڑی شان و شوکت سے فتح کیا اور یہاں کی بندیاں ہزار در ہزار ایک دنمیں مسلمانوں کو تقسیم ہوئیں ثابت والد امام ابوحنیفہ بھی اسی بندی میں آئے تھے اور حضرت کے دست حق پرست پر اسلام لائے تھے چنانچہ ان کا بروز نوروز حضرت کی خدمت میں فالودہ نذر دینا اور حضرت کا قبول فرمانا دنیا سے مخفی نہیں ہے،

اعتبارات مذکورہ بالا سے میں سمجھتا تھا کہ میرا یہ قصیدہ کل سابق قصیدوں سے ممتاز اور پہلا قصیدہ ہے مگر یہ خبر نہ تھی کہ عبدالمسیح انطاکی کا قصیدہ اس بارہ خاص میں پہلا قصیدہ سمجھا جائیگا، میں نے ابتک اس قصیدہ کو

نہیں دیکھا اور اسلئے نہیں کہہ سکتا کہ جن خصوصیات کا مینے اپنے قصیدہ میں لحاظ کیا ہے انکی مراعات عبدالمسیح نے بھی کی ہے یا نہیں کی گئی ہے تو لاریب میرا خیال غلط نکلا اُسی کا قصیدہ اولیت کا شرف رکھیگا اور اگر اس نے ان خصوصیتوں کو نظر انداز کیا ہے تو بھی اسکا قصیدہ اس لحاظ سے کہ وہ عیسائی کا قصیدہ ہے اولیت کا شرف ضرور حاصل کرے گا اور میرا قصیدہ اسکے بعد خاص ان اعتبارات سے جن کی طرف مینے اشارہ کیا ہے البتہ شرف اولیت سے باہر نہ ہو سکیگا، ولواھب لعقل الحمد بلا نہایۃ

(عاصی)

(فدا حسین صدیقی فاروقی عثمانی)

(الواعظ) اس مضمون فیض مشحون میں چونکہ امیر المومنین کے حملہ ہندوستان کا تذکرہ بعض اذہان طبائع میں ہیجان و خلجان پیدا کر سکتا تھا اور نا واقفان کو چہ تحقیق کی جانب سے اس کے ماخذ و دلائل کا سوال ناممکن تھا لہٰذا ہمنے فاضل لائق مضمون نگار سے مراسلت کرکے جو جواب حاصل کیا ہے اُسکی نقل بقدر مطلوب ہے،

امیر المومنین کے حملہ ہندوستان کا ثبوت کئی مشہور تاریخوں سے مجھے ملگیا ہے جنکے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) تاریخ الرسل الملوک مصنفہ ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید طبری

(۲) تاریخ کامل ابن اثیر جزری

(۳) فتوح البلدان بلاذری جسکا مصنف تقریباً امام حسن عسکری علیہ السلام کا معاصر ہے،

(۴) تاریخ تمدن اسلامی جرجی زیدان مؤرخ عیسائی مصری

(۵) چچ نامہ جو نہایت نادر الوجود مگر بیحد مشہور کتاب ہے جسکا ایک نسخہ مدراس میں مجھے ملا اور دوسرا نسخہ سُنا ہے کہ فرانس میں ہے اور اُسکے چند ٹکڑوں کا ترجمہ انگریزی میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی متفرق جلدوں میں شائع ہوا ہے اور فارسی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے مگر اسوقت یاد نہیں آتا کہ مترجم کون ہے اور کس زمانہ میں اُس نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے، یہ کتاب سنہ ۱۳۱ھ، سندھ کے وقت کی ہے اور غالباً پہلی صدی ہجری کی تالیف ہے اس میں مفصل حالات جناب امیر المومنین کے حملہ ہندوستان کے مرقوم ہیں اطلاعاً گذارش ہوا

قصیدۂ فیرین

بگردوں شد ہلال از بہر تنویر ظلم پیدا | دیا شمع شبستانی شد از طاق حرم پیدا
دیا سیمیں سوار ساعد شاہد نمایاں شد | دیا زریں طلائی سر شد از بازوئے صنم پیدا
بگو شد ابروئے لیلیٰ عیاں از محمل گردوں | بگو شد گوشوار نادر حور ارم پیدا
شد از چاک گریباں سینۂ واہر گلو بندے | شکن یا برجبین شاہد گلفام قسم پیدا
ویا در لو شد از چاہ بیروں یوسف کنعاں | بگردوں فی المثل گوئی غلام بے درم پیدا
ویا شد از قراب سام صمصام دو سر بیروں | شد از برج اسد یا ناخن شیر اجسم پیدا
واں فلکیست آہستہ بدریائے فلک گوئی | بود یا در جلو از شکر انجم علم پیدا
ویا در قلعۂ حسن کمان ترک شیرازی | بگو یا در عصائے پیر گردوں گشتہ خم پیدا
ربودہ طشت تاج کیانی شاطر گردوں | ز طرف حلقہ باشد کنار جام جم پیدا
فلک خنگشت ماہ نور کالبش نے غلط کردم | بود ایں عکس نعل اسپ سلطان امم پیدا
ہژبر حق، غضنفر، سوار لافتیٰ حیدر | کہ رعب او دم ہیجا در ارباب ہمم پیدا
کریم ابن کریم آں نوگل باغ خلیل اللہ | کہ شد در خانۂ پاک خدائے ذو الکرم پیدا
بہر بزمے ز خویش نعت محبوب حق ظاہر | بہر رزمے ز روز بیش صولت شیر اجسم پیدا
برشت کین نار تیغ او برق غضب نازل | بکشت دین بحر فیض او ابر کرم پیدا
بہ کعبہ وقت میلادش شد بنت اسد داخل | چو شد از قدرت حق در بدیوار حرم پیدا
براغ از بہر ذکر او، بباغ از بہر مدح او | صلاصل اعنادل را نوا پیدا نغم پیدا
ز سیمائیش ز کردارش ز گفتارش ز آلایش | حشم پیدا، کرم پیدا، حلم پیدا، نعم پیدا
سخاوت را چہ می پرسی، بود از ہل اتیٰ ظاہر | شجاعت را چہ می پرسی، شد از بیر الالم پیدا
ولایت را چہ می پرسی، بود از انما ثابت | امامت را چہ می پرسی، شد از لوح و قلم پیدا
اگر جوئی عدالت قصۂ باز و کبوتر خواں | وگر جوئی ذہانت گرد از جنس اصم پیدا

نه در عصر همایونش گهی نام جفا باقی — نه در عهد حق آئینش نشانی از ستم پیدا
نه بی اذنش هوا خیزد نه بی امرش مطر ریزد — نه بی حکمش بود چیزی گه از کتم عدم پیدا
ز تقریر تو احمد جوهر تیغ زبان روشن — ز تحریر تو در بی‌سری بود زور قلم پیدا
رحمک الله از نظم تو بین طرز قاآنی — جزاک الله از بیت تو شان محتشم پیدا
ز مغرب تا به مشرق مطلع و مقطع ضیا افگن — فروغ مهر زیبای بسمله تا تای تم پیدا
پس از مقطع بخوان این مطلع تازه مدح شه — کز آن رمز ل مروه گردد تا نه دم پیدا
سراج دین پیغمبر که شد اندر حرم پیدا — چراغ خانهٔ داور کزو نور قدم پیدا
وصی کو با نبی حق بد از روز ازل باهم — وصیت هم معیت هم شد از نون و قلم پیدا
مثیل و عدیل او نه بود و نه خواهد بد — نه هر و مجد در اخلاف و در اسلاف هم پیدا
مثال دلدلش گاهی مثال ذوالفقارش گه — نه کراری چنین پیدا نه یک تیغ دو دم پیدا
شود بی عزم او حاشا بود بی حزم او اصلا — نه در اجسام رگ پیدا نه در اندام دم پیدا
بود بی فیض عام او شود بی یمن نام او — نه شبلی در اجسام پیدا نه طفلی از شکم پیدا
به علقه بی ضلال او به مضغه بی قضای او — نه دل پیدا نه سر پیدا نه لب پیدا نه فم پیدا
بنام ایزد ز قهر او رضی الله ز مهر او — بود سم از عسل پیدا عسل گردد ز سم پیدا
به موی او دجی پنهان ز روی او ضحی روشن — به ابرویش غضب مدغم ز سیمایش حشم پیدا
کنم گر وصف خط او کنم گر مدح خند او — خط گلزار بر مصحف شود وقت رقم پیدا
رسید دست او تا عرش ربانی ز نور بعث — به مهر نبوتش عجب نقش قدم پیدا
نه ای واجب نه ممکن هستی ممکن نما واجب — بعالم از حدوث اوست آثار قدم پیدا
گرش دانم خدا شرک جلی باشد معاذ الله — ورش من ناخدا گویم بود پهلوی ذم پیدا
در انکار از مثیل او بود اثبات یکتائی — شود ذات و صفات او ازین لا و نعم پیدا
رضایش در تنم ساری هوایش در سرم مضمر — ولایش در دلم مخفی ثنایش بر لبم پیدا
منم آن مست صهبای ولای ساقی کوثر — اثر در نشأتین از نشه ام بی کیف و کم پیدا

ضبط غیظ کی بےمثل مثال

حلم الٰہی اور عفو خداوندی کا نمونہ کاملہ

حضرت ابراہیم امام موسیٰ بن جعفر کی وفات حسرت آیات

۲۵ رجب ۱۲۸ھ

یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ جناب اقدس الٰہی عز اسمہ نے جن جن مخلوقات کی تخلیق سے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے اُن سب میں انسان ہی وہ ذیقدر ہستی ہے جو فضیلت کے تاج اور اشرفیت کے خلعت سے سرفراز وممتاز ہو کر تمامی مخلوقات کا سرتاج اور کل کونات کا حاکم و آمر قرار دیدیا گیا ہے وہ سب اسکے مطیع و منقاد اور اُن سب کا حکمران و سلطان ہے وہ سب اس کی ماتحتی میں اسکی حاجتوں اور ضرورتوں کے پورا کرنے میں مصروف و مشغول اور یہ اُن سب کا مخدوم و مطاع ہے مگر یہ اقتدار اسے کیوں حاصل ہے اور یہ رفعت کیوں اسی سے مخصوص ہے؟ علمائے نفس کے زرین اقوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وجہ اسکی وہ قوائے متضاد و متخالفہ ہیں جو بخلاف دیگر مخلوقات کے اس ضعیف البنیان وجود میں ودیعت رکھے گئے ہیں اور انھیں کی وجہ سے یہ کمزور ہستی عالم اکبر سے تعبیر کی جاتی ہے۔

اتزعم انک جرم صغیر   وفیک انطوی العالم الاکبر

(ابیات علم حضرت علی بن ابیطالب ع)

حکمت عملیہ کے متبصرین جانتے ہیں کہ انسان میں تین قوتیں ایسی متباین و متخالف موجود ہیں جو ان کی مشارکت سے آثار و افعال مختلفہ کا مصدر ہوتی رہتی ہیں اور جب ایک اُن میں سے غالب آجاتی ہے تو باقی دو مغلوب یا مفقود ہو جاتی ہیں (۱) قوت ناطقہ جسکو نفس ملکی بھی کہتے ہیں (۲) قوت غضبیہ جسکو نفس سبعی بھی کہتے ہیں (۳) قوت شہوانیہ جسکو نفس بہیمی بھی کہتے ہیں، پہلی قوت فکر و تمیز اور حقائق امور میں شوق نظر کا مبدء ہے اور دوسری قوت غضب و دلیری اور خوفناک معرکوں پر پیش قدمی اور تسلط و ترفع اور شوق ازدیاد جاہ و مراتب کا معدن ہے اور تیسری قوت خواہشات نفس کے پورا کرنے اور ماکل و مشارب و مناکح سے لذت یاب ہونے کے شوق کا مخزن

ہے اور فضائل نفس کی تعداد انھیں قوتوں کی تعداد کے موافق ہے اس لیے کہ جب حرکت نفس ناطقہ کی بذاتہ معتدل اور معارف یقینی کے حاصل کرنے کی شائق ہوگی تو اس حرکت سے فضیلت علم حاصل ہوگی اور فضیلت حکمت اسکی تبعیت میں لازم آئیگی اور جب حرکت نفس سبعی کی معتدل اور عقل کی مطیع ہوگی اور عقل جسقدر اسکا حصہ قرار دے گی اسیقدر پر قناعت کرے گی اور بیوقت کے ہیجان سے اپنی حد سے تجاوز نہ کرے گی تو اس حرکت سے فضیلت حلم حاصل ہوگی اور فضیلت شجاعت اسکی تبعیت میں لازم آئے گی اور جب حرکت نفس بہیمی کی معتدل اور عقل کی مطیع ہوگی اور عقل جسقدر اسکا حصہ قرار دے گی اسی پر اکتفا کرے گی اور خواہش کی متابعت اور عقل کی مخالفت نہ کرے گی تو اس حرکت سے فضیلت عفت حاصل ہوگی اور فضیلت سخاوت اسکی تبعیت میں لازم آئیگی اور جب یہ تینوں جنسیں فضائل کی حاصل ہو کر باہم مخلوط و ممتزج ہو جائیں گی تو انکے امتزاج و اختلاط سے ایک حالت متشابہہ پیدا ہو جائیگی جسکا نام عدالت ہے وہی ان سب کی متمم و مکمل ہے چنانچہ اسی وجہ سے تمام حکمائے سابقین ولاحقین اجناس فضائل کو حکمت و شجاعت و عفت و عدالت میں منحصر جانتے ہیں اور کسی شخص کو اسوقت تک مستحق مدح اور لائق ثنا اور سزاوار فخر و مباہات نہیں جانتے جبتک کہ ان چاروں میں سے ایک یا یہ چاروں حاصل نہ ہو جائیں،

یہ چاروں فضیلتیں اگرچہ احاطۂ امکان بشری میں داخل ہیں اور بہت ممکن ہے کہ کوئی شخص انمیں سے ایک یا انسب کا جامع ہو کر ملک سے بہتر ہو جائے مگر دیکھنا یہ ہے کہ دنیا میں کتنے نفوس ایسے گذرے ہیں جو ان تمام فضیلتوں کے جامع ہو کر انسان کامل کہے جانے مستحق ہیں

قوائے مذکورۂ بالا کا تخالف و تضاد کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے اور قوت غضبی اور شہوانی کی عداوت قوت ملکی کے ساتھ اظہر من الشمس ہے انھیں دونوں کا غیر معتدل استعمال انسان کو انسانیت کے درجے سے گرا کر حیوانات کے زمرہ میں شامل کر دیتا ہے اور انھیں دونوں کا معتدل استعمال اور عقل کا اتباع انسان کو درجۂ انسانیت سے بلند کر کے ملاء اعلیٰ کے باشندوں کی صفوں میں ملا دیتا ہے،

آسان نہیں ہے کہ انسان اپنے خواہشات کو عقل کا مطیع کر دے اور موجبات غضب سے پیدا ہو جانے والے غصہ کو ضبط کر کے عقل کی ہدایتوں پر عمل پیرا اور کظم غیظ اور ضبط غضب سے حلم و عفو کی صفت کا جامع ہو کر والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کی جماعت میں داخل ہو جائے،

خدا کی خدائی اور محمدؐ کی بادشاہی میں شرف صرف اہل بیت صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے مخصوص ہے اور یہی حضرات انسان کامل کے مصداق صحیح ہیں، موقع نہیں ہے کہ ان سب حضرات کی سیرت آپ کے سامنے پیش کر کے صفات مذکورہ بالا علی الخصوص صفت کظم غیظ و ضبط غضب کی بہترین مثالیں مذ ناظرین کی جائیں اس لیے ہم اس صفت کے بہترین حامل یعنی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے مختصر تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں جنکا لقب ہی ضبط غضب کی وجہ سے کاظم قرار پایا اور نزاکت مواقع کے لحاظ سے آپ کے نفس طبعی نے قوت غضبیہ کے استعمال کی آپکو مطلقاً اجازت نہ دی یہاں تک کہ اسی ضبط غضب میں آپنے اپنی جان عزیز کا جانا گوارا کر لیا اور قوت غضبی کے نتائج استعمال کے پیش نظر ہونے نے زہر ہلاہل کے تلخ جام آپ کے مذاق میں شہد سے زیادہ شیریں بنا دیے،

آپکی امامت کا زمانہ ۱۵ شوال ۱۴۸ھ ہجری یوم وفات حسرت آیات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شروع ہوا ہے اور یہ وہ وقت ہے کہ ابو جعفر منصور دوانقی بن محمد بن علی بن عباس اپنے بھائی ابو العباس سفاح کے بعد تخت خلافت پر براجمان تھا ذی الحجہ ۱۵۸ھ ہجری میں منصور نے دنیا کو خالی کیا اور بجائے اسکے اسکا بڑا بیٹا محمد مہدی بن منصور تخت نشین ہو کر گیارہ برس تک مسند خلافت پر تمکن رہنے کے بعد ۱۶۹ھ ہجری میں ہگرملک عدم ہوا اور بجائے اسکے اسکا بڑا بیٹا موسیٰ الہادی بن مہدی مالک سلطنت ہوا ایک سال تین ماہ کی سلطنت کے بعد اسکا رشتۂ حیات بھی منقطع ہوا اور مہدی کا دوسرا بیٹا ہارون الرشید بن مہدی ۱۷۰ھ ہجری میں صاحب ملک و مالک تاج ہو کر ۱۹۳ھ ہجری تک سلطنت کرتا رہا اور یہ تمام ازمنہ ہمارے امام نے جن مصائب و نوائب شدائد میں بسر کیے انکا تصور بھی مومنین کی آنکھوں کو خون کے آنسوؤں سے رلانے کے لیے کافی و وافی ہے ان مصائب و نوائب کا مقتضا یہ تھا کہ حضرت اپنے فرائض منصبی سے دستکش ہو کر کسی گوشہ میں گوشہ گیر ہو کر اپنی جان عزیز کو بچاتے اور نشر علوم و کمالات اور حاجت روائی مومنین و مومنات کے اس دروازہ کو بند کر دیتے جسکا مفتوح رہنا حکومت سلطنت کی عداوت کا سبب قوی تھا مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور اپنے فرائض منصبی کی ادائی کے ساتھ اہل حاجت کی حاجت روائی میں اس قدر منہمک رہے کہ لقب آپ کا باب الحوائج ہو گیا اور حکومت سلطنت کی جانب سے پہونچنے والے شدائد پر اپنے غصہ کو اتنا ضبط کیا کہ کاظم مشہور ہو گئے جب حکومت نے دیکھا کہ اس کی ایذا رسانیاں اس امام عالی مقام کے منصبی فرائض اور کریمانہ اخلاق کو روک نہیں سکتیں تو اسکو یہ فکر ہوئی کہ کسی طرح آپکی آزادی کو سلب کر کے آپ کے خطرہ سے نجات حاصل کرے صاحب عمدۃ الطالب نے آزادی سلب کرنے والوں کی فہرست میں بہ لام

موسیٰ الہادی کا تحریر کیا ہے اور محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السئول فی مناقب آل الرسول میں محمد مہدی کا نام تحریر کیا ہے اگر روایت اول صحیح ہے تو آپ کی پہلی اسیری کا زمانہ ایک ہی سال میں ختم ہو جاتا ہے اور اگر دوسری روایت صحیح ہو تو کیا بنی عباس کی عداوتوں کو لحاظ کرتے ہوئے یہ قیاس کیا جانا ممکن ہے کہ حضرت کی پہلی اسیری کا زمانہ نو برس سے بھی کم تھا؟ بلکہ اگر آپکی اسیری کی کل مدت با عتبار مشہور کے ۱۴ برس صحیح ہے تو یہ دونوں باتیں یقیناً صحیح ہیں دس برس محمد مہدی اور موسیٰ الہادی کے زمانہ میں قید رہے اور ۱۷۹ہجری سے ۱۸۳ہجری تک چار برس زمانہ ہارون الرشید میں اسیرانہ زندگی بسر کرتے رہے،

محمد بن طلحہ شافعی فضل بن ربیع سے اور وہ اپنے باپ ربیع سے روایت کرتا ہے کہ جب مہدی بن منصور نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو قید کر لیا تو ایک شب کو اس نے امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ جناب تشریف لائے ہیں اور آیہ وانیۃ الہدیۃ فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم کی تلاوت فرما رہے ہیں ربیع کہتا ہے کہ یہ خواب دیکھکر مہدی نے رات ہی کے وقت مجکو بلا بھیجا اور جب میں خائف و ترساں اس کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ وہ اسی آیت کی تلاوت کر رہا ہے مجکو دیکھتے ہی حکم دیا کہ اسی وقت موسیٰ بن جعفر کو حاضر کر حب میں حضرت کو لیکر اس کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے حضرت سے معانقہ کر کے اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور اپنا خواب بیان کر کے کہنے لگا کہ اب آپ مجکو اطمینان دلا دیں کہ آپ مجھپر یا میری اولاد میں سے میرے کسی فرزند پر خروج نہ کریں گے حضرت نے فرمایا کہ نہ میں نے ایسا کیا ہے اور نہ یہ میری شان ہے ہی بظاہر مطلب تھا کہ نہ میں نے آجتک ایسا کیا اور نہ آئندہ ایسا کرنا میرے لئے مناسب ہے نہ اسکا ارادہ ہے یہ سنکر مہدی نے حضرت کے کلام کو باور کرتے ہوئے ربیع کو حکم دیا کہ وہ تین ہزار دینار حضرت کی خدمت میں حاضر کرے اور حضرت کو مدینہ پہونچا دے ربیع کہتا ہے کہ میں نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی اور صبح ہونے سے پہلے ہی آپ جانب مدینہ روانہ ہو گئے (مطالب السئول صفحہ ۲۷۴ لکھنؤ)

یہ واقعہ مہدی بن منصور کے زمانہ کا ہے جس نے امیر المومنین کو خواب میں دیکھکر ان کے پوتے کو رہا کر دیا مگر ہارون ایسا قسی القلب تھا جس نے روضۂ رسول سے عین حالت نماز میں آپکو گرفتار کر لیا اور پھر زندگی بھر آپ کو نہ چھوڑا اور چار برس تک مختلف لوگوں کی حراست میں قید رکھکر ۲۵ رجب ۱۸۳ہجری کو آپکی زندگی کا خاتمہ کر دیا،

۱۷۹ہجری میں حج کے بہانہ سے ہارون کا مدینہ میں داخل ہونا اور حرم محترم نبوی سے نماز کی حالت میں حضرت کو گرفتار کر کے بصرہ کی طرف روانہ کرنا اور سال بھر تک بصرہ کے قید خانہ میں حضرت کا مقید رکھنا پھر بصرہ

سے بغداد بلا کر پہلے فضل بن ربیع کی نگرانی میں اور اسکے بعد فضل بن یحیی برمکی کی حراست میں اور اسکے بعد سندی بن شاہک کی حفاظت میں حضرت کو قید رکھنا اور اسی کی قید میں آپ کا جان بحق تسلیم ہونا اور بعد شہادت دست و پا سے ہتکڑیوں و بیڑیوں کا جدا ہونا قید خانہ کے دروازہ کا کھلنا، چار مزدوروں کا بلایا جانا ایک تختہ پر اس مقدس لاش کا اٹھنا، ھٰذا امام الرافضۃ کی ندا کے ساتھ تشہیر ہونا تین دن تک پل بغداد پر پڑا رہنا پر سلیمان بن ابو جعفر جعفری کا اس لاش کو جبراً حاصل کر کے اس نور خدا کو زیر زمین پنہاں کرنا کچھ ایسا دلدوز و غم اندوز ہے کہ کوئی دردمند اسکا تحمل نہیں کر سکتا علی الخصوص اس خیال سے کہ اگر سلیمان بن ابو جعفر اس ہمت مردانہ کا استعمال نہ کرتے تو کیا نتیجہ ہوتا اور مقدس لاش کیوں کر دفن ہوتی انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(نا چیز مدیر)

معیار الاعتقاد رسالہ خیر الاعتقاد

حضرت خاتم الانبیا اور انکے برحق اوصیا کی ذوات کے نوایجاد مسئلہ نے جو ہلچل عالم تشیع میں مچا رکھی ہے اسکا اثر اگرچہ عام و تمام نہیں ہے مگر پھر بھی بعض مقامات مثلاً کاٹھیاوار دکن کے بعض حصے فی الجملہ متاثر نظر آرہے ہیں اور بھاونگر کاٹھیاوار سے کئی رسالہ اس مسئلہ کی حمایت میں جناب مولوی سید صغیر حسین صاحب کے قلم سے شائع ہو چکے جو اگرچہ اپنی عبارتوں کی پیچیدگیوں و دقتوں سے عام فہم نہیں ہیں لیکن پھر بھی عامۂ مومنین کو ایسے اعتقاد سے محفوظ رکھنے کے لیے اسکا جواب اہل علم پر اگر واجب عینی نہ ہو تو واجب کفائی ضرور ہے اور واجب کفائی کا بعض حالات میں واجب عینی ہو جانا محل کلام نہیں ہے جناب لاناالحاج الشیخ محمد اعجاز حسن صاحب فاضل بدایونی دام افادہم نے اسی نظریہ کو پیش نظر رکھ کر جس متانت و سنجیدگی سے ان رسائل کا جواب دیکر قوم کو اس ضلالت سے بچانے کی پرخلوص کوشش کی ہے ان ممدوح کو قوم کے پرخلوص شکریہ کا مستحق ثابت کر رہی ہے مذکورۂ عنوان رسالہ آپ ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے جسمیں دلائل عقلیہ و نقلیہ واضح کیا ہے کہ اس موضوع میں ہمارا اعتقاد کیا ہونا چاہیے یہ رسالہ اگرچہ بظاہر ایک ہی رسالہ کا جواب ہے لیکن فی الحقیقت اسمیں ان تمام تحریرات و اعتراضات کی بخوبی قلعی کھولدی گئی ہے جو خیر الاعتقاد حق الاعتقاد نور المساواۃ وغیرہ میں درج کیے گئے ہیں ۸۰ صفحہ کا حجم ۲۰×۳۰/۱۶ پیمانہ کا سفید کاغذ کتابت طباعت غنیمت قیمت تحریر نہیں جناب مصنف سے بہ نشان مدرسۃ الواعظین لکھنؤ طلب فرمایئے

قطعات تاریخ بہ ترتیب وقوع واقعات

تاریخ ولادت باسعادت حضرت امام پنجم ابوجعفر محمد علی الباقر صلی اللہ علیہ

سال میلاد امام پنجم — خواست احمد چو بہ طیب خاطر
گفت ہاتف ہی با جود وجود ۵۷ — شدہ از آں سن ہجری ظاہر
عیسوی سال چو جستم گفتہ — عالم علم محمد باقر

سنہ ۶۷۶ھ

تاریخ وفات حسرت آیات حضرت امام دہم ابوالحسن علی بن محمد النقی صلوٰۃ اللہ علیہ

چو فرمود امام دہم انتقال — شد از رنج اندہ عالم سیاہ
ہمہ مومنین در فور الم — بگفتہ امام نقی آہ آہ

سنہ ۲۵۴ھ

تاریخ ولادت باسعادت حضرت امام دہم ابوالحسن علی بن محمد النقی صلوٰۃ اللہ علیہ

سال میلاد امام عاشر — چون خرد جست بہ فرط شادی
احمد از روی ارادت آمد — "گفت تاریخ "نقی الہادی

سنہ ھ

تاریخ ولادت باسعادت حضرت امام نہم ابوجعفر محمد بن علی الجواد صلی اللہ علیہ

پئے سال میلاد سلطان تاریخ — نمودند احباب اصرار بیحد
زتیغ زبان فرق اعدا برید — وجود امام نہم، گفت احمد

سنہ ۱۹۵ھ

تاریخ وفات حسرت آیات حضرت امام ہفتم ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر صلی اللہ علیہ

حضرت موسیٰ کاظم چو ز دنیا رفتہ — با دل زار فلک گفت کہ انا للہ
جستہ اصحاب چو سالش فلک از درد براد — عرض کردم کہ ملاقی شدہ موسیٰ باللہ

سنہ ۱۸۳ھ

معراج صاحب لولاک

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ

مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۰

پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی جسکے گرد ہم نے ہر قسم کی برکت مہیا کردی ہے تاکہ ہم اسکو اپنی نشانیاں دکھلادیں اسمیں شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے،

(ترجمہ مولوی فرمان علی صاحب مرحوم)

یہ آیۂ کریمہ ہر مسلم اور مومن پر حجت قطعی ہے کہ پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی اور جسمانی ہوئی نہ کہ روحانی مگر اس زمانہ میں اکثر لوگ ایسے بھی پائے جائینگے جو آیۂ مجید کے مفہوم سے انکار کر بیٹھینگے اور اعتراض وارد کرینگے کہ کسی جرم ثقیل کا آسمان یا کسی بلندی پر بغیر کسی ظاہری قوۃ کے جانا بعید از خیال ہے مثلاً حکمائے دہریین و مادیین (?) جو خدا ہی کے قائل نہیں ہیں اور بعض تو ایسے بھی جو جبراً قہراً ایک خدائی قوت کو تو مانتے ہیں مگر اسکے اصفات ثبوتیہ کے منکر ہیں جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے جو لوگ معلوم آگہ میں مختلف خیال ہیں وہ بھی کسی جسم کے بلندی تک پہنچ جانے کو باور نہ کرینگے یہ شبہ محض اسکے سبب پیدا ہوا ہے کہ وہ حسب تعلیم اسلام خدا کو قادر مطلق نہیں جانتے حالانکہ خدا ہر فعل پر قادر ہے گو اسکی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے چنانچہ اسوقت صدہا مسائل حکمیہ لاحل پڑے ہیں اور حکمائے زمانہ ان کی حقیقت کے سمجھنے سے قاصر و عاجز ہیں پس کسی امر کا ہماری سمجھ میں نہ آنا دلیل اسکے معدوم ہونے کی نہیں ہوسکتی اس عظیم الشان کارخانہ قدرت میں ہزاروں بلکہ لاکھوں امور کی حکمت و مصلحت بالکل ہماری سمجھ میں نہیں آتی پس اگر پروردگار عالم کو دین اسلام کی تقویت کے لئے یہ مناسب معلوم ہوا کہ وہ اپنے رسول کو بعض اسرار قدرت سے آگاہ کرنے کے لئے اپنے قریب بلالے تو اسمیں کیا استعجاب ہے، اب سوال جواب طلب رہ جاتا ہے کہ آیا خدا ایسا کیا کرتا ہے یا نہیں؟ میں اسکا جواب اثبات میں دیتا ہوں کہ ہاں وہ ایسا کیا کرتا ہے مگر یہ دوسری بحث ہے جسکی یہاں گنجائش نہیں، مختصر معترض کا اعتراض اس بنا پر ہے کہ قوائے جذبیہ و مقناطیسیہ جنکا اسکو علم ہے وہ مستبعد سمجھتا ہے جتنا اسکو تجربہ ہوچکا ہے مگر اسے یہ خبر نہیں کہ آئندہ تحقیقات علمی میں روز بروز جدید انکشافات ہوتے جاتے ہیں پس یہاں صرف اسقدر لکھدینا کافی ہے کہ آغاز خلقت آدم سے ہر زمانہ میں پروردگار کی مصلحت اس امر کی مقتضی ہو

کرے ایک فرد کو افراد نوع انسان میں سے اصلاح اخلاق بنی آدم کے لیے ہر ملک میں پیدا کرتا ہے اور وہ اپنے ابناء زمانہ
کو علم و اخلاق کی تعلیم دیتا رہے اس حقیقت پر تاریخ عالم شاہد ہے ورنہ کجا انسان و کجا اصلاح کار انسان کو تو پروردگار
عالم نے اپنے کلام پاک میں ظلوما جہولا فرمایا ہے اور فی الواقع انسان بے تعلیم اخلاق کے ایک حیوان سے بھی بدتر ہے جیسا
روزمرہ ہمارے مشاہدہ میں آتا رہتا ہے خداوند عالم نے ہی اخلاق کی تعلیم کے لیے ہر زمانہ میں ایسے برگزیدہ نفوس خلق
فرمائے اور انکی تصدیق کے لیے انھیں قوی معجزہ بھی عطا فرمائے تاکہ وہ خلق اللہ کو صراط مستقیم بتائیں اور
تاریکی جہل سے نکالیں انھیں پاکیزہ نفوس کو نبی اور رسول کہا جاتا ہے اور ایک محقق پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے
کہ یہ ہستیاں یقینا مؤید من اللہ تھیں اور ہر قسم کے انسانی عیوب و نقائص سے بری تھیں کیونکہ اگر انہیں خود نقائص ہوتے
تو وہ دوسروں کو کیا ہدایت کر سکتے تھے اور انکی ہدایت کا اثر ہی لوگوں پر کیا ہوتا پس کوئی صاحب اس امر کی
توجیہ عقلی نہیں کر سکتے کہ ناموس اخلاق جسکا مادہ قدرت نے انسان میں ودیعت کر دیا ہے اسکا بروز کیونکر ہوا اگر یہ مان
انسان میں جو صرف مادہ ہوتا ہرگز کسی اخلاقی تعلیم کو حیوان مطلق کی طرح قبول نہ کرتا یہ تدریجی ترقی جو بنی انسان نے کی ہے
اسکی کوئی توجیہ منکر خدا نہیں کر سکتا ہاں اتنا کہہ سکتا ہے کہ فطرۃ نے خود یہ تعلیم دی مگر فطرۃ خود مخلوق خدا ہے لاکھوں انسانوں
کا مختلف الفطرۃ ہونا اور مختلف درجہ کا صاحب عقل و شعور ہونا کسی ثبوت کا محتاج نہیں بلکہ روزمرہ ہمارے
مشاہدہ میں آتا رہتا ہے اس سے انکار کرنا حقیقت سے انکار کرنا ہے اور جو حقیقت سے انکار کرے وہ لائق خطاب نہیں پس نبی
یا رسول کی ضرورت عقلاً ثابت ہے اور انمیں ان صفات کا ہونا بھی ضروری ہے جو مافوق العادۃ البشریہ ہوں تاکہ وہ انکے ذریعہ
سے طبقات انسانی پر غالب آ سکے اور انپر حکومت بھی کر سکے، حکومت سے میری مراد حکومت
روحانی ہے نہ حکومت جسمانی جو بادشاہان دنیا کو حاصل ہے کیونکہ بادشاہان دنیا میں وہ تمام صفات بوجہ غلبہ
خواہشات نفسانی ہرگز مجتمع نہیں ہو سکتے جو ان برگزیدگان خدا میں ہوتے ہیں مثلاً عصمت، سخاوت، شجاعت،
صبر، عدل، عبادت، علم، حلم، فروتنی، نفس کشی، ہمدردی انسانی، عقل، اصابت رائے، غیب دانی، رحم و کرم
وغیرہ وغیرہ جو انسان کے جوہر ہیں پیغمبر اسلام اور انکے اوصیاء برحق میں بدرجہ اتم پائے گئے حالانکہ انکا کوئی
معلم بجز قدرت کے نہ تھا جیسا کہ پیغمبر اسلام کی سوانح عمری سے ثابت ہے اور قرآن مجید جو آنحضرت کا زندہ معجزہ ہے
اسکا جواب بھی آجتک منکرین نبوت نہ دے سکے، یہ دلائل قرآنی و عقلی اس شخص کے اطمینان قلبی کے لئے
کافی و وافی ہیں جو خالی الذہن ہو چنانچہ مختلف مذاہب کے بعض غیر مسلم ماننے والوں نے آپکے مرتبہ عالی کو تسلیم کر لیا ہے

پس جبکہ ایک ایسی ہستی کا ہونا بضرورت انتظام عالم مان لیا جائے تو اسکا مؤید من اللہ ہونا بھی ضرور ہے کیونکہ بغیر تائید غیبی وہ احکام آلہی کی تبلیغ کرنے سے معذور رہیگا اور مقصود خداوندی فوت ہو جائے گا،

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ پیغمبر خدا نے جو کچھ تعلیم اہل دنیا کو دی وہ بنی نوع انسان کے لیے اور روسے عقل کسقدر مفید تھا ہے مثلاً توحید کا مسئلہ جسطرح اسلام نے مخلوقات خدا کو سمجھایا اسکی نظیر دیگر مذاہب میں نہیں ملتی، اور باوجود ہمہ تو اصل قرابت خداوندی آنحضرت نے کبھی اپنی نسبت کوئی ویسا دعوی نہیں کیا جیسا کہ عیسائیوں و ہندوؤں کا اپنے اپنے رہنمایان مذہب کی بابت اعتقاد ہے، اب زمانہ میں علم کی روشنی پھیلی ہوئی ہے، تمام عقلائے دہر اسی مسلک کو اختیار کرتے جاتے ہیں، دہریوں کا ذکر نہیں کیونکہ وہ عجیب حیث و بحث میں ہیں نہ تو وہ خلق عالم کی کوئی توجیہ عقلی کر سکتے ہیں نہ یہ مسئلہ دقیق انکے ذہن میں آتا ہے یہ مسئلہ اور دیگر حقائق اسلام سوائے اسکے کہ بذریعہ وحی والہام پیغمبر خدا پر منکشف ہوئے اور کوئی ذریعہ انکے معلوم کرنیکا نہ تھا کیونکہ جس ماحول میں آپکی پیدایش اور پرورش ہوئی اسکا حال آپکے زمانہ کی تاریخوں میں تصریح مندرج ہے اور آپکا امین و صادق ہونا بھی آپکے دشمنوں تک کو تسلیم ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ جو کلام باری تعالی آپکی زبان سے ادا ہوا اسمیں شک و شبہ کیا جائے اب یہ امر کہ وہ بلحاظ قوائے طبیعی جتنا ہم کو علم ہے ممکن العمل ہے یا نہیں تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اس کارخانہ عظیم الشان عالم میں ہزارہا امور ہماری سمجھ میں نہیں آتے مثلاً قوائے برقیہ و مقناطیسیہ کیا چیزیں ہیں اور کس طرح سے وہ خلق کیے گئے ہیں، مختصر یہ ہے کہ یہ سب قوتیں رازہائے قدرت سے ہیں اور انکا حل بھی ذہن انسانی نہیں کر سکتا علاوہ تو رازہائے قدرت سے ایک خاص راز تھا ہم جن چیزوں کا روزمرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں انکی بھی توجیہ و تاویل کرنے سے عاجز ہیں مثلاً جذب و دفع اجسام فلکی یہ اجرام جو فضا میں رات دن حرکت کرتے رہتے ہیں کس قوت سے متحرک ہیں اور اپنے دائرہ مقررہ سے نکلکر ایک دوسرے سے ٹکرا کیوں نہیں جاتے فضائے آسمان میں ان اجرام کا حرکت کرتے رہنا بھی قرآن مجید میں مذکور ہے سورہ رحمان آیت ۵ میں پروردگار عالم فرماتا ہے (الشمس والقمر بحسبان) (سورج اور چاند ایک مقررہ حساب سے چل رہے ہیں) اور مثل اسکے بہت سے حقائق و معارف قرآن پاک میں مذکور ہیں جن کی صحت و تصدیق اس وقت تحقیقات علوم جدیدہ سے ہوتی جاتی ہے چنانچہ حال میں جو امر محقق ہوا ہے وہ مسئلہ بقائے روح کا ہے جسکی بابت حکمائے متقدمین و متاخرین

میں بڑا اختلاف رہا ہی تحقیقات جدید سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچ گیا ہی کہ بعد موت صرف جسم انسان فنا ہوجاتا ہی مگر اسکا نفس ناطقہ یعنی روح فنا نہیں ہوتی یہ امر البتہ محقق نہیں ہوا ہی کہ جسم سے جدا ہوجانے کے بعد نفس ناطقہ کس شان سے باقی رہتا ہی بعض حکمائے متقدمین کی بھی یہی رائے تھی کہ روح جسم کے ساتھ فنا نہیں ہوجاتی اب کہ تجربات علمیہ سے یہ محقق ہوچکا، تو حقانیت تعلیم اسلام کا ایک مزید ثبوت ہاتھ آیا اسی طرح امید ہی کہ مرور زمانہ سے دیگر حقائق اسلام بھی ثابت ہوتے رہینگے،

سب سے بڑا سبب منکرین کے انکار کا یہ ہی کہ وہ خلقت نبی کو مثل اپنی خلقت کے جانتے ہیں، اُن کا یہ خیال بالکل غلط ہی اور سیکڑوں آدمی اسی غلط خیال پر گمراہ ہوگئے، وہ پیغمبر خدا کی ذات کو اپنے اوپر قیاس کرکے معاذ اللہ انکی عصمت کے بھی منکر ہوگئے، افسوس ہی کہ ان لوگوں نے عام اشخاص کا ان حضرات کے پاک نفوس کے ساتھ مقابلہ نہیں کیا ورنہ انکو حقیقت کھل جاتی بڑے بڑے لوگوں نے اسمیں ہو کا کھایا ہے جسکی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں، خلاصہ یہ ہی کہ علم اور قوت اعجاز یہ جو معیار نبی ہیں بدرجہ اتم ہمارے رسول میں پایا گیا اور آپ کا صادق ہونا بھی تسلیم ہی، اور قرآن مجید کلام خدا ہی ان مقدمات کو ملاکر نتیجہ خود انسان نکال سکتا ہی

سید محمد تقی بلگرامی

علی کی ولادت باسعادت کی متفقہ مسرت

حسب اطلاع سکریٹری صاحب انجمن حسینیہ قصور پنجاب، فریقین اسلام کا ایک متحدہ جلسہ شہر مذکور میں ریلوے اسٹیشن کے قریب ۱۴ دسمبر ۳۰ء کی شام کو زیر صدارت جناب مولوی محمد حیات صاحب رئیس اہل حدیث منعقد ہوا جس میں جناب ممدوح نے اپنے فاضلانہ خطبہ میں فضائل و کمالات علیہ امیر المومنین و حدیث شریف علی منی و انا منہ پر بہت تیز روشنی ڈالکر آخر خطبہ میں فرمایا کہ علی سے محبت نہ رکھنے والا منافق ہی، اس خطبہ کے بعد علاوہ قصائد و مناقب کے جناب مولوی سید الطاف علیشاہ صاحب اور پروفیسر مولوی محمد لطیف صاحب کی تقریریں بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اول الذکر نے صراط مستقیم کی تفسیر فرماتے ہوئے امیر المومنین کی سیرت کو فلسفیانہ رنگ سے پیش کیا اور آخر الذکر نے تعلیمات علویہ پر ترغیب دلاتے ہوئے عقلی دلائل سے ذکر علی کو عبادت ثابت کردیا،

خلاصہ کارروائی اجلاس سالانہ مدرسۃ الواعظین

یہ پرچہ اگرچہ ماہ دسمبر ۳۰ء کا ہی مگر آپکی زحمت انتظار کے خیال سے جنوری میں منعقد ہونیوالے جلسہ مذکور کی روداد بھی پرچہ میں حاضر ہی

گلزارِ تبلیغ کے بلبلوں کی دلکش نوا سنجیاں

اسلام کے اصول و حقائق پر حیرت انگیز تقریریں

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا گیارہواں عظیم الشان جلاس

شیدائیانِ تبلیغ کا بے نظیر و پرخلوص اجتماع

دین الٰہی کی تبلیغ اور احکام اور احکام جناب احدیت کے نافذ کرنے کا فریضہ اگرچہ اگلے انبیاء اور ان کے اوصیاء علیہم السلام کی طرح جناب خاتم الانبیاء کے زمانہ ہدایت کاشانہ میں بھی بمفاد آیہ کریمہ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک[ع۱] آنحضرت ہی کی ذات فیض آیات سے مخصوص تھا اور بلحاظ خطاب باصاب فاصدع بما تؤمر[ع۲] آپ ہی کے نفس نفیس کو اس منصب سے سرفراز و ممتاز فرمایا گیا تھا آپ کے بعد آپ کے سچے اور برحق جانشین بحق نیابت ولکل قوم ھاد[۳] کے مصداق صحیح اور اس فریضہ کی ادائی کے ذمہ دار تھے لیکن زمانہ غیبت امام میں آنحضرت ہی کے ارشاد فیض بنیاد فلیبلغ الشاھد الغائب[۴] کو ملحوظ رکھتے ہوئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہلیت رکھنے والے افراد بھی باوصف جمع شرائط اس وجوب سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتے یہ سچ ہے کہ واجب کفائی ایک فرد کے ادا کر دینے کے بعد تمام افراد سے ساقط ہوجاتا ہے لیکن جس وقت تک کوئی فرد اسکو ادا نہ کرے اسوقت تک مسلمانوں کی ہر فرد اسکی ذمہ دار رہتی ہے اور وہ وجوب عینی کی حد سے خارج نہ ہو کر ہر فرد کو شارع کا مخاطب بنائے رہتا ہے۔

ع۱ اے رسول اس حکم کو پہونچا دیجیے جو آپ پر نازل کیا گیا ہے (سورۃ المائدہ ۸ پ ۶ (۳) آیت ۶۸)

ع۲ جو حکم آپکو دیا گیا ہے اسکو بے تکلف ظاہر کر دیجیے (سورۃ الحجر پ ۱۴ (۲ آیت ۹۴)

۳ ہر قوم کے لیے ایک رہنما مقرر کیا گیا ہے (سورۃ الرعد پ ۱۳ (۷ آیت ۷)

۴ تو چاہیے کہ حاضر غائب کو خبر پہونچاتا رہے خطبہ غدیر

اگلے وقتوں میں ایک زمانہ ایسا بھی گذر گیا ہی جسمیں اہل اسلام کی ہر ایک فرد اس فریضہ کی ادائی کے لیئے مستعد نظر آتی تھی اور علاوہ تحریر و تقریر کے انکے اعمال و افعال بھی ایک پورے مبلغ کا کام دیتے تھے لیکن اس زمانہ میں تو بجز صفحات تاریخ کے کہیں ایسے افراد نظر نہیں آتے دنیا مادیت و دہریت کی طرف پاؤں بڑھاتی چلی جاتی ہی در اصل دنیا لا یبقی من الاسلام الا اسمہ و لا یبقی من القرآن الا رسمہ کا ناگوار منظر اپنے حرکات و سکنات سے پیش نظر کر رہی ہی عادم دینیہ بیکار و فضول، علمائے اسلام کی مقدس صدائیں مضحکہ خیز اور انکی متبرک ہدایتیں اولڈ فیشن یا دقیانوسی خیالات کے لوگوں سے تعبیر کیجاتی ہیں

مدرسۃ الواعظین انھیں حالات کو پیش نظر رکھکر قائم کیا گیا ہی اور عالم تبلیغ میں اسکے کارنامہ اب کسی مزید تعارف کے محتاج نہیں ہیں مدرسہ کے دو ارگن "الواعظ" اور "مسلم ریویو" تمام عالم اسلام میں اسکے کارنامہ پہونچاتے رہتے ہیں اور اب اسکا دائرہ عمل ہندوستان سے تجاوز کر کے بیرون ہند کے اہم مقامات تک وسیع ہو گیا ہی جیسا رسائل مذکورہ کے دیکھنے والوں سے مخفی نہیں ہی، یہ دونوں رسالہ اگرچہ اردو اور انگریزی میں ماہانہ شایع ہوتے رہتے ہیں لیکن مقتضیات زمانہ کے لحاظ اور تفصیلی حالات سے مطلع کرنے اور مدرسہ کے تعلیمی نمونہ پیش کرنے کے لیئے ایک سالانہ اجلاس کے انعقاد کی ضرورت بھی ناقابل انکار ہی جس کے پورا کرنے میں مدرسۃ الواعظین ہر سال اپنی انتہائی کوشش صرف کر دیتا ہی چنانچہ امسال بھی یہ جلسہ سالانہ گذشتہ کی طرح انتہائی عظم و شان سے منعقد ہوا اور حضور پرنور ہز ہائنس نواب صاحب بہادر رامپور خلد اللہ ملکہ و سلطانہ کی صدارت نے اس کی عظمت و نورانیت میں اور بھی چار چاند لگا دیئے، اگلے اجلاسوں کی طرح ارادہ یہی تھا کہ یہ اجلاس بھی دسمبر ہی کی آخری تاریخوں میں منعقد ہو مگر چونکہ امسال حضور ممدوح کی صدارت کا شرف حاصل کرنا ضروری تھا اور حضور پرنور نے ہماری اس درخواست کو انتہائے لطف و کرم شاہانہ سے منظور فرماتے ہوئے اپنی ذاتی اور حکومتی ضرورتوں کی وجہ سے آخر دسمبر میں اس زحمت کے گوارا فرمانے سے اپنی معذوری ظاہر فرمائی لہذا بتعمیل ارشاد فیض بنیاد اوائل جنوری میں اس جلسہ کا انعقاد ناگزیر ہوا اور بعض بلاد اسلامیہ سے دعوت آنے پر بھی بعض وجوہ سے یہی مناسب معلوم ہوا کہ یہ اجلاس لکھنؤ ہی میں منعقد کیا جائے، اوائل دسمبر میں یہ مرحلے طے ہوئے اور ۲، ۳، ۴ جنوری کو اس اجلاس کی تاریخیں مقرر ہوکر حضور پرنور کو اطلاع دیگئی اور ممدوح نے اپنی منظوری کا حکم صادر

ع اسلام کا نام ہی نام رہجائیگا اور قرآن پڑھنے کی صرف ایک رسم ہی باقی رہجائے گی،

فرماکر ارکان مدرسہ کو پُرخلوص پرزور شکریہ کا موقع مرحمت فرمایا،

وقت بہت کم تھا لیکن استقبالیہ کمیٹی کے قابل فخر صدر اور سکریٹری اور پُرجوش ممبران الاشان کی بلند ہمتی اور تقسیم عمل کے زریں اصول نے تمام دقتوں کو آسان کر دیا اور ان حضرات کی محنتیں اسدرجہ سوارت ہوئیں کہ اگر اس اجلاس کو بہیئت مجموعی گذشتہ اجلاسوں سے بہتر و برتر کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا فی الحقیقت یہ حضرات قابل مبارکباد و تہنیت ہیں اور اب ہم اس کامیابی پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرکے سطور ذیل میں ان حضرات کے کارہائے نمایاں کی تصویر کشی کا فخر حاصل کرتے ہیں،

استقبالیہ کمیٹی کی ترتیب

عالیجناب آنریبل راجہ نواب علیخانصاحب بہادر تعلقدار اکبرپور ضلع سیتاپور صدر	عالیجناب الحاج نواب سید سلطان علیخانصاحب لکھنؤ ممبر
	عالیجناب نواب زین العابدین خانصاحب " "
عالیجناب نواب مرزا محمد سجاد علیخانصاحب بہادر لکھنؤ جنرل سکریٹری	عالیجناب نواب نظیر الدین حیدر صاحب " "
	عالیجناب حکیم محمد قاسم صاحب " "
عالیجناب نواب سید محمد ذکی علیخانصاحب باقر سکریٹری پنڈال	عالیجناب سید غلام حسنین صاحب وکیل " "
عالیجناب نواب محمد رضا علیخانصاحب لکھنؤ سکریٹری مہمان خانہ و باورچی خانہ	عالیجناب نواب فضیل علیخانصاحب " "
	عالیجناب نواب عنایت رضا خانصاحب " "
عالیجناب سید حسن عباس صاحب " سکریٹری کلوک روم آفس	عالیجناب سید محمد علی صاحب " "
عالیجناب مرزا فدا حسین صاحب مجلسی جائنٹ سکریٹری مہمانخانہ	عالیجناب سید شوکت حسین صاحب " "
عالیجناب مولوی سید سرور حسن صاحب امروہوی سکریٹری اشاعت	عالیجناب سید زین العابدین صاحب وکیل " "
عالیجناب شیخ ممتاز حسین صاحب منصرم عدالت ججی بونکی سکریٹری آرائش	عالیجناب پرنس محمد صفدر صاحب " "
	عالیجناب مہدی علیخانصاحب " "
عالیجناب سید تلمیذ حسین صاحب ماسٹر لکھنؤ سکریٹری بیت الخلا	عالیجناب حکیم احمد حسین صاحب " "
عالیجناب نواب محمد شفیع علیخانصاحب " ممبر	عالیجناب خواجہ اطہر صاحب ایم اے " "

عالیجناب سید ظفر حسین صاحب فائق لکھنو ممبر　　شیش محل لکھنؤ ممبر
عالیجناب حبیب علیخانصاحب وکیل　"　"　　عالیجناب نواب محمد سجاد علیخانصاحب　"　"
عالیجناب پرنس مرزا محمد منعم بخت صاحب جج عدالت　　عالیجناب نواب سید علیخانصاحب　"　"
حقیقه　لکھنو ممبر　　عالیجناب خانبہادر سید محمد یوسف صاحب کاظمی　"
عالیجناب نواب مجھے نواب صاحب　"　"　　عالیجناب خانبہادر نواب محمد عظیم خانصاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر　"
عالیجناب مرزا بہادر مرزا محمد صادق علیخانصاحب　"　"　　عالیجناب حسین مرزا صاحب آرٹسٹ　"　"
عالیجناب شیخ قربان حسین صاحب　"　"　　عالیجناب حکیم خواجہ شمس الدین صاحب　"　"
عالیجناب پرنس عابد مرزا صاحب　"　"　　عالیجناب چودہری علی اختر صاحب تعلقدار ملوا ضلع سیتاپور　"
عالیجناب نواب رضا حسین خانصاحب بہادر رئیس　　عالیجناب مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی حیدرآباد　"

ان سب حضرات نے اپنے اپنے فرائض کو اگرچہ باحسن وجوہ انجام دیکر قوم کے زرد شکریہ کا استحقاق حاصل کر لیا اور تمام شرکاء جلسہ ان حضرات کے حسن استقبال و خوبی انتظام سے نہایت مسرور و محظوظ ہیں لیکن جناب الحاج نواب سید سلطان علیخانصاحب بہادر سابق صدر استقبالیہ کمیٹی اور جناب نواب سید محمد شفیع علیخانصاحب نے خصوصیت سے ہز ہائینس ادام اللہ اقبالہ العالی کے استقبال میں ریلوے اسٹیشن و نیز پنڈال کے دروازہ اور خاص پنڈال کے داخلہ کے وقت جو اہتمام و انتظام فرمایا تھا اور جو کوشش اس امر خاص میں ان دونوں صاحبوں کی جانب سے عمل میں آئی وہ بہت بڑی حد تک لائق استحسان و قابل شکر ہے کیونکہ انہوں نے اس امر کو واضح کر دیا کہ اکابر و عمائد قوم اپنے ہمقوم و ہم مذہب والیان ملک کا یوں استقبال کرتے ہیں،

نیز جناب شیخ ممتاز حسین صاحب منصرم ججی بارہ بنکی نے بھی جو جانفشانی آرائش پنڈال میں فرمائی ہے اور جانشبانہ روز بہیم بیدار رہکر جس جوش و خلوص اور جس انہماک و انتظام سے جلسہ کے پنڈال کو آمد آمد شاہی کے لائق آراستہ کیا ہے وہ جناب ممدوح کے قومی و مذہبی شغف کی ایک بین دلیل ہے اور ہم جناب ممدوح کو ان کی اس مخلصانہ کوشش پر تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں

نیز جناب مولوی سید مسرور حسین صاحب واعظ سکریٹری اشاعت کا شکریہ بھی ہم پر لازمی و ضروری ہے جنہوں نے بہت تھوڑے وقت میں تمام ہندوستان کے اخبارات اور لکھنؤ اور دیگر بلاد مختلفہ کے اکابر و عمائد اور تمام

باشندگان کو اس خبر فرحت اثر سے مطلع کر کے شرکت اجلاس کے لیے آمادہ کر دیا، ہندوستان کے تمام اسلامی اخبارات کو تقریباً دو ہفتہ قبل اطلاع کر دی گئی جس کو انھوں نے اپنی اسلامی ہمدردی سے اچھے اپنے جرائد میں درج فرما کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمایا اور بڑے بڑے شہروں اور مرکزوں میں متعدد پوسٹر اور دستی اشتہار بھی روانہ کر دیے اور یہی نظام خاص لکھنؤ میں بھی ملحوظ رہا اور قوم کے اکثر عمائد و اکابر کے خدمات عالیات میں شرکت اجلاس کے لیے ٹکٹ بھی بھیج دیے اور کوئی امکانی دقیقہ اشاعت کا فروگذاشت نہیں کیا،

جماعت ضیاء کاران

یہ جماعت شیعہ اسکول و شیعہ کالج اور حسین آباد ہائی اسکول اور مدرسہ ناظمیہ وغیرہ کے طلبہ سے مرتب کی گئی تھی جس میں بعض عمائد شہر خصوصاً جناب نواب سید سلطان علیخاں صاحب بہادر ممبر استقبالیہ کمیٹی کے فرزند ارجمند اور بعض دیگر شائقین خدمت قوم نے بھی اپنے اپنے خدمات پیش کر کے قومی خدمت کا پرجوش حوصلہ اپنے امثال و اقران میں پیدا کر دیا،

پنڈال کی درستی و آرائش

سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی خاص مدرسہ ہی کی وسیع اور عظیم الشان عمارت اس اجلاس کے لیے منتخب کی گئی اور مدرسہ کا بیرونی اور اندرونی حصہ عمارت جس میں زیادہ دلکش طریقہ سے آراستہ کیا گیا تھا وہ اپنے آراستہ کرنے والے منتظم کے حسن سلیقہ کی داد دیکھنے والوں سے خراج تحسین حاصل کر رہا تھا بیرونی حصہ میں مدرسہ کے عظیم الشان اصلی پھاٹک کے علاوہ گومتی کے بالکل محاذ میں تھوڑے سے فاصلہ پر علم شاہ سے بھرا ہوا ایک مصنوعی خوشنما پھاٹک نہایت بلند و عظیم الشان نہایت نفیس منقش کاغذ کا بنایا گیا تھا جس کی پیشانی پر حدیث شریف انا مدینۃ العلم و علی بابہا نہایت جلی قلم سے منقوش تھی اور اس پھاٹک کی داہنی بائیں سمت میں اصل پھاٹک تک قناتوں سے محفوظ کر کے درمیان میں ایک سرخی کی سڑک بنائی گئی تھی جو مختلف شعبوں میں منقسم ہوتی ہوئی عمارت مدرسہ کے اندرونی حصہ تک نہایت خوشنما طریقہ سے پہونچائی گئی تھی اس مصنوعی اور اصلی پھاٹک سے گذر کر بیرونی حصہ عمارت کے

وسیع صحن میں استقبالیہ کمیٹی کے مختلف فائر کے خیمے اور منیر شیعہ یتیم خانہ کا بھی ایک خیمہ نصب تھا جس میں یتیم خانہ کی بنائی ہوئی چیزوں کی نمائش کی گئی تھی جو یتیم خانہ کے لڑکوں کی صنعتی تعلیم پر بہت اچھی روشنی ڈال رہی تھی اور مومنین اس سے بہت اچھا اثر لے رہے تھے، اندرونی حصہ عمارت کے دروازہ سے متصل انجمن مؤید العلوم دار التالیف مدرسۃ الواعظین کے دار المطالعہ کے برآمدہ میں انجمن کے تالیفات اور مطبوعات کے اشتہارات با بصیرت لوگوں کی نظروں کو اپنی طرف جذب کر کے جلسہ کے قبل اور جلسہ کے بعد شائقین کو دار المطالعہ میں قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دے رہے تھے،

اس وسیع صحن سے جانب جنوب آگے بڑھ کر مدرسہ کی اندرونی حصہ کا دروازہ نظر آتا تھا جس سے گذر کر اصل پنڈال میں داخلہ ہوتا تھا اس دروازہ سے ڈیس تک ایک مستطیل نہر ہے جس کے دونوں بائیں شرکا جلسہ کے لیے کرسیاں بچھائی گئی تھیں اور وسط نہر میں لنگر انداز کشتی جس کے بادبان پر حدیث شریف سفینہ نہایت جلی قلم سے خط ثلث میں تحریر کی گئی تھی ایک عجیب خوشنما منظر پیش نظر کر رہی تھی اس نہر کی انتہا پر مدرسہ کی جنوبی عمارت کے آگے والے چبوترہ پر ڈیس تھا جس کے وسط میں ایک زریں شامیانہ کے نیچے جناب صدر جلاس کی نقرہ کرسی اور انکے برابر جناب صدر استقبالیہ کمیٹی کی کرسی اور داہنے بائیں اور عقب میں حضرات علما اور رؤسا اور اکابر و عمائد قوم کی کرسیاں تھیں اور جناب صدر اجلاس کی کرسی کے سامنے مقررین و واعظین کے لیے ایک پلیٹ فارم درست کیا گیا تھا جس کے بالکل ہی قریب ڈیس کے آخری حصہ میں جناب صدر اجلاس کی کرسی کے سامنے داہنی جانب جناب آنریری جنرل سکریٹری صاحب مدرسہ کی کرسی تھی اور انکے برابر مقررین کی تقریریں قلمبند کرنے کے لیے ایک شارٹ ہینڈ رپورٹر (مختصر نویس) کی کرسی تھی اور تمام پنڈال چاروں طرف قناتوں اور سفید چاندنیوں سے گھرا ہوا تھا جس پر آیات قرآنی اور احادیث کے مختلف کتبے آویزاں تھے پنڈال میں داخل ہونے والوں کے لیے کوئی فیس یا ٹکٹ داخلہ نہیں تھا عام اہل اسلام اور ہر مذہب و ملت کے افراد کو عام دعوت دی گئی تھی ،

مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست

شہر کے دونوں اسٹیشنوں پر استقبالیہ کمیٹی کے ممبر اور رضا کار کافی تعداد میں استقبال کے لیے موجود رہتے تھے اور مہمانوں کو کمال احترام سے فرودگاہ تک پہنچا دیتے تھے یکم جنوری سے مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی تھی جنکا بہت بڑا حصہ مدرسہ کے مہمان خانہ میں مقیم تھا اور کچھ حضرات اپنے اپنے اعزا اور احباب کے مکانوں پر فروکش تھے جو حضرات مدرسہ کے مہمانخانہ میں فروکش تھے انکے اکل و شرب کا انتظام مدرسہ کی طرف سے کیا گیا تھا اور انسے

کوئی فیس یا قیمت نہیں لی جاتی تھی اور استقبالیہ کمیٹی کے ممبر و رضا کار ہر وقت انکی راحت رسانی و آرام کیلئے
حاضر رہتے تھے اور جو لوگ اپنے اعزاو احباب کے یہاں فروکش تھے انکا اکل و شرب انکے میزبانوں کے ذمہ تھا،

مہمانوں کی تعداد

باہر سے آنے والے حضرات جو ممالک متحدہ آگرہ و اودھ اور بنگال و دکن و بمبئی اور پنجاب اور دہلی و صوبہ
سرحدی وغیرہ وغیرہ سے رونق افروز جلسہ ہوئے تھے وہ سب ہمارے بہترین شکریہ کے مستحق ہیں لیکن اصحاب ذیل
جن کے اسمائے گرامی ہمکو معلوم ہوسکے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں

عالیجناب آغا سید علی صاحب رضوی پشاور — عالیجناب شیخ تفضل حسین صاحب مختار میرٹھ
عالیجناب سردار اعجاز حسین صاحب 〃 — عالیجناب شیخ ممتاز حسین صاحب منصرم حجی بارہ بنکی
عالیجناب مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی چیف جسٹس — عالیجناب راجہ محمد نسیم علیخاں صاحب تعلقدار دیوگانوں فیض آباد
ریاست پائیگاہ متعلقہ ریاست حیدر آباد دکن حیدرآباد — عالیجناب چودھری علی اختر صاحب تعلقدار بلوہ بہادر پور سیتاپور
عالیجناب سید مقبول حسین صاحب نقوی کلکتہ — عالیجناب سید علی حامد صاحب ڈسٹرکٹ جج بارہ بنکی
عالیجناب محمد زاہد صاحب ایم اے 〃 — عالیجناب مولانا السید شبیر حسین صاحب قبلہ جونپوری فیض آباد
عالیجناب سید عابد علی صاحب حیدرآباد دکن — عالیجناب مولوی جرار حسین صاحب جونپور
عالیجناب سید علی عباد صاحب قیس زنگی پور غازیپور — عالیجناب سید مجاہد حسین صاحب اڈیٹر اتحاد امروہہ
عالیجناب سید حبیب حسن صاحب اڈیٹر سراتی جونپور — عالیجناب مولوی احمد مہدی صاحب کسکین وکیل فیض آباد
عالیجناب سید محمد طاہر صاحب وکیل سیتاپور — عالیجناب خان بہادر نواب احمد حسین خاں صاحب نصا نواق پرینوان پرتابگڈھ
عالیجناب میر واجد علی صاحب ایڈوکیٹ رائے بریلی — عالیجناب مولانا السید محمد صاحب قبلہ امروہہ

مقامی اکابر و عمائد

مقامی حضرات میں سے بھی ہر طبقہ اور جماعت کے لوگ کافی دلچسپی سے شریک ہوکر موجب رونق جلسہ
ہوئے اور ہر دوسرے جلسہ کی تعداد پہلے جلسہ سے بڑھتی چلی گئی مگر چونکہ مجمع دفعتہ آجاتا تھا اسوجہ سے تمام شرکا،

سے کے اسمائے گرامی لکھے۔ جلسہ کے جن حضرات کے اسمائے گرامی ہم کو معلوم ہو سکے اور جنھیں ہم لکھ سکے ان کی ایک مختصر سی فہرست علاوہ ممبران استقبالی کمیٹی کی فہرست کے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں اور تمام شرکا کا بصد شکریہ دل سے ادا کر کے اس مجبورانہ فروگذاشت کی معافی کے خواہاں ہیں

عالیجناب سرکار شمس العلماء صدر الشریعۃ آقائے نجم العلماء دام ظلہ العالی
عالیجناب شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ
عالیجناب ممتاز العلماء مولانا السید ابو الحسن صاحب قبلہ
عالیجناب شمس العلماء مولانا السید ابن حسن صاحب قبلہ
عالیجناب مولانا الشیخ محمد اعجاز حسن صاحب قبلہ
عالیجناب مولانا المفتی السید احمد علی صاحب قبلہ
عالیجناب مولانا المفتی السید محمد علی صاحب قبلہ
عالیجناب مولانا السید کلب حسین صاحب قبلہ
عالیجناب مولوی سید احمد صاحب قبلہ
عالیجناب مولوی سید محمد صاحب قبلہ
عالیجناب مولانا السید عالم حسین صاحب قبلہ
عالیجناب مولانا السید علی اصغر صاحب قبلہ
عالیجناب مولانا السید محمد ہادی صاحب قبلہ
عالیجناب مولانا السید آغا مہدی صاحب قبلہ

عالیجناب مولانا السید ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی
عالیجناب مولانا عبد الحسین صاحب قبلہ
عالیجناب مولانا مرزا احسن یوسف صاحب قبلہ
عالیجناب مولوی السید علی الحائری صاحب مدیر رسالہ موعظہ
عالیجناب خواجہ اسد صاحب ایڈیٹر اخبار سرفراز
عالیجناب خان بہادر مولوی سید محمد مہدی حسین صاحب
عالیجناب سید مصطفیٰ رضا صاحب بار ایٹ لا
عالیجناب نواب حسین خان صاحب بار ایٹ لا
عالیجناب حکیم سید فضل علی صاحب
عالیجناب حکیم سید احمد حسین صاحب
عالیجناب آنریبل جسٹس سید محمد رضا صاحب جج چیف کورٹ لکھنؤ
عالیجناب مرزا کاظم حسین صاحب محشر
عالیجناب حکیم منشی آغا صاحب فاضل
عالیجناب منشی محمد ضامن صاحب سکریٹری حسین آباد

اجلاس اول

۲ر جنوری ۱۹۲۱ء وقت صبح

(۱) جناب مولوی محمد تقی علی صاحب حیدری اعظمی نے سورۂ جمعہ کی تلاوت فرما کر قلوب حاضرین کو منور فرمایا،

(۲) جناب سرکار صدر الشریعہ قاسم العلماء دام ظلہ العالی نے ایک مختصر مگر نہایت ہی جامع تقریر میں آیۂ کریمہ یٰاَیُّھَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کی تفسیر فرماتے ہوئے مدرسۃ الواعظین اور اُس کے تبلیغی خدمات کو حدیث شریف غدیر کے فقرہ مبارکہ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ کا مصداق صحیح ثابت فرما کر جلسہ کا افتتاح فرمایا،

(۳) جناب نواب مرزا عابد حسین آنریری جنرل سکریٹری مدرسۃ الواعظین نے ان ٹیلیگرام پڑھ کر سنائے جو عالیجناب سیٹھ احمد جاند صاحب نے رنگون سے اور عالی جناب خان خانان نظام یار جنگ بہادر اور عالیجناب ہز اکسیلنسی سر سالار جنگ بہادر نے حیدرآباد سے اور عالیجناب نواب سرفراز حسین خان صاحب نے میرٹھ سے اور عالیجناب راجہ سعادت علیخان صاحب آف نانپارہ نے مجوری ضلع بہرائچ سے اپنے شریک نہ ہونے کی معذرت اور مدرسہ کے ساتھ اپنی ہمدردی اور گہری دلچسپی کے اظہار میں ارسال فرمائے تھے،

نوٹ دوران اجلاس میں مندرجہ ذیل حضرات کے ٹیلگرام اور خطوط بھی وصول ہو کر موجب شکر گذاری ہوئے تھے،

ٹیلگرام حسین شریف دیوجی زنجبار، محمد جعفر شریف دیوجی ممباسہ، مولوی کلب عابس صاحب ایڈوکیٹ رائے بریلی،

خطوط پرنس محمد فتح علی مرزا صاحب بہادر مرشدآباد، سردار گلزار حسین صاحب کیانی سپرنٹنڈنٹ پولیس نیو صوبہ سرحد ریونڈ کیمن سٹی کوٹھی بندر بابلغ لکھنؤ

(۴) جناب سرکار صدر الشریعہ دام ظلہ العالی نے ۱۹۳۰ء کے دردانگیز واقعات میں حضور پر نور سرکار ہز ہائینس نواب سید محمد حامد علیخان صاحب بہادر مغفور والی ریاست رامپور معاون مدرسۃ الواعظین کی وفات حسرت آیات اور سرکار آقائے سید ابوالحسن اصفہانی مجتہد اعظم نجف اشرف کے صاحبزادے کے عین حالت نماز میں ناگہانی قتل اور آقائے سید کلب مہدی صاحب سندی مجتہد کربلائے معلی اور آقائے سید جلال الدین حسینی مدیر حبل المتین کلکتہ اور والدہ ماجدہ جناب سید اکبر حسین صاحب سکریٹری شعبہ تبلیغ اعلی اللہ مقامہم کے انتقال پر ملال کا نہایت دردانگیز الفاظ میں تذکرہ فرما کر مدرسہ کی جانب سے اظہار ہمدردی کے بعد ارشاد فرمایا کہ ان حسرت خیز و دردانگیز واقعات سے جو صدمات ہم کو پہونچے ہیں اُسکی تلافی کے لیے حضور پر نور ہز ہائنس عالیجاہ فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامراء نواب السید محمد رضا علیخان صاحب بہادر

مستعد جنگ فرمان روائے ریاست رامپور حفظہ اللہ عن المفاسد والشرور کی مسند نشینی بڑی حد تک کافی ووافی ہو اس فرحت انگیز اور بہجت خیز موقع پر مدرسۃ الواعظین اپنا ناچیز مگر مخلصانہ ہدیہ مبارکباد پیش کرکے مقبول بارگاہ ہونے کا امیدوار ہے،

حضور ممدوح نے اس جلسہ کی صدارت اپنے انتہائے کرم اور منتہائے عنایت سے قبول فرماکر شکرگذاری کا موقع مرحمت فرمایا تھا مگر کسی وجہ سے آج کے جلسہ میں رونق افروز نہ ہوسکے لہذا میں تحریک کرتا ہوں کہ آج کے جلسہ میں جناب نواب راجہ محمد تسکین علیخاں صاحب بہادر آف بوگاں اس جلسہ کی صدارت فرمائیں

(تائیدی نعرہائے صلوٰۃ کے بعد جناب ممدوح رونق افروز کرسی صدارت ہوئے)

(۵) جناب سید فصاحت حسین صاحب شہسدی نے اپنی دلچسپ نظم سے حاضرین جلسہ کو مسرور فرمایا،

(۶) جناب مولوی نذیر علی صاحب اور مولوی محمد عارف صاحب متعلمان مدرسۃ الواعظین نے ایک فرضی مناظرہ کا منظر مسئلہ ختم نبوت کے متعلق پیش کیا اول الذکر نے گویا قادیانیوں کی وکالت میں نبوت کے ختم نہ ہونے اور سلسلہ نبوت کے جاری رہنے کو ثابت کیا اور آخر الذکر نے اسلام کی وکالت کا فرض ادا کرکے ختتام سلسلہ نبوت پر نہایت تیز روشنی ڈالکر ثابت کردیا کہ حضرت رسالتمآب پر ختم ہوگئی اور آپ کے بعد کوئی نبی ہوا ہے نہ ہوگا،

یہ مصنوعی مناظرہ جو اپنی نوعیت میں بالکل جدید تھا کمال توجہ سے سماعت کیا گیا اور سامعین نے محسوس کرلیا کہ مدرسۃ الواعظین کس پیمانہ کے واعظ تیار کررہا ہے

اسکے بعد جلسہ دوسرے وقت کے لئے برخواست ہوا،

اجلاس دوم

۲ جنوری ۱۹۳۱ء وقت شام

(۱) جناب مولوی حافظ سید ظفر عباس صاحب واعظ نے تلاوت کلام مجید سے قلوب سامعین کو منور فرمایا،

(۲) جناب سرکار صدر الشریعہ دام ظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ آج صبح کے اجلاس میں جن واقعات کا شیئے ذکر

کیا تھا انمیں ایک مسرت خیز واقعہ جناب حکیم سید فضل علی صاحب رف حکیم سیر نصاحب کو گورنمنٹ کی جانب سے خطاب شفاء الملک کا امتیاز بھی ہی جس پر یہ رسہ ممدوح کو تہ دل سے مبارکباد دیتا ہے،

(۳) جناب مولوی میر رشید علی صاحب واعظ نے تعظیم و پرستش کے فرق پر ایک دلچسپ تقریر ارشاد فرمائی اور آیہ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون سے ابتدا کر کے بتلایا عبادت وہی ہی جو معبود کی مرضی کے موافق ہو اور اسکے لیے ایسے قواعد و قوانین کی ضرورت ہے جو خود معبود نے ترتیب دیے ہوں تاکہ ہم اسکی مرضی دریافت کر کے اسپر عمل پیرا ہو سکیں انھیں قواعد و قوانین کا نام شریعت ہی اور انھیں کے مبلغین انبیاء و مرسلین کہلاتے ہیں ہم انکو مقرب بارگاہ الہی سمجھکر انکی تعظیم کرتے ہیں مگر یہ تعظیم ہماری ان حضرات کی پرستش نہیں ہی بلکہ محض تعظیم ہی

آپنے بتلایا کہ عبادت و پرستش صرف وہ حرکات و اعمال تعظیمی ہیں جو اس اعتقاد کے ساتھ ہوں کہ ہم جس کی تعظیم کر رہے ہیں وہ ہمارا خالق ہمارا معبود ہمارا حقیقی مالک ہے، اور اس لیے جو تعظیم حضرت انبیا اور انکے اوصیا کی جاتی ہی وہ انکی عبادت و پرستش نہیں ہی کیونکہ وہ اعتقاد مذکور بالا سے خالی ہی اور چونکہ ان سب حضرات خصوصاً حضرات محمد و آل محمد کی حیات و ممات میں کوئی فرق نہیں ہی لہذا ان حضرات کی وفات کے بعد بھی ان کی اور انکے قبور اور نقول قبور کی تعظیم عبادت و پرستش میں داخل نہیں ہی اور اسی بنا پر تعزیہ داری اور تعزیہ کی تعظیم مثل تعظیم مسجد کے بت پرستی میں داخل نہیں ہی، ان تمام مطالب پر آپنے دلائل عقلیہ و نقلیہ اور امثلہ شرعیہ سے بخوبی تمام واضح و مبرہن فرماکر موضوع تقریر کافی روشنی ڈالدی،

(۴) جناب مولوی سید عدیل اختر صاحب واعظ نے قرآن اور عہد قدیم و جدید کے تقابل پر مسائل معاش و معاد کے نقطہ نظر سے، ایک مبسوط تقریر فرماکر ثابت کیا کہ بائبل کی تعلیم زندگی کے کسی شعبہ میں مفید نہ توحید معرفت ربانی کی بابت کسی طرح قابل تسلیم ہی اور کوئی باہم ایک تین اور تین ایک کے ماننے اور انبیا کو معاذاللہ جھوٹا اور فریبی اور مکار و دغاباز و شرابخوار تسلیم کرنے اور اعتقاد رکھنے حضرت مسیح کو باوجود انکے ابن اللہ بلکہ خود خدا ہونے کے تمام بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ قرار دینے اور تمام گناہگاروں کو خوف جزا اور سزا سے مطمئن کرنے اور یوم معاد کو عبث و بیکار ماننے پر تیار نہیں ہو سکتا،

(۵) جناب مولوی شیخ جواد حسین صاحب واعظ نے اسلام کے حامی امن ہونے پر ایک مبسوط تقریر فرماکر ثابت

کردیا کہ اسلام کل معجزات اور کل ہر طرح کے کفر و استبداد و نخوت اور قتل و غدر و شر و خباثت وغیرہ وغیرہ کے جڑ سے شدید ترک ہاہی اور قیام امن کے لیے ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون ارشاد فرما کر تاکید اکید عدل و احسان و رعایت اقارب کا حکم دیکر ہر امر قبیح و مذموم کی ممانعت فرمادی ہے اور اسلام کے جہاد بھی انھیں اصول کے ماتحت غارتین مفسدین کی سرکوبی اور قیام امن و امان کے لیے دفاعاً واقع ہوئے تھے کوئی جہاد اسلام کا جارحانہ و ابتدائی نہ تھا جیسا کہ تاریخ اسلام کے مطالعہ کرنے والوں سے مخفی نہیں ہے

(۶) جناب مولوی سید علی عباد صاحب قیس زنگی پوری نے اپنی دلکش نظم سے حاضرین کو مسرور فرمایا۔

اجلاس سوم

۲ جنوری ۱۹۳۱ء وقت صبح

(۱) جناب ملک الصدر الشریعۃ آقائے نجم العلماء دام ظلہ العالی کی تحریک اور حاضرین کی متفقہ تائید سے جناب مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی چیف جسٹس ہائی کورٹ جاگیر خورشید جاہ بہادر متعلقہ ریاست حیدرآباد دکن ریٹائرڈ اکونٹنٹ جنرل کرسی صدارت پر تشریف لائے

(۲) جناب مولوی حافظ سید ظفر عباس صاحب واعظ نے تلاوت کلام مجید سے قلوب حاضرین کو منور فرمایا

(۳) جناب مولوی سید مسرور حسین صاحب واعظ نے موضوع "اسلام و اقتصادیات" پر نہایت پرمغز و متین تقریر فرماکر موضوع کے ہر شعبہ اور ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالکر اقتصادیات موجودہ کے مقابلہ میں تعلیمات اسلام اور اسکے اقتصادیات کی افضلیت کو نہایت محکم و متقن دلائل و براہین سے ثابت کردیا،

(۴) جناب آغا سید حسین صاحب قمی محلاتی متعلم مدرسۃ الواعظین نے موضوع "اثبات صانع عالم و ابطال مادہ و جواہر فرد" پر فارسی مگر عام فہم زبان میں فلسفیانہ و حکیمانہ انداز سے ایسی بے مثل و بے نظیر تقریر میں منکرین صانع عالم اور قائلین مادہ و جواہر فرد کے دلائل و براہین کو رد فرمایا کہ تمام سامعین نہایت محظوظ ہو اور ہر طرف سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوگئی اور جب مقرر موصوف نے بخیال طول تقریر کے ختم کرنے کا ارادہ فرمایا تو مجمع نے تقریر کے جاری رکھنے پر اصرار کیا اور یہ تقریر تقریباً ایک گھنٹہ سے زائد وقت میں تمام ہوئی

(۵) جناب مولوی سید محمد مہدی صاحب تسکین وکیل فیض آباد نے "انسانی زندگی میں تقیہ کی ضرورت" پر ایک مفصل مبسوط تقریر میں تقیہ کے معنی اور اسکے استعمال کے مواقع و مقامات اور اسکے مقتضائے فطرۃ انسانی ہونے پر نہایت تیز روشنی ڈالکر انسانی اور مثالی انسانوں کے علاوہ نباتات و جمادات و حیوانات تک کے تقیہ کو بدیہیات و مشاہدات سے ثابت فرماکر انبیائے سابقین و امم سابقہ و خود جناب سرور کائنات اور حضرت کے اصحاب اولی الالباب اور آپکے اوصیاء و خلفائے برحق کے اقوال و اعمال سے تقیہ کے جواز بلکہ وجوب کو آیات قرآن مجید اور احادیث حضرت رسول و ائمہ طاہرین سے مبرہن و مدلل فرماکر اُن تمام اعتراضات کو جو تقیہ کے مخالفین باوجود عامل تقیہ ہونے کے وارد کیا کرتے ہیں نہایت حسن و خوبی کے ساتھ دفع فرمادیا،

(۶) جناب صدر محترم نے ایک مختصر مگر پر مغز و متین تقریر میں شکریہ انتخاب ادا فرماکر مدرسہ کو صرف جناب سرکار صدر الشریعہ کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ بتلاتے ہوئے مدرسہ کی موجودہ حالت اور اسکے ضروریات پر تبصرہ فرماکر اُسکی بقا و ترقی کے لیے مستقل سرمایہ کی ضرورت پر قوم کو توجہ دلائی اور دوسرے وقت کے لیے اجلاس کو ملتوی فرمایا،

اجلاس چہارم

۳ر جنوری ۳۱ء وقت شام

(۱) جناب مولوی سید مظہر حسین صاحب واعظ نے تلاوت کلام مجید سے قلوب حاضرین کو منور فرمایا،

(۲) جناب مجمد زاہد صاحب ایم اے آف بنگال نے انگریزی زبان میں حالات تبلیغ بنگال اور وہاں کے تبلیغی ضروریات اور جناب مولوی سید علی صاحب مبلغ بنگال کے مساعی جمیلہ اور اسکے نتائج کو نہایت حسن و خوبی سے واضح فرمایا،

(۳) جناب مولوی سید محمد رضی صاحب خلف جناب مولوی سید محمد صاحب مغفور ابن جناب سرکار صدر الشریعہ دام ظلہ العالی نے توحید اسلام پر نہایت پر مغز و متین تقریر فرمائی اور آیہ شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ سے ابتدا فرماکر دیگر آیات توحید کی تلاوت فرماتے ہوئے

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً الآیۃ کی مختصر تفسیر فرما کر قرآن مجید کے انداز استدلال کو بدیہیات و محسوسات میں منحصر اور اکثر لاکھ انسی ہزار میل سطح زمین کی مساحت اور زمین و آسمان بلکہ جمیع ماسوی اللہ کے حدوث اور حوادث کے لیئے ایک جد قدیم کی عقلی ضرورت کو نہایت محکم و متقن دلائل سے واضح فرما کر توحید باری تعالیٰ کو ایسے عالمانہ و فلسفیانہ دلائل عقلی و نقلی سے ثابت فرمایا جو ممدوح کی فاضلانہ وعالمانہ شان پر نہایت تیز روشنی ڈال رہی تھی،

(۴) جناب سردار اعجاز حسین صاحب قزلباش وائس پریسیڈنٹ پراونشل شیعہ کانفرنس و میونسپل کمشنر نے پشاور اور صوبہ سرحد کے حالات اور مسلمین پشاور کے طرز معاشرت اور بنا انجمن اثنا عشری کی کیفیت اور اسکی درخواست پر مدرسہ کی جانب سے جناب مولوی حافظ کفایت حسین صاحب واعظ کی روانگی اور ممدوح کے کورم ایجنسی میں قاضی شریعت مقرر ہو کر چلے جانے کے بعد جناب مولوی سید عدیل اختر صاحب واعظ کی تشریف بری اور ان دونوں بزرگواروں کے مساعی جمیلہ اور انکے بہترین نتائج کو تفصیلاً بیان کرتے ہوئے مدرسہ کی سرگرمیوں کا اعتراف فرمایا،

(۵) جناب مولوی لقاء علی صاحب واعظ نے اُس سوال کا جواب دیا جو ممدوح کو اُسوقت کسی شخص کی جانب سے تحریراً وصول ہوا تھا سوال یہ تھا کہ اگر ہر قوم کے لیئے ایک ہادی کا آنا ضروری ہے تو قوم ہنود کے لیئے کون ہدایت کرنے والا آیا؟ جناب ممدوح نے یہ سوال حاضرین کو سنا کر ارشاد فرمایا کہ ہم ہندو قوم کے ہادی کو اگر بالیقین تو نہیں بتا سکتے مگر بحکم عقل و نقل ہندو قوم کے لیئے بھی خدا کی جانب سے کوئی ہدایت کرنے والا ضرور آیا اور یہ قوم بھی مثل دیگر اقوام کے بے ہادی نہیں چھوڑی گئی مگر اُس ہادی کے بعد اسکی تعلیم کا کافی رہنا ضروری نہیں ہے اور اس قوم پر بھی مثل دیگر اقوام کے ایسے ہادی اور ایسی تعلیم کا تلاش کرنا عقلاً ضروری ہے جس کی تعلیم کو ہماری عقل سلیم ہر زمانہ کے لیئے کافی تصور کرے،

(۶) جناب مولوی سید محمد مہدی صاحب تسکین وکیل فیض آباد کی تحریک اور جناب مولوی لقاء علی صاحب واعظ حیدری کی تائید سے ذیل کا رزولیوشن پاس ہوا

مدرسۃ الواعظین کا یہ سالانہ اجلاس اُن مالی مشکلات پر نظر کرتے ہوئے جو ادارہ کی ترقی بلکہ موجودہ حالت کے تحفظ میں حائل ہیں تجویز کرتا ہے کہ ادارہ کے لیئے سرمایہ مستقل فراہم کیا جائے اور قوم سے اُسکے جمع کرنے کی

اپیل کی جائے

(۷) جناب صدر محترم مدام علاہ نے ایک مختصر مگر جامع و متین تقریر میں سرکار عالی کی امداد و اعانت پر قوم کو توجہ دلا کر مدرسہ کے لیے مستقل سرپرستی کی ضرورت پر نہایت تیز روشنی ڈالی اور رزولیوشن مندرجہ بالا کی کلی تائید میں مبلغ ۵۰ روپیہ نقد اور ۱۰ روپیہ ماہانہ کا وظیفہ مقرر فرمایا،

(۸) جناب سید علی عباد صاحب قیس زنگی پوری نے اپنی دلکش نظم مسلسل بجانب سبحان ارشاد فرما کر تمام جلسہ سے صدائے تحسین بلند کرادی،

اجلاس پنجم

۴ر جنوری ۳۱ سنہء وقت صبح

چونکہ صدر محترم حضور ہز ہائینس نواب صاحب بہادر رامپور خلد اللہ ملکہ و سلطانہٗ (۱۰) بجے جلسہ میں تشریف لانے والے تھے لہٰذا اس اعلان کے بعد جلسہ وقت معینہ پر شروع کر دیا گیا،

(۱) جناب مولوی حافظ سید ظفر عباس صاحب نے تلاوت کلام مجید سے قلوب حاضرین کو منور فرمایا،

(۲) جناب مولوی انصار حسین صاحب اور جناب مولوی محمد بشیر صاحب متعلمان مدرسہ نے ایک فرضی مناظرہ کا منظر اعجاز قرآن مجید کی بابت پیش کیا، اول الذکر نے گویا عیسائیوں کی وکالت کی اور جو اعتراضات انکی جانب سے پیش کیے جاتے ہیں انکو بحیثیت ایک عیسائی کے کمال متانت سے پیش کیا اور آخر الذکر نے اسلام کی وکالت کا فرض ادا کرتے ہوئے ان اعتراضات کے جوابات دیے

(۳) جناب سید علی عباد صاحب قیس زنگی پوری نے ایک تبلیغی نظم میں اہمیت تبلیغ اور مدرسۃ الواعظین کے خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے قوم کو اسکی دستگیری و حمایت کی طرف متوجہ فرمایا

(۴) جناب مولوی سید بشیر حسین صاحب واعظ سکریٹری انجمن مؤید العلوم و دار التالیف مدرسۃ الواعظین نے انگریزی ترجمہ قرآن مجید جلد اول اور انگریزی صحیفہ کاملہ جلد دوم کو پیش کیا اور اپنے صیغہ کے خدمات پر مختصر تبصرہ فرماتے ہوئے قوم کو قلمی [illegible] تبلیغی خدمات کے زیادہ تر مستعدی اور مستحکم قوت سے انجام دینے پر آمادہ فرمایا،

صدر محترم حضور ہز ہائینس نواب صاحب بہادر آف رامپور خلد اللہ ملکہ و سلطانہٗ کا پر خلوص خیر مقدم

جلسہ کی کارروائی مندرجہ بالا حد تک پہنچنے پائی تھی کہ آمد آمد سلطانی کی دفعۃً پہونچنے والی خبر نے سارے جلسہ کو ہمہ تن چشم

انتظار بناہوا تھا ٹھیک ۱ بجے حضور پرنور کا موٹر مدرسۃ الواعظین کے دروازہ پر پہونچا جہاں مجلس استقبالیہ کے ارکان اور شہر کے دیگر عمائد واکابر کافی تعداد میں استقبال کے لیئے موجود تھے موٹر سے برآمد ہوتے ہی رضاکاروں کی جماعت نے آپکو اپنے حلقہ میں لے لیا حاضرین نے پر زور نعرہ ہائے صلوٰۃ بلند کیئے اور پھولوں کی بارش میں حضور ممدوح اس آراستہ پنڈال میں جو خاص اس موقع کے لیئے نہایت سلیقہ سے تیار کی گئی تھی رونق افروز ہوئے پنڈال کے اندر داخل ہوئے جہاں مجمع نے سرقد ایستادہ ہو کر اپنے محترم صدر کا فلک شگاف نعرہ ہائے صلوٰۃ سے خیر مقدم کیا حضور ممدوح ڈیسن پر تشریف لانے کے بعد اس نقرہ کرسی صدارت پر جو ایک کار چوبی شامیانہ کے نیچے رکھی ہوئی تھی رونق افروز ہوئے اور جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی،

(۵) چونکہ صدر مجلس استقبالیہ جناب راجہ نواب علیخانصاحب اپنی ناگہانی بیماری کی وجہ سے جلسہ میں شریک نہیں ہو سکے لہذا جناب نواب مرزا احمد سجاد علیخانصاحب آف شیش محل نے آپکا خطبۂ صدارت نیابتہً ارشاد فرمایا،

(۶) جناب سرکار صدر الشریعہ دام ظلہ العالی نے ریاست رامپور کے قدیم اسلامی روایات اور بالخصوص سرکار ہز ہائینس دام اقبالہ کے تبلیغی انہماک اور مذہبی سرپرستیوں کا مختصر تذکرہ فرما کر صدارت کی تحریک فرمائی جناب مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی سابق اکونٹنٹ جنرل دولت آصفیہ دکن نے نہایت موزوں اور مناسب الفاظ میں تائید کی،

(۷) حضور ہز ہائینس دام اقبالہ العالی نے اپنا پُر بلیغ و فصیح خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا جسکے ہر ہر لفظ نے آپکے مذہبی جوش اور تبلیغی دلچسپی اور قومی شغف پر بہت تیز روشنی ڈالی اس خطبہ کو صحیح معنوں میں کلام الملوک ملوک الکلام کا مصداق کامل ثابت کر کے سارے مجمع سے خراج تحسین حاصل کر لیا اور دلائے حضرات اہلبیت کے پر خلوص تذکرہ نے پنڈال کے ہر گوشہ سے صلوٰۃ کے نعرہ بلند کرا دیئے

(۸) جناب صدر محترم کے خطبہ کے بعد جناب سرکار صدر الشریعہ آقائے نجم العلماء دام ظلہ العالی نے مدرسہ کی مالی امداد عام چندہ کے متعلق گذشتہ یوم کے رزولیوشن کا حوالہ دیتے ہوئے مبلغ سو روپیہ کا نوٹ اپنے جانب سے پیش فرما کر اعلان فرمایا کہ اس رزولیوشن کی تعمیل میں جناب مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی سابق اکونٹنٹ جنرل دولت آصفیہ نے دسو روپیہ نقد اور اکیس روپیہ سالانہ مدرسہ کی اعانت میں مستقلاً دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اور جناب سید شہنشاہ حسین صاحب رضوی بی اے ایڈوکیٹ نے ایک جوڑی جڑاؤ کرن پھول اور ایک اور ایک جوڑی جڑاؤ دست بند اور ایک مکان پانچ روپیہ ماہوار کرایہ کا عطا فرمایا، چودہری علی اختر صاحب تعلقدار لمبھاو پور نے پچاس روپیہ سالانہ مرحمت فرمانے کا وعدہ فرمایا یہ اعلانات نہایت اطمینان سے سماعت کیئے گئے جنکے بعد سرکار

صدالشریعہ دام ظلہ العالی نے نہایت مسرت آمیز و فرحت خیز لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ آنریبل سر مہاراجہ صاحب بہادر محمود آباد دام اللہ اقبالہ العالی نے اپنی خواہر محترمہ مرحومہ کی جانب سے مبلغ پچاس ہزار روپیہ کی گرانقدر رقم مدرسہ کے سرمایہ مستقل کے لیے عطا فرمائی ہے اور جہاں بخت جوانبخت فرمانروائے رامپور خلد اللہ ملکہ وسلطانہ کی طرف سے مجھے اس اعلان میں نہایت مسرت ہے کہ حضور ممدوح نے اپنی کمال فیاضی سے اس ماہوار عطیہ کو جو مدرسۃ الواعظین کو ریاست عالیہ رامپور سے ملا کرتا تھا چند دن یعنی اب بجائے دو سو روپیہ ماہوار کے چار سو روپیہ ماہوار ریاست عالیہ سے مدرسہ کو دیے جائینگے جو تقریباً ایک لاکھ روپیہ کا نفع ہے

(۹) جناب نواب مرزا عابد حسین خانصاحب زیری جنرل سکریٹری نے اپنے سالانہ رپورٹ ارشاد فرمائی جسمیں مدرسہ کے ہر شعبہ پر نہایت قابلیت سے تبصرہ فرما کر مدرسہ کی گوناگوں سرگرمیوں پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی تھی، یہ رپورٹ کمال توجہ سے سنی جارہی تھی مگر چونکہ حضور ہز ہائینس دام اقبالہ العالی کو اس سے زیادہ قیام کا موقع نہ تھا لہذا حضور ممدوح جلسہ سے تشریف لے گئے اور حاضرین جلسہ نے باصرار اس رپورٹ کو پورا کرنے کی زحمت دی جسکو جناب ممدوح نے پورا کر کے اپنے فرض کو ادا کر دیا اور جلسہ دوسرے وقت کے لیے ملتوی کیا گیا،

اجلاس ششم

۴ جنوری ۲۱ء وقت شام

(۱) جناب مولوی حافظ سید ظفر صاحب نے تلاوت قرآن مجید سے قلوب حاضرین کو منور فرمایا،

(۲) جناب ناصر صاحب نے اپنی دلکش نظم ارشاد فرما کر قلوب حاضرین کو شگفتہ فرمایا،

(۳) جناب سید غلام حسنین صاحب وکیل کی تحریک اور ایڈیٹر صاحب سرفراز کی تائید سے حسب ذیل رزولیشن پاس ہوا،

یہ جلسہ گورنمنٹ بنگال سے استدعا کرتا ہے کہ مدرسۃ الواعظین کی اعانت بھی تعلیمی پروگرام محسن فنڈ ہوگلی میں داخل کیجائے اور اس مدرسہ کی امداد بھی اس کثیر رقم سے کیجائے جو لاکھوں کی مقدار میں صرف کی جاتی ہے اور محفوظ ہے،

(۴) جناب سرکار صدر الشریعہ دام ظلہ العالی اگرچہ باوجود بخار میں مبتلا ہو جانے کے بھی جلسہ میں تشریف لائے تھے لیکن جلسہ کے اختتام تک تشریف فرما نہ رہ سکے اور مجبوراً مختصر الفاظ میں کارکنانِ اجلاس اور تمام منتظمین جلسہ اور مہمانانِ بیرونجات کی زحمتوں کا شکریہ ادا کر کے تشریف لے گئے،

(۵) جناب مولوی آغا علی رضا صاحب اعلیٰ حیدری نے اسلام کے عملی مذہب ہونے پر ایک فاضلانہ تقریر فرمائی،

(۶) جناب مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی دام علاہ نے ایک سونے کی گھڑی پیش فرمائی جو سرسالار جنگ بہادر نے جناب مولوی آغا علی رضا صاحب اعلیٰ کے لیے ان کے تبلیغی خدمات کے صلہ میں ارسال فرمائی تھی،

(۷) جناب مولوی صبغۃ اللہ صاحب شہید فرنگی محلی نے اہمیت تبلیغ پر نہایت جامع و مانع اور فاضلانہ تقریر ارشاد فرمائی اور راہ تبلیغ میں جناب رسالتمآب اور جناب ولایتمآب اور آپ کے پدر بزرگوار حضرت ابو طالب کی قربانیوں کو پیش فرماتے ہوئے موضوع کے مختلف پہلوؤں پر بصیرت افروز روشنی ڈالی اور اہل اسلام کو اسلاف کے کارناموں کی پیروی پر متوجہ کیا اور مدرسۃ الواعظین کے طرزِ عمل کا استحسان کرتے ہوئے اعلان کیا کہ میری تقریر ان جماعتوں کے لیے چیلنج ہے جو اختلاف و افتراق کو اپنا مطمح نظر بنائے ہوئے ہیں،

(۸) جناب مولوی فضل علی صاحب اعلیٰ نے مقصدِ حیاتِ انسانی پر ایک فاضلانہ تقریر میں اسلام اور دیگر مذاہب کا تقابل کرتے ہوئے عقل کی روشنی میں انسان کے حقیقی مقصدِ حیات کو واضح فرمایا،

(۹) جناب مولوی سید سرفراز حسین صاحب واعظ نے اخبار سرفراز کے قومی خدمات اور مدرسۃ الواعظین نمبر کی اشاعت کا اعتراف و استحسان فرماتے ہوئے ایڈیٹر صاحب سرفراز کی ان کوششوں کا تذکرہ فرمایا جس کی وجہ سے ایسا شاندار نمبر اس قدر کم وقت میں تیار ہو سکا،

(۱۰) جناب مولوی سید قائم رضا صاحب نسیم نے اپنی دلکش دعائی نظم ارشاد فرمائی،

(۱۱) جناب مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی دام علاہ نے کارکنان اجلاس مہمانان بیرونجات و حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور صلوات کے نعروں کے ساتھ یہ اجلاس بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا

(ناچیز مدیر)

انجمن مؤید العلوم دار التالیف مدرسۃ

فوراً منگائیے قیمتیں نہایت ارزاں

النبوۃ والخلافہ تصنیف حضرت شمس العلما نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن مسئلہ خلافت پر تنقیدی اور محققانہ نظر قابل دید رسالہ ہے انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوچکا ہے ۳ر

الموحد نتیجہ قلم شمس العلما نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن مسئلہ توحید کو نہایت متقن دلائل سے ثابت کیا گیا ہے عنقریب انگریزی ترجمہ بھی طبع ہو جائیگا ۳ر

خطاب فاصل۔ اردو ترجمہ میزان عادل ترجمہ جناب شمس العلما مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ نائب صدر انجمن اسلام اور عیسائیت کے اصول کا مقابلہ ۳ر

مسالک الحکما۔ اردو ترجمہ مناہج الحکما ترجمہ جناب شمس العلما مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ مان پرستوں کے مذہب کی تفصیل اور انکے خیالات کا رد ۳ر

ید بیضا توریت کی پیشنگوئیوں سے جناب سالتمآب کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید علی غضنفر صاحب مبصر جناب سلطان العلما اعلی اللہ مقامہا ۳ر

رد التناسخ مصنفہ جناب مولانا محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم مسئلہ تناسخ پر حکیمانہ لیکن عام فہم بحث روح و مادہ کی قدامت کا ابطال آریوں کی مایہ ناز کتابوں کا مسکت جواب ار

انسانی قربانی ویدوں کے زمانہ کی انسانی قربانی از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب ۲ر

ویدمت قربانی۔ وید سے قربانی کا جواز از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب ۲ر

تصدیق رسالت گوتم بدھ کی پیشنگوئیوں سے جناب ختمی مرتبت کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید احمد علی صاحب موہانی بی اے ۲ر

اسلام اینڈ دی لائٹ آف شیعزم انگریزی ترجمہ شریعۃ الاسلام حصہ اول ترجمہ جناب بادشاہ حسین صاحب بی اے اصول عقائد اسلام کی حقیقت دیگر مذاہب کے مقابلہ میں زبردست دلائل سے ثابت کی گئی ہے جلد انگلش فیشن ۱۲

دی پرافٹ شپ اینڈ دی کیلیفٹ انگریزی ترجمہ النبوۃ والخلافہ ترجمہ جناب مولوی لقا علی صاحب وا عظ جلد انگلش فیشن ۱۲

دی ٹریجیڈی آف کربلا عزاداری پر انگریزی بائیں تبصرہ از جناب امیر علی صاحب لکچرار لکھنؤ یونیورسٹی ار

الاعجاز معجزہ کی حقیقت کا انکشاف اور شبہات کا رد از جناب مولانا مولوی محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ار

المعراج دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معراج کا ثبوت از جناب مولانا السید محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ار

اسلام مغرب کی نظر میں از جناب شیخ شاہ حسین صاحب ایم اے شریعۃ الاسلام حصہ اول اصول و عقائد مذہب حقہ با دلائل تذکرہ از جناب مولانا السید محمد صاحب ابن سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۳ر

شریعۃ الاسلام حصہ دوم طہارت و صلوۃ کے مسائل مصدقہ جناب سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۶ر

شریعۃ الاسلام ضمیمہ متواترات کے متعلق ضروری احکام اور دیگر مفید باتیں ۲ر

سیاست علویہ

حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کی عہد خلافت ظاہرہ میں آپ کے مخالفین کی تخریبی سرگرمیوں
کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و خانہ جنگی کی جو صورت رونما ہوگئی ہے اُس پر نظر
کرکے اکثر ناواقف کوتاہ نظر لوگ اس شبہہ میں گرفتار ہوجاتے ہیں کہ حضرت کی ذات ملکوتی صفات
میں سیاست ملک و نظم حکومت کا وہ ملکہ موجود نہ تھا جو ایک مدبر حکمراں میں ہونا چاہیئے اس خلاف
واقع خیال کو دفع کرنے کے لیئے فاضل جلیل جناب مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری تلمیذ
حضرت قدوۃ الکاملین مولانا السید محمد ہارون صاحب مرحوم و مغفور زنگی پوری نے اس گرانقدر رسالہ
کی ترتیب و تالیف میں محققانہ جد و جہد فرمائی ہے اور بے شبہہ اس موضوع خاص میں یہ رسالہ
کم نظیر بلکہ عدیم النظیر ہے فاضل ممدوح نے دین و دنیا اور اُنکی سیاسیات کا باہمی تعلق اور اہل دنیا
کی سیاستوں کے حقیقی اغراض و مقاصد سے وسعت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہوئے واضح کیا
ہے کہ حضرت امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ نے نظام حکومت کی بنیاد جن اصول پر قائم فرمائی
تھی اُن سے بہتر کسی انصاف پیشہ و عدالت شعار و مدبر دماغ میں نہیں آسکتی اور انھیں
اصول میں دین و دنیا دونوں کی اصلاح و ترقی کا راز مضمر تھا نیز یہ بھی ثابت کیا ہے
کہ آپ کے عہد میں اختلال و افتراق کے رونما ہونے کے حقیقی اسباب کیا تھے غرض اس
رسالہ کے خصوصیات کا تقاضا یہی ہے کہ اہل ذوق کو اسکے مطالعہ سے دریغ
نہ کرنا چاہیئے قیمت علاوہ محصولڈاک ۱۲؍

ملنے کا پتہ

مینجر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

(رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۰۷۷)

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر حمایت حجۃ الاسلام الاخصی نجم العلماء مدظلہم العالی



مدیر

حکیم سید قائم علی رضوی اجمیری (عمدۃ الافاضل)

باہتمام سید اقبال حسین منیجر مطبع

مطبع مصباح الاسلام الواعظین پریس لکھنؤ میں چھپکر

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شایع ہوا

کتبہ احقر الکونین سید کرامت حسین عفی عنہ

مقاصد

مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا۔

(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا۔

(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اُسکی جامعیت

(۴) اسلامی اخلاق و آداب کی فضیلت

(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت

(۶) اسلامی احکام و قوانین شریعت

(۷) ائمہ طاہرین کے کمالات و ہدایات

(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات

(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا،

(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ و نقلیہ

(۱۱) فلسفہ قدیمہ و جدیدہ اور دیگر

(۱۲) مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالہ شبہات

(۱۳) انکشافات جدیدہ و حقائق اسلام

(۱۴) اخبار علمیہ

قواعد

(۱) یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی ماہ کی آخری تاریخوں میں شایع ہوا کریگا

(۲) ہر خریدار کو کم از کم ایک سال کے لیے خریدنا ہوگا،

(۳) نمونہ کا پرچہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے،

(۴) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے

(۵) اشتہارات کی اُجرت بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتی ہے

(۶) علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت و ارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیے

(۷) شرح قیمت :۔ روساء و والیان ملک سے جو رحمت فرمائیں عام خریداران سے (سے)

پتہ دفتر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج الواعظ نہ ہوسکے گا

(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئیں اڈیٹر کو تغیر و تبدل و اصلاح کا اختیار ہوگا،

(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو

(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کیے جائیں اور عبارات عربیہ پر اعراب لگائے جائیں نیز عربی عبارت کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیے

(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے،

(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیے،



هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

سورہ آل عمران

الواعظ

نمبر ۱ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء مطابق ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۹ھ جلد ۹

فہرست مضامین

تذکرہ

جناب مولوی سید اظہار الحسنین صاحب واعظ صوبۂ بہار میں

۱۹ را پریل سنہ ۳۰ء تک جن جن مقامات کو جناب ممدوح طے کر سکتے تھے وہاں کے اجمالی حالات گذشتہ نمبر میں حاضر کیے جا چکے اب ۲۰ اپریل سے ۳ مئی سنہ ۳۰ء تک کے حالات حاضر کیے جاتے ہیں:۔

موضع جہتون ڈانجانہ جھوٹائی ضلع دربھنگہ۔ ۲۰ اپریل کو بارہ بجے شب کے وقت موضع مذکور میں پہونچکر جناب شیخ تبارک حسین صاحب زمیندار کے دولتخانہ پر قیام کیا ۲۱ اپریل کو بعد نماز مغرب جلسۂ وعظ منعقد ہوا جسمیں اسلام کے افضل ادیان اور قرآن کے افضل کتب ہونے پر ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرماتے رہے جلسہ نہایت کامیاب رہا حاضرین نہایت متاثر ہوئے دوسرے روز مختلف سوالات اور اعتراضات پیش کیے گئے جنکے تشفی بخش جواب سے سائلین و معترضین کی کامل تشفی ہو گئی اور بعض حضرات نے مذہب کی حقانیت کا اقرار کیا۔

موضع جھتون کے ضروری حالات

اہل اسلام جتنی تعداد میں آباد ہیں جانب جنوب جہاں جناب واعظ کا قیام تھا تقریباً سو نفوس حنفی آباد ہیں تعلیمی حالت کمزور اخلاقی مذہبی حالت غنیمت ہے ایک پختہ مسجد ہے ایک مکتب ہے وقف اور امام باڑہ کوئی نہیں ہے

خاص ضلع دربھنگہ۔ ۲۳ اپریل کو دربھنگہ پہونچکر جناب سید ابو محمد صاحب انسپکٹر آف اسکول کے دولتخانہ پر قیام کیا لیکن یہاں جناب واعظ کی ناسازی طبع اور سیاسی شورش اور ہیضہ کی شدت سے بجز مدرسہ کا تعارف کرا دینے اور بعض حضرات سے مختلف موضوعات پر گفتگو اور مبادلہ خیالات کے اور کوئی کام نہ ہو سکا،

ستیاڈھی سب ڈویزان مظفر پور۔ ۲۶ را پریل کو ستیاڈھی پہونچکر جناب سید محمد اکبر صاحب سب ڈپٹی کلکٹر کے دولتکدہ پر قیام کیا، ۲۷ را پریل کو جناب موصوف نے ایک جلسہ اس غرض سے منعقد کیا کہ تمام اہل اسلام باہمی مشورہ سے جلسۂ عام کے لیے تاریخ و وقت و مقام تجویز کریں چنانچہ اہل جلسہ کے اتفاق رائے سے ۲۸ را پریل کو محلہ گذری میں وقت شب جلسۂ عام کا انعقاد ہوا اور اُسکے بعد دو جلسہ اور ہوئے جن کی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے۔

۲۸ را پریل کے جلسہ میں توحید خداوند عالم اور اسکی اطاعت کے وجوب کو بیان کرتے ہوئے نماز کے بہترین طاعات ہونے کو ثابت کیا،

۲۹ را پریل کے جلسہ میں ہوۃ عامہ اور خاصہ اور آنحضرت کے اخلاق اور آپ کی معراج پر تقریر فرمائی،

یکم مئی کے جلسہ میں اثبات معاد جسمانی اور ابطال تناسخ اور حرمت خمر اور وجوب صوم پر تقریر فرمائی جو نہایت مؤثر ثابت ہوئی اور یہ تینوں جلسہ نہایت کامیاب اور نہایت مفید اور تمام اہل جلسہ نہایت متاثر ہوئے "

سیتا مڈھی کے ضروری حالات

تقریباً ۵۰۰ نفوس اہل اسلام آباد ہیں جن میں دو غیر مقامی شیعہ بھی ہیں، تعلیمی حالت یہاں کے باشندوں کی بہت ناقص ہے غیر مقامی حضرات مثلاً قانون پیشہ حضرات علوم مغربیہ سے فی الجملہ واقف اور علوم شرقیہ سے قطعاً ناواقف ہیں اخلاقی حالت بھی باستثناء بعض کمزور ہے مذہبی حالت بھی کچھ اچھی نہیں ہے مالی حالت بعض لوگوں کی غنیمت ہے حضرات اہل سنت کی تین مسجدیں مختصر اور ایک مسجد جامع ہے جو کسی قدر وسیع ہے امام باڑہ کوئی نہیں دو قسم کی زمینیں وقف ہیں ایک ان کو جو خاص یہاں کے مساجد و مدرسے کے لیے ہیں دوسرے ان کو جو پٹینہ کے امام باڑہ کی مرمت اور مصارف عشرہ محرم کے لیئے نواب سرفراز حسین خانصاحب کی تولیت میں ہیں ایک مڈل اسکول اور ایک ٹریننگ اسکول سرکاری ہے اور ایک فارسی اردو کا مدرسہ جامع مسجد کے ساتھ ہے جس کی حالت چندہ کی کمی سے نازک ہے، تعصبات مذہبی بوجہ جہالت بے زیادہ ہیں کوئی شخص اہل علم سے نہیں تو بعض اہل مدعیان علم کی وجہ سے اکثر فسادات برپا رہتے ہیں مظفرپور یا دربھنگہ سے کبھی کبھی کوئی صاحب آجاتے ہیں مگر یہاں کے لوگوں کی بے حسی لائق دید ہے نہ کوئی وعظ ہوتا ہے نہ محفل میلاد البتہ ۱۰ ربیع الاولی میں کچھ ہوجاتا ہے، ہندوں کی کثرت ہے کیونکہ یہاں سیتاجی کا استھان ہے اور اسوجہ سے ہندوں کے لیے نہایت متبرک ہے،



جناب مولوی مرزا یوسف حسین صاحب واعظ صوبہ پنجاب میں

ممدوح ۲۵ فروری سنہ ۳۰ء کو لکھنؤ سے روانہ ہوکر جن جن مقامات پر تشریف لے گئے انکی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

موضع کھاڈر کلاں ضلع یکم مارچ سنہ ۳۰ء کو موضع مذکور پہونچکر ملک حسین بخش صاحب نمبردار کے دولتخانہ پر قیام کیا دوسرے روز نماز عید فطر کافی مجمع کے ساتھ ادا کی خطبہ کے بعد عید فطر کے متعلق وعظ فرمایا جسکے بعد بعض اہل قرآن حضرت نے کچھ اعتراضات پیش کیے جسکے جوابات قرآن ہی سے دیئے گئے اور انھیں خاموش ہوجانا پڑا۔

ڈیرہ اسماعیل خاں ۔ یہاں کے بعض حضرات جناب واعظ کی تشریف آوری کی خبر سنکر یوم ورود ہی ہونچگئے تھے تاکہ موصوف کو نماز عید کے لیئے اپنے ہمراہ لیجائیں مگر یہاں کے حضرات کسیطرح راضی نہ ہوسے بالآخر انھوں نے بھی نماز عید یہیں ادا کی اور بعد نماز و وعظ ۴ روز کے لیئے ممدوح کو اپنے ہمراہ لے گئے جو ملاقات احباب اور مختلف مسائل کے جوابات دینے میں گزر گئے،

موضع کھادر کی واپسی ۔ چار روز کے بعد ۸ مارچ کو پھر موضع مذکور میں واپس ہوئے ۱۱ مارچ کو حسب استدعا برادران اہل سنت ملک حسین بخش صاحب نے ایک جلسۂ عام کی بنا کی جس میں جناب واعظ نے اطاعت خدا پر تقریر فرمائی اور وہ کافی اثر سے روشناس ہوئی

موضع دریاخاں ۔ موعظۂ مذکور کے خاتمہ پر جناب سید غلام حیدر شاہ صاحب نے موضع جھونک قلندر شاہ میں ۱۴ مارچ کے لیئے مدعو کیا اور اُن سے ۱۲ مارچ کو اسٹیشن بھکر آئین پر ½۴ بجے پہونچ جانیکا وعدہ کر لیا مگر چونکہ ۱۲ مارچ کو موضع دریاخاں کے لوگوں نے ۱۳ مارچ کے لیئے باصرار دعوت دی لہذا مجبوراً شاہ صاحب موصوف کو تبدیلی وقت کی اطلاع دیکر ۱۳ مارچ کو موضع مذکور میں پہونچگئے ½۱۲ بجے سے ۴ بجے تک سید غلام حیدر شاہ صاحب مرزائی سے جن کے ساتھ انھیں کے ہم مشرب چند صاحب اور بھی تھے مسئلہ معراج اور دیگر مختلف مسائل پر گفتگو رہی جب وہ لاجواب ہو کر چلے گئے، تو جناب واعظ جلسہ میں تشریف لے گئے اور ڈیڑھ گھنٹہ کامل تقریر فرما کر سامعین کو بہت کچھ فائدہ پہونچایا، بعد مغرب شاہ صاحب موصوف پھر مع اپنی جماعت اور چند تعلیمیافتہ برادران اہل سنت کے تشریف لائے اور قصۂ بلقیس سے ابتدائے کلام کر کے معجزات انبیا اور دیگر مسائل پر گفتگو کرتے رہے اور مسکت جوابات سے اُن کے تحیر اور برادران اہل سنت کی مسرت میں اضافہ ہوتا رہا، بالآخر ۹ بجے شب کو خاموش ہو کر چلے گئے اسٹیشن بھکر آئیں ۔ نماز و طعام سے فارغ ہونے کے بعد مسائل فقہیہ کا تذکرہ رہا اور ایک بجے شب کی گاڑی سے روانہ ہو کر بوقت بھکر آئین پہونچگئے ۱۴ مارچ کو اطراف و جوانب کی بستیوں سے کافی مجمع فراہم ہو گیا اور بعد نماز ظہر ۲ گھنٹہ محبت پر تقریر فرمائی جس سے حاضرین بہت متأثر اور مدرس کے شکر گزار ہوے،

موضع جھونک قلندر شاہ ۔ موعظہ مذکورہ سے فارغ ہو کر جھونک قلندر شاہ پہونچگئے دوسرے دن مومنین کو اطلاع ہوئی صبح سے ۱۲ بجے رات تک آمد و رفت اور مسئلہ مسائل کا سلسلہ جاری رہا اور حسب استدعا مومنین جنت و دوزخ اور دیگر مختلف مسائل پر بسیط تقریر فرما کر مومنین کی تشفی کی گئی، ۱۵ مارچ کو ۱۲ بجے جلسہ شروع ہوا جسمیں ½۱ گھنٹہ محبت پر تقریر فرما کر حاضرین کو محظوظ و متأثر کیا،

موضع دریاخاں کی واپسی ۱۶ مارچ کو پھر موضع مذکور میں واپس ہوے شب کو سید فضل حسین شاہ صاحب کے مکان پر قیام کیا صبح کو جلسہ وعظ منعقد ہوا اور برخلاف گذشتہ اس موقع پر عورتوں کے لیئے پردہ کا خاص انتظام

کیا گیا اور آئندہ کے لیئے پرن داری کا عہد ہو گیا، ۲ بجے جلسہ شروع ہوا جناب واعظ نے ۱ گھنٹہ شان امیر المومنین پر تقریر فرمائی مومنین بے حد محظوظ ہوئے اور بے حسی کا عالم خاص جوش و انہماک سے مبدل ہو گیا،

ڈیرہ اسماعیل خان ۔ ۱۸ مارچ کو مرزائی صاحبان نے مناظرہ کی خواہش کی اور شرائط مناظرہ طلب کیے جسے جناب واعظ نے منظور کیا اور شرائط مناظرہ روانہ کر کے ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے آئے جہاں پہونچکر مرزائی صاحبان کا جواب بدیں خلاصہ وصول ہوا کہ ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے بلکہ اہل اسلام کے ایک متفقہ جلسہ میں شرکت کے مستدعی ہیں ۔

چونکہ یہ زمانہ نوروز کا تھا سو جب سے ڈیرہ اسماعیل خاں میں ۵ جلسہ نوروز کے کافی انتظام و اہتمام سے بتفصیل ذیل منعقد ہوئے،

پہلا جلسہ بھون شاہ کے امام باڑہ میں منعقد ہوا جس میں اطاعت خدا کے موضوع پر تقریر فرما کر آخر میں خطبہ شقشقیہ کی تشریح فرمائی

دوسرا جلسہ امیرائیوں کی مسجد میں ہوا جس میں مولوی حسین بخش صاحب جوڑی نے مدرسۃ الواعظین کی کارگذاریوں پر ایک بسیط تقریر فرمائی بعد اسکے جناب واعظ نے اطاعت خدا کے موضوع پر تقریر فرما کر آیۂ والنجم کی تفسیر بیان فرمائی اور بانیان جلسہ کو اُن کے پیشہ کے ترک کرنے کی تاکید اکید کی

تیسرا جلسہ شیعوں کی جامع مسجد میں ہوا جس میں آیۂ مذکورہ کو عنوان کلام قرار دیکر شان توحید اور شان رسالت کو بیان کیا،

چوتھا جلسہ مولوی عبد الحق صاحب ڈاکر کے مکان پر ہوا جس میں موضوع اطاعت اللہ سے ابتدا کر کے شان امیر المومنین کو خاص طور سے بیان کیا،

پانچواں جلسہ چوڑیگروں میں منعقد ہوا جس میں اطاعت اللہ کے موضوع پر ۱½ گھنٹہ تقریر فرمائی اور مدرسۃ الواعظین کی اعانت پر توجہ دلائی،

بستی مورانی ۔ ان جلسوں کے بعد تین روز اور ڈیرہ اسماعیل خاں میں قیام کر کے بستی مورانی روانہ ہوئے اور جناب ہستی خاں صاحب بلوچ کے مکان پر قیام کیا ۲۰ مارچ کو فضل حسین خانصاحب بلوچ نے جلسہ کی بنا کی جس میں حقیقی عزت کو بیان کرتے ہوئے پابندی اعمال پر کافی زور دیا اور نکاح کی اصلاح اور زکوۃ پر خاص طور سے توجہ دلائی جس کا یہ اثر ہوا کہ اکثر لوگوں نے توبہ کی اور زکوۃ دینے کا اقرار کیا اور تقریباً ۸ آدمیوں نے اپنے نکاح درست کرائے،

کھاڈر کی واپسی ۔ ۳۱ ۔ مارچ کو کھاڈر پہونچکر تپ میں مبتلا ہو گئے مگر اسی حال میں سید مہدی حسین صاحب لاہوری کے اصرار سے دینیات کا پہلا رسالہ تمام کر کے ملک حسین بخش صاحب کے اصرار سے صرف آیات قرآن سے دیگر مذاہب کے جوابات لکھنے شروع کر دیے اور اسی دوران میں سردار عبد الصمد خانصاحب کے صاحبزادے کی ملاقات کو بھکر ضلع میان والی بھی تشریف لے گئے اور موصوف کو صفات حسنہ سے متصف پایا

ہزارہ - ۷ اپریل کو کماورڈے سے روانہ ہو کر بھل ضلع میانوالی سے مرور کرتے ہوئے ۱۰ اپریل کو ہزارہ پہونچگئے اور اُسی روز جلسہ وعظ منعقد ہوا جسمیں جناب واعظ نے ۱½ گھنٹہ محبت کے موضوع پر تقریر فرمائی چونکہ یہ بستی تمام پنجاب میں بافہم اور باسلیقہ اور مذہبی معاملات میں کافی دلچسپی کی وجہ سے ایک منتخب بستی ہے اسوجہ سے امید سے زیادہ جناب واعظ کی تقریر مؤثر ہوئی،

بیڈ بوگھا - معزز میزبان نذر حسین خانصاحب ذیلدار ہزارہ کسی طرح رخصت پر آمادہ نہ تھے لیکن بہزار دقت ممدوح سے اجازت لیکر موضع بھل کی طرف روانہ ہوئے جہاں سے ۴ بجے سہ پہر کو بیڈ بوگھا روانہ ہو کر ۱۱ اپریل کو ۱۰ بجے شب کے وقت وہاں پہونچگئے، تین روز مومنین اطراف وجوانب کی اطلاع اور مسائل کی پوچھ گچھ میں گذر گئی ۱۶ اپریل کو بڑے انتظام واہتمام سے جلسہ وعظ منعقد ہوا جسمیں جناب واعظ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے موضوع پر ۲ گھنٹہ کامل تقریر فرمائی اور اُسی ذیل میں خاص خاص مسائل کو بھی بیان فرماتے رہے یہ تقریر نہایت مفید و مؤثر ہوئی،

علی پور - بیڈ بوگھا سے روانہ ہو کر بھل سے مرور کرتے ہوئے ۲۷ اپریل کو ۱۲ بجے شب کے وقت علی پور پہونچگئے ۲۸ اپریل کو اطراف وجوانب میں اطلاع دیگئی اشتہار تقسیم ہوئے ۲۹ اپریل کو ایک پر فضا مقام پر جلسہ وعظ منعقد ہوا مجمع کثیر تھا ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے جس میں جناب واعظ نے شان نبوت پر تقریر فرمائی اور اُسی وقت ۳۰ اپریل کے لیے جلسہ کا اعلان کر دیا گیا ۳۰ اپریل کو صبح کے وقت میں مرزائی صاحبان تشریف لائے جن سے تین گھنٹہ وفات و حیات مسیح پر گفتگو ہوتی رہی مجمع کافی تھا تمام حاضرین نے جناب واعظ کے تسکین بخش جوابات سے فائدہ اٹھا کر محسوس کر لیا کہ حضرات معترضین کہاں تک اپنے دعوی کو ثابت کر سکتے ہیں آخر دوسرے دن کا وعدہ کر کے چلے گئے اور پھر نہ آئے، شب کو جلسہ وعظ منعقد ہوا جسمیں جناب واعظ نے عصمت انبیا پر تقریر فرمائی جو نہایت مفید و مؤثر ہوئی،

علی پور کے حضرات اپنے یہاں ایک مستقل واعظ کے قیام کے خواہشمند اور بلو خاں صاحب ذیلدار تا امکان مدرسہ کی امداد میں کوشش کرنے کے لیے آمادہ اور اپنا ایک باغ جسکی آمدنی ۳۰۰، ۴۰۰ سالانہ کی ہو سکتی ہے مدرسہ کے نام علی پور کے امام باڑہ کے مصارف اور مدرسہ کی اعانت کے لیے وقف کرنے پر مستعد ہیں اور واعظ کے لیے اسی باغ میں مکان بنوا دینے کا وعدہ کرتے ہیں،

موضع گھلواں علی پور سے نصف میل کے فاصلہ پر ہے یکم مئی کو وہاں جلسہ وعظ منعقد ہوا چونکہ عورتیں باوجود پردہ کا انتظام ہونے کے بے پردہ بیٹھی تھیں لہذا پہلے اُنھیں کو تنبیہ کی گئی اور وہ سب پردہ میں چلی گئیں جسکے بعد جناب واعظ نے حقیقی عزت و ذلت پر ۱½ گھنٹہ موعظہ فرمایا جو نہایت مفید و مؤثر ہوا شبکو جناب رسول بخش خانصاحب نے اپنے گھر میں مجلس عزا منعقد کی جسمیں شان علی بن ابیطالب پر تقریر فرمائی اور آخر میں کچھ مصائب

بھی ذکر کیے کامیاب مجلس ہوئی،

اہلسنت کی جامع مسجد میں وعظ

اسی دوران میں اہل سنت کے امام جمعہ وجماعت کی خواہش کے مطابق نماز جمعہ کے بعد سُنّی شیعہ کے مجمع کثیر میں سیرت نبی کریم پر ۱½ گھنٹہ تک تقریر فرمائی جس سے فریقین اسلام نہایت محظوظ اور امام جمعہ بھی نہایت مسرور ہوئے اور بجمال اعزاز جناب واعظ کو رخصت کیا،

اوچ شریف - ۲ مئی کو اہل سنت کی جامع مسجد میں وعظ فرما کر انجمن تقویہ کی استدعا کے مطابق اوچ شریف کی طرف روانہ ہو گئے اور ۱۲ کوس کی منزل طے کر کے ۱۲ بجے شب کو وہاں پہونچ گئے دوسرے دن سے وعظ کے جلسہ منعقد ہونا شروع ہو گئے،

پہلا جلسہ - ۳ مئی کو خلیفہ اللہ بخش صاحب کے چوک کی وسیع عمارت میں منعقد ہوا جسمیں جناب واعظ نے محبت اہلبیت پر تقریر فرمائی،

دوسرا جلسہ - اسی شب کو پھر اسی مقام پر منعقد ہوا جسمیں مومنین کی استدعا کے موافق تاریخ کربلا پر تقریر فرمائی،

تیسرا جلسہ - ۴ مئی کو پھر اسی مقام پر منعقد ہوا جسمیں برادران اہلسنت کے علما بھی موجود تھے،

چوتھا جلسہ - ۵ مئی کو منعقد ہوا جسمیں ایک حنفی بھائی کے سوال کا جواب دیکر موضوع سابق پر تقریر شروع کی جو نہایت مفید و مؤثر ہوئی،

موضع بھل کی واپسی - اوچ شریف اور احمد پور کے حضرات مزید قیام کے لیئے بہت مصر تھے لیکن چونکہ وقت تنگ تھا لہذا ۹ مئی کو وہاں سے رخصت ہو کر شب کو ۱۱ بجے بھل پہونچ گئے جہاں حسب ذیل امور انجام پذیر ہوئے

۱۰ مئی کو ۱۰ بجے دن کے وقت نماز عید اضحی بڑے اہتمام و انتظام سے بجماعت ادا ہوئی جسمیں سردار رستم خانصاحب حصہ ضلع بھی بھکر سے تشریف لائے ہوئے تھے، ۱۱ مئی کو جلسہ وعظ منعقد ہوا جسمیں جناب واعظ نے اعجاز قرآن اور شان اسلام پر ایک مختصر تقریر فرمائی جو نہایت مطبوع ہوئی، اسکے بعد انجمن کی مختصر کارروائی سنا کر اُس منہدم امام باڑہ کی تعمیر کی تحریک کی گئی جسپر ہنود قبضہ کرنا چاہتے تھے سو روپیہ فوری سردار رستم خانصاحب نے مرحمت فرمائے اسکے بعد کچھ اور امداد اور وعدے بھی ہوئے اور ۱۸ ذی الحجہ سے تعمیر کا شروع ہونا قرار پا گیا

۱۲ مئی کو پھر جلسہ وعظ منعقد ہوا سو اتفاق کہ آج جناب واعظ کو شدید تپ آگئی مگر ممدوح نے اسی حالت میں ایک گھنٹہ اعجاز قرآن پر تقریر فرمائی جو نہایت مفید و مؤثر ہوئی، اس جلسہ میں چند حضرات اہلسنت اور مرزائی صاحبان بھی تشریف رکھتے تھے جنکے خیال سے کچھ طول دیا گیا اور بعض مسائل ضروریہ بھی بیان کیے گئے جن سے تمام حاضرین محظوظ وشاد

فہرست رقوم اعانت مدرستہ الواعظین بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء

مستقل		غیر مستقل	
رامپور اسٹیٹ	۱۱ر	عالیجناب علی محمد صاحب شملہ	سے ر
عالیجناب محمد جمال صاحب رئیس	صعہ ر	عالیجناب باقر حسین صاحب منصوری	عہ
عالیجناب مولوی محمد جعفر حسین صاحب جونپور	عہ ر	عالیجناب سکریٹری سیرت کمیٹی شملہ	بیعہ ر ۶/
عالیجناب محمد محمود صاحب منیجر شاہ کمپنی نخاس لکھنو	عہ ر	عالیجناب سید رضی الدین صاحب وکیل اعظم گڈھ	بیعہ ر
عالیجناب نواب سید محمد رضا صاحب کھڑیالی چوک لکھنو	عار	عالیجناب عبد الرحیم صاحب مہراجگنج ضلع سارن	سے
عالیجناب غلام حسین صاحب کیرانہ ضلع مظفرنگر	صللعہ ر	عالیجناب محمد فرقان صاحب ٹھیکیدار ڈمکا	عار
″ از وقف غلام حسین صاحب	صللعہ ر	از مومنین منیجر ضلع پونہ بذریعہ علی محمد صاحب	ہعہ ر
عالیجناب سید مظفر حسین صاحب وکیل سیتاپور	صہ ر	از مومنین مبارکپور ضلع اعظم گڈھ	ہعہ ر
		عالیجناب مولوی سید آل حسن صاحب ڈمکا	عار

عما عہ

ماہر
۶/۱۳

میزان کل
۱۲ ۱۰۵۲ روپیہ
۶/۱۳

سید علی حسین سیکرٹری مدرستہ الواعظین لکھنو

خانوادۂ امامت و صایت کی چوتھی گرانقدر و مقدس ہستی

آدم آلِ محمد حضرت علی ابن الحسین کے سوانح حیات کا خلاصہ

دامان تنگ گل حسن تو بسیار ۔ گلچین نگاہ تو ز دامان دارد

ہم اگرچہ سال گذشتہ اس موضوع پر ایک سیر کن مقالہ سپرد قلم کر کے نذر الواعظ کر چکے ہیں لیکن ہر یعتر ہ کا ناقابل انکار اصرار اور اس آفتاب عالمتاب آسمان رسالت کی تیز شعاعیں اور آپ کے فضائل و مناقب کی کثرت پھر بھی قلم کو حرکت دینے پر مجبور کرتی ہے اور گو یہ سچ ہے کہ آپکی مقدس حیات کے کارنامہ عالم کے ہر گوشہ سے تعارف حاصل کر چکے ہیں مگر ھو المسک ما کررتہ یتضوع لہذا بعض اجمالی حالات کے پیش کرنے کا شرف مکرر حاصل کرتے ہیں،

آپ کے اسماء و القاب و کنیت

دنیا کا قاعدہ ہے کہ جسقدر ذات میں اہمیت ہوتی ہے اور جسقدر کمالات اس میں موجود ہوتے ہیں انھیں کے لحاظ سے انتسابات بھی بدلتے رہتے ہیں اور جسقدر انسان عظیم الشان ہوتا ہے اسیقدر اس کے اسماء و کنیات و القاب بھی زیادہ ہوتے ہیں چنانچہ ہمارے چوتھے امام کے اسماء و القاب و کنیات کتب معتبرہ سے حسب ذیل برآمد ہوتے ہیں:—

ابو محمد، ابو الحسن، ابو القاسم، ابو الائمہ، زین العابدین، سجاد، ذو الثفنات، آدم آل محمد، سید الساجدین، زین الصالحین، وارث علم النبیین، وصی الوصیین، خازن وصایا المرسلین، امام المومنین، منار القانتین، الخاشع المتہجد، الزاہد، العابد، العدل، البکاء، امام الائمہ، الخالص، الرکن، والدین سید العابدین، الخاشع

(دیکھو روضۃ الشہداء، مناقب، دمعۃ الساکبہ، بحار، اعلام الوریٰ)

آپ کا حسب و نسب

وان غلاما بین کسریٰ و ہاشم لاکرم من نیطت علیہ تمائم

اور یقیناً وہ فرزند جسکا ننہیال کسریٰ اور دادہال ہاشمی ہو ان سب لڑکوں سے گرامی تر ہے جنکے گلوں پر حفاظت کے لیے

تعویذ لٹکائے گئے ہوں،

پدر بزرگوار آپ کے حسین ابن علی ابن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں اور مادر گرامی قدر آپ کی شہر بانو بنت سلافہ بنت یزدجرد بن شہریار بن شیرویہ بن کسریٰ تھیں (اصول کافی) اور امیرالمومنین نے اُن کا نام فاطمہ رکھا تھا اور سیدۃ النساء پکاری جاتی تھیں (مناقب بحوالہ بحار) اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہو کہ امیرالمومنین نے اُن کا نام شاہ زناں رکھا تھا (اعلام الوریٰ) غالباً اسی وجہ سے بعض علما نے اُن کا نام شاہ زناں تحریر کیا ہے،

(روضۃ الشہداء ارشاد شیخ مفید)

مندرجہ بالا شعر میں شاعر نے بظاہر مقام فخر میں آپ کے ننہالی سلسلہ کا ذکر کیا ہے اور صاحب روضۃ الشہداء نے بھی اسی خیال کی بنا پر تحریر کیا ہو "واز انجا گفتہ اند کہ زین العابدین جمع کردن است نبوت و ملک" اسی وجہ سے لکھتے ہیں کہ زین العابدین جامع نبوت و سلطنت ہیں لیکن درحقیقت یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہو اور سید الساجدین کے لیئے اس سے کوئی ذاتی افتخار پیدا نہیں ہوسکتا آپ کو فرزند رسول ہونے کے فخر و شرف نے تمام مفاخر سے مستغنی کردیا ہے البتہ کسریٰ کے لیئے یہ مقام فخر ہے کہ اُسکی پوتی علی و فاطمہ کی بہو اور آٹھ اماموں کی ماں قرار پائی اور امیرالمومنین نے انکا نام فاطمہ یا شاہ زناں رکھا اور سیدۃ النساء پکاری گئیں درنصیعہ رسول کی ہم نام ہوئیں اور امیرالمومنین نے امام حسین سے اُنکے ساتھ حسن سلوک اور حفاظت کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ اس سے بہترین اہل ارض پیدا ہوگا اور یہ اُم اوصیاء ذریت طیبہ ہے،

تاریخ ولادت باسعادت

اس بارے میں کچھ معمولی سا اختلاف ہے لیکن مذہب منصور یہ ہے کہ آپ ۱۵ جمادی الاولیٰ یوم پنجشنبہ ۳۶ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۸۵)

مدت حیات

زندگی بھر جتنی سانسیں لیں خدا کی یاد میں
بن کے سطریں فقرا باسایں وہ داخل ہوگئیں

چونکہ ولادت باسعادت آپکی ۱۵ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ کو اور شہادت ۲۵ محرم ۹۵ھ میں واقع ہوئی لہذا کل عمر شریف آپکی اٹھاون برس ۵ ماہ ۱۰ یوم ہوئی،



تقسیم مدت حیات

دو برس آغوش امیر المومنین میں رہے اور ۱۰ برس اپنے عم بزرگوار امام حسن کے ساتھ بسر کئے اور دس برس اپنے پدر بزرگوار کے سایۂ عاطفت میں رہے اور بقیہ عمر سینتیس برس مسند امامت پر جلوہ افروز رہے،

(مطالب السئول فی مناقب آل الرسول)

آثار و براہین امامت

ولولا حجج فی کل وقت — لاضحی الذی جاءوا الرسوم

اگر ہر وقت میں کوئی حجت خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو نشانات دین کے ناپید ہو جاتے

چونکہ ہر زمانہ میں بحکم عقل و نقل خدا کی طرف سے کسی حجت کا ہونا ضروری ہے جو بدلائل عقلیہ و نقلیہ عترۃ رسول میں سے من اللہ و من الرسول منصوص ہو اور امام سابق کی وصیت بھی اسکی امامت کی شاہد ہو اور حضرت علی بن الحسین کے لیے نص رسول بھی موجود ہے جو اس حدیث لوح سے ثابت ہے جسے جابر نے حضرت رسول سے روایت کیا ہے اور امام سابق کی وصیت بھی آپکی امامت کی شاہد ہے اور آپکے زمانہ میں بجز آپکے عترت رسول میں سے کوئی شخص مدعی بھی نہیں ہوا اور جو مدعی ہوا اسکے دعوی کا فساد ثابت ہو گیا لہذا امامت آپکی واضح اور حجت آپکی ظاہر و آشکار ہے

روی ابن بابویہ باسنادہ الی محمد بن مسلم عن الصادق ع ان الحسین اوصی الی ابنہ علی بن الحسین وجعل خاتمہ فی اصبعہ و فوض الیہ الامر کما فعلہ رسول اللہ بامیر المومنین و فعلہ امیر المومنین بالحسن ثم صار ذلک الخاتم الی ابی بعد ابیہ (مسند صادق امالی شیخ صدوق)

ابن بابویہ رحمۃ اللہ نے بسند خود محمد بن مسلم سے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام حسین نے اپنے بیٹے علی بن الحسین کو اپنا وصی کیا اور اپنی انگوٹھی انکی انگلی میں پہنائی اور امر امامت کو انکے سپرد کیا جیسا کہ رسول اللہ نے امیر المومنین کے ساتھ اور امیر المومنین نے امام حسن کے ساتھ اور امام حسن نے امام حسین کے ساتھ کیا تھا پھر یہ انگوٹھی میرے پدر بزرگوار امام محمد باقر ع تک بعد ان کے پدر عالی مقدار (علی بن الحسین) کے پہونچی اور میرے والد نامدار سے مجکو پہونچی،

روی ابو بکر الحضرمی عن الصادق ع

ابو بکر حضرمی نے جناب صادق سے روایت کی ہے

ان الحسین لما صار الی العراق استودع ام سلمۃ الکتب والوصیۃ فلما رجع زین العابدین رفعتھا الیہ

کہ جب امام حسین عراق کی جانب روانہ ہونے لگے تو کتابیں اور وصیت نامہ ام سلمہ کے سپرد کر دیا پھر جب زین العابدین شام سے واپس ہوئے تو ام سلمہ نے وہ امانت اُن کے سپرد کر دی۔

ابوالجارود عن الباقر ان الحسین لما حضرہ الوفاۃ دعا ابنتہ فاطمۃ الکبریٰ و دفع الیھا کتابا ملفوفا طاھرا

ابوالجارود نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب زمانہ شہادت امام حسین کا قریب ہوا تو آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ کبریٰ کو بلا کر انھیں لفوف خط مرحمت فرمایا کہ جب سید سجاد ہوشیار ہوں تو ان کو دیدینا۔

آپکی امامت پر حجر اسود کی شہادت

جمادات کے گویا ہونے کا معجزہ

یکاد یمسکہ عرفان راحتہ ركن الحطيم اذا ما جاء يستلم

جب یہ سنگ اسود کو بوسہ دینے آتے ہیں تو قریب ہوتا ہے کہ رکن آپکے کف دست کو تھام لے

امام حسین کی شہادت کے بعد کچھ لوگ (کیسانیہ) محمد حنفیہ کی امامت کے قائل ہوگئے تھے اور بنا بعض روایات کے خود انھوں نے بھی اس بارے میں اپنے بھتیجے سے نزاع کی تھی مگر چونکہ اُس دعویٰ اور نزاع کی تائید کسی نص سے نہ ہوتی تھی لہٰذا یہ دعویٰ اور نزاع قابل اعتنا نہ تھی تاہم حجر اسود نے اس معاملہ کو صاف کر دیا اور امامت علی بن الحسین کی ثابت ہوگئی جیسا کہ ابوخالد کابلی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے:۔

ابوخالد لکھتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ نے قتل حسین اور شام سے مدینۂ منورہ میں واپسی علی بن الحسین کے بعد زمانہ قیام مکہ میں مجھے طلب کیا اور کہا کہ علی بن الحسین کے پاس جاکر اُن سے کہو کہ میں (محمد) اپنے دونوں بھائیوں حسن اور حسین کے بعد اولاد امیر المومنین میں سب سے بڑا اور تم سے زیادہ امامت کا حقدار ہوں لہٰذا تم امامت میرے سپرد کر دینا چاہئیے اور اگر کوئی حکم (پنچ) مقرر کرنا چاہو تو ہم اُسکی طرف رجوع کرنے کو موجود ہیں۔ ابوخالد لکھتے ہیں کہ میں یہ پیغام لیکر حضرت کے پاس گیا حضرت نے فرمایا اُن سے کہو کہ اے چچا خدا سے ڈرو اور جس امر کو خدا نے تمھارے لیے نہیں قرار دیا اُسکا دعویٰ نہ کرو ورنہ ہمارے اور تمھارے درمیان میں حجر اسود حکم ہے جس کے لیے وہ گواہی دے

وہی امام ہے ابو خالد لکھتے ہیں کہ میں اس جواب کو لیکر گیا اور انھوں نے اسے منظور کیا پھر دونوں حجر اسود کے قریب گئے اور میں ان کے ساتھ تھا حضرت علی بن الحسین نے محمد سے کہا کہ اے چچا پہلے آپ اپنے لیئے شہادت طلب کیجیئے چنانچہ محمد آگے بڑھے اور دو رکعتیں پڑھکر بہت سی دعائیں کیں پھر حجر اسود سے اپنی امامت کی شہادت طلب کی مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا پھر علی بن الحسین نے کھڑے ہو کر دو رکعتیں ادا کیں اور حجر اسود سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے وہ پتھر جسے اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا شاہد قرار دیا ہے جو شوق عبادت سے اسکے بیت محترم میں حاضر ہوں اگر تجھے یہ معلوم ہو کہ میں صاحب الامر اور میں تمام بندگان خدا کا واجب الاطاعت امام ہوں تو میرے چچا کو آگاہ کر دے کہ امامت میں اُن کا کوئی حق نہیں ہے یہ کہتے ہی خداوند عالم نے حجر اسود کو بہت صاف عربی زبان میں گویا کیا اور اُسنے کہا کہ محمد بن علی امر امامت علی بن الحسین کے سپرد کر دو وہ تمھارے اور تمام بندگان خدا کے واجب الاطاعت ہیں تم اور مخلوقات الٰہی میں سے بجز ان کے کوئی امام نہیں ہے یہ سنکر محمد بن حنفیہ نے امام کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ امامت آپ ہی کے لیئے ہے

قطب راوندی علیہ الرحمہ اس روایت کو لکھکر تحریر فرماتے ہیں کہ بعض اقوال کی بنا پر محمد بن حنفیہ نے دفع شکوک کے لیئے یہ تدبیر کی تھی فی الحقیقت انھیں کوئی نزاع نہ تھی۔ (الخرائج والجرائح)

آپکے روحانی فضائل پر علماء کرام کا اتفاق

محمد بن طلحہ شافعی

هذا زين العابدين قدوة الزاهدين، سيد المتقين، امام المومنين، شيمته تشهد له انه من سلالة رسول الله وسمته تثبت مقام قربه من الله وثفناته تسجل بكثرة صلوته وتهجده، واعراضه عن متاع الدنيا ينطق بزهده فيها درت له اخلاف التقوى فتفوقها واشرقت له انوار التائيد فاهتدى بها الفته اوراد العبادة فانس بصحبتها، و	یہ عابدوں کی زینت زاہدوں کے پیشوا پرہیزگاروں کے سردار ایمان داروں کے امام تھے آپکی سیرت آپکے اولاد رسول ہونے پر گواہی دیتی تھی آپکی رفتار آپکے قرب و منزلت کو بارگاہ الٰہی میں ثابت کرتی تھی اور آپکے اعضائے سجود کے گھٹے آپکی کثرت صلوۃ و تہجد کے قبالہ کی مہریں تھیں دنیا اور متاع دنیا سے آپکی کنارہ کشی آپکے دنیا میں زہد پر ناطق تھی فرزندان تقوی آپکے سامنے آئے تو آپ انپر فوق لے گئے اور تائید کے نور آپکے

حالفته وظائف الطاعة فتحلی بحلیتها، طال ما اتخذ اللیل مطیة رکبها لقطع طریق الآخرة وظماء الهواجر دلیلا استرشد به فی مفاوز المسافرة، وله للخوارق والکرامات ما شوهد بالاعین الباصرة، وثبتت بالآثار المتواترة، وشهد انه من ملوک الآخرة، (مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول صفحه ۱۰۲ م لکھنؤ)

قریب جھکے تو آپ نے اُس سے راہ رست ڈھونڈھ لی اور عبادت نے آپ سے الفت کی تو آپ اُن کی صحبت سے مانوس ہو گئے اور وظائف طاعت آپ کے حلیف ہو گئے تو آپ نے انھیں کے زیور سے اپنے کو آراستہ کر لیا، مدتوں آپ رات کو مرکب بنا کر راہ آخرت کے قطع کرنے کے لیے اُس پر سوار ہوتے رہے اور ٹھیک دوپہر کی پیاس کو مسافرت کی منزلوں میں رہبر قرار دیکر اُس سے رہبری کے خواہاں ہوا کیے اور آپ کے خارق عادات و کرامات آنکھوں کے دیکھے ہوئے اور آثار متواترہ سے ثابت ہیں اور گواہی دیتی ہیں کہ آپ سلاطین آخرت سے ہیں،

صاحب روضۃ الشہداء

ہیچکس را از خواص وعوام و دوست و دشمن در فضائل وے شبہہ نیست (روضۃ الشہداء)

خواص وعوام اور دوست و دشمن کسی کو آپ کے فضائل میں شبہ نہیں ہے

خواجہ محمد پارسا بخاری

وعلیہ ابو نعیم وتاریخ الذہبی روی عن ابی حازم وسفیان بن عیینہ والزہری قال کلھم احد ما رأیت قرشیا افضل من علی بن الحسین ولا افقہ منہ (فصل الخطاب)

اور یہی قول ابو نعیم کا بھی ہے اور تاریخ جو ابو حازم اور سفیان بن عیینہ اور زہری سے مروی ہے یہی لکھتی ہے اور ہر ایک کا قول یہی ہے کہ میں نے کوئی قرشی علی بن الحسین سے افضل اور زیادہ فقیہ نہیں دیکھا،

جناب شیخ مفید رح

انہ کان افضل خلق اللہ بعد ابیہ علما وعملا (ارشاد) وہ جناب اپنے پدر بزرگوار کے بعد علما اور عملا تمام خلق خدا سے افضل تھے

روحانی ریاضت کی انتہائی کامیابی

غیب سے آواز آئی انت زین العابدین طاعتیں یوں مرضی خالق میں شامل ہوگئیں

در شواہد آوردہ کہ یک شب در تہجد بود شیطان بصورت اژدہا متمثل شد تا ویرا از عبادت مشغول سازد امام بوے ہیچ التفات نکرد شیطان آمد و انگشت ہائے وے را بگزید گرا امام التفات نکرد پس چنان کرد کہ دردناک شد منوز نماز خود را قطع نکرد پس خدائے تعالیٰ بروے منکشف گردانید کہ آں شیطان است طمانچہ زد و گفت دور شو اے ملعون خوار و ذلیل چوں دور شد برخواست کہ ورد خود تمام کند آوازے شنید و قائل ما ندید کہ سہ بار گفت انت زین العابدین (روضۃ الشہداء)

در شواہد میں ہے کہ ایک شب کو حضرت نماز تہجد پڑھ رہے تھے شیطان اژدہے کی صورت بنکر آیا تاکہ آپکی توجہ عبادت کی طرف سے ہٹا دے امام نے اُسکی طرف کچھ توجہ نہ کی شیطان نے آپکی انگلیاں چالیں پھر بھی حضرت نے توجہ نہ کی آخر اُسنے بہت زور سے کاٹا پھر بھی آپنے نماز قطع نہ کی پس خدائے تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کر دیا کہ یہ شیطان ہے امام نے اُسکو طمانچہ مارا اور کہا کہ دور ہو اے ملعون خوار و ذلیل جب وہ چلا گیا تو آپ اپنا ورد تمام کرنے کے لیئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کسی کہنے والے نے جسکی صورت دکھائی نہ دیتی تھی تین مرتبہ پکار کر کہا کہ تم ہی زین العابدین ہو،

انواع عبادات پر آپکا تصرف

وضو اذا توضی اصفر لونہ فقیل لہ فی ذالک فقال اتدرون لمن اتاھب للقیام بین یدیہ (حلیۃ الاولیاء)

جب آپ وضو کرتے تھے تو رنگ آپکا زرد ہو جاتا تھا جب آپ سے اس حالت کا سوال کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں کسکے سامنے قیام کا ارادہ کر رہا ہوں

مابین وضو و صلوٰۃ کان علی بن الحسین اذا فرغ من وضوء الصلوٰۃ وصار بین وضوء و صلوتہ اخذتہ رعدۃ ونفضۃ فقیل لہ فی ذلک فقال ویحکم اتدرون الی من اقوم واریدا ناجی (حلیۃ الاولیاء)

علی بن الحسین جب وضو صلوٰۃ سے فارغ ہوتے تھے اور نماز کا ارادہ کرتے تھے تو آپکے جسم مبارک میں لرزہ پڑ جاتا تھا جب حضرت سے اس حالت کا سبب پوچھا گیا تو آپنے فرمایا کہ وائے ہو تم پر تمہیں معلوم بھی ہے کہ میں کسکے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے مناجات کا ارادہ رکھتا ہوں

کثرت صلوٰۃ روی جماعۃ من السلف منھم سعید ابن مسیب قال بلغنی انہ کان یصلی فی الیوم واللیلۃ الف رکعۃ الی ان توفی وسمی زین العابدین وعن الباقرؑ کان علی بن الحسین یصلی فی الیوم واللیلۃ

اگلوں کی جماعت نے جنمیں سعید بن مسیب بھی تھے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ جناب ہر روز و شب میں ہزار رکعتیں پڑھا کرتے تھے تا اینکہ آپنے وفات پائی اور آپ کا نام زین العابدین رکھا گیا اور امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ علی بن الحسین ہر روز و شب میں ہزار رکعت

الف ركعة وكانت لزخمسمائة نخلة فكان عنده كل نخلة ركعتين (فصل الخطاب حامد پاريا) — پڑھا کرتے تھے اور آپ کے پاس خرمہ کے پانچسو درخت تھے اور آپ ہر درخت کے نیچے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے،

علامہ فضل بن حسن طبرسی آپکے القاب میں ذوالثفنات تحریر فرماکر لکھتے ہیں:۔

کثرت سجود۔ وانما لقب بذلك لان مواضع السجود منه كانت كثفنة البعير من كثرة السجود (اعلام الورىٰ) — اور یہ لقب آپ کا صرف اس وجہ سے ہوا کہ آپکے اعضائے سجود پر کثرت سجود سے اونٹ کے گھٹنوں کی طرح گھٹے پڑ گئے تھے،

سفر حج میں آپکے جانکاہ مساعی

حج عن زرارة بن اعين لقد حج علىٰ ناقة عشرين حجة فما قرعها بسوط — زرارہ بن اعین سے روایت ہے کہ حضرت نے ایک ناقہ پر بیس حج کیے اور کبھی اسکو تازیانہ نہیں مارا

خزائن توکل پر آپکا پورا دسترس

کمسنی کا حج قال عبد الله بن مبارك حججت بعض السنين الى مكة فبينما سائر في عرض الحاج واذا صبي سباعي او ثماني وهو يسير في ناحية من الحاج بلا زاد وراحلة فتقدمت اليه وسلمت عليه وقلت مع من قطعت البر فقال مع البار فكبر في عيني فقلت يا ولدي اين زادك فقال زادي تقوى وراحلتي رجلاي وقصدي مولاي فعظم في نفسي فقلت يا ولدي ممن تكون فقال مطلبي فقلت ابن لي فقال هاشمي فقلت ابن لي فقال علوي وفاطمي۔ — عبداللہ بن مبارک لکھتے ہیں کہ میں ایک سال مکۂ معظمہ کا ارادہ کرکے روانہ ہوا اور درمیان قافلہ کے چلا جارہا تھا کہ دفعۃً میں نے ایک سات یا آٹھ برس کے لڑکے کو دیکھا جو حاجیوں سے ہٹ کر بغیر راحلہ کے چلا جارہا ہے یہ دیکھکر میں اُس کی طرف بڑھا اور اُس سے سلام کیا اور پوچھا کہ آپنے کس کے ساتھ صحرا کو طے کیا؟ فرمایا خدا کے ساتھ یہ کلام انکا میری نظر میں عظیم معلوم ہوا میں نے کہا کہ اے فرزند آپکا زاد کہاں ہے فرمایا کہ میرا زاد میرا تقوی ہے اور میری راحلہ میرے پانوں ہیں اور میرا مقصود میرا مولا ہے یہ کلام مجھے عظیم معلوم ہوا میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا مطلبی میں نے کہا کچھ اور وضاحت کیجئے فرمایا ہاشمی ہوں میں نے کہا کچھ اور وضاحت کیجئے فرمایا علوی و فاطمی)

عفو و حلم کی دو مثالیں

روی انہ دعا مملوکہ مرتین فلم یجبہ ثم دعاہ فی الثالثۃ فقال ما سمعت صوتی قال بلیٰ قال فما بالک لم تجبنی قال امنتک قال الحمد للہ الذی جعل مملوکی یأمننی (حلیۃ الاولیاء)

مروی ہے کہ آپ نے اپنے ایک غلام کو دو مرتبہ پکارا مگر اُس نے جواب نہ دیا پھر تیسری مرتبہ پکارا تو بولا آپ نے اُس سے پوچھا کہ تو نے میری آواز نہیں سنی تھی عرض کی اُس نے کہ سنی تھی فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیا عرض کیا کہ آپ کی جانب سے بے خوف تھا فرمایا کہ حمد ہے اُس خدا کے لیے جس نے میرے غلام کو مجھ سے بے خوف کر دیا۔

وکانت جاریۃ لعلی بن الحسین تسکب علیہ الماء فسقط الابریق من یدھا فشجہ فرفع راسہ الیھا فقالت الجاریۃ ان اللہ یقول الکاظمین الغیظ فقال کظمت غیظی قالت والعافین عن الناس قال عفوت منک قالت واللہ یحب المحسنین قال اذھبی انت حرۃ لوجہ اللہ۔ (حلیۃ الاولیاء)

حضرت کی ایک کنیز آپ پر پانی ڈال رہی تھی لوٹا اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت کے سر پر گرا چوٹ آئی حضرت نے سر اُٹھا کر اُسکی طرف دیکھا اُس نے کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے غصہ کو ضبط کرتے ہیں فرمایا میں نے اپنے غصہ کو ضبط کیا اُس نے کہا کہ وہ لوگ جو لوگوں سے درگذر کرتے ہیں فرمایا میں نے بھی تجھ سے درگذر کی اُس نے کہا اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے فرمایا جا تو راہ خدا میں آزاد ہے۔

غربائے مومنین کی خبرگیری

عن عائشۃ قالت سمعت اھل المدینۃ یقولون مافقدنا صدقۃ السر الا حین مات علی بن الحسین (حلیۃ الاولیاء)

حضرت عائشہ کہتے ہیں کہ میں نے اہل مدینہ کو کہتے سنا کہ جب تک علی بن الحسین نے وفات نہیں پائی ہم مخفی خیرات سے محروم نہیں ہوئے

راہ خدا میں اپنے مال کی تقسیم

قال ابو جعفر ان اباہ علی بن الحسین قاسم اللہ مالہ مرتین (حلیۃ الاولیاء)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُن کے پدر بزرگوار علی بن الحسین نے دو مرتبہ اپنا تمام مال خدا کی راہ میں تقسیم کر دیا۔

میدانِ حشر میں جانبِ خدا سے آپ کی پکار

القمی عن ابن عباس قال النبیؐ اذا کان یوم	قمیؒ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بروزِ قیامت
القیامۃ نادیٰ مناد این زین العابدین و	ایک منادی ندا کرے گا کہاں ہیں زین العابدین اور
کانی انظر الی لدیٰ علی بن الحسین یخطر	گویا میں اپنے فرزند علی بن الحسین کو دیکھ رہا ہوں کہ ان
فی الصفوف (علل الشرائع)	صفوں کے درمیان میں موجود ہیں

معدنِ امامت کے درِ شاہوار

آپکی اولاد امجاد میں دو صاحبزادے امام محمد باقرؑ اور عبداللہ باہر توام عبداللہ بنت امام حسن کے بطن طاہر سے تھے اور ابو الحسنؑ زید شہید اور حسین اصغر اور عبدالرحمٰن اور سلیمان (توام پیدا ہوئے) اور حسنؑ اور حسینؑ اور عبداللہ اور محمد اصغر اور علی مختلف امہات اولاد (کنیزان خاص) سے اور بیٹی کوئی نہ تھی اور بعض نے تین بیٹیاں بھی لکھی ہیں خاطمہ علیہ ام کلثوم، بیٹوں میں سے امام محمد باقرؑ اور عبداللہ باہر اور زید بن علی اور عمر بن علی اور علی بن علی اور حسین اصغر صاحب اولاد ہوئے،

شمعِ امامت کے پروانے

جابر بن عبداللہ انصاری، عامر بن واثلہ الکنانی، سعید بن المسیب، سعید بن جبان الکنانی، واز تابعین ابو محمد سعید بن جبیر، محمد بن مطعم، ابو خالد کابلی، قاسم بن عوف، اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر، ابراہیم و محسن فرزندان محمد بن حنفیہ، حبیب بن ابی ثابت، ابو یحیی الاسدی، ابو حازم الاعرج، سلمہ بن دینار المدنی، ابو حمزہ ثمالی، فرات بن احنف، جابر بن محمد بن ابی بکر، ایوب السجستانی، علی بن رافع، ابو محمد قرشی، ضحاک بن مزاحم، طاؤس بن کیسان، ابو عبدالرحمٰن حمید بن موسیٰ الکوفی، ابان بن تغلب بن رباح، ابو الفضل سدیر بن حکم بن صہیب الصیرفی، قیس بن ابانہ، عبداللہ البرقی، فرزدق شاعر،

(سید مجتبیٰ حسن الموسوی فاضل فقہ)



فلسفۂ رجیہ

اور

اربابِ عصمت کے تحقیقات

قال اللہ العزیز الحکیم فی کتابہ العظیم ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

قرآن حکیم کا ایک فرمان ہے کہ انسان بہترین ساخت میں پیدا کیا گیا ہے ید قدرت نے ہمارے جسم میں کوئی ایک عضو بھی ایسا نہیں بنایا جو عبث ہو اور انسان اُس سے فائدہ نہ اٹھا سکے خلاق عالم نے مقام شرف میں بندہ کو ممنون بنانے کے لیئے اُسی کی مملکت جسم میں بعض اعضا کو بعض پر فضیلت دی اور دل کو تمام اعضا بدن کا حاکم بنا کر دیگر اعضا کو اُسکے تابع فرمان قرار دیدیا اگر دل حکمرانی کے فریضہ کو چھوڑ دے تو دست و پا عالم تعطل میں اپنی کارگزاریوں کو بھول جائینگے ،

دل تمام اعضاء کا حاکم ہے لیکن دیگر اعضاء جسم میں بھی ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہیں اگر پاؤں چلنے میں کمی کریں کہ ہمیں کے تمام ذرائع مفقود ہیں اور ہاتھ کوئی فائدہ پہونچا نہیں سکتا جب تک کہ خارج سے کوئی دوسری ہستی ما یحتاج لاکر مہیا نہ کردے اس سے باہمی مواساۃ کا بھی سبق ملتا ہے کہ ایک عضو دوسرے کو مدد پہونچاتا ہے مگر یہ سب اسی طاقت کے زیر نگیں تربیت پارہے ہیں جو انسان کے لیے بہترین عنوان خلقت کا اختراع کر چکی ہو

ہمیں اس نظام ظاہری کو دیکھکر تعجب تھا مگر جب باطن پر تیز نگاہیں ڈالی گئیں تو سراپا میں محیر العقول بواطن نظر آئے جنھوں نے بحر حیرت میں ڈبو دیا گو اندرونی حالات انسان کے متعدد پردوں میں چھپے ہوئے ہیں پہلے جلد کا حجاب دوسرے لحم (گوشت) کا دبیز پردہ تیسرے خون کی رنگین چادر چوتھے عظام (ہڈیوں کی) دیواریں پر اُس پر رگوں کا جال کسیطرح نظر بازوں کے تارنگاہ کو اندر کا حال ظاہر ہونے نہیں دیتا ظاہری نظریں ڈالنے والے اعضا کی منظم نشت کو دیکھکر فتبارک اللہ احسن الخالقین کہدیتی ہیں لیکن اندر کا حال تشریح اجسام پڑھنے کے بعد بھی مشکل سے سمجھ میں آتا ہے اسلیئے کہ اس مختصر عمارت میں کہیں لہو کی چادر بچھی ہوئی ہے کسی جگہ عروق کے ابھر لگے ہوئے ہیں کہیں ہڈیوں کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بنی ہوئی ہیں غرض صدہا عجائب ، اور غرائب ایک خاک کی پتلے میں ودیعت کیئے گئے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ انسانی جسد میں ممتاز ترین کونسا حصہ ہے

اس سوال کے جواب میں بلا کسی اختلاف کے چہرہ پیش کیا جائے گا کیونکہ چہرہ ہی سے انسان کی شناخت ہوتی ہے اگر نقاب پوش انسان مجمع میں بٹھیدیا جائے تو جاننے والے شناخت سے عاجز ہونگے لہذا جو حصہ جسم انسانکو

بہنچوادے وہی اشرف الاعضا ہے اور حق بھی یہی ہے اسلیئے کہ چہرہ میں قدرت نے جس مخصوص انداز سے قلم کاری کی ہے اُسپر نظر کرکے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس جگہ کوئی کشش غلط ہے یا کسی جزکو محو کردینے کے لیے بنایا ہے فلسفہ شمائل پر نظر کرو سمع و بصر و بہترین نعمتیں اس جگہ ایسی خلق کی گئیں ہیں کہ باعتبار نفع بخش ہونے کے کوئی دوسرا عضو انکا مقابلہ نہیں کرسکتا اسی چہرہ میں چیزوں کے استشمام کے لیے بینی کو وسط میں جگہ دی گئی اور تحت میں دہن امر حمت ہوا جو اکل و شرب کے ضروریات پورا کرنے کے لیئے تمام آلات سے سجا ہوا ہے زبان اور دانت جنمیں کوئی بھی بیکار نہیں ہے سب اسکے جزو ہیں اس مجموعہ میں جب قلم قدرت کی کوئی کشش عبث ثابت نہ ہوئی تو کون باعقل کہہ سکتا ہے کہ ڈاڑہی مونڈ دیے جانیکے قابل ہے، چہرہ کا فلسفہ بتاتا ہے کہ چہرہ اپنے خوشنما حصہ پر بالوں کی روئیدگی بے وجہ نہیں ہے اگر قدرت کو حلق لحیہ مقصود ہوتا اور ڈاڑہی مونڈوانا انسانی فرائض میں داخل ہوتا تو کوئی دوسری صورت زن و مرد کے امتیاز کی ظاہری طور پر ضروری تھی اور جب ایسا نہیں ہے تو قدرت کی جانب سے ایسی چیز کو محو کرنے کا حکم کبھی صادر نہیں ہوسکتا تھا جو بار بار کے مونڈنے سے پھر روئیدہ ہو اور نتیجہ میں معینہ فرائض کے علاوہ یہ زحمت بھی بڑہا دی جائے یہ دستور العمل ناسمجھ انسانوں کا طبعزاد ہے قدرت کو اس سے کوئی لگاؤ نہیں چہرہ کے تمام اجزا مجموعی حیثیت سے فی احسن تقویم میں داخل ہیں ممکن ہے کہ ہمارے اسلاف نے اسی وجہ سے ڈاڑہی کو "محاسن" لکھنا شروع کیا ہو یقیناً انسان عالم اکبر ہے جسکے نفس کی معرفت معرفت باری کا آلہ ہے اور من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ایک ایسا صحیح ارشاد ہے جس سے بہتر معرفت الٰہی کا دوسرا ذریعہ میں نہیں آتا یہ بیان عقلی حیثیت سے تھا،

نمبر ۲

اب رہا فرمان شریعت و ارباب اجتہاد کی طرف سے فتاوی کی شکل میں قوم تک تحریراً و تقریراً پہونچا کرتا ہے ہم اُسپر روشنی ڈالنا نہیں چاہتے مگر ائمہ معصومین کے افادات سے ڈاڑہی کا فلسفہ ضرور پیش کرینگے جو ممکن ہے کہ افراد قوم کے کانوں تک قبل ازیں نہ پہونچا ہو اور محرر السطور اُسکا ترجمان ثابت ہو،

ہمارے ائمہ تشریح اجسام سے بھی انتہائی درجہ پر واقف تھے اور طبیب ارواح و ابدان ہونا انکے مخصوصات سے ہے، حضرت امام جعفر صادق جنکی تبلیغی مساعی جمیلہ نے مذہب جعفری کی بنیاد کو استوار کیا مجلس منصور میں اس موضوع پر گہر افشاں ہوکر دشمنوں کے قلوب کو اسطرح مسخر فرماتے ہیں کہ مخاطب فلسفہ اجسام سنکر دائرہ اسلام میں صمیم قلب سے داخل ہوتا ہے،

توضیح مرام یہ ہے کہ منصور دوانیقی کے دربار میں ایک طبیب ہندوستان سے سفر کی زحمتیں اٹھاتا ہوا ملاقات منصور کے لیے آیا تھا اور بزم شاہ میں اپنی طبی معلومات پڑھکر حاضرین کو سنانا شروع کیئے انہیں رسول ص

نے اپنی آبائی مہمان نوازی کا لحاظ فرما کر طبیب ہندی کے لیے قطع سخن سے اعراض کیا لیکن جب وہ اپنے
جوہر دکھا چکا تو اپنے علم و کمال پر اتنا نازاں تھا کہ عزلت گزیں امام کی طرف رخ کر کے حسب ذیل گفتگو شروع کی:۔

طبیب۔ میرے علم سے فائدہ اٹھانیکا آپ بھی ارادہ فرماتے ہیں،

امام۔ کبھی نہیں اسلیے کہ جو میرے پاس ہے وہ تیرے سرمایۂ حیات سے بہتر ہے، یہ کہکر صادق آل محمد نے اپنی
معلومات کا ایک شمہ بیان کیا "سننے" والوں کو حیرت ہوئی

طبیب۔ یہی آپ کی طب ہے،

امام۔ ہاں یہ بتا کہ تو مجھ سے کچھ پوچھیگا یا میں ابتدا کروں،

طبیب۔ آپ پوچھیں میں جواب دینے پر تیار ہوں،

امام نے تشریح اجسام کے موضوع پر اونیس ۱۹ سوالات پیش کیے اور ہر استفسار پر طبیب ہندی
اپنی لاعلمی کا اظہار کرتا رہا حتی کہ انھیں سوالات میں امام نے فرمایا:۔

امام تجھے معلوم ہے کہ بالخصوص مرد کے لیے ڈاڑہی کیوں قرار دی گئی ہے۔

طبیب۔ مجھے نہیں معلوم۔

امام۔ جعلت اللحیة للرجال لیستغنی بها عن الکشف فی المنظر ویعلم بها الذکر من الانثیٰ (کتاب الخصال ج ۲ صفحہ ۹۰)

مرد کے لیے ڈاڑہی اسلیے بنائی گئی ہے تاکہ اسکے سبب سے کشف منظر نہ ہو اور مرد و زن میں امتیاز ہو جائے

طبیب۔ (سر سے پاؤں تک اسی شان سے تشریح ابدان سنکر بحر فکر میں غوطہ زن اور متعجب ہوکر) یہ علم آپ
تک کیونکر پہونچا؟

امام۔ یہ علم میں نے اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کیا ہے اور انھوں نے پیغمبر خدا سے اور انھوں نے جبرئیل سے خداوند عالم
کی زبانی وہ خدا جس نے اجسام و ارواح کو خلق فرمایا

طبیب۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد اسکے بندہ اور رسول ہیں انک
اعلم اهل زمانک اور میں اسکا بھی شاہد ہوں کہ آپ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں،

اس واقعہ کو تمام و کمال ابن بابویہ قمی نے کتاب مذکور میں بیان کیا ہے آخری الفاظ امام کے اسلیے
نقل کیے گئے کہ وہ اپنے افادات کو سلسلۂ سند کے لحاظ سے ذات واجب الوجود تک پہونچاتے ہیں جس سے
ثابت ہے کہ ڈاڑہی سے صانع کی غرض زن و مرد میں امتیاز باہمی پیدا کرنا ہے اور ریش مردوں کا طرۂ
امتیاز ہے، در حقیقت عام طور پر قدرت نے مردوں کے دست و بازو میں عورت سے زیادہ قوت دی ہے اور انکو

نسوان سے عقل میں بڑا حصہ دیا وہاں باطنی امتیاز کے ساتھ ظاہری حیثیت سے بھی ممتاز کیا تاکہ مرد کی حکومت صنف نازک پر باقی رہے،

نمبر ۳

قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص سے اسکی فہم کے موافق گفتگو کی جاتی ہے یہاں مخاطب ایک حکیم تھا لیکن امام نے اپنی بزم خاص میں اپنے صحابی خاص مفضل سے جو فلسفیانہ گفتگو کی ہے اس سے مفضل کی بلند حوصلگی اور امام کی تدقیق پر گہری روشنی پڑتی ہے اس بزم میں بھی صادق آل محمد کی عنان توجہ فلسفہ لحیہ پر مبذول ہوئی ہے اور خلقت انسان پر تقریر فرماتے ہوئے گہر افشاں ہیں:-

انکان ذکرا ظہر الشعر فی وجہہ فکان ذلک علامۃ الذکر وعز الرجال الذی یخرج بہ من حد الصبی وشبہ النساء ولو لم یخرج الشعر فی وجہہ فی وقتہ الم یکن سیبقی فی ہیئۃ الصبیان والنساء فلا تری اجلالا ولا وقارا (حدیث مفضل مطبوعہ طہران صفحہ)

اگر مرد ہے تو اسکے چہرہ پر بال اُگیں یہ اسکے لئے تو یہ اسکی مردانگی کی پہچان ہوئی اور اسکے لیے سبب عزت جس کی وجہ سے حد و طفولیت اور عورتوں کی مشابہت سے خارج ہو جائیگا اور اگر اسکے چہرہ پر وقت معین میں بال نہ اُگتے تو کیا وہ لڑکوں اور عورتوں کی ہیئت میں باقی نہ رہتا ضرور باقی رہتا اور جلالت و وقار جو مرد کے لیئے ہے تجھے نظر نہ آتا

مذکورہ بالا تحقیق میں امام نے ڈاڑھی کو مرد کی عزت عورت کی مشابہت و حد و طفولیت سے گذرنے کا آلہ قرار دیا ہے اور درحقیقت ڈاڑھی ظاہر ہونیکے بعد ہی مرد بچپنے کی حد سے نکلتا ہے اور عورت سے بوجہ ریش ہی امتیاز پیدا ہوجاتا ہے لہٰذا مرد کا اعزاز اس سے ہو تو کیا تعجب ہے چونکہ یہ وہ معرکۃ الآرا طویل حدیث ہے جسکے اثنا میں بار بار امام فرماتے جاتے تھے تدبر یا مفضل اسلیئے محترم صحابی کو بھی دوران گفتگو میں مزید استفسار کا حق تھا جب مفضل سمجھ چکے کہ ریش مرد کی زینت ہے تو عرض کرتے ہیں

یا مولای فقد رایت من یبقی علی حالتہ ولا ینبت الشعر فی وجہہ وان بلغ حال الکبر فقال علیہ السلام ذلک بما قدمت ایدیہم وان اللہ لیس بظلام للعبید

اے میرے مولا میں نے دیکھا ہے کہ بعض مرد اپنی حالت پر رہتی ہیں اور انکے چہرہ پر ڈاڑھی نہیں نکلتی اگرچہ وہ بوڑھے ہوجائیں اسکا کیا سبب ہے؟ حضرت نے فرمایا یہ اُسکا بدلہ ہو سکتی ہے جو اپنے ہاتھوں پہلے سے کرچکے ہیں اور یقیناً خدا اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں

یہ حدیث بھی ڈاڑھی کی اہمیت پر آب زر سے لکھی جانیکے لائق ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نعمت عظمی انسان کے لیئے اسقدر مہتمم بالشان ہے کہ انکے کرداروں کے عوض جناب باری تعالی اس نعمت کو سلب فرمالیا کر

چونکہ مفہوم کلام امام علیہ السلام کا مجھ سے بہتر ارباب اجتہاد سمجھ گئے ہیں لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے ان فقرات پر جو حاشیہ دیا ہے وہ پیش کش ناظرین کیا جائے

مترجم گوید کہ شاید مراد آں باشد کہ کردہائے پدران ایشان سبب آں می شود کہ در اولاد ایشان ایں آثار ظاہر گردد و برائے عبرت مردم حق تعالیٰ اولاد را عوض کرامت فرماید باآنکہ برخدا لبد از نعمت ایجاد حسن صورت لازم است (ترجمہ حدیث مفضل)

اس تشریح سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ ڈاڑھی ایسی نعمت عظمیٰ سے خلقی طور پر محروم ہیں اسکا سبب ان کے آبا کے کردار ہیں جن سے لوگوں کی عبرت مقصود دہر اور بس

نمبر ۴

یہ خصوصیت ہمارے بادیان امت میں ہے کہ انہیں سے جس فرد کو دیکھو وہ علم و فضل میں اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے بہتر ہونیکے ساتھ ساتھ اپنے آبا طاہرین کے جملہ علوم اور فنون سے باخبر ہے اگر یہ نہ ہوتا تو کسی ایک مسئلہ میں حضرت علی بن ابی طالب کا بیان کچھ ہوتا او صادق آل محمد کچھ کہتے اسی لئے پیغمبر اسلام نے بطور پیشین گوئی فرما دیا ہے اولنا محمد واوسطنا محمد وآخرنا محمد وکلنا محمد اس سے ایک کنایہ اتحاد ذوات اور اتحاد اقوال پر بھی ہو سکتا ہے کہ جو کچھ ایک معصوم نے خبر دی ہے دوسرے معصوم نے بھی وہی فرمایا ہے یہ دوسری بات ہے کہ بعض مواقع پر اختلاف وجوہ کے اعتبار سے لب و لہجہ بدل دیا جائے لیکن یہ حضرات ایک درسگاہ کے تعلیم یافتہ ہیں انکے اقوال میں واقعا کوئی اختلاف نہ ہوگا اور یہی دلیل امامت بھی ہے جس طرح قرآن کا اختلاف سے خالی ہونا اسکے الہامی ہونیکی دلیل ہے اور ارشاد ہوتا ہے لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا اسی طرح ان حضرات کا مختلف نہ ہونا ان کی حقانیت کی برہان ہے

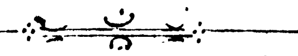
ناظرین بصیرہ پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے دو مختلف مواقع پر جو کچھ فرمایا ہے اسکی جانب آج سے برسوں پہلے رسول کے سبط اصغر حضرت ابی عبداللہ الحسین روحی لہ الفدا معاویہ کے دربار میں اشارہ فرما چکے تھے یہ مکالمہ بھی طویل اور زیب صفحات بحار اخبار ہونے سے بے موضوع ہے صرف اتنقدر متعلق ہے کہ وزیر مملکت شام حضرت سے پوچھتا ہے:

عمر وعاص مابال لحاکم اوفر من لحانا یہ کیا سبب ہے کہ آپ حضرات بنی ہاشم کی ڈاڑھیاں گھنی ہیں اور ہماری ایسے نہیں ہیں

امام۔ در جواب میں کچھ سکوت کر کے قرآن کی آیت پڑھتے ہیں:۔

والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی پاکیزہ زمین میں اپنے رب کے حکم سے اچھا سبزہ اگتا ہے

خبث لایخرج الا نکدا (سورہ اعراف) اور خبیث زمین کی پیداوار بھی خراب ہوتی ہے"
معاویہ۔ بیتاب ہوکر بول اُٹھتا ہے کہ تجھے میرے حق کی قسم چپ رہ ان علی کا فرزند ہے۔ اب ثابت ہوا کہ ڈاڑھیوں کی خوبصورتی بھی بنی ہاشم سے مخصوص تھی
اب تو میرے خیال میں پیش کردہ مواد اس موضوع کو بہت اہمیت دے چکا اور مدت سے الوعظ کی خدمت نہ کرکے مدیر علام سے جو شرمندگی تھی وہ کسیقدر رفع ہوگئی، وما توفیقی الا باللہ
(فقیر باب اہلبیت آغا مہدی الرضوی)



انگریزی ترجمہ صحیفۂ کاملہ

کلام الامام امام الکلام

علی ثانی یا آدم ثالث امام چہارم حضرت علی بن الحسین بن علی ابن طالب کا وہ کلام بلاغت نظام جو تحت کلام الخالق وفوق کلام المخلوق اور ما فوق تصور انسانی علوم و کمالات کا معدن اور رابطہ عبدیت و معبودیت کے صحیح معانی کا مخزن اور دعا و مناجات کے اعلیٰ ترین طرق کا معلم ہے مدرسۃ الواعظین کے کافی وقت وروپیہ صرف سے انگریزی میں ترجمہ ہوکر طبع ہورہا ہے اور شائقین کے سخت تقاضہ سے پہلا حصہ جو ۲۸ دعاؤں پر مشتمل ہے اور ۱۷۹ صفحہ پر ختم ہوا ہے شایع بھی کردیا گیا ایک صفحہ پر اصل عبارت عربی اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہے جلد نہایت عمدہ انگلش فیشن قیمت عہ
یہ ترجمہ کیسا ہے اور اُسکے کیا خصوصیات ہیں؟ ایک مادہ پرست جرمنی اسکو دیکھکر لکھتا ہے کہ اگر خدا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کتاب میں تبلایا گیا ہے تو میں ایسے خدا کے ماننے کو تیار ہوں، ہاتھوں ہاتھ نکل رہا ہے جلد منگوا لیجئے ایسا نہ ہو کہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے،

الہدایہ

شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کی دینی تعلیم کا نہایت قابل دید رسالہ ہے جسمیں بچوں ہی کو سمجھانیکی کوشش کی گئی ہے اور انھیں کی سمجھ کا اندازہ کرکے پہلے ایک مقدمہ میں اجمالاً اصول دین کی ہر اصل کو چھوٹی چھوٹی دلیلوں سے ذہن نشین کرایا ہے اور دوسرے باب میں فروع دین میں سے ہر ہر فرع کے معانی و مطالب بیان کرکے ہر ایک فرع کو تفصیل سے علمی عنوان پر سمجھایا ہے اور ان سب مطالب کو چھاپے کے بادامی مضبوط کاغذ پر جلی قلم سے ۸۰ صفحہ میں ادا کیا ہے قیمت فی رسالہ ۱؍ علاوہ محصول فی ۱۲ رسالہ مع محصول علاوہ فیس رجسٹری عہ

سائنس اور قدرت

سلسلہ نمبر ۹ جلد ۹ ملاحظہ ہو

نے فرمایا کہ روح ایک ایسی مخلوق ہے جو جبرئیل سے عظمت میں بڑی ہے ملکوتی ہے اور جناب رسولخدا اور ائمہ کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہ روح ایک عظیم المرتبت فرشتہ ہے جسکے توسط سے تمام علم ہر نفسے کا خدا وند عالم نے انبیا اور اوصیا کو عنایت فرمایا اور یہ انھیں حضرات کے لیے مخصوص ہے
قرآن مجید میں اور بھی کئی آیتیں ایسی ہیں جن میں روح کا ذکر ہے مگر اسکے متعلق وہی باتیں ہیں جو پہلے عرض کی گئیں اسلیے طوالت کے لحاظ سے ترک کرتا ہوں

خواب

خواب کا ذکر قصہ کہانیوں میں بہت ہے مگر آجکل کے سائنس داں اور تعلیم یافتہ نئی روشنی والے اسکو کچھ اہمیت کی نظر سے نہیں دیکھتے، خیر جو کچھ قرآن مجید اور رسول و ائمہ سے اسکے بارے میں منقول ہے وہ بیان عرض کرتا ہوں اسلیئے کہ یہ طئے ہے کہ ان حضرات سے بہتر کسی کو کسی بات کا علم نہ تھا، قرآن مجید میں کل خشک و تر موجود ہے اور ان حضرات کو تمامی قرآن کا علم حاصل ہو اور رسول اللہ فرما گئے ہیں کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اسکا دروازہ ہیں، اور حضرت علیؑ سے کل ائمہ تک وہ علم سینہ بسینہ سب کو پہونچا ہے لہذا ہم انکے علم کی کیا وقعت کرسکتے ہیں دنیا والے ہمارے سامنے ہیں کیا اکیوجہ بتا قرآن دنیا والوں کو تو بہت کم علم دیا گیا ہے جیسا کہ فرماتا ہو کہ آدمی کو تو بہت قلیل علم دیا گیا ہے، اسپر یہ بڑے بڑے دعوی عقل کے ماننا لینا چاہیے ہیں،

(۳۴) سورہ یوسف، بادشاہ مصر نے جو خواب دیکھا تھا اسکی تعبیر درباریوں سے پوچھی انھوں نے جواب دیا کہ ہم پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں دیسکتے یہ تو پریشان خواب ہے، کافی میں امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں ایک تو مومن کے لیئے اللہ پاک کی طرف سے خوشخبری، دوسرے شیطان کی طرف سے ڈراؤ تیسرے اضغاث احلام یعنی جھوٹے اور پریشان خواب،

(۳۵) سورہ یوسف، جناب یوسف کا مشہور خواب گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کا آپکو سجدہ کرنا اسکی تعبیر جناب یعقوب سمجھ گئے تھے گر حضرت یوسف سے ممانعت کردی کہ وہ اسکو اپنے بھائیوں سے

بیان نہ کریں اور فرمایا تھا کہ خداوند عالم تمکو خوابوں کی تعبیر سکھائیگا چنانچہ خواب ہی کی تعبیر بتانیکے بدولت حضرت کی رہائی زندان مصر سے ہوئی، یعنی بادشاہ مصر کا مشہور خواب دبلی اور موٹی گایوں والا جسکی تعبیر حضرت یوسف نے دی تھی، تاویل الاحادیث سے مراد ہیں خواب کی تعبیریں اسلئے کہ اگر سچا ہوتا ہے تو فرشتوں کی باتیں ہوتی ہیں اور اگر جھوٹا ہوتا ہے تو نفس اور شیطان کی باتیں ہوتی ہیں،

(۳۶) سورہ مجادلہ۔ فرمایا ہے کہ سوائے اسکے نہیں ہے کہ بدی کے بارے میں کانا پوسی شیطان کی طرف سے ہوتا کہ مومنین رنجیدہ ہوں حالانکہ بغیر مشیت خدا کے وہ اُن کو نقصان نہیں پہونچا سکتا، تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسول اللہ سے منقول ہے کہ نجوی سے مراد خواب ائے پریشان ہیں جنکو انسان سونے میں دیکھتا ہے اور غمگین ہوتا ہے، اس آیت کے نازل ہونیکا سبب جناب سیدہ کا وہ مشہور ڈراونا خواب تھا جسمیں آپ نے اپنے والد آجد اور جناب علی و حسنین کو وفات پاتے دیکھا تھا اور شیطان ہمیشہ مومنین کے ڈرانیکے لیے ایسے خواب دکھلایا کرتا ہے اسیطرح جناب ابراہیم کا خواب میں اپنے فرزند کو ذبح کرتے دیکھنا قرآن میں مذکور ہے، ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ خواب بھی کئی قسم کے ہوتی ہیں بعض سچے اور بعض جھوٹے جو سچے ہوتے ہیں اُنکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روح پاک و اعلی ہونیکی وجہ سے ملاء اعلی کی طرف جاتی ہے اور وہاں مقدرات کو دیکھتی یا ملائکہ سے ملنے کے بعد امور پر مطلع ہوتی ہے تو وہ خواب سچا ہوتا ہے اور اگر روح گندی اور ناپاک ہے تو پھر اپنے ہی ایسے شیاطین سے ملتی ہے جو مختلف قسم کے وسوسہ پیدا کرتے رہتے ہیں جسکی وجہ سے جھوٹے خواب دکھائی دیتے ہیں۔

بہرحال خواب ہے کیا؟ جیسی روح ہو اچھی یا بری اپنی نوعی حیثیت سے اپنی فضا میں جو تصرف اعصاب دماغ کے ذریعہ کرتی ہے اسی کا نام خواب ہے، رہا یہ امر کہ یہ تصرف واقع کیونکر ہوتا ہے اسکو یا کسی چیز کی اصلیت کو بجز خدائے پاک کے جو اُسکا خالق ہے کوئی شخص دنیا میں نہیں بتا سکتا ہمارا علم صرف اوصاف تک محدود ہے،

یہ چند باتیں قرآن مجید اور احادیث سے سائنس کے متعلق لکھی ہیں دنیا اس سے بھی سبق لے سکتی ہے اور اگر اپنی فرعونیت کو چھوڑ دے تو اسی کے لیئے اچھا ہے، خدائے قادر مطلق کی قدرت اور طاقت صنعت اور حکمت وغیرہ کو تسلیم کرے اور اُسکے حقیقی خلفاء کی طرف رجوع کرے تاکہ علم صحیح ہر چیز کا حاصل ہو یہ تو عقل کی بات ہے، مگر دنیا کیوں سنے لگی خیر میرا کام کہدینا ہے، اپنی ہی بداعمالیوں سے دنیا نے حقیقی خلیفہ خدا کو پردۂ غیبت میں جانیکے لیئے مجبور کردیا۔ خدا کرے کہ حضرت کا جلد ظہور ہو تاکہ خدا کے دین حقیقی کا ڈنکا مشرق تا مغرب بج جائے اور دنیا گہوارہ امن وامان حقیقی میں پہونچ جائے، دنیا والوں نے

جو سوال بھی جس قسم کا ان حقیقی خلفاء سے کیا ہو کبھی اسکے جواب سے محروم نہیں رہا اور بغیر سوال بھی یہ حضرات فرماتے رہے جو کچھ کہ تمکو پوچھنا ہو پوچھ لو قبل اسکے کہ مجھے اپنے میں نہ پاؤ۔ اسلئے کہ میں آسمان کی راہیں زمین کی راہوں سے بہتر جانتا ہوں، ہے کوئی دنیا میں ایسا جو اس طرح کا دعویٰ کرسکے ؟ یہ قول مولائے دو جہاں امیر المومنین کا اب مدینۃ العلم حضرت علی کا ہے، آپ سے لوگوں نے ہر طرح کے سوالات کیئے اور سب کے جوابات پائے، اسی طرح اور ائمہ سے ہر طرح کے سوالات کیے گئے مقابلہ ہوا۔ دربار مامون رشید اور امام محمد تقی ع کا مناظرہ و مظاہرہ علم مشہور ہے، ایک سوال سے زیادہ نوبت نہیں آئی۔ اسی طرح دوسری قوموں کے علمانے دہریین نے اور مادیین نے بحثیں کیں اور تشفی بخش جواب پائے امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو ایک دہریہ سے وجود خدا کے متعلق بحث ہوئی ہے اور جسکا ترجمہ انگریزی میں بھی ہوگیا ہے دیکھنے کے قابل کتاب ہے، بہرحال مقصد ان باتوں سے یہ ہے کہ دنیا والوں کو چاہیئے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے در پر جبیں سائی کریں تو دنیا و دین میں سب کچھ حاصل ہو جائیگا ہم خرمہ و ہم ثواب ورنہ جو گذرے گی وہ تو معلوم ہی ہو جائیگا۔ یہ چند باتیں ہیں جو مجھ ایسے جاہل نے لکھدیں امید ہے کہ حضرات علماء اسپر توجہ فرماکر مزید روشنی ڈالینگے کیونکہ مسئلہ بہت اہم ہے اور دلچسپ بھی ہے، والسلام

(عاصی)

(سید محمد احمد حسینی)

اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول گونڈہ

ضروری التماس

الواعظ کا سال قریب ختم ہے لہٰذا ناظرین کرام کی توجہ امور ذیل کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے :۔

(۱) جن حضرات کی خدمتیں ۲۹ء کی آخری ششماہی یا سہ ماہی میں الواعظ کے کل گذشتہ نمبر جنوری سے بذریعہ وی پی روانہ کرکے آخر سال تک الواعظ مسلسل حاضر ہوتا رہا لیکن باوجود ۱۲ نمبر پہونچ جانے کے بھی جنوری ۳۰ء میں اُن کی خدمتیں صرف اس وجہ سے وی پی روانہ نہیں کیا گیا کہ اسقدر قریب زمانہ کے بعد دوسری وی پی کا وصول کرنا گراں نہ گذرے وہ حضرات ۳۰ء کا چندہ بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمادیں تو بہت مناسب ہے، ورنہ جنوری ۳۱ء میں اُنکے نام مع بقایا و پیشگی دو سال کے چندہ کا وی پی کیا جائے گا جسکا وصول کرنا انکا اخلاقی فرض ہوگا،

(۲) وی پی روانہ کرنے میں طرفین کا نقصان ہوتا ہے اسلئے اگر وی پی کا کھیڑا موقوف کرکے حضرات ناظرین بذریعہ منی آرڈر ہی چندہ روانہ فرما دیا کریں تو عین عنایت ہے،

(۳) جن حضرات نے ابتدائے ۳۰ء میں وی پی کی ممانعت کرکے قریب تر زمانہ میں بذریعہ منی آرڈر چندہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا

مواقع النجوم کی تفسیر

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ (سورۂ واقعہ آیت ۷۵-۷۶)

تو میں تاروں کے مواقع (مقامات وقوع) کی قسم کھاتا ہوں اور یقیناً اگر سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر اور ان مواقع سے مراد باریتعالیٰ کی تعیین میں علماء عامہ اور خاصہ میں سے کسی نے ہم سے پہلے نظر نہیں کی خدائے پاک نے ہمیں کو اسمیں غور کرنے کی توفیق دی اور لفظ مواقع سے مراد باری تعالیٰ کی تعیین کے اسباب اپنی رحمت سے ہمارے لیئے مہیا کر دیے چنانچہ خدائے تعالیٰ کی توفیق کے رفیق ہو جانے سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خداوند عالم نے فلا اقسم بمواقع النجوم ارشاد فرمایا ہے اور مواقع نجوم کی قسم کھائی ہے نفس نجوم کی قسم نہیں کھائی جو ان مواقع میں واقع ہیں تو نجوم اس مقام پر یا تو یہی تارے ہیں جو آسمان پر ہر شب تاریک میں نظر آتے ہیں یا کوئی دوسری شئے ہے جسکو نجوم سے تعبیر کیا گیا ہے اگر یہی تارے ہیں تو انکے مواقع اسی بحر فضاء خالی کے کچھ حصے ہیں جنمیں یہ نجوم تیرتے رہتے ہیں اور انھیں کی قسم خدا نے کھائی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس پوری فضا کی قسم کھائی ہو اس لیئے کہ ان نجوم کے مواقع ساری فضا کے کچھ حصہ میں ہیں لہذا جناب باری نے فضا کے کچھ حصے کی قسم کھائی اور کچھ حصہ کو چھوڑ دیا ہے جسمیں نجوم کے مواقع نہیں ہیں جیسا کہ اضافت لفظ مواقع کی نجوم کی طرف اسپر دلالت کر رہی ہے مگر شرف مواقع کا بجسب ظاہر اسی جہت سے ہے کہ وہ نجوم کی طرف منسوب ہیں اگرچہ خود ان مواقع کے لیئے بھی بنفسہا کسی شرف عظیم سے مشرف ہونا ناممکن نہیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ مواقع اپنے بندوں کو معین کر کے اور بعض کو بعض سے امتیاز دیکر بتلائے ہیں اسلیئے کہ فضا کے اجزاء میں نفسہٖ کوئی امتیاز نہیں ہے لہذا شریف میں سے اشرف کی تعیین اور اخس سے اشرف کی تمیز ضروری ہے اور یہ تمیز اس امر کا موجب ہے کہ کل فضا قسم کھانے کی مستحق اور شریف نہو بلکہ بعض تو شریف ہو اور بعض غیر شریف اور یہ تبعیض اس امر کا موجب ہے کہ ایک ہی شئے کا کچھ حصہ شریف ہو اور کچھ خسیس یا اگر خسیس نہ ہو تو غیر شریف ہو اگر شریف کا شرف قسم کی جہت سے ہو مگر علم جدید اور حکمت جدیدہ میں جو حقیقت اس فضاء خالی کی موافق تحقیق حکماء موجودین فرنگ کے محقق ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فضا کے اجزاء میں کسی جزو کو کسی جزو پر فضیلت نہیں ہے بلکہ تمام فضا ایک ہی شئے اور ایک ہی جسم ہے جو تمام اطراف وجوانب میں پھیلا ہوا ہے اور وہ چیز جو جسم واحد یا شئے واحد ہو اور جس کے اجزاء میں کوئی امتیاز نہ ہو اسکے حکم واثر وشرف کا ایک ہونا واجب ہے اس لیئے کہ اگر اسمیں اختلاف

فرض کیا جائے تو یہ اختلاف اسمیں بحسب حقیقت ہوگا اور اس وجہ سے ایک حصہ کی حقیقت دوسرے حصہ سے مختلف ہوگی اور اس صورت میں یہ فضا شئے واحد نہ رہے گی بلکہ فی الحقیقت دو مختلف چیزیں ہوجائینگی مگر جب اس اختلاف و امتیاز سے قطع نظر کرکے نفس حقیقت فضا کی طرف نظر کروگے تو تمھیں معلوم ہوگا کہ بات کے پرکھنے والے یعنی وہ حکماء فلاسفہ الٰہیین فرنگ جو فلسفہ اعلیٰ کے اصول میں فکر کرتے رہتے ہیں اور جنکی حیرت انگیز باریک بینیاں امور عامہ کی بحثوں میں حکماء متکلمین سابقین کے مباحث سے امور عامہ کے ان دقیق مسائل میں بہت زیادہ ہیں اس فضا کے بارے میں اور اسکی حقیقت میں بہت شدید اختلاف رکھتے ہیں بعض کا یہ خیال ہے کہ فضا فی الحقیقت ایک موجود شئے ہے اور بعض کا مذہب یہ ہے کہ وہ ایک خلاء موہوم ہے جو بجز وجود ذہنی کے کوئی واقعی وجود نہیں رکھتے بلکہ نفس انسانی کے ایجادات سے ہیں مگر وہ حق حقیق جس پر جرمن کے ایک حکیم فلسفی عمانویل کانٹ کے زمانہ سے آجتک کے حکماء کی رائے مستقر ہوچکی ہے جیسا کہ اُس کی کتاب "تحقیق" یعنی معیار عقل صرف وخالص" سے واضح ہوتا ہے اور میری اور بڑے بڑے فلاسفہ کی رائے جسپر جم چکی ہے اور جسے اپنے بعض کتب کلامیہ میں مثل کتاب "مذہب عقل" وغیرہ کے جس کی نصرت کی ہے وہ یہ ہے کہ فضا ایک خلاء موہوم ہے جسکا وجود حقیقت میں کچھ نہیں ہے بلکہ صرف نفس انسانی کے ایجادات میں سے ہے اور اسکے سوا کچھ نہیں ہے جیسا کہ اپنے مقام پر علی الخصوص میری کتاب "مذہب عقل" میں بدلائل بیان کیا گیا ہے، اور جب حالت یہ ہے تو میرے نزدیک ایسی شے کی قسم جس کے وجود و عدم میں حکماء کو اختلاف ہو عاقل حکیم کی شان سے نہیں ہے اور علاوہ اسکے ایک حصہ کو چھوڑکر دوسرے حصہ کی قسم کھانا اس صورت سے کہ ایک حصہ دوسرے حصہ سے اشرف ہو اطمینان نفس اور اعتماد عقل کے قابل نہیں ہے تاوقتیکہ اُسمیں کوئی حکمت واضح نہ ہوجائے اور حل کرنا مواقع کا بجز اس فضا کے دوسرے معنی پر محال ہو مگر جب یہ واضح ہوجائے کہ حل کرنا مواقع کا اس فضا پر محال ہے تو سرے ہی سے کوئی اشکال باقی نہ رہے گا اور عقلاً بعید معلوم ہوگا اس لیئے کہ وہ ترجیح بلا مرجح سے مشابہ ہوگا باوجودیکہ کوئی قطعی نص اس امر پر موجود نہیں ہے کہ خدائے پاک نے ان مواقع سے اسی فضاء خالی کا ارادہ کیا ہے جسکو یہ نجوم پُر کردیتے ہیں اور انھی میں مواقع نجوم قرار دیئے ہیں، اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسی تفسیر عقل کے نزدیک ناقابل قبول اور صانع حکیم سے بعید معلوم ہوتی ہے مگر یہ کہ کوئی حکمت خدائے تعالیٰ کی اس باب میں واضح ہوجائے،

پھر خدائے تعالیٰ کا یہ قول وانہ لقسم لو تعلمون عظیم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ نجوم جنکا اس آیہ کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے وہ ان نجوم کے علاوہ ہیں جنکو ہم آسمان میں دیکھتے ہیں اور یہ اس لیئے کہ خدائے پاک نے اپنی اس قسم کو عظمت کے ساتھ موصوف کیا ہے اور جو صفتیں اسکے علاوہ قرآن عزیز میں وارد ہوئی ہیں ان میں سے کسی صفت کے ساتھ بجز اس صفت کے موصوف نہیں فرمایا لہٰذا ضرور ہے کہ اس مقام میں

کوئی خصوصیت خاصہ اور ان نجوم میں کوئی شرف مخصوص جو اُنکے علاوہ دوسروں میں نہیں ہے تا اینکہ خدائے تعالیٰ نے انکی قسم کو عظیم قرار دیا اور بضرورت عقل و شرع معلوم ہے کہ حضرات انبیاء و اوصیا خصوصاً سیّدنا محمد صلواۃ اللہ علیہ و آلہ ان نجوم سے اشرف و افضل ہیں بلکہ وہی تمام کائنات کی وجود کی علت ہیں جیساکہ اپنے مقام پر ائمہ حدیث اور ہمارے اصحاب متکلمین کے کتب میں واضح ہو چکا ہے خصوصاً اس جہت سے کہ آنحضرت سلام اللہ علیہ اور آنکے بھائی امیرالمومنین واسطہ خلق و تکوین ہیں جیساکہ ہم نے اپنی کتاب "مذہب عقل" اور قصیدہ لامیۃ الہند" کے بعض مبسوط حاشیوں میں اس مطلب کو بدلائل و براہین بیان کر دیا ہے اور اُنکے علاوہ دیگر کتب کلامیہ میں بھی ذکر کیا ہے تو یہ نجوم کیونکر آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ سے افضل ہوں گے تا اینکہ اُنکی قسم کو عظیم قرار دیا جائے اور معلوم ہے کہ قسم کی صفت میں لفظ عظیم کا استعمال اس مقسوم بہ جسکی قسم کو عظیم سے موصوف کیا ہے اعز و افضل کے موجود ہوتے ہوئے جائز نہیں ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ خدائے پاک برتر نے قرآن عزیز میں کئی قسم کے ملائکہ کی قسم کھائی ہے اور وہ بھی بوجہ نفس و عقل ان نجوم سے جو صاحب عقل و صاحب نفس نہیں ہیں خلقۃً افضل و اشرف ہیں اور باوجود اسکے حق سبحانہ و تعالیٰ نے اُن کی قسم کو عظیم نہیں فرمایا بس جبکہ ان نجوم کا یہ حال ہو تو تم اُن کے مقامات وقوع اور اُس فضا کی بابت جسمیں یہ نجوم تیرتے رہتے ہیں اور کل مواقع یا بعض مواقع کی قسم کی نسبت کیا خیال کر سکتے ہو

بعضیں قرائن اور بعضیں وجوہ سے معلوم ہوا کہ جو نجوم اس آیہ کریمہ میں مذکور ہیں وہ ان نجوم کے علاوہ ہیں جو شب تاریک میں آسمان پر نظر آتے ہیں لہٰذا ان نجوم سے اس مقام پر کیا مراد ہے اس کی تفتیش ضروری ہے؟ لسان شرع (قرآن و حدیث) میں کبھی کبھی نجوم کہکر حضرات اہلبیت سلام اللہ علیہم اجمعین مراد لیے جاتے ہیں جیساکہ ہمارے اگلے علماء میں علی بن ابراہیم قمی رضی اللہ عنہ کی روایت اُن کی مشہور تفسیر میں جو شیعوں میں مستند اول اور معتمد علیہ ہے اس مطلب پر دلالت کرتی ہے انھوں نے آیہ کریمہ وھوالذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمات البر والبحر قد فصلنا الآیات لقوم یعلمون (سورۂ انعام) کی تفسیر میں ایک حدیث صحیح اپنے باپ ابراہیم سے اُنکے بعض اصحاب سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے فرمایا حضرت نے کہ نجوم آل محمد علیہم السلام ہیں لہٰذا واضح ہو گیا کہ قرآن عزیز کے اکثر مقامات میں نجوم سے ائمہ اہلبیت مقصود ہیں اور تشبیہ اہلبیت کی نجوم سے متعدد حدیثوں میں طرق عامہ سے وارد ہوئی ہے اور ہمارے مشائخ عامہ میں سے سیوطی نے ایک مخصوص کتاب اسی موضوع میں تحریر کی ہے جسکا نام احیاء المیت رکھا ہے اور اسمیں متعدد نصوص اپنے طرق سے وارد کیئے ہیں اُسکی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور معلوم ہے کہ دو متخالف فریق جب کسی شئے کی روایت پر متفق ہوں تو اُسکا اختیار کرنا واجب ہے، اور ایسی روایت کا صحیح ہونا موافق مقتضائے عقل کے بھی واجب ہے

لہذا واضح ہو گیا کہ جو نجوم اس آیۂ کریمہ میں مذکور ہیں اُن سے ائمہ اہل بیت صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کا مقصود ہونا واجب ہے،

اور جب یہ مقرر ہو گیا کہ ان نجوم مذکورہ جن کی خداوند جلیل نے قسم کھائی ہے ان ائمہ اہلبیت صلواۃ اللہ علیہم ہیں تو اب تعیین مراد مواقع نجوم کی اور تشخیص اس لفظ شریف کے معنی کی ضرور ہے اور یہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہو (۱) یہ کہ مراد مواقع سے وطن اور مقامات قیام ہوں مگر یہ معنی بہت بعید ہیں اس لئے کہ وقوع کے ان معنی جو فوراً ذہن میں آتے ہیں وہ کسی شے کا بلندی سے پستی کی طرف گرنا ہے جیسے کسی پتھر کا بالائے ہوا زمین کے کسی حصہ میں گرنا (۲) یہ کہ زمین کا ہر مقام جنہیں کوئی جسم پایا جائے وہی اسکا موقع ہو اور یہ معنی بھی بہت بعید ہیں اس واسطے کہ فقط وجود جسم کا کسی مقام میں اس امر کا موجب نہیں ہے کہ ان اُنہیں واقع ہوا اور فضائے بلند سے اُنہیں گرا ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کی طرف حرکت کر کے منتقل ہوا ہو یا چھتوں اور دیوار کی طرح داخل نہانخانہ ہوا اس لیئے کہ گھر زمین کے کسی حصہ میں بنایا جاتا ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ ان اس مقام میں واقع ہے کیونکہ وقوع کے ان معنی جو فوراً ذہن میں آتے ہیں ان فقط سقوط از بلندی سے گرنا ہیں اور اسی وجہ سے نسر واقع کو واقع کہتے ہیں گویا کہ وہ آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوا ہے اور اسی وجہ سے ان نسر طائر سے ممتاز ہوتا ہے جیسا کہ علم نجوم کی کتابوں میں اُسکی صورت سے معلوم ہوتا ہے ہاں گھر کے لیئے ضرور کہا جاتا ہے کہ ان فلاں مقام میں یا فلاں شہر میں واقع ہے بایں معنی کہ ان اُنہیں بنایا گیا ہے یا موجود ہے تو اگر واقع کو موجود کے معنوں میں لیا جائے تو مواقع کے معنی اس اعتبار سے کوئی معنی معقول نہ ہوں گے اس واسطے کہ مواقع موقع کی جمع ہے اور ان اسم ظرف ہے مگر یہ کہ مراد مواقع سے نفس کون و وجود ہو مگر اسمیں جو تکلف اور تعسف ہے اور بغیر کسی علت و حجت کے معنی ظاہری سے عدول کیا گیا ہے وہ ظاہر ہے اور علاوہ اسکے واقع بمعنی موجود ایسے معنی ہیں جسکا کوئی شاہد کلام عرب میں نہیں ہے بلکہ یہ بلاد ہند و عجم کا محاورہ ہے، بہر حال معلوم ہوا کہ واقع کا اطلاق کائن پر جائز ہے نہ موقع پر اور بسبب وضع لغت ان دونوں میں بہت فرق ہے، غرضکہ یہ تاویل ان ہے جس پر نفس کو اطمینان نہیں ہوتا اور عقل اُسکی جانب متوجہ نہیں ہوتی اب ہاں وقوع بمعنی سقوط تو ان بھی درست نہیں مگر یہ کہ مراد مواقع سے مصارع و مشاہد قتل گاہیں او قبور) ائمہ ہوں جیسا کہ شریف مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

نفتلی کما اختارت رماح فصل وصرعیٰ کما شائت وحوش وانسر

اور معلوم ہے کہ ان مصارع و مشاہد کی قدر اور انکی شان خدائے عز و جل کے نزدیک بسبب اُنکی شرافت کے جو اُنھیں ان ائمہ علیہم السلام کی وجہ سے حاصل ہے بہت عظیم ہے اس واسطے کہ ان حضرات علیہم السلام نے اپنے نفوس کو احیاء امر اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیئے فدا کر دیا اور اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے اور اللہ کی راہ

میں تحیر خیز اور وحشت انگیز مصیبتوں کو برداشت کرلیا اور عظیم مصیبتوں اور شدید وفخیم بلاؤں کو صبر وتحمل سے جھیل گئے اسیوجہ سے ان مصارع ومشاہد کو خدائے تعالیٰ نے محبوب رکھا اور انکی قدر کو عظیم کیا یہاں تک کہ اُن کی قسم کھائی اور قسم کو لفظ عظیم سے موصوف کیا اور وجہ اسکی ان ائمہ علیہم السلام کی طرف ان کا انتساب اور خدائے عزوجل کے نزدیک اُن کی قدر ومنزلت کی بلندی اور انکے مراتب ومقام کی رفعت اور اُن کے تقرب سے جو انھیں بارگاہ الٰہی میں ہے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے اور یہ معنی میرے نزدیک ذہن سے اقرب تر اور عقل کے نزدیک معنی اول سے بہتر وخوب تر ہیں اور بطریق حق الیقین خدائے پاک ہی اپنی مراد اور اپنے کلام کے معنوں سے خوب واقف ہے اور عقل کے عطا کرنے والے کے لیے بے انتہا حمد ہے،

(الواعظ) علامۂ اجل اکرم افخم جناب مولانا شیخ فدا حسین صاحب قبلہ دام اللہ ایام افاداتہم کے تین عربی مضمونوں میں سے ایک مضمون کا ترجمہ نمبر ۸ جلد ۹ میں حاضر کیا گیا تھا اور دوسرے مضمون کا ترجمہ یہ تھا جسکو آپنے ملاحظہ فرمایا اب تیسرے مضمون کا ترجمہ جو تحقیق معنی اولی الامر پر مشتمل ہے ان شاء اللہ رجب نمبر میں حاضر کیا جائیگا

تحفۂ بلتستان

جمعیت امامیہ بلتستانیہ کوہ منصوری کا یہ دوسرا رسالہ ہے جسے جناب سید حسن صاحب شگری بلتستانی مقیم کوہ شملہ نے ترتیب دیکر اہل بلتستان کو بیدار کرنے اور افراد قوم کو توجہ دلانے کی قابل قدر کوشش کی ہے اور جناب سید شاہ عباس صاحب خپلوی بلتستانی سکریٹری جمعیت مذکورہ نے کوہ منصوری سے بلاقیمت شائع کرکے ناظرین کرام سے اس جمعیت کے مفید یا غیر مفید ہونے کی بابت رائے طلب کی ہے، واضح ہو کہ اس زمانہ میں ہر قوم اور ہر ملت بیدار ہو رہی ہے اور شاہ راہ ترقی پر بقدر امکان گامزن ہے باستثناء اہل اسلام خصوصاً قوم شیعہ کے جو ابھی تک غفلت کی میٹھی نیند سو رہی ہے علی الخصوص بلتستان ایسے بعید مقامات کے شیعہ جو علمی اور قومی مرکزوں سے سیکڑوں بلکہ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر مقیم ہیں اور ہمدردان قوم پر جنکا بیدار کرنا واجب واجبات سے ہے، مدرسۃ الواعظین نے اپنے واعظوں کو ان دورافتادہ بھائیوں کے بیدار کرنے کے لیے مکرر روانہ کرکے جونکا تو ضرور دیا ہے مگر ظاہر ہے کہ ہمارے واعظین کا قیام وہاں دوامًا ناممکن ہے اسلیئے ضرورت تھی کہ ایک انجمن کسی مناسب مقام پر ضروریات بلتستان کی نگرانی اور وہاں کے شیعونکی شیرازہ بندی اور انکی عملی وعلمی اور قومی ومذہبی ترقی و تحفظ و بیداری کے لیۓ قائم کی جائے، الحمدللہ کہ جمعیت مذکورہ نے اس فرض کو ادا کردیا خداوند عالم عزاسمہ اس انجمن کو اپنے مقاصد میں کامیاب اور ارکان انجمن کے استقلال وہمت میں روز افزوں ترقی عنایت فرماتا رہے،

(ناچیز مدیر)

لکھو کہ ہمارا آقا قانون شرافت و صلاح کی لعنت سے ہمارا فدیہ ہو گیا اسلیئے کہ وہ خود ہمارے لیئے لعنت بن گیا اے خطاکار و اب جو تمہارا دل چاہے کرو

کیوں جناب! کیا آپ ایسے آدمی سے کہیں گے کہ مرحبا تجھ پر اور تیرے عدل اور تیری پاکیزگی اور گناہ سے تیری دشمنی پر اور مرحبا اور ہزار مرحبا تیری عقل پر؟ کیا اس سے کوئی بھی یوں کہے گا؟

پادری صاحب بیٹا! کلام تیزی سے مت بر تو کیونکہ ہمارے روحانیین لکھتے ہیں کہ دین کے فرائض میں سے کوئی بات اُن لوگوں پر لازم نہیں ہے جو مسیح کے حلقۂ اطاعت میں ہیں اسلیئے کہ مسیح پر ایمان لانے کی وجہ سے مسیح کی نیکی اُن کی طرف منسوب ہو جاتی ہے پس مسیح نے چونکہ شریعت کی حفاظت کی اسلیئے مسیح پر ایمان لانیکی وجہ سے وہی حفاظت ہماری طرف منسوب ہوئی بنا بریں خدا ہمکو نیک قرار دینے میں عادل رہے گا اسلیئے کہ اُسکا عدل اپنا حق تو پورا ہی کر چکا،

رفیق الدین ۔ جناب عالی! میں نے یہ کلام انجمن کتاب الہدایہ کا (مطبوعہ معرفت امریکن مشن) کتاب شکور جلد چہارم صفحہ ۲۰۰ پر دیکھا ہے لیکن جناب! مسیح نے تو خود ہمکو بھی شریعت کی حفاظت کا حکم دیا ہے چنانچہ انجیل متی باب ۵ میں مسیح کا مقولہ نقل ہے،

> یہ مت گمان کرو کہ میں شریعت یا انبیاء کو منسوخ کرنے آیا ہوں میں منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ میں پورا کرنے کے لیئے آیا ہوں (آیت ۱۷)
>
> پس جو شخص ان وصیتوں میں سے کوئی چھوٹی سی وصیت بھی منسوخ کر دے تو وہ آسمان کی سلطنت میں سب سے چھوٹا کہلایا جائیگا۔ آیت ۱۹)

اور باب ۲۳ کی ابتدا میں ہے،

> اُسوقت مسیح نے لوگوں کی جماعتوں اور اپنے شاگردوں سے یہ کہتے ہوئے خطاب کیا کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں پس جس بات کی حفاظت کے لیئے وہ تم سے کہیں اُسکی حفاظت کرو۔

اور اُس پر عمل کرو۔

جناب عالی! تو جب ہم نے شریعت کی حفاظت کے متعلق مسیح کی تعلیم کے بالکل بر خلاف اُسکو ضایع ہی کردیا تو پھر مسیح کا شریعت کی حفاظت کرنا ہماری طرف کس طرح منسوب ہو سکتا ہے اور درصورتیکہ ہم شریعت کے ضایع کردینے میں خدا کے بھی گناہگار اور مسیح کے بھی گناہگار ہیں تو مسیح کی نیکی ہماری طرف منسوب ہو سکتی ہے جناب! فرض کر لیجئے کہ خدا شریعت کے ضایع کردینے کے ہماری گناہوں کو بخشدے گا اور اس باب میں ہمکو معاف بھی کردے گا لیکن اس سے ہم نیکوکار کسطرح بن جائیں گے اور یہ بات خدا کے عدل پر اور نیز عقل کے لحاظ سے کیسے درست اوتریگی علاوہ بریں کتاب خروج باب ۳۴ اور کتاب عدد باب ۱۴ اور کتاب ناحوم باب اول میں یہ ہے

خدا گناہ اور خطا کو بخشدیتا ہے لیکن گناہ سے پاک نہیں کردیتا۔

معین الدین۔ میں اپنے بیٹے رفیق الدین کے اس کلام کے موقع پر پادریصاحب کی حالت کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک حیرت کے عالم میں سر جھکائے ہیں اور اُنپر رنج و الم کا غلبہ ہے اور اپنی اُنگلیوں سے زمین پر لکیریں کھینچ رہے ہیں اور کھ رہے ہیں۔ "دکیا کہوں" مجھے اُنکی حالت پر رحم آیا اور میں نے یہ چاہا کہ کسی دلچسپ لطیفہ سے اُنکو خوش کردوں اور ان عظیم امور سے اُنکی فکر کو کچھ راحت ہو نجادوں یہی سوچکر میں نے کہا کیا جناب پادریصاحب مجکو اجازت دیتے ہیں کہ اب اس گفتگو کو ہم ترک کریں اور کچھ باتیں دل بہلانے کی کریں،

پادریصاحب۔ معین الدین! بہتر۔

ایک محفل ور لطیفہ

معین الدین۔ میں ایک دفعہ مسلمانوں کی ایک محفل میں شریک ہوا رات کا وقت

رمضان کا مہینہ جس میں مسلمان روزہ رکھتے ہیں اتنے میں ایک صاحب عظمت شخص
آیا اور لوگوں کو حلال وحرام اور آداب تجارت کی تعلیم دینے لگا پھر اخلاق فاضلہ اور
شریعت کا حکم کہ اُن سے آراستہ ہو اور اخلاق رذیلہ اور انہیں ملوث ہوجانے سے شریعت کی
تنبیہ کو بیان کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید شروع کی پھر روزہ کی فضیلت اور
اُسکے فضائل اور اسکی قبولیت کی شرائط یعنی مکارم اخلاق کو بیان کیا پھر وعظ ہو چکا تو باہم
باتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا اور لوگ روزہ نہ رکھنے والے گنا ہگاروں کا آپسمیں ذکر کرنے لگے
کہ شیطان کی گمراہی سے یہ لوگ کیسے دہوکہ میں پڑے ہوے ہیں اُنھیں میں سے ایک آدمی
نے ایک مسافر کی ایک حکایت نقل کی جو ماہ رمضان میں اطراف ممالک اسلامیہ میں ایک
شہر میں داخل ہوا جہاں کے باشندوں کو گمراہوں نے فریب دے رکھا تھا اور مکروفریب سے
وہاں رسوم شریعت اسلامیہ کو بالکل معطل کر دیا تھا اُس شخص نے شہر کے باشندوں کو
دیکھا کہ سب روزہ خور ہیں بلکہ لاپروائی سے کھلم کھلا کھاتے پیتے ہیں اُس نے اُن لوگوں
سے کہا کیا تم مسلمان ہو اُنھوں نے کہا ہاں اُس نے کہا کہ کیا یہ رمضان ہی کا مہینہ ہے
اُنھوں نے کہا ہاں اُسنے کہا پھر تم سب کو کیا ہوگیا کہ روزہ نہیں رکھتے اُنھوں نے کہا ہم مسلمان
ہیں اور شریعت میں خدا کے احکام کے تابعدار ہیں لیکن ہمارا شیخ مرشد ہم سب کے بدلہ روزہ
رکھتا ہے اور ہماری جو تکلیف اور فریضہ ہے اُسکو پورا کر دیتا ہے وہ شخص کہتا ہے میرا دل
چاہا کہ اس عجیب وغریب مضحک معاملہ کو چل کر دیکھوں میں نے اُنسے کہا کہ مجکو اُن بزرگ
مرشد کا پتہ تبلا دو اُنھوں نے مجکو اُن کا مقام تبلایا میں چلا اور اُن کے پاس پہنچ گیا صبح
کا وقت تھا میں نے دیکھا کہ حضرت مرشد صاحب بیٹھے ناشتہ کر رہے ہیں اور لوگ اُن کے
سامنے طرح طرح کے نفیس کھانے پیش کر رہے ہے اور وہ خوب خوب کھا رہے ہیں میں نے سلام
کیا اور پوچھا کہ کیا آپ ہی اس شہر کے مرشد ہیں اُنھوں نے کہا ہاں میں نے کہا کیا آپ سب
کے بدلے روزہ رکھتے ہیں بولے ہاں میں نے کہا تو پھر آپ ماہ رمضان میں دن دہاڑے

کیسے کہہ رہے ہیں اُنھوں نے کہا تعجب !! تعجب !! کیا تو نہیں سمجھتا کہ جو شخص فدیہ بنکر ایک اکیلا دس ہزار آدمیوں کی طرف سے روزہ رکھے اُسکو دن میں ایک ہزار دفعہ بھی کھانا کیسے کافی ہوسکتا ہے ؟ پھر بھلا تو دن میں فقط ایک دفعہ یا دو دفعہ کھالینے کو کیسے زیان سمجھتا ہے ؟

جناب عالی ! اس بات پر جب اور لوگوں کیساتھ میں بھی ہنس چکا تو میں نے اپنے دل میں سوچا اور دیکھا کہ میں ان مسلمانوں سے کیا کہوں گا جب یہ مجھ سے کہیں کہ معین الدین ! یہ فدیہ تمھارے ہی فدیہ کیطرح ہے ہی اور میں نے اپنے دل میں اسکا کوئی جواب نہ پایا جس سے میں اُن کا رد کرسکوں ،

رفیق الدین ۔ آبا جان !! اور آپ اُن سے کہہ ہی کیا سکتے ہیں ۔ فرض کرلیجیے کہ دن فدیہ کے عقیدہ کی جہالیت اور اُسکے لغو ہونے کے اُن وجوہ سے جن کو آپنے روحانیین کے اقوال میں معلوم کیا جو لوگ فدیہ کے معاملہ میں بیان کرتے ہیں چشم پوشی بھی کرلیں تاہم آپ اُن سے اُسوقت کیا کہیں گے جب وہ یہ کہیں کہ تمھاری کتابیں جنکو تم مقدس سمجھتے ہو یہ بیان کرتی ہیں کہ اُسکا وجود اور کوئی اثر نہ تو مسیح ہی کے زمانہ میں تھا اور نہ واقعہ صلیب سے بیس سال سے زیادہ کے بعد تک تھا بلکہ مسیح پر سب ایمان لانے والے شریعت پر عامل اور توریت کی شریعت کے پابند تھے پھر اسکے بعد فدیہ اور شریعت توریت کے ترک کردینے کی بدعت ایک نامعلوم صورت سے پیدا ہوگئی جسکو تمھاری کتابیں مسیح کے شاگردوں اور پولس کی طرف منسوب کرتی ہیں مسیح کے زمانہ سے تقریباً بیس برس یا اس سے بھی زیادہ کی بات ہے بلکہ اکثر وہ باتیں جو کتب عہد جدید میں ۔

عہد جدید و عہد قدیم پر عیسائی کی تباہی

شریعت کے ابطال میں وارد ہوئی ہیں ذکر نہیں ہو کہ یہ شریعت کی لعنت سے فدیہ ہم

ہوجانے کی وجہ سے کیا گیا ہے ، بلکہ وہ سب باتیں شریعت پر عیب زنی اور تمسخر کے انداز میں ہیں چنانچہ اعمال رسل آیت ۱۰ - ۱۷ میں ہو کہ :-

پطرس کو ایک دفعہ بڑی بھوک لگی یکایک اُس پر بیہوشی طاری ہو گئی اور اُن تمام حیوانات کے متعلق جسکو توریت نے حرام اور نجس قرار دیا تھا بالکل کشف کر دیا ،

اور یہ مباح قرار دینا حکم توریت کے منسوخ کرنے کے عنوان سے نہیں بلکہ اس عنوان سے تھا کہ یہ حیوانات فی الحقیقت خدا کے نزدیک طاہر ہیں اور انکا نجس قرار دینا ایک انسانی غلطی ہے جو خدا کے اُنکے طاہر قرار دینے کے مخالف ہو اور اعمال الرسل باب ۱۵ میں واضح صراحت ہے کہ ختنہ اور شریعت موسوی کا ابطال محض لوگوں کو اپنی ریاست و حکومت کا فرماں بردار بنانے کے لئے واقع ہو، چونکہ ختنہ اور شریعت موسوی پر عمل کرنا لوگوں پر بار تھا لہذا اُنھوں نے (شاگردوں اور علما کے لوگوں) نے یہ طے کیا کہ لوگوں کے پاس پیغامبر بھیجے جائیں کہ اُن پر کوئی بار نہیں صرف اتنا کہ وہ بتوں کی قربانی اور زنا اور گلا گھٹے جانور اور خون سے پرہیز کریں۔ اور انھوں نے اسکی علت یہ تبلائی کہ بہت دن ہو چکے ہر شہر میں موسیٰ کیطرف سے وعظ کرنیوالے چلے آتے ہیں جو مجمعوں میں ہر ہفتہ توریت کی تلاوت کرتے ہیں ، آباجان اس کلام کا حاصل یہ ہو کہ موسیٰ بہادر کے لئے اُسکی سیاست اور ریاست کا اتنے دنوں تک نافذ رہ چکنا بہت کافی ہو ،

اور پولس کیطرف منسوب شدہ پیغاموں نے تو لیجئے اپنا مقصد کھول ہی کر رکھدیا چنانچہ رومیہ باب ۱۴ میں ہے کہ :-

میں جانتا ہوں اور مجکو یقین ہے کہ کوئی چیز اپنی ذات سے نجس نہیں ہو مگر جو شخص کسی چیز کو نجس سمجھے تو وہ اُسکے لئے نجس ہو ،

اور تیطس باب اول میں ہے:۔

یہودیوں کی خرافات اور ان لوگوں کی ہدایتوں کی طرف کان مت لگاؤ جو حق سے بہکے ہوئے ہیں، ہر چیز پاکوں کے لیے پاک ہے،

اور کولوسی باب دوم میں ہے:۔

"تم پر فرائض مقرر کیے جاتے ہیں کہ مت چھو و مت چکھو اور مت ہاتھ لگاؤ یہ سب باتیں نیست جاننے والی ہیں اور لوگوں کی بتائی ہوئی اور انھیں کی کی ہوئی ہدایتیں ہیں"

نیز اسی باب میں ہے:۔

"تم پر کوئی شخص کھانے پینے یا عید ماننے چاند یا ہفتہ کے دن کے متعلق کوئی حکم نہ کرے"

اور غلاطیہ باب ۴ میں لوگوں کی نظروں کو شریعت سے موڑنے کے متعلق ہے:۔

تم کمزور اور نکمی باتوں کی طرف کیوں پھر رجوع کرتے ہو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ پھر انھیں کے غلام بنائے جاؤ، کیا تم دنوں اور مہینوں اور مقررہ اوقات اور برسوں کی پابندی کرتے ہو مجکو تم سے خوف ہے کہ میں نے تمھارے لیے جو تکلیف اٹھائی کہیں بیکار نہ ہو جائے،

اور عبرانیین باب ۱۲ میں ہے:۔

اسلیے کہ گزشتہ وصیت کا ابطال اسکی کمزوری اور اسکے نافع نہ ہونے کی جہت سے ہے کیونکہ شریعت نے کسی چیز کو مکمل نہیں کیا ہے

اور عبرانیین باب ۸ میں ہے:۔

اگر پہلا بلا عیب ہوتا تو دوسرے کے لیے موقع ہی نہ ڈھونڈھا جاتا،

آیا جان پہلا ہم کیا کہیں جب ہم سے مسلمان یہ کہیں کہ دین مسیحی کی۔

عہد قدیم اور شریعت کی تعظیم

اصل بنیاد یہی اعتقاد ہے کہ توریت موجودہ خدا کا کلام ہے اور موسیٰ پر خدائی وحی ہے اور زبور داؤد خدا کی وحی ہے اور باقی کتب عہد قدیم کتب وحی ہیں جو انبیاء کرام پر نازل ہوئیں چنانچہ کتاب لاوی میں (احبار) باب ۱۸ میں خدا کا ارشاد منقول ہے

تم میرے اُن احکام اور فرائض کی حفاظت کرنا جن پر انسان عمل کر کے زندہ ہو جاتا ہے،

اور زبور مزمور ۱۲ میں ہے:-

,, رب کی شریعت کامل ہے،

اور زبور مزمور ۱۱۹ میں ہے:-

اے رب تو قریب ہے اور تیری کل وصیتیں حق اور ہر چیز سب بالکل درست ہے

اور کتاب حزقیال باب ۲۰ میں خدا کا قول ہے

اور میں نے اُنکو اپنے فرائض دیے اور میں نے اُنکو اپنے وہ احکام پہنچوائے جن پر عمل کر کے انسان زندہ ہو جاتا ہے

اور یہی مطلب کئی جگہ باب مذکور میں ہے دیکھو آیت ۱۱-۲۲ اور کتاب ملاخی باب ۲ میں خدا کا ارشاد منقول ہے:-

اُسکی وصیت اور اُسکا عہد موسیٰ کے ساتھ سلامتی اور حیات اور تقوی کے لیے تھا اور شریعت حق اُسکے منھ میں تھی،

اور انجیل متی باب ۵ میں مسیح کا مقولہ نقل ہے:-

مت گمان کرو کہ میں شریعت کو منسوخ کرنے کے لئے آیا ہوں بلکہ میں تو اُسکے کامل کرنے کو آیا ہوں پس جو شخص اُن وصیتوں میں سے کوئی چھوٹی سی وصیت

بھی شکست کردے تو وہ آسمانوں کی سلطنت میں سب سے چھوٹا کہلا جائیگا

اور انجیل متی باب ۲۳ میں ہے،

مسیح نے سب کو حکم دیا کہ وہ فقیہوں اور فریسیوں کے کہے ہوئے کی حفاظت کریں اور اُسپر عمل کریں اسلیئے کہ وہ موسیٰ کی کرسی پر بٹھلائے گئے ہیں،

ابا جان! اب ہم اس تناقض کی بابت اور عہد قدیم اور انجیل والے فریق اور شاگردوں کے منسوخ شدہ بنیا موں کے فریق کی باہمی مخالفت کے متعلق کیا کریں؟ اور عہد جدید کی عہد قدیم پر بغض لقصد توہین وتمسخر عیب زنی اور اُسکے اس فرمان کے متعلق کہ:۔

وہ مسیح ہمارے لیئے شریعت کی لعنت سے فدیہ ہوگئے اسلیئے کہ وہ ہمارے لیئے لعنت بن گئے کیا کریں؟

کیا ہم اس بیان کی اپنے اس عقیدہ سے کہ:۔

"مسیح کلمہ ازلیہ ہیں اور کلمہ ازلیہ ہی اللہ ہے اور مسیح ہی اللہ ہیں اور اللہ کے اقنوم ہیں اور خدائے مجسم ہیں اور وہ اور اللہ دونوں ایک ہیں"

تائید کریں۔

ابا جان! اور اسکے بعد عبد المسیح کے رسالہ میں اور جرجیس سائل کے مقالات تمہیدیہ کے ترجمہ میں اُن دونوں کا یہ قول مذکور ہے،

خدا نے یہود کے ساتھ کاہلی کی اور اُنکو نادرست احکام اور ایسے فرائض دیدیے کہ جن سے وہ زندہ نہیں ہو سکتے،

ابا جان! کیا آپ اس کلام کو نہیں دیکھتے توریت اور کتاب حزقیال اور زبور اور کتاب ملاخی کا بالکل رد اور اُنھوں نے جو کچھ فرائض توریت اور احکام توریت کی توصیف وتمجید کی ہے اور یہ تبلایا ہے کہ وہ سلامتی اور حیات کے لیئے ہیں اور اُنپر عمل کرنے والا زندہ رہیگا، بالکل تکذیب ہے،

سیاستِ علویہ

حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کی عہد خلافت ظاہرہ میں آپ کے مخالفین کی تخریبی سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و خانہ جنگی کی جو صورت رونما ہوگئی ہے اُسپر نظر کر کے اکثر نا واقف کوتاہ نظر لوگ اس شبہہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ حضرت کی ذات ملکوتی صفات میں سیاست ملک و نظم حکومت کا وہ ملکہ موجود نہ تھا جو ایک مدبر حکمراں میں ہونا چاہیئے اس غلط و ناقص خیال کو دفع کرنے کے لیئے فاضل جلیل جناب مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری تلمیذ حضرت قدوۃ الکاملین مولانا السید محمد ہارون صاحب مرحوم و مغفور زنگی پوری نے اس گرانقدر رسالہ کی ترتیب و تالیف میں محققانہ جد و جہد فرمائی ہے اور بے شبہہ اس موضوع خاص میں یہ رسالہ کم نظیر بلکہ عدیم النظیر ہے فاضل ممدوح نے دین و دنیا اور اُنکی سیاسیات کا باہمی تعلق اور اہل دنیا کی سیاستوں کے حقیقی اغراض و مقاصد سے وسعت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہوے واضح کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ نے نظام حکومت کی بنیاد جن اصول پر قائم فرمائی تھی اُن سے بہتر کسی انصاف پیشہ و عدالت شعار و مدبر دماغ میں نہیں آسکتی اور انھیں اصول میں دین و دنیا دونوں کی اصلاح و ترقی کا راز مضمر تھا نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آپ کے عہد میں اختلال و افتراق کے رونما ہونے کے حقیقی اسباب کیا تھے غرض اس رسالہ کے خصوصیات کا تقاضا یہی ہے کہ اہل ذوق کو اسکے مطالعہ سے دریغ نہ کرنا چاہیئے قیمت علاوہ محصولڈاک ۱۲؍

ملنے کا پتہ

مینیجر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۰۷۷

الواعظ

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ماہوار علمی رسالہ

زیر سرپرستی حجۃ الاسلام حضرت نجم العلماء مدظلہم العالی

مدیر

حکیم سید قاسم علی رضوی العریضی عمدۃ الافاضل

باہتمام مولوی سید محمد حسن صاحب [illegible] مطبع

مطبع الاثنا عشری الواعظین پریس لکھنؤ میں چھپ کر

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع ہوا

کتبہ احقر الکونین السید شوکت حسین عفی عنہ

مقاصد

مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا

(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا

(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اُسکی جامعیت

(۴) اسلامی اخلاق و آداب کی افضلیت

(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت

(۶) اسلامی احکام و قوانین شریعت

(۷) ائمہ طاہرینؑ کے کمالات و ہدایات

(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات

(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا

(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ و نقلیہ

(۱۱) فلسفۂ قدیمہ و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالۂ شبہات

(۱۲) اکتشافات جدیدہ و حقائق اسلام

(۱۳) اخبار علمیہ

قواعد

(۱) یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی ماہ کی آخری تاریخوں میں شایع ہوا کریگا

(۲) ہر خریدار کو کم از کم ایک سال کے لیئے رسالہ خریدنا ہوگا

(۳) نمونہ کا پرچہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہو سکتا ہے

(۴) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے

(۵) اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتی ہے

(۶) علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت و ارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیئے

(۷) شرح قیمت:۔ رؤسا و والیان ملک سے جو مرحمت فرمائیں عام خریداران سے (سے)

پتہ دفتر الواعظ امین آباد لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہو سکے گا

(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئیں اڈیٹر کو تغیر و تبدل و اصلاح کا اختیار ہوگا

(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو

(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کیے جائیں اور عبارت عربیہ پر اعراب لگائے جائیں نیز عربی عبارت کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیئے

(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے۔

(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ

سورۂ آل عمران

الواعظ

نمبر ۶ بابت ماہ اگست ۱۹۳۰ء مطابق ماہ ربیع الاولیٰ ۱۳۴۹ھ جلد ۹

فہرست مضامین

تبلیغ

جناب مولوی سید اظہار الحسین صاحب صوبۂ بہار میں

۲۸ اپریل سنہ ۳۰ء تک اس صوبہ کے جن جن مقامات کو جناب ممدوح طے کر چکے تھے وہاں کے اجمالی حالات گذشتہ نمبر میں حاضر کیے جا چکے ہیں آج ۱۳ اپریل سے ۲۰ اپریل تک کے حالات حاضر کیے جاتے ہیں،

مجھگرا ڈاکخانہ بنست پور ضلع سارن ۔ ۱۳ اپریل سنہ ۳۰ء کو جناب موصوف موضع مذکور میں پہونچکر جناب مہرداد خانصاحب کے دولتخانہ پر فروکش ہوئے ۱۴ اپریل کو جلسۂ وعظ منعقد ہوا، اگرچہ مقامی حضرات بہت کم تھے مگر جلسہ کامیاب رہا معزز میزبان کی پوری تشفی ہوگئی،

مجھگرا کی ضروری حالات

یہاں ۲۰۰۷ نفوس اہل اسلام ایک ہی خاندان کے حنفی المذہب آباد ہیں جنمیں سے اکثر باہر رہتے ہیں تعلیمی حالت بہت ناقص ہے اخلاقی حالت بھی قابل تعریف نہیں مذہبی حالت غنیمت ملی حالت اچھی ہے ایک عام مسجد اور ایک عام امامباڑہ ہے وقف کوئی نہیں مسجد معزز میزبان کی بنا کردہ اور امام بارہ جناب موصوف اور جناب تیر انداز صاحب کی شرکت میں تعمیر ہوا ہے ایک مدرسہ بورڈ کی طرف سے ہے اور ایک مدرسہ معزز میزبان کی جانب سے ہے جسمیں ایک شیعہ مدرس جناب فضیل احمد صاحب متوطن کنٹور تعلیم دیتے ہیں

اکما ضلع سارن کی واپسی ۔ ۲۵ اپریل کو مجھگرا سے روانہ ہو کر مہاراجگنج ہوتے ہوئے ۱۶ اپریل سنہ ۳۰ء کو اکما پہونچکر جناب سید علی عباس صاحب رجسٹرار کے دولتخانہ پر مقیم ہوئے اور اسی روز شام کے وقت یہاں کے عیسائی مشنری سے ایک دلچسپ مکالمہ ہوا جو حسب ذیل ہے

جناب ڈاکٹر صاحب (جو پادری صاحب کے ہمراہ تھے) جناب مولانا کتب مقدسہ توراۃ و انجیل میں کسی مقام پر ہمارے رسول کی بشارت یا پیشین گوئی مندرج ہے یا نہیں جناب پادری صاحب انکار کرتے ہیں اور اسی کو وجہ اختلاف قرار دیتے ہیں،

جناب واعظ ۔ ایک مقام پر نہیں بلکہ متعدد مقامات پر حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے ذریعہ سے آپ کے تشریف لانے کی بشارت دی گئی ہے اور نہایت صاف لفظوں میں مذکور ہے (عہد قدیم و جدید مطبوعہ امریکن مشن پریس لودیانہ پیش کر کے) اور حوالہ جات ذیل بالخصوص قابل غور ہیں۔

(۱) کتاب پیدائش باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۲ جسمیں جناب ہاجرہ کو ایک نبی عظیم الشان کی بشارت

دی گئی ہی،

(۲) کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰ تا ۲۲ جسمیں نسل اسماعیل سے بارہ سرداروں کا مقرر کرنا مذکور ہے

(۳) کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۱۵ تا ۱۹ جسمیں موسیٰ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان اپنی بنی اعمام سے کہدیں کہ مثل جناب موسیٰ کے اُنکے بھائیوں میں سے خداوند عالم ایک پیغمبر مبعوث کریگا

(۴) کتاب استثنا باب ۳۳ آیت ۱ تا ۳ جسمیں تین مقام (سینا اور شام اور مکہ) سے تین نبیوں کے آنے کی خبر مندرج ہے

جناب پادری صاحب - یہ کل آیتیں جناب عیسیٰ کے لیئے ہیں اور ان سب میں انھیں کی بشارت ہے کیونکہ یہ پیشین گوئیاں جناب عیسیٰ کے قبل کی ہیں

جناب واعظ جناب عیسیٰ کو جناب ہاجرہ سے کیا تعلق اولاد اسماعیل سے جن کے لیئے بشارت دی گئی ہے کون سا ربط، جناب موسیٰ کے نبی اعمام بنی اسماعیل ہیں نہ بنی اسرائیل، جناب موسیٰ سے جناب عیسیٰ سے کس بات میں مماثلت تھی اور کیسی تشبیہ تھی؟

جناب پادری صاحب - لاجواب،

جناب ڈاکٹر صاحب (اور دو ہندو مذہب خاص یعنی انسپکٹر صاحب پولیس اور اسٹیشن ماسٹر صاحب انکا نہایت اصرار سے) انجیل مقدس سے آنحضرت کی بشارت پیش کیجئے،

جناب واعظ - بہت اچھا ملاحظہ فرمائیے،

یوحنا باب ۱ آیت ۱۹ تا ۲۴ - یروشلم کے یہودیوں نے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا تھا کہ وہ لوگ اُس مدعی نبوۃ سے دریافت کریں کہ تو عیسیٰ مسیح ہے یا الیاہے یا وہ نبی ہے؟

یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۵، ۲۶ - یہ کلام میرا نہیں ہے بلکہ میرے باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے یہ باتیں تم سے ہوتی ہوئی کہیں مگر وہ تسلی دینے والا فارقلیط وہ نبی ہے جسکو میرا باپ میرے نام سے آخر زمانہ میں بھیجے گا وہی تمھیں سب چیزیں سکھائے گا اور وہی تمھیں سب یاد دلائے گا۔

یوحنا باب ۱۶ آیت ۵ تا ۱۵ - میں جاتا ہوں اور میرا جانا ضروری ہے تاکہ وہ روح حق تسلی دینے والا تم تک آئے اور وہ ان صفات سے موصوف ہے،

پہلے باب کی مذکورہ آیتوں سے معلوم ہوا کہ یروشلم کے یہودی اور کاہن سب جناب عیسیٰ اور الیا اور ایک نبی کے منتظر تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب عیسیٰ کے علاوہ الیا اور ایک اور نبی آنے والا تھا الغرض وہ نبی جناب عیسیٰ کے بعد کون ہے؟

چودھویں باب کی مذکورہ آیتوں سے ثابت ہے کہ جناب عیسیٰ کے بعد ایک نبی ایسا اور ایسا آئے گا بتلائیے کہ وہ کون ہے اور کسکی بشارت ہے،

سولھویں باب کی مذکورہ آیتوں سے حضرت عیسیٰ کے بعد جس تسلی دینے والے کا ذکر ہے وہ کون ہے؟

جناب پادری صاحب۔ بعض سے مراد تو خود حضرت عیسیٰ ہیں کیونکہ بعد میں تیسرے دن پھر آئے اور بعض سے مراد روح القدس ہے جو بعد کو آئے اسی وجہ سے ہم لوگ اللہ اور عیسیٰ اور روح القدس (باپ بیٹا روح القدس) کو مانتے ہیں

جناب واعظ۔ روح القدس کیا ہے؟

جناب پادری صاحب وہ ایک طاقت اور قوت ہے جسکی وجہ سے وہ ہر شخص سے بہتر و بالاتر ہو جاتا ہے اور تمام برائیاں ترک ہو جاتی ہیں اور محض نیکی رہ جاتی ہے،

جناب واعظ۔ تو پھر یہ کوئی مستقل چیز نہ ہوئی بلکہ ایک صفت ہوئی جو ہر نبی میں پائی جاتی ہے

جناب پادری صاحب۔ جناب عیسیٰ نے اسی کی بشارت دی تھی۔

جناب واعظ۔ تو پھر کوئی نبی بعد جناب عیسیٰ ماننا پڑے گا جسمیں یہ صفت ہو اور جب وہ آگیا تو سب نجات وہی ہوگا نہ جناب عیسیٰ

جناب پادری صاحب۔ جناب عیسیٰ تو نبی نہیں بلکہ خدا کے بیٹے ہیں،

جناب واعظ۔ نبی کی تعریف اور نبوۃ کا معیار اور بیٹا ہونے کا ثبوت ارشاد فرمائیے؟

جناب پادری صاحب جناب عیسیٰ نے خدا کو باپ کہا ہے اور انسانوں میں کوئی جناب عیسیٰ کا باپ نہ تھا۔

جناب واعظ۔ خدا تو بہ لسان توریت ہر نبی کا باپ ہے، اور اکثر انبیا نے خدا کو باپ کہا ہے چنانچہ آیات ذیل قابل ملاحظہ ہیں:-

توریت کتاب استثنا باب ۱۴ آیت ۱ تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو۔

یوحنا باب ۲۰ آیت ۱۷ یسوع نے کہا مجکو مت چھو کیونکہ میں ہنوز اپنے اور تمھارے باپ اور اپنے تمھارے خدا کے پاس جاتا ہوں،

جناب پادری صاحب۔ جناب عیسیٰ کا کوئی باپ نہ تھا اللہ نے اپنی روح انمیں پھونکی اسوجہ سے آپ لوگ انھیں روح اللہ کہتے ہیں اور قرآن میں بھی ہے کہ اللہ نے روح ڈالی۔

جناب واعظ۔ جناب آدم تو بغیر باپ اور ماں کے پیدا کیے گئے اور انمیں بھی خدا نے اپنی روح پھونکی جیسا کہ توریت کتاب پیدائش اور قرآن دونوں میں موجود ہے بلکہ قرآن میں تو یہانتک ہے، فاذا نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین،

جناب پادری صاحب۔ وہ بھی خدا کے بیٹے ہیں مگر چونکہ گناہ کیا اور حکم خدا کی مخالفت کی لہذا بیٹا ہونے

سے جدا ہو گئے اور جناب عیسیٰ نے کوئی مخالفت نہیں کی جیسا کہ قرآن میں ہے اور بیسر اپرل ایک اسلامی کتاب ہے "تخطیۃ الانبیاء" جسمیں لکھا ہے کہ جناب آدم نے مخالفت کی اسوجہ سے ہم لوگ انکو نہیں مانتے،

جناب واعظ - بالکل غلط ہے انبیا کی عصمت عقلاً ضروری ہے

جناب پادری صاحب - میں کل صبح کو کتاب لاکر دکھا دونگا

جناب واعظ - جناب عیسیٰ بھی مثل دوسروں کے نبی تھے کیونکہ نبی کا معیار جو آپ مقرر فرمائیں گے وہی معیار جناب عیسیٰ اور ہمارے حضرت میں موجود تھا پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ جناب عیسیٰ کو مانیں اور جناب خاتم الانبیاء کو نہ مانیں

جناب پادری صاحب نبی وہ ہے جو غیب کی خبر دے اور عقل میں نہ آنے والی باتیں دکھلا دے۔

جناب واعظ - اس بنا پر تو ہر نجومی و کاہن اور ہر ساحر مسمریزم کا نبی ہونا ممکن ہے کیونکہ یہ لوگ اکثر نادیدہ اور محیر العقول باتیں کہدیتے اور دکھا دیتے ہیں

جناب پادری صاحب (کسی جامع و مانع معیار کے بیان سے عاجز اور کچھ متوحش ہوکر) آپکے رسول نے نہ تو دعوائے رسالت کیا اور نہ کوئی معجزہ دکھلایا اور جناب عیسیٰ نے دعویٰ بھی کیا اور معجزے بھی دکھلائے جیسا انجیل و قرآن دونوں میں موجود ہے اور آپ لوگوں کو جناب عیسیٰ پر ایمان لانیکا حکم ہے،

جناب واعظ - ہمارے حضرت نے دعوائے رسالت بھی کیا اور معجزہ بھی دکھلا دیا جیسا کہ کتب سیر و تاریخ سے واضح ہے آپکی تعلیم تھی کہ آپکے قبل جو انبیا گذر گئے ہیں اُن سب پر ایمان لانا فرض ہے ہم اسی تعلیم کے سلسلہ میں جناب عیسیٰ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور انجیل مقدس پر بھی اور ایمان بھی ایسا کہ جسکی نظیر آپ لوگوں میں مفقود ہے،

جناب پادری صاحب - غلط ہے اگر آپ لوگ عیسیٰ پر ایمان رکھتے ہوتے تو اُنکے بتلائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتے،

جناب واعظ - ایمان کے یہ معنی کب ہیں کہ اُن کے طریقہ پر عمل کیا جائے، ایمان سے مراد تو صرف اُنکے نبی برحق ہونے کا اعتقاد ہے ہم لوگ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کے نبی برحق ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں جنمیں پانچ پیغمبر صاحبان کتاب و صحف اور صاحبان شرع جدید بھی تھے اور شریعتیں اُنکی باہم مختلف تھیں اگر ایمان سے مراد عمل ہو تو صورت اختلاف میں تمام شریعتوں پر کیونکر عمل کر سکتے ہیں

جناب پادری صاحب تو جس طرح ہم انجیل مقدس سے جناب عیسیٰ کا دعویٰ اور اُنکے معجزات پیش کر سکتے ہیں اسیطرح آپ قرآن سے اپنے نبی کا دعویٰ اور معجزات پیش کیجئے،

جناب انسپکٹر صاحب پولیس - قرآن تو محمد صاحب کی لائف نہیں ہے جسمیں اُنکے دعویٰ اور معجزہ مذکور ہوں

ع۵ اس کتاب کے لکھنے اور ماننے والے خوش ہوں ایسی ہی کتابیں اور ایسی ہی اعتقادات غیر مسلمین کے اسلحہ ہیں ورنہ ایک غیر مسلم شخص تخطیۃ الانبیا کے بعد تنزیہ الانبیا کے دیکھنے کی تکلیف کیوں گوارہ کرنے لگا،،

قرآن تو ایک قانون اور کورٹ ہے ،

جناب واعظ۔ حضرت کے دعوے اور معجزات اگرچہ کتب سیر و تاریخ میں مذکور ہیں خواہ وہ کتابیں مسلمین کی ہوں یا غیر مسلمین کی لیکن پھر بھی قرآن اثبات دعوی رسالت و صدور معجزات سے ساکت نہیں ہے ملاحظہ ہو:۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الایہ (آل عمران آیت ۱۴۴)

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار الایہ (الفتح آیت ۲۹)

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الایہ (الاحزاب آیت ۴۰)

یہ آیات تو دعوائے رسالت کے متعلق ہیں اب رہے معجزات اور اخبار مغیبات تو قرآن مجید خود معجزہ ہے کیونکہ اس کا مثل و نظیر ممکن نہیں اور شق قمر کا معجزہ بھی اس میں مذکور رہے غیب کی خبروں کے متعلق روم کی لڑائی اور ایک فریق کے مغلوب ہونے کے بعد اسکے غالب ہونے کی خبر کافی و وافی ہے ،

جناب پادری صاحب۔ قرآن تو محمد صاحب کا کلام ہے جو ان کے بعد بعض لوگوں نے جمع کیا اور باقی کو جلادیا اور شق قمر قیامت میں ہوگا اور لڑائی کے متعلق اسباب ظاہری پر بنا کرکے حکم لگایا جاسکتا ہے

جناب واعظ۔ قرآن کی کسی ایک آیت سے بھی آپ یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ وہ آنحضرت کا کلام ہے کیونکہ تمام آیات میں آنحضرت کو مخاطب کیا گیا ہے جس سے ثابت ہے کہ یہ کسی دوسرے متکلم کا کلام ہے جو آپ سے باتیں کرتا ہے اور وہ ہمارے اعتقاد میں خداوند عالم ہے

پادری صاحب! شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہوں گے کہ آنحضرت نے (معاذ اللہ) اس کلام کو خود تالیف کرکے خدا کی طرف منسوب کردیا ہے مگر یہ شبہ آپ کا کوئی جدید شبہ نہیں ہے خود آنحضرت کے زمانہ والوں کو یہ اشتباہ ہوا تھا جسکا جواب آنحضرت کی طرف سے بدیں خلاصہ دیدیا گیا تھا کہ آخر میں بھی تمہیں میں کا اور تمہیں جیسا ایک بشر ہوں اگر یہ قرآن میرا بنایا ہوا ہے تو تم بھی کوئی ایسا ہی کلام پیش کردو مگر ان سب کو عاجز ہو کر اقرار کرنا پڑا کہ بیشک یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے، اب رہا مسئلہ جمع قرآن تو اسلامی تاریخوں سے واضح ہے کہ اُسے آنحضرت کے حقیقی جانشین امیر المومنین علی بن ابی طالب نے آنحضرت کے زمانہ ہی میں جمع کرکے آپکے سامنے پیش کردیا تھا مگر چونکہ مختلف اوراق پر تھا کتاب کی صورت میں مرتب نہ تھا اسوجہ سے اُسی جامع اول نے آنحضرت کے بعد اُسے کتاب کی صورت میں جمع کردیا جس کے بعد کسی شخص غیر کی گستاخی و بے ادبی کا اسلام ذمہ دار نہیں ہے، باقی رہا معجزہ شق قمر تو وہ قرآن میں بصیغۂ ماضی مذکور ہے بصیغۂ استقبال مذکور نہیں ہے جس سے اُسکا وقوع کسی آئندہ زمانہ میں مفہوم ہو، اقتربت الساعۃ وانشق القمر" قرآن مجید چونکہ کلام خدا ہے لہذا اُسمیں کوئی اختلاف نہیں ہوا اور تعلیم ست نمامن مطالب پیدا ہے بخلاف اناجیل متداولہ کے جسکو لوقا اور مرقس اور متی اور یوحنا نے بطور واقعات یا

لائف کے لکھا ہے اور چاروں انجیلیں باہم مختلف ہیں،

جناب پادری صاحب ۔ میں کل صبح آؤں گا اور کتاب لاکر دکھلاؤں گا کیونکہ اسوقت نہ میں اس غرض سے آیا تھا نہ آپکا تشریف لانا معلوم تھا،

جناب واعظ اچھا تشریف لیجائیے مگر ایک بات ارشاد فرماتے جاتے جائیے کہ یوحنا فقیہ نے جو خواب دیکھا ہے وہ معتبر ہے یا نہیں؟

جناب پادری صاحب ۔ کیوں نہیں وہ تو سب زیادہ معتبر اور یقینی ہے اور وہ کل باتیں جناب عیسیٰ بالعذ نانہ آئندہ میں عنقریب ہونے والی ہیں جیسا کہ خود شرح مکاشفات لکھا ہوا ہے،

جناب واعظ ۔ تو باب ۱۲ میں جو ایک عورت کا قصہ ہے جو عنقریب پیدا ہونے والی ہے اور جسکے اوپر آفتاب اور پاؤں تلے چاند اور سر پر بارہ ستاروں کا تاج ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جناب پادری صاحب ۔ مکاشفہ کا سمجھنا آسان نہیں ہے اسکی تفسیر کی ضرورت ہے، ہم نے اسکی تفسیر اصل گھر سے مانگی تھی مگر ابھی تک نہیں آئی بہرحال کل سویرے آؤں گا اور یہ سب باتیں طے ہو جائیں گی،

یہ کہکر جناب پادری صاحب تشریف لے گئے مگر یہ وعدہ تشنۂ ایفا رہگیا اور حاضرین وقت پر حقیقت منکشف ہوگئی ؏

مظفر پور شہر ۔ ۱۷ اپریل کو مظفر پور پہونچکر جناب سید محمد ہادی صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکول کے دولتخانہ پر فروکش ہوئے مگر بوجہ سیاسی شورشوں اور خرابی آب و ہوا صرف دو روز قیام کرکے کچھ خریدار الواعظ و مسلم ریویو کے مہیا کئے بعض حضرات سے مبادلہ خیالات کیا اور موضع جیتوں ڈاکخانہ چھوٹای ضلع دربھنگہ میں تبلیغ کی شدید ضرورت اور تحقیق و تدقیق اور قبول حق کے لئے وہاں کے لوگوں کی آمادگی کا حال معلوم کرکے ۲۰ اپریل کو اُسی طرف روانہ ہو گئے ؏ باقی آئندہ

(ناچیز مدیر)

البدایہ

شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا نہایت قابل دید رسالہ ہے جسمیں بچوں ہی کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور انھیں کی سمجھ کا اندازہ کرکے پہلے ایک مقدمہ میں اجمالاً اصول دین اور کلمۂ اسلام و ایمان کو سمجھایا ہے پھر پہلے باب میں اصول دین کی ہر اصل کو بہت چھوٹی چھوٹی دلیلوں سے ذہن نشین کرایا ہے اور دوسرے باب میں فروع دین میں سے ہر فرع کے معانی و مطالب بیان کرکے ہر ایک فرع کو تفصیل سے علی عنوان پر سمجھایا ہے اور ان سب مطالب کو ۲۲ صفحے کے اندر ہی مضبوط کاغذ پر جلی قلم سے ادا کیا ہے قیمت فی رسالہ ۱/ علاوہ محصول فی ۱۲ رسالہ مع محصول علاوہ رجسٹری وی پی

فہرست رقوم اعانت مدرسۃ الواعظین بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ع

مستقل

عالیجناب سید نبی امداد صاحب امروہہ	۵ر
عالیجناب نواب سید محمد رضا صاحب لکھنؤ گھڑیالی محلہ	عار
رامپور اسٹیٹ	۱۱ر
عالیجناب محمد جمال صاحب راس	۵ر
عالیجناب محمد محمود صاحب منیجر دواخانہ شاہ کمپنی لکھنؤ	عہ
عالیجناب ظفر حسین صاحب وکیل سیتاپور	۵ر
عالیجناب مولوی سردار حسین صاحب جونپور	۵ر
عالیجناب علی مرتضیٰ صاحب انجینیر انگر جمشید پور	صہ

صہ

غیر مستقل

امیر حسین صاحب سکریٹری انجمن حسینیہ حسینپور ضلع گوڑگانواں	للعہ ۱۴ر
عالیجناب مولوی سردار حسین جونپور	سے
عالیجناب سید فقیر حسین صاحب شاہپور	عار

سالعہ ۱۴ر

سالعہ

میزان کل

صہ ۱۴ر

سید عاشق حسین ہیڈ کلرک مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

مقالات

سرورِ انبیاء کا تعارف

دنیا میں کوئی شئے بغیر تعارف پہچانی نہیں جاتی پیغمبر اسلام کے تعارف پر قدرت کی طرف سے مختلف ذرائع پیدا کیے گئے اور جس قدر مہتمم بالشان آپ کی نبوت تھی ویسا ہی کارخانہ الوہیت سے اس کے اثبات میں زور دیا گیا نباتات و جمادات نے پہچنوایا ذوی العقول و غیر ذوی العقول معترف فضل ہوئے دوست دشمن نے اپنے اتفاق سے نبوت کا دم بھرا اغیار کی محافل میں آپ کی رسالت کے چرچے ہوئے راہبوں کے دیر اور کاہنوں کے صومعہ مجلس ذکر ثابت ہوئے غیب سے آپ کے رسول ہونے کی صدائیں آئیں جو صدیاں گذر جانے کے بعد آج بھی فضائے تاریخ میں گونج رہی ہیں کسی نے اختتام نبوت کا ذات والاصفات پر انحصار بتایا کسی نے سید الانبیاء کہا کوئی مرسلین کا تاج سمجھنے لگا یہ تمام صدائیں آنحضرتؐ کی ولادت سے قبل اور بعثت سے پہلے تک دنیا میں بلند ہوتی گئیں حتیٰ کہ باب وحی و تنزیل وا ہو کر ملائکہ وحی کی آمد و رفت کا مسدود راستہ صاف ہوا اور قرآن حکیم کی معجز نما آیات لوح محفوظ سے اترنا شروع ہوئے مگر اس وقت تک جس جس نے مقام مدح میں لب کشائی کی تھی وہ مرسل کے مرتبہ کو سمجھا ہی نہ تھا تو مدح کیا کرتا بالآخر اس حقیقی تعارف کرانے والی واحد ذات کے لب قدرت جنبش میں آئے اور قرآنی آیات نے بہترین تعارف پر کمر باندھی کہیں جسم کا ذکر کیا کسی جگہ کرم پر روشنی ڈالی کہیں رافت کہیں علم کہیں حکمت اور کسی جگہ طہارت اور انسان کامل ہونے کے تذکرہ اس شان سے کئے کہ کسی دوسرے نبی کا ذکر مقام مدح میں اس طرح نہ آیا تھا یوں تو قرآن مجید میں نبوی سیرت کا ذکر بکثرت ہے لیکن اپنی نوعیت کی واحد آیت جس کو مقام تعارف میں بہترین تعارف سمجھنا چاہیئے وہ یہ ہے۔

النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف و ینھٰھم عن المنکر و یحل لھم الطیبٰت و یحرم علیھم الخبٰئث و یضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم الایہ

مکہ کا رہنے والا نبی جسکو یہود و نصاریٰ اپنے یہاں توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے اور انہیں پاک و پاکیزہ چیزیں حلال اور گندی اشیا حرام کرتا ہے اور وہ سخت احکام کا بوجھ جو ان کی گردن پر تھا اور وہ پھندے جو انپر پڑے ہوئے تھے انسے ہٹا دیتا ہے

آیت میں جس حسن بیان کے ساتھ نبی کا تعارف کرایا گیا ہے اور اثبات نبوت میں جو اوصاف ذہن قدرت

سے نکلتے ہیں وہ ویسے نہیں ہیں جس سے نبی کے نفسیات کا پتہ چلے بلکہ صرف ان صفات کو اسجگہ بیان کرنے کے لئے منتخب کیا ہے جو امت کے فوائد پر مشتمل ہیں اور یہ دنیا میں طے ہے کہ انسان وہی انسان ہے جو اپنے ابنا، جنس کو فائدہ پہنچائے ہم اس مقالہ میں آنحضرت کی عید میلاد کا ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے آیت کے مذکورہ اوصاف کی نسبت کچھ عرض کرینگے قارئین کرام غور سے آیت کو پڑھیں تو اندازہ ہوگا کہ اس مقدس کلام میں خیاب باری نے حسب ذیل باتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) نبی کی سکونت

(۲) توریت و انجیل میں آپکی بعثت کی پیشین گوئی،

(۳) اچھائیوں کا حکم اسی کی بارگاہ سے صادر ہوگا،

(۴) وہی برائیوں سے روکے گا

(۵) پاکیزہ چیزیں کھانیکا حکم دیگا.

(۶) گندی چیزوں سے روکے گا

(۷) لوگوں کے بوجھ ہٹائے گا،

اول الذکر وصف کا بیان مقام ذکر میں پہلے ہی ہونا چاہیئے تھا جیساکہ ہوا لیکن ظاہر نظر میں امی بے پڑھے کو کہتے ہیں اگر آیت میں یہ معنی مراد ہوں تو رسول کی تنقیص حتمی ہے اسلیئے کہ امت میں جو لوگ خوندہ ہیں انہیں فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی اور رسول کا مفضول ہونا لازم آتا ہے دراں حالیکہ رسالت کا عہدہ تمام عہدوں سے بالاتر اور جامع جمیع صفات ہے لہٰذا امی ہونا مدح کے بجائے قدح ہے جسکو گوارا کرنے کے لیئے ہم کیا کوئی مسلمان تیار نہیں بات یہ ہے کہ امی سے مراد ام القریٰ کا باشندہ ہے جیساکہ سورہ جمعہ میں ارشاد ہوا ہے ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً وہی وہ خدا ہے جسنے مکہ والوں میں رسول مبعوث کیا یہ تخیل ہماری طبعزاد نہیں ہے بلکہ امام محمد تقی علیہ السلام کی بتائی ہوئی تفسیر کا مفہوم ہے جسکو حضرت نے اپنی اصحاب کے سامنے طے فرمایا ہے جب پوچھنے والے نے پوچھا کہ پیغمبر خدا کو امی کیوں کہتے ہیں آپنے فرمایا لوگوں کا کیا گمان ہے، راوی نے عرض کیا لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت لکھ پڑھ نہ سکتے تھے آپنے فرمایا یہ کہنے والا کاذب ہے رسول مکہ کے رہنے والے تھے اور مکہ کا نام ام القریٰ تھا چنانچہ قرآن میں ہے لتنذر ام القریٰ و من حولھا قسم خدا کی حضرت رسول بہتر ۷۲ زبانوں میں لکھ پڑھ سکتے تھے، (دیکھو بصائر الدرجات)

وصف ثانی یعنی توریت و انجیل میں ذکر وہ دلیل قوی ہے جس کے بیان کے بعد کم ازکم یہود و نصاریٰ تو نبوت سے سرتابی نہیں کرسکتے،

تیسرا اور چوتھا وصف امر بالمعروف ونہی عن المنکر قوم کی اصلاح اور بہبودی کے پہلو جسقدر لیے ہوئے ہے اُس سے زیادہ اچھی کوئی صفت نہ تھی جس کی اُمّت کو فائدہ پہونچانے کے لیے نبی میں ضرورت تھی اسکے بعد قدرت کو اُسے نقطۂ نظر سے مطلب پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہوئی اور یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث وصفتیں ایسی بیان کیں جنکی ذریعہ سے قوم کی جسمانی اصلاح اعلیٰ پیمانہ پر متصور تھی اور نبوت کا حفظ صحت کی ذمّہ داری کے ساتھ میدان تبلیغ میں آنا معلوم ہو سکتا تھا یہ واقعہ ہے کہ جو شریعت اشیا خورد و نوش تک کی ذمّہ داری اپنے اوپر عائد کرے اُس سے بہتر اور کامل تر کون شریعت ہو سکتی ہے اسلام نے اطعمہ اور اشربہ میں لحم خنزیر اور مسکرات اور دیگر ضرر رساں چیزوں سے اسلیئے بھی روکا ہے کہ مسلمانوں کی صحت قائم رہے ایسے خیالات کی ایک مصلح قوم کے لیئے بہت بڑی ضرورت تھی آج دنیا جس قدر قوم پرستوں کی دلدادہ ہے اسکو بدقسمتی سے ہمارے نبی اُمّی کے پاک سیرت معلوم نہیں اور قرآن حکیم کی آواز اُسکے کان تک نہیں پہونچی ورنہ ثابت ہوتا کہ نبی کتنی ذمّہ داریوں کو اپنی ذوالاصفات ذات پر عائد کرتا ہے آخری صفت بھی قومی خدمات کی نقشہ کشی کرتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ مرسل نے مخلوق کے بوجھ اُتارنے اور بار ہلکا کرنے کی کتنی کوشش کی تھی اور عرب کی قوم کو سُدھارنے میں کیا اہتمام کیا اصر کے معنی نقل کئے ہیں اُس کی تفسیر میں ہے کہ بنی اسرائیل میں توبہ بغیر قتل نفس کے نہ تھی نماز پچاس وقتوں میں روزہ چھ مہینے تک رکھا کرتے تھے ہمارے نبی نے ان تمام قیود کو ہٹایا اور ایسی سہل و آسان شریعت کو رواج دیا جس کی مثال کسی دوسرے نبی کی سوانح عمری میں نہیں ملتی خود فرمایا کرتے تھے۔ بعثت بالسھلۃ السمحۃ البیضاء اسی شریعت کے برکات تھے کہ دنیائے علم و ادب ہمارے ادیان ملت کے سامنے محوحیرت ہوجاتی ہے اور ثبوت نبوت و رسالت میں آنحضرت کا بول بالا رہا خاتمہ تحریر میں ہم امام رضا کا احتجاج پیش کرتے ہیں جو مجلس مامون میں اس یجالوت کے سامنے امام نے بکمال لطافت ارشاد فرمایا۔"

امام ۔ تو مجھسے سوال کرے گا یا میں تجھسے کچھ پوچھوں

یہودی ۔ میں آپسے سوال کرونگا اور کوئی دلیل آپ کی قبول کرونگا مگر توریت و انجیل و زبور سے ۔

امام ۔ پوچھ اور وہی قبول کر جس پر توریت و انجیل و زبور ناطق ہوں،

یہودی ۔ پیغمبر اسلام کی نبوت کہاں سے ثابت ہے ؟

امام ۔ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ و آلہ کی نبوت موسیٰ بن عمران کی گواہی اور عیسیٰ بن مریم کی شہادت اور داؤد کے بیان سے ثابت ہے ،

یہودی ۔ پہلے موسیٰ کے قول سے ثابت کیجیئے ؟

امام ۔ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو وصیت کی تھی کہ عنقریب ایک نبی آنے والا ہے تمھارے بھائیوں سے اُن کی

تصدیق کرنا اور اُسکے کلام کو سننا تو کیا بنی اسرائیل کا کوئی بھائی سوائے اولاد اسمٰعیل کے تھا؟

یہودی۔ بے شک موسیٰ نے ایسا فرمایا تھا۔

امام۔ اولاد اسمٰعیل سے کوئی نبی سوائے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ کے مبعوث ہوا تھا؟

یہودی بے شک کوئی مبعوث نہیں ہوا اگر توریت سے بھی اس مطلب کو ثابت کیجئے؟

امام۔ کیا تم انکار کر سکتے ہو کہ توریت میں یہ نہیں ہے ''وجاء النور من قبل طور سیناء واضاء لنا من الجبل ساعیر واستعلن علینا من جبل فاران'' کہ وہ طور کی سمت سے نور آیا اور جبل ساعیر سے ہمارے لئے چمکا اور ہم پر کوہ فاران سے آشکار ہوا؟

یہودی میں نے یہ کلمات پڑھے ہیں لیکن اسکے معنی نہیں معلوم

امام۔ معانی مجھ سے سُن طور سینا سے نور آیا اس سے مراد وہ وحی ہے جو کوہ طور پر موسیٰ کو ہوئی اور اُس نے ہمکو کوہ ساعیر سے روشنی دی یہ وہ پہاڑ ہے جس پر عیسیٰ کو وحی ہوئی تھی وہ آشکار ہوا کوہ فاران سے فاران مکہ کے پہاڑ کا نام ہے جس پر پیغمبر اسلام کو وحی آئی،

یہودی۔ ساکت ہوا اور امام نے دوسری دلیل بھی پیش فرمائی،

امام۔ توریت میں یہ بھی ہے کہ شعیب نے کہا میں نے دو سوار دیکھے جنکے سبب سے زمین روشن ہوئی ایک پر گدھا دوسرا اُس پر جمل تم بتاؤ کہ راکب حمار کون ہے اور راکب جمل کون ہے؟

یہودی۔ مجھے نہیں معلوم آپ ہی صراحت فرمایئے،

امام نے فرمایا۔ راکب حمار حضرت عیسیٰ اور راکب جمل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے توریت میں یہ سب موجود ہے تو اس سے انکار کر سکتا ہے؟

یہودی نے سر تسلیم خم کیا اور نبوت ختمی مرتبت کا نقش اُسکے قلب پر بیٹھا امام اپنے فریضہ تبلیغ کو ادا کر چکے آج ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن کے اسوۂ حسنہ کو اقوام عالم کے سامنے پیش کر کے دکھائیں کہ ایسا کامل انسان صفحۂ ارض پر کوئی اور بھی ہے جس کی منقبت میں تمام اگلے نبی رطب اللسان نظر آتے اس فریضہ کے لیئے بہترین وقت آپکی ولادت باسعادت کا محترم زمانہ ہے جسمیں یہ نہ بجھنے والی شمع ید قدرت سے روشن ہوئی واقعی ہفدہم ربیع الاول ہی کے برکات تھے جس نے اس ماہ کو ربیع مومنین بنادیا، اللھم صلی علی محمد وآل محمد

(فقیر اہلبیت سید آغا مہدی رضوی)

(الصراط)

ہادیٔ عالم

خورشید فلک نبوت کی آفاق عالم میں پھیلتی ہوئی شعاعیں۔

سرزمین مکہ کی قسمت کا نیر اقبال بلندی پر ہے، عرب کے ریگستان کا ذرہ ذرہ اس خطہ کی قدر کرنے کے لیئے اُبھر رہا ہے جسکا گوشہ گوشہ ہمہ تن طلوع شہ ہوالا ہے ستارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر محو نظارہ زیب و زینت ہیں زمین نے آغوش تمنا پھیلا دی ہے، جشن طلوع آفتاب رسالت و ہدایت میں آسمان اپنے فرشتوں سمیت سلامی کے لیئے جھک آیا ہے، اسلامی آثار نمایاں ہوئے ہیں ظلمت کفر مٹ رہی ہے، عالم اسلام میں غضب کی چہل پہل ہے، دنیائے کفر میں قیامت کی ہل چل ہے، عالم سفلی کے مسافر تہنیت و مبارکباد پر آمد رسول کے انتظار میں گو دین پھیلائے ہیں کہ شاید گوہر مراد ہاتھ آئے، حب کے عمل جو ابتک بے اثر ثابت ہوتے رہے آج چل جانے پر تیار ہیں اسلیئے کہ محبوب الٰہی کی آمد آمد ہے، نزول آفتاب رسالت سے زمین رشک آسمان بنگئی ہے بادل گھبرا گھبرا کر اُٹھتے ہیں لیکن آسمان کے قریب جاتے ہیں تو زمین کی بہار دیکھکر عرق عرق ہوجاتے ہیں آفتاب نے شرم سے اپنا چہرہ دامن حجاب میں چھپالیا ہے۔ ۱۰ ربیع الاولی کی سترہویں تاریخ ہے چمن اسلام کی آبادی کے ایام ہیں کفر کے اجڑ نیکا زمانہ ہے خوشی کی رات ہے سعید کا دن ہے مسرت کی صبح ہے نور کا تڑکا ہے جبکہ ظلمت شب اپنا دامن سمیٹ رہی تھی اور نور سحر اپنا جادو چلاکر سوتی ہوئی دنیا کو اٹھا رہا تھا عین اُسی وقت ظلمت شرک کا رنگ اڑ رہا تھا اور نور توحید اپنا اعجاز دکھا کر اسلام کے بخت خفتہ کو بیدار کر رہا تھا یعنی محبوب خدا پہلوئے آمنہ سے برآمد ہورہے تھے، حق بلند ہو رہا تھا باطل نہو کر ہیں کہا رہا تھا، آتش کدہ فارس خموش ہوگیا تھا دریائے سادہ خشک ہوگیا تھا، مشام باد صبا میں اس بلا کی قوت آگئی تھی کہ بوے رسالت کو تین تین دن اپنی آغوش میں رکھنے کو تیار تھی بت اوندھے منھ گر رہے تھے قصر کسریٰ کے کنگرے منہدم ہو رہے تھے، قدرت کے خزانے لٹ رہے تھے، دریائے رحمت جوش پر تھا رحمت برس رہی تھی، رحمت کا سایہ تھا رحمت کی ہوائیں تھیں رحمت کی زمین تھی رحمت کا آسمان تھا اہل عالم رحمت رحمت پکار رہے تھے اسلیئے کہ دنیا میں رحمۃ للعالمین تشریف لا رہے تھے،،

محمد وآل محمد کے فضائل و مراتب بوستان عالم میں اسطرح بوے روح پرور بنکر پھیلے کہ کسی شئے کا مشام جاں بھی معطر ہونے سے نہیں رہا اور گلچینان باغ مودت اس عقیدت اور تن دہی کے ساتھ محو فضائل ہوئے کہ اُنکے دل و دماغ صرف نفس فضائل سے بھی ایمانی تازگی اور بالیدگی قبول کرنیکے عادی ہو گئے اور گہرے نتایج و کار آمد نکات سے بے خبر ہونا پڑا، دنیائے اسلام کو اس بات کا چسکا لگ گیا ہے کہ ایک معجزہ سنا اور محبت

کی لہر دوڑ گئی ایک فضیلت گوش زد ہوئی اور ایمانی و روحانی قوت رگ پے میں سرایت کرنے لگی،، ایک بہار یہ واقعہ
کان میں پڑا اور نعرہ درود بھیجکر جنت خرید لی گو یہ عقیدت مندی اور اقبال نوازی اسلام کے لیئے مایۂ ناز و فال
نیک ہے لیکن اگر نظریہ ع بقدر الکد تکتسب المعالی۔ کو پیش نظر رکھا جائے تو سطحی فوائد ذہنی اسرار سے
بدل جائیں اور اپنے استحکام و استقلال کیساتھ دوسروں کے عقائد علی الطرح باطل و بے بود ہوتے نظر آئیں کہ تعبیر ان
الدین عند اللہ الاسلام کی بخیں اور بنیادیں کبھی ہلائے نہ ہلیں،، پیدائش سردار عالم پر آتشکدہ فارس
کا خاموش ہوجانا،، دوسرے دریاے ساوہ کا خشک ہوجانا،، تیسرے ہوا میں ایک غیر معمولی تاثیر پیدا ہوجانا
چوتھے اصنام عرب اور کنگرہاے قصر کسریٰ کا منہدم ہوجانا یہ سب ایسے خوارق ہیں جنکو سنکر ارباب یقین محو وجدان ہوجاتے
ہیں اور ایمانوں میں تازگی آجاتی ہے لیکن اگر انہیں چاروں واقعات کو اہمیت دیجائے اور ایک نتیجہ خیز غور کیا جائے تو یہی
واقعات علاوہ فضائل ہونیکے مفید اور مسکت نتائج بھی نکال سکتے ہیں، ہوسکتا تھا کہ جسوقت بانی اسلام
نے دنیا میں نزول اجلال فرمایا اور محفل ارضی کو انجمن آسمانی بنایا تو دنیائے کفر فنا ہوجاتی اور صفحہ عالم پر جتنے بھی کافر
تھے سب ایکدم ہلاک ہوجاتے مگر ذرا انصاف تو فرمائیے رحمۃ للعالمین کے لیے یہ امتیاز کہاں تک شایان
شان تھا،، لطف اسوقت ہے کہ جب کفر کا بھی استیصال ہوجائے اور شان رحمت بھی بڑھ جائے،، جناب قدس الٰہی
دنیا کی رسّی کو اسکی منتہا تک دراز کرنا چاہتا تھا کیونکہ اگر امت نہوتی تو نبی کے کیا فرائض ہوتے، مقتدی نہ ہوتے
تو مقتدیٰ کی کسکے لیئے ضرورت تھی لامحالہ یہ سلسلۂ آفرینش چلتا اور پھر پیدا ہونے والوں میں کافر بھی ہوتے ایسی
صورت کیوں نہ اختیار کیجائے کہ مخلوق باقی رہے مگر آئندہ کے لیئے اُسکی سرشت میں قبول ایمان کی صلاحیت آجائے
اور نور رسالت اور معجزۂ رحمت میں اسقدر زور پیدا کردیا جائے کہ عناصر اربعہ کلمہ پڑھنے لگیں جنکی ترکیب و ترتیب
کی ہر مخلوق ممنون احسان اور محتاج ہے،، اسی لیئے نور مبین کو پیدا کیا مگر اسقدر زوردار اور رحمۃ للعالمین کو خلق
کیا مگر اتنا پُر بہار، آتشکدہ فارس نے زبان خموشی سے گواہی دی کہ عنصر آتش نے،، دریاے ساوہ نے فنا ہوکر شہادت
دی کہ عنصر آب نے،، ہوا نے بوے رسالت کو تین تین دن مہمان رکھکر گواہی دی کہ عنصر باد نے اور قصر کسریٰ
کے کنگروں اور اصنام عرب نے سجدہ کرکے شہادت دی کہ عنصر خاک نے غرضکہ نور رسالت سے ہر شئے نے ضیا حاصل
کی ہے،، رحمت خدا کا فیض سب نے اٹھایا ہے اور تمام مخلوق کے اجزا و عناصر کی سرشت میں اسلام و ایمان اثر کرگیا
ہے اب ان چاروں کامل اور مکمل شہادتوں کے بعد معاملہ کی شان دوبالا ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ جناب قدس الٰہی
نے قبول حق کی صلاحیت ہر مخلوق میں رکھی ہے اور جو مخلوق اسپر بھی استقبال حق نہ کرے تو وہ متمرد و سرکش ہے،
انسان خدا کی جاہ و اقبال اور شاہکار مخلوق ہے جسکے سر پر تاج شرافت ازل سے زیب دے رہا ہے بلکہ جامہ
اشرفیت ازل سے سجا جاچکا ہے خلقت کی فضیلت نے اسکو پہلے ہی گل سرسبد جمیع مخلوقات بنا دیا ہے اور عبادات

ونباتات اور حیوانات ہی نہیں بلکہ ملائکہ تک اسکے سامنے جبین نیاز خم کر چکے ہیں اسی بنا پر جو قوت انسان پر غالب آجاتی ہے وہ معمولی قوت نہیں ہوتی اور انسان پر تصرّف کر لینا نہیں کہہ سکتے کہ کس طاقت کا کام ہے اگر قدرت کو نور رسالت سے تمام عالم کی نظروں کو خیرہ کر دینا اور اپنے محبوب کے رعب سے مخلوق کا سر جھکا دینا منظور تھا تو ظاہر ہے یہ تھا کہ سب سے اول اقبال و اجلال نوع انسان پر قائم کیا جاتا اور اسی سے اسکے نورانیت وجلالت کا اعتراف و اقرار کرایا جاتا یعنی اعجاز ولادت حبیب خدا سے تمام کفار بیدم ہو جاتے اور یوں کفر برباد ہوتا مگر اسکے برخلاف انسانی دنیا تو مطمئن رہی اور اصنام کی جان پر بنگئی آتشکدہ کے شعلے مدہم پڑگئے ،، دریائے ساوہ کی روانی ختم ہوگئی حقیقت یہ ہے کہ یہ نور ایسا نور تھا کہ جسکو صرف اپنا اقرار کرانا اور اپنی جاہ ومنزلت کی ترقی مدنظر نہ تھی بلکہ معبود برحق کی طرف دعوت دینا بھی اور اُسی کی توحید کا ڈنکا بجوانا تھا یہ ادر بات ہے کہ جس ذات کی وجود کا اسنے یقین دلایا تھا اسنے خود بخود اسکا وقار دنیا کی نظروں میں قائم کر دیا اب اگرچہ انسان کتنا ہی قوی اور زبردست سہی مگر پھر بھی بندہ ہے اور معبود کی طاقت ہمیشہ عبد سے ارفع وبالاتر ہوتی ہے لہٰذا اس مولود کے سبب سے اگر صرف بندوں پر ہی اثر پڑتا تو بات ہی کیا ہوتی لطف جب تھا کہ پیدا ہو بندہ اور ہلاک ہو جائیں دنیا کے معبودان باطل سب جانتے ہیں کہ اصنام کی پرستش کیجاتی تھی، دریائے ساوہ کو دنیا پوجتی تھی آتشکدہ ان کا معبود تھا اگر یہ چیزیں برباد نہ ہو جاتیں تو اس نور کی نورانیت کیونکر ثابت ہو سکتی تھی اور معبود حقیقی کی تحقیق کسطرح ہو سکتی تھی اسی لئے جب درشاہوار رسالت صدف عفت وجلالت سے برآمد ہوئے تو اللہ اکبر کی آواز سے فضائے عالم گونج گئی اور تمام معبودان باطل فنا ہو گئے اور سب کے باطل ہو جانے کے بعد قابل عبادت اور مستحق پرستش رہگیا تو وہی ایک معبود برحق جسکو الست بربکم کہنے کا پورا حق حاصل ہے ،، یہی نکتہ وہ نور کے ٹکڑے میں جنکی چمک دمک سے سارا جہان روشن ہے مگر دنیا کی کساد بازاری نے اُنکو خذف بنا کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے اور یہی وہ آفتاب نما ذرے ہیں جنکے پرتو سے صحن عالم جگمگا اٹھا مگر ہماری ناقدری سے اُنکی بلندی مبدل بہ پستی ہو گئی ہے یہی ہیں وہ سمندر موج قطرے جنکا بار احسان دنیا کے ہر برگ شجر پر ہے مگر ہم نے اُنکو عرب کے ریگستان میں ڈالکر اپنی غفلت سے بالکل بے وجود بنا دیا ہے یہی ہیں وہ بیش بہا موتی جنسے گلوے عقیدت کو زینت دینا چاہیئے مگر ہماری آنکھوں سے اُنکی آبرو بالکل گر گئی یہی وہ عمیق لطیفے ہیں جنمیں معرفت کے بڑے بڑے راز مضمر ہیں مگر ہماری ظاہر نظر نے اُنکو سطحی واقعہ بنا دیا ہے اور یہی ہیں وہ نتیجہ خیز نکتے جن سے توحید، نبوت کے مہتم بالشان اسرار منکشف ہوتے ہیں مگر ہم نے محض معمولی فضائل سمجھکر انسے اپنی قوت فکر کو بالکل بے نیاز بنا لیا ہے ،

سید محمد مجتبیٰ حسن (فقیہ فاضل و غیرہ)

(الصراط)

مسئلہ طینت کا حل

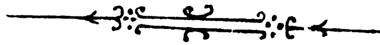
خبیث اور طیب کا امتیاز

کتاب و سنت کی تطبیق

علامۂ اجل اکرم افخم جناب مولانا الشیخ فدا حسین صاحب قبلہ دامت افاداتہم نے مسئلہ طینت اور تفسیر مواقع النجوم اور تعیین و تحقیق اولی الامر کے متعلق تین مضمون ہمارے بعد اصرار ہمارے پاس روانہ کیے تھے چونکہ تینوں مضمون عربی زبان میں تھے جنکا ترجمہ اردو داں پبلک کے لیے نہایت ضروری تھا اور جناب مولانا سے ترجمہ کی فرمائش ممدوح کے ضعف اور اضمحلال کی وجہ سے مناسب نہ تھی لہذا احباب ممدوح سے اجازت لیکر مضامین مذکورہ کا ترجمہ قسطوار حاضر کیا جاتا ہے، افسوس ہے کہ بخوف طوالت اصل عبارت عربیہ اس ترجمہ کے ساتھ پوری پوری درج نہیں ہوسکتی ورنہ آپ کو معلوم ہوجاتا کہ جناب مولانا کی اصل عبارت کتنی دقیق و نازک تھی اور اسکا ترجمہ کسقدر دشوار یا سہل تھا ہمنے اس ترجمہ میں اگرچہ تسہیل مطالب کا بہت خیال رکھا ہے لیکن پھر بھی بعض مقامات پر فہم مطلب میں دقت کا واقع ہونا ناممکن نہیں ہے کیونکہ ابھی تک اصطلاحات علمیہ کے لیے اردو میں الفاظ وضع نہیں ہوے لہذا کسی مقام پر فہم مطلب میں اگر کچھ اُلجھن ہو تو اسکو ٹال دینا مناسب نہیں بلکہ کسی جاننے والے سے اسکا سمجھ لینا ضروری ہے کیونکہ مسئلہ مسائل مشکلہ سے ہے اور حل اسکا استحکام عقائد کے لیے لابدی ہے اور کسی مضمون یا کتاب کا اردو میں آجانا یہ معنی نہیں رکھتا کہ اب تعلم و تفہیم کی ضرورت نہیں ہے ورنہ گورنمنٹ کو اردو مدارس جاری کرنیکی ضرورت نہیں۔

بہرحال مسئلہ طینت اُن مسائل مشکلہ سے ہے جس پر ہمارے علمائے کرام نے مستقل اور متعدد کتب و رسائل تحریر فرمائے ہیں مگر جناب مولانا نے جن مقدمات کو پیش نظر رکھکر اس حدیث کو حل فرمایا ہے اور تحقیقات جدیدہ کا لحاظ فرماتے ہوے جس جدید عنوان سے اس مسئلہ پر خامہ فرسائی فرمائی ہے وہ آپ ہی کی ذات والا صفات سے مخصوص ہے، آپنے اس لائحہ میں مذہب جبر کے ابطال اور مذہب عدل کے اثبات میں پوری کوشش فرماکر یہ بات واضح کردی ہے کہ یہ حدیث مذہب جبریہ کی مؤید نہیں ہے بلکہ عدل باری تعالی کے اسرار عمیقہ اور غوامض انیقہ کی حامل و مثبت ہے اور ضعفاء و جہال کا یہ خیال کہ جیسی ہماری طینت تھی ویسے ہی افعال ہم سے سرزد ہوے اجتناب معاصی اور ارتکاب محاسن ہمارے بس کی بات نہ تھی بالکل غیر صحیح اور مبنی بر جہالت ہے طینت کو ہمارے افعال میں کوئی

دخل نہیں ہے ہم جو کچھ کرتے ہیں اپنے اختیار سے کرتے ہیں اور بمقتضائے عدل اُسی کے موافق جزا یا سزا پائینگے، اس حدیث کے ظاہری مدلول پر بھروسہ کرکے اعمال خیر کے ترک اور اعمال شر کے ارتکاب پر اقدام نہ کرنا چاہیئے بلکہ اُسکے نکات وغوامض پر غور کرکے حقائق عدل باری تعالیٰ کو سمجھ بوجھ کر اوامر ونواہی باریتعالیٰ کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے اور اب ہم اصل ترجمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اُسی سے طالب توفیق ہیں (ناچیز مدیر)



والذین کفروا الی جہنم یحشرون ہ لیمیز اللہ الخبیث من الطیب و یجعل الخبیث بعضہ علی بعض فیرکمہ جمیعًا فیجعلہ فی جہنم اولٰئک ھم الخسرون (سورۃ الانفال آیت ۳۶ و ۳۷)

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ سب جہنم کی طرف ہنکا دیے جائیں گے تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کردے اور ناپاک لوگوں میں سے ایک کو دوسرے پر رکھکر ڈھیر لگادے پھر اُس ڈھیر کو جہنم میں جھونک دے یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں

اس آیہ کریمہ کی تفسیر اس امر کی مقتضی ہے کہ سب سے پہلے ہم ایک ایسا کلام پیش کریں جو چند مقدمات قطعیہ یقینیہ پر متضمن ہو جن سے وہ عظیم وعمیق راز منکشف ہوجائے جو اس آیہ کریمہ میں مضمر ہے اور بجز ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے کوئی اس پر مطلع نہیں ہوا اس لیئے کہ وہی حضرات قرآن ناطق بالحق ہیں اور انھیں پر قرآن نازل ہوا اور وہی وحی خدا کے امین ہیں ہمگون تفسیر جو اُن حضرات نے اس آیہ شریفہ کی فرمائی ہے وہ خود ایسی مشکل ودشوار ودقیق وعمیق ہے جس کی انتہا اور گہرائی تک بجز اُن لوگوں کے جو لطیف ونورانی اور حقائق اشیاء میں اُتر جانے والی عقلوں کے مالک ہیں یا وہ کہ جنھیں رب العزت اپنی وحی والہام سے مخصوص فرمائے اور کوئی نہیں پہونچ سکتا اسلیئے کہ اس سے عام لوگوں کی نظروں میں جن کی عقلیں ضعیف وعلیل ہیں پہلی فکر میں جبر وزبردستی کا وہم ہوتا ہے اور شرح اس کی یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص بالیقین جانتا ہے کہ وہ دو جزوں سے مرکب ہے روح اور جسم اگرچہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی حقیقت بھی اُسکو قطع ویقین کے ساتھ معلوم نہیں اسلیئے وہ اُن اختلافات اور موشگافیوں کو دیکھکر جن کی وجہ سے حکماء موجودین خصوصاً اور اُن کے سابقین اور حکماء یونانیین اور اسلام کے بڑے بڑے نامور متکلمین مختلف شعبوں میں منقسم ہوگئے ہیں اپنے جسم عنصری کی حقیقت کو بھی نہیں جان سکتا کہ وہ کیا ہے مگر اسکے بعد بھی وہ بلاشبہ اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اُس کی روح کی حقیقت اُسکے جسم کی حقیقت سے علیٰحدہ اور اُس سے مختلف ہے پھر جب کہ یہ حال اُس جسم کا ہے جو ہمارے پیش نظر کے سامنے اور ہمارے حواس سے محسوس ہورہا ہے تو روح کی حقیقت کو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں جو نہ ہمارے حواس سے محسوس ہوسکتی ہے نہ ہم اُسکو دیکھ سکتے ہیں

روح مجرد عن المادہ ہے یا کوئی شئے مادی ہے؟ حکماء موجودین اور سابقین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں

مگر اس بحث میں اس باب میں کسی صحیح نتیجہ تک نہیں پہونچ سکے اور میں چونکہ بذات خود فلسفہ جدیدہ وحدانیت کا پابند اور اُسیکا حامی ہوں جسکو انگریزی میں (مونزم) کہتے ہیں اور اُسکے اثبات اور بیان کے لیئے میں نے اپنی "کتاب مذہب عقل" اور دیباچہ تصیدۂ ملامتیہ اہل اللہ کے بعض حواشی مبسوطہ میں اجمالاً خامہ فرسائی کی ہے اور فنون فلسفۂ قدیمہ وجدیدہ میں کامل غور و فکر کے بعد اس باب میں میری رائے اس امر پر مستقر ہوگئی ہے کہ کوئی شئے کائنات اور ممکنات میں سے بامکان خاص مجرد عن المادہ نہیں ہے اور بجز ذات واجب الوجود کے تمامی موجودات حادث ہیں اور انہیں میں نفس انسانی بھی داخل ہے لہٰذا وہ بھی میرے نزدیک مادی ہے مگر اس کی حقیقت جسم کی حقیقت سے متبائن ہے اور مؤید ہمارے قول کی اور مصحح ہماری رائے کی آیہ کریمہ قل الروح من امر ربی ہے

مگر اس رائے پر ایک اشکال ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہم نے یہ اختیار کیا کہ روح از قبیل مادیات ہے تو اُسے کلیات اور غیر کلیات یعنی اُن معارف و علوم کا ادراک کیونکر ہوتا ہے جو مقادیر و کمیات سے منزہ ہیں اس لیئے کہ بظاہر تمام معارف اور کل علوم کی تحلیل امور کلیہ کی طرف ہوتی ہے اور اس بنا پر یہ پورا اشکال ادراک کلیات پر مبنی ہے اور ہم میں سے ہر ایک واقف ہے کہ ہم کلیات کا ادراک کرتے ہیں اور یہی ادراک و نطق وہ فصل ہے جس سے انسان کی ماہیت متقوم ہے بلکہ اہل میزان و منطق کے نزدیک وہی عین ماہیت انسان ہے تو اگر ادراک ان کلیات کا نفس انسان کا انتزاعی فعل ہے تو ضرور ہے کہ یہ کلیات جنکو نفس ادراک کرتا ہے یہ اپنے تشخصات ذاتیہ کی جہت سے بحسب حقیقت جزئیات ہوں نہ کلیات،

یہ تو تقریر اشکال ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ امر کلی بلاشبہ تمام افراد پر بولا جاتا ہے اور اس جہت سے وہ کل افراد سے شکل وصورت اور جنس و نوع میں مشابہ ہے اور اس صفت میں کوئی فرد اُس سے چھٹ نہیں سکتی تو یہ امر کلی جو ان تمام افراد پر بولا جاتا ہے اس جہت سے تو کلی ہے اور اپنے تشخص ذاتی کی جہت سے بلاشبہ جزئی ہے مگر وہ باایں ہمہ کلی حقیقی ہے اور نیز فی حد ذاتہ کلی طبیعی ہے اور اہل میزان و اہل منطق کے نزدیک ثابت ہے کہ کلی طبیعی خارج میں موجود اور ضمن وجود افراد میں محفوظ ہے اب ادراک مقادیر و کمیات کا تو جس طرح نفس انسانی کو بفرض تجرد حاصل ہوتا ہے اُسی طرح بفرض مادیت بھی حاصل ہو سکتا ہے جیسا کہ اپنے مقام پر علم نفس یا علم انسان کی کتابوں میں قرار پا چکا ہے اور ہم اس میں کوئی عقلی خرابی عقل کی راہ سے نہیں پاتے اور ہمارے گمان میں یہی رائے بعینہ حکیم افلاطون الٰہی کی بھی اس موضوع میں تھی جو اُس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یعنی وہ مذہب رب النوع جسے مثل افلاطونیہ کہتے ہیں اور افلاطون کے شاگرد معلم اول ارسطاطالیس نے اس باب میں اپنے استاد کی مخالفت کی اور ارسطاطالیس کے تابعین اور اُن تابعین کے اتباع یعنی مشائین نے فقط اس وجہ سے کہ وہ خارج میں وجود کلیات کو لازم جانتا تھا اُس پر طعن و تشنیع کی اور اُس سے عداوت باندھ لی حالانکہ ہمارے نزدیک یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسکی وجہ سے اُس پر طعن و تشنیع کی جائے، اور منجملہ عجائب یہ ہے کہ اس مسئلہ علمیہ حکمیہ نے انگلستان کے لوگوں میں بھی ایسے جھگڑے اور نزاعیں ڈلوا دیں کہ بسا اوقات قرون وسطیٰ میں جو اس زمانہ میں

قرون مظلمہ کہلاتے ہیں خونریزی اور جنگ وجدال اور ہلاکت نفوس تک نوبت پہونچگئی جیساکہ مؤرخ ادیب فاضل "دزرادائیلی"، والد وزیر اعظم مد لارڈ بیکنس فیلڈ" وزیر اعظم دولت برطانیہ نے اپنی مشہور کتاب "دکیورایسیا زمیس آف لٹریچر"، میں اسکی طرف اشارہ کیاہے میںنے زمانہ سابق میں اس کتاب کو دیکھا اور پڑھا تھا مگر اب وہ میرے پاس موجود نہیں ہو وجہ اس سب کی یہ تھی کہ بلاد انگلستان میں دو گروہ پیدا ہو گئے تھے ایک گروہ مسارت النوع میں قول افلاطون کا بعینہ قائل تھا اور دوسرا گروہ ارسطاطالیس کا پیرو تھا اور مثل افلاطونیہ کا منکر تھا اور انکار بھی ایسا شدید جس نے اُن زمانوں میں ان لڑائیوں اور جھگڑوں تک نوبت پہونچادی اور میرے نزدیک اس باب میں افلاطون ہی کا قول ٹھیک تھا اور وہی حق پر تھا اور ارسطاطالیس غلطی پر تھا،

بہرحال اتنی بات یقینی ہے کہ روح کی حقیقت جسم سے مختلف ہو اور وہی جسمانی عمل کا آلہ ہو مگر ہمیں قطع ویقین کے ساتھ نفس و بدن کے علاقہ کی کیفیت معلوم نہیں اور یہ علم بھی صرف اجمالی ہے تفصیل سے کچھ نہیں کہہ سکتے اگرچہ جستجو حکمت نے بہت سے حجاب درمیان ہمارے سامنے سے ہٹا دیے جو اس زمانہ کے قبل ہمارے سامنے پڑے ہوے تھے اور بہت سے امور واسرار ہم پر واضح ہوگئے اور بہت سے احادیث واخبار جو حضرات ائمہ اطہار صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے منقول ہیں ہماری سمجھ میں آگئے مگر روح کی حقیقت اور اسکے جسمانی علاقہ کی کیفیت کو ہم نہ سمجھ سکے اور جب یہ باتیں آپ پر واضح ہوگئیں تو اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان ائمہ علیہم السلام نے جو باتیں حالات عالم مبدء ومعاد کے متعلق ہمکو بتلائی ہیں انہیں سے ایک بات یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جسموں کی پیدائش سے بہت پیشتر صرف بندوں کی روحوں کو پیدا کیا اور اُن سے اسی عالم ارواح میں جسکو عالم ذر سے تعبیر کرتے ہیں اپنی الوہیت وتوحید اور اپنے انبیاء کی نبوت بالخصوص جناب خاتم النبیین کی رسالت اور انکے بارہ خلفاء اور اوصیاء کی ولایت اور اسکے علاوہ دیگر اصول دین اور معارف حقہ کا اقرار لیا جس نے ہمیں سے ان امور کا اقرار کیا اسکو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایمان داروں اور اطاعت کرنے والوں کی جماعت میں داخل کیا اور جس نے اس سے انکار کیا اوسکو کافروں اور باغیوں اور طاغیوں کے زمرہ میں داخل فرمایا مگر ہمیں اسکی تفصیلی علم کی تکلیف نہیں دی کیونکہ اس عالم کے تفاصیل کا علم حاصل کرنے کی ہمیں حاجت نہتھی لہذا ہمارا علم اجمالی ہی اسکی نزدیک کافی ہوگیا مگر امر طاعت ومعصیت علم اخلاق کے دقائق اور حکمت علمیہ کے مہمات میں سے ایک باریک و نازک مسئلہ ہے جب انسان اسمیں اچھی طرح سوچ بچار کریگا اور اسکی حقیقت میں بخوبی تام غور کریگا تو یہ غور وفکر اسکو چند مقدمات قطعیہ اور مسائل یقینیہ تک پہونچادیگی جنکا انکار اسے جائز نہ ہوگا اور جنمیں شک کی گنجائش نہ ہوسکے گی اور انھیں پیش نظر رکھنے کے بعد جن باتوں کی طرف وہ دلالت کرینگے انمیں بھی شبہ نہ کرسکے گا، انھیں پر اس آیۂ کریمہ کے معنوں کا سمجھنا موقوف ہوگا جسکے حل اور تفسیر کے لیے ہمنے ابتدا کلام کیا ہے اس لیے کہ یہ آیۂ کریمہ عدل باریتعالیٰ کے پوشیدہ اسرار کے عجائب اور اس کی حکمت اور بروز حشر اسکے انصاف

بین العباد کا عجیب ترین بھید ہو اور ذیل کے چند مقدمات ہیں جنکے بیان کا ہم ارادہ کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو شخص اُن میں اعتبار سے نظر کرے اُس کے قلب میں انہیں ثابت و مستقر کر دیں،

پہلا مقدمہ

ہم قطع و یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عز اسمہ اپنے بندوں کے اعمال و افعال سے اُن کی روحوں اور جسموں کے پیدا کرنے کے قبل اپنے علم ازلی سے بایں تفصیل واقف و آگاہ تھا کہ وہ ایسے ایسے افعال کرینگے اور فلاں وقت اور فلاں زمانہ میں فلاں دن کرینگے اور باریتعالیٰ کا یہ علم ان افعال کے واقع ہونے کی علت نہیں ہو بایں معنی کہ وہ ان افعال کے واقع کرنے پر اس جہت سے مجبور نہ تھے کہ اُن کا علم ازل الآزال میں پہلے سے ہو چکا ہے بلکہ جو کچھ انھوں نے کیا وہ اپنے اختیار سے کیا اور دونوں سمتوں میں سے جس ایک سمت کو اختیار کیا اُسے دیکھ بھال کر اختیار کیا اب یہ انتخاب اُن کا برا ہو خواہ اچھا اسلئے کہ بندہ فاعل مختار ہے اور باری تعالیٰ کے علم کو اُن افعال کے صادر ہونے میں عقلی حجت اور برہانی نظر سے کچھ دخل نہیں ہو اور یہ مسئلہ علم کلام میں طے ہو چکا ہے یہاں اُسکے بیان کی احتیاج نہیں ہو۔

دوسرا مقدمہ

جو معصیت انسان سے صادر ہوتی ہو اُسکی دو ہی قسمیں ہیں ایک وہ کہ جسکے ظہور و صدور کا باعث خواہش نفس اور اُس کی لذت یابی کا شوق ہو اور انسان اُسکے غلبہ شدید اور ہیجان سے مغلوب ہو کر اُس گناہ کا مرتکب ہو دوسرے وہ کہ جسکا ظہور نفس کی خواہشوں اور لذتوں سے نہ ہو بلکہ پاک پروردگار کے حکم کی مخالفت اور امر الٰہی کی ضد میں صرف نفس کی سرکشی و طغیان سے جان بوجھ کر اُس گناہ کا ارتکاب کرے اور یہ گناہ بے لذت معصیت عظیمہ ہے جس میں خواہش نفس کا لگاؤ نہیں ہو لہذا بغاوت و طغیان کے علاوہ اور کوئی سبب اُسکے ظہور کا نہیں ہو

قسم اول چونکہ ایک محدود معصیت ہے جو محدود زمانہ میں ہوتی ہو اور بہی محدود زمانہ خواہش کے پورا ہو جانے اور لذت کے فنا ہو جانے کا ہے اور یہ سب متناہی اور محدود چیزیں ہیں لہذا ضرور ہے کہ اسکی سزا اور عذاب بھی بروز قیامت محدود وقت اور زمانہ میں ختم ہو جائے اور یہی عین مقتضاء باریتعالیٰ کے عدل کا اپنے بندوں میں ہو اب رہی دوسری قسم تو معلوم ہو کہ وہ ایک ایسی شئے ہے جو محدود زمانہ اور وقت یا گنتی کے چند دنوں سے متعلق نہیں ہو لہذا عذاب بھی اُسکا وقت اور زمانہ محدود سے متعلق نہ ہونا چاہیئے بلکہ اس عذاب کے وقت اور زمانہ کا نامتناہی اور غیر محدود ہونا ہی سزاوار ہے اس لیئے کہ نفس معصیت متناہی وقت میں نہ تھی یہی حکم عقل کا ہے اور یہی عین مقتضاء عدل کا ہو

جس کا عکس ذات واجب جل جلالہ سے ممتنع ہے اور یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفت خدائے پاک و برتر کی عقائد حقہ کا اعتقاد کرنے میں نفی حقیقت کھلی ہوئی بغاوت اور خدائے پاک کی طاعت سے سرتابی اور اس کی جناب میں ناقابل عفو تقصیر ہے اور جو شخص ایسی معصیت کا مرتکب ہو ون بحکم عقل اسی کا مستحق ہے کہ ہمیشہ آتش جہنم میں مبتلائے عذاب رہے اور دوام و خلود اس کا آتش جہنم میں دلیل عقل عقلی ہے جسکا خلاف خدائے عزوجل سے ممتنع ہے

تیسرا مقدمہ

اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ اگر خداوند عالم اپنے سب نیک و بد (عالم ذر و ارواح میں اقرار اور انکار کرنے والے) بندوں کو ایک ہی ماں سے پیدا کرتا جو خباثت اور پاکیزگی میں ایک ہی کیفیت کے ہوتے یعنی فقط خبیث ماں سے یا فقط پاکیزہ ماں سے تو یہ اس کی عدالت نہ تھی جیسا کہ دلیل عقلی شہادت دے رہی ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ ماں خبیثہ ابرار کے لائق نہیں ہے اور ماں پاکیزہ اس قابل نہیں ہے کہ اس سے اشرار پیدا کیے جائیں لہذا ضرور ہوا کہ گنہگاروں و شریروں کی خلقت ماں خبیثہ سے اور ابرار و اخیار کی خلقت ماں پاک و پاکیزہ سے ہو کیونکہ ہم ضرورۃً جانتے ہیں کہ اس عالم وجود میں پاک و پاکیزہ اور نورانی ماں بھی ہے اور خبیث و بدبو اور نجس مادہ بھی مگر عقل تجویز نہیں کرتی کہ پہلے ماں سے کافر پیدا کیے جائیں اور دوسرے سے ابرار و اخیار اور اسی کو خلاف حکم کہا جاتا ہے جو باریتعالی سے ممتنع ہے لہذا ضرور ہے کہ یہ سواد جو عالم وجود میں خبیث و پاکیزگی میں ایک ہی صفت پر نہ ہو بلکہ بعض پاکیزہ و نورانی ہوں اور بعض خبیث و نجس پہلے سے ابرار و اخیار پیدا کیے جائیں اور دوسرے سے اشرار و کفار،

چوتھا مقدمہ

اور نیز اس میں بھی شک نہیں ہے کہ باری تعالیٰ کا اپنے بندوں کو دو مختلف یعنی پاک طاہر اور خبیث و نجس مادوں سے پیدا کرنا جبر اور زبردستی کے قول کو لازم نہیں قرار دیتا اسواسطے کہ تمام افعال اُن کے صرف اُنکے اختیار سے صادر ہوتے ہیں نہ اضطرار و مجبوری سے خواہ وہ اچھی بات اختیار کریں خواہ بری اور نفس ان کا اعمال صالحہ کے اختیار کرنے کی خوبی یا اعمال قبیحہ کے اختیار کرنے کی بدی میں کوئی دخل نہیں ہے،

پانچواں مقدمہ

خدائے پاک کی عدالت تھی کہ اُس نے نفوس قدسیہ کو محض نورانی اور پاک ماں سے پیدا کیا کیونکہ اگر فرض کیا جائے کہ اُس پاکیزہ مادہ میں خبیث اور بدبو اور تاریک ماں شامل ہو گیا اور معلوم ہے کہ علم باریتعالی میں گذر چکا

ہے کہ وہ معصوم ہوں گے کوئی گناہ اُن سے صادر نہ ہوگا اور باوجود اس علم کے کوئی شئے اُن حضرات سے اسکے خلاف صادر ہو تو علم الٰہی جہل سے بدل جائے گا اور یہ باریتعالی کے لیے ممتنع ہے، لہذا معلوم ہوا کہ پیدا کرنا اُن کا محض نورانی مادہ سے عین اصلح اور عین عدل تھا اور اسی طرح پیدا کرنا شریروں کا محض کثیف وخبیث وتاریک مادہ سے عین اصلح اور عین عدل باریتعالی تھا،

چھٹا مقدمہ

اور اس میں بھی شک نہیں کہ نفوس قدسیہ کے علاوہ بیاں کچھ اور نفوس بھی ہیں جنمیں جذبۂ خیر بہ نسبت جذبۂ شر کے زائد اور غالب ہے اور علم باریتعالی میں گذر چکا ہے کہ ان نفوس سے اعمال غیر صالحہ مثل گناہان کبیرہ ومہلکہ او بعض گناہان صغیرہ کے صادر ہوں گے اگرچہ اعمال صالحہ اُن سے زیادہ تر صادر ہوں گے لہذا باریتعالی کی عدالت یہ تھی کہ اُن کے نورانی مادہ میں کچھ اجزا اُس خبیث وتاریک مادہ کے بھی شامل کردے تاکہ اصلح کی مخالفت اور ترک عدالت اور فعل عبث لازم نہ آئے

ساتواں مقدمہ

ہمیں یقین ہے کہ روز قیامت روز جزا ہے تو جن کی بابت علم الٰہی میں گذر چکا ہے کہ وہ اہل نجاۃ اور اہل جنت میں سے ہیں اور وہ اُنکے اعمال بد سے درگذر کریگا اور یہ بھی معلوم ہے کہ ان اُنکا وجود دو جزوں سے مرکب ہے ایک خبیث دوسرا طیب اور مادہ خبیثہ داخل جنت نہیں ہوسکتا، لہذا ضرور ہے کہ اس مادہ خبیثہ کو اُن سے الگ کرکے اس مادہ طیبہ نورانیہ سے ممتاز کردے اور اسیطرح اُس مادہ نورانیہ پاکیزہ کو بھی مادہ خبیثہ سے جدا کرے جو اُن کافروں اور شریروں اور ناصبیوں کے جسموں میں پایا جاتا ہے جن سے بسا اوقات نیک لوگوں کے افعال صادر ہوجاتے ہیں جیسا کہ شب وروز ہمارے تجربہ اور مشاہدہ میں آیا کرتا ہے اور دلیل ہماری اس رائے کی صحت پر یہ ہے کہ ہم جب اس خبیث وبدبو اور تاریک مادہ کے حال میں غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر کچھ یقینی چیزیں ہیں جنکے انکار کی کسی میں قدرت نہیں ہے اول یہ کہ مومنین کے بدن دو مختلف مادوں سے مرکب ہیں خبیث اور طیب اور یہ نظریہ ناقابل انکار ہے دوسرے یہ کہ علاحدہ ہونا اس مواد کا ابرار واخیار کے جسموں سے بحکم خدائے واحد عادل تمام ضرور ہے کیونکہ یہ نفوس ناجیہ جب مع اپنے جسموں کے داخل جنت ہوں گے تو اُس مادہ خبیثہ کا کیا حال ہوگا جو اُن کے نوری بدن میں مخلوط ہے وہ اُن بدنوں کے ساتھ داخل جنت ہوگا یا نہیں؟ جواب اسکا صورت اثبات میں ناممکن ہے اس لیے کہ یہ مادہ خبیثہ ہے جو جنت میں داخل ہونیکا حقدار نہیں ہے اور اگر

داخل جنت ہو جائے تو یہ وضع الشئی فی غیر محلہ ہے جو ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ سے محال (وجو عدل اسکی جانب سے (عقلاً) واجب ہے) اسکی ضد کیونکہ جنت ایک طیب مقام اور طیبین کا مکان ہے۔ اور جو کچھ اسمیں ہو وہ سب طیب ہے لہذا اسمیں نہ خبیث کا داخل کرنا اگرچہ وہ ان بحث ہو کیونکہ حال جنت کے لائق ہوگا اور جب لائق حال جنت نہ ہوا تو بالضرور وضع الشئی فی غیر محلہ ہوگا اور وہ بلا شبہ ظلم و قبیح اور فعل عبث ہوگا لہذا ثابت ہوا کہ وہ تمام خبیث مادوں کے ساتھ آتش جہنم میں داخل کیا جائیگا اور یہی معنی ہیں قول باریتعالیٰ کے لیمیز اللہ الخبیث من الطیب ویجعل الخبیث بعضہ فوق بعض الخ کے اور علاوہ اسکے ان خبیثہ خبیث ہی مادہ کے ساتھ ملادیے جائینگے کا حق دار ہو اسواسطے کہ وہ اسکا ہم جنس ہے اور بحسب فطرۃ ہر جنس اپنی جنس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے اور مادہ نوریہ اسکی جنس سے نہیں ہو لہذا مقام اسکا جنت میں ہوگا اور اسی مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ مادہ نوریکا اسکی ضد سے جدا کردینا واجب ہے اور مزید تشریح و توضیح آئندہ مقدمہ میں ملاحظہ ہو،

آٹھواں مقدمہ

جب ہم بندوں کے اعمال پر نظر کرتے ہیں اور غور کرتے ہیں کہ یہ اعمال اُن سے کیونکر صادر ہوتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسان اگرچہ بنفسہ فاعل مختار ہے اور ان افعال کے صدور میں در اصل مجبور نہیں ہو مگر پھر بھی کلیتہً ایسا نہیں ہو بایں معنی کہ وہ خود پورا پورا مختار نہیں ہو بلکہ دیگر افراد انسان کو بھی اسکے افعال کے صدور میں باہمی بسر برد اور میل جول کی جہت سے بہت کچھ دخل ہے اس لیئے کہ اکثر اوقات انسان اپنے ساتھیوں کے سے اعمال پر مجبور ہوجاتا ہے کبھی اُن افعال کو اچھا سمجھکر کبھی اُن کی پیروی کے ترک میں ملامت کا خوف کرکے کبھی اس خیال سے کہ اگر انکی پیروی نہ کریگا تو ضرر پہونچ جائے گا، اور انکے علاوہ اور بھی بہت سے وجوہ انکی پیروی کے ہیں جنکا حصر بلحاظ حالات بسر برد اور میل جول کے نہیں ہو سکتا اور یہ لوگوں کے حالات کے مشاہدہ اور تجربہ سے واضح ہے اور اس موضوع میں نظر کرنے کے لیئے کئی وجہیں غور کرنے کی ضرورت ہیں:۔

پہلی وجہ وہی میل جول اور باہمی بسر برد اور صحبت ہو جس کی طرف ہمنے اشارہ کیا ہے جسکا انکار روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربہ سے کوئی شخص نہیں کرسکتا دوسری وجہ ارث و توارث اور باپ دادا کی تقلید و پیروی ہے اس لیئے کہ انسان اکثر اوقات انکی تقلید میں ویسے ہی اعمال و رسوم بجالانے پر مجبور ہوجاتا ہے جنکی بنیاد کو وہ لوگ قائم کرگئے ہیں اور جنھیں ایجاد کرکے اپنی اولاد کو انپر اور انھیں جیسے اعمال پر عمل کرنے کا عادی بنا گئے ہیں اب اگر یہ اعمال و رسوم برے اور قبیح ہیں تو اُن کا گناہ اور انپر عمل کرنے والوں کا گناہ اُن کے باپ دادا پر ہے اور اگر اچھے ہیں تو انکا ثواب اور جزائے نیک بھی انھیں کے لیئے ہے اور یہی معنی ہیں قول آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ کے من سن فی الاسلام

سنۃ فعلیہ اجرہا واجر من عمل بہا الی یوم القیمۃ فان کانت تلک السنۃ حسنۃ انتفع بہا اہلہ و ولدہ وان کانت سیئۃ تضرہا لسنۃ الی اخر الدھر) جو شخص اسلام میں کوئی طریقہ جاری کرے اسکا اجر اور اُس پر عمل کرنے والے کا اجر قیامت تک اُسی شخص کے لیئے ہے پھر اگر یہ طریقہ اچھا ہو گا تو اس سے اسکا خاندان اور اسکی اولاد نفع پائیگی اور اگر وہ طریقہ برا ہوگا تو اُس کی نسل آخر زمانہ تک اُس سے نقصان اُٹھاتی رہیگی اور یہ بھی انسان کے حالات اور اُن فقرا کے کوائف میں جو ذلیل و فقیر ہو جاتے ہیں مشاہدہ اور تجربہ میں آچکا ہے اور بسا اوقات یہ نسل ان اسلاف و آبا کی پیروی میں جنھوں نے ان بد طریقوں اور رسموں کو ایجاد و اختراع اور اپنے پسماندوں اور کنبہ والوں کے لیئے جاری کیا تھا ہلاک و فنا ہو جاتی ہے اور یہ بات بھی ناقابل انکار اور ناقابل شک ہے اور یہی راز باری تعالےٰ کے اس قول کا ہے "من قتل نفسًا فکانما قتل الناس جمیعًا ومن احیاھا فکانما احیی الناس جمیعًا (سورہ ۵ آیت ۳۲) جس شخص نے ایک نفس کو قتل کیا تو گویا اُس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے ایک نفس کو بچا لیا تو گویا اُس نے تمام لوگوں کو بچا لیا، اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ نوع انسان میں سے ایک فرد واحد اپنے عمل بد سے کل افراد کو فاسد اور آخر زمانہ دنیا تک سب کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہی،

ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ انسان اگرچہ فاعل مختار ہے مگر خود پورا پورا مختار نہیں ہے بلکہ دوسرونکے اعمال و افعال کو بھی اسکے اعمال و افعال میں بڑا دخل ہوا کرتا ہیں سے واضح ہوتا ہے راز اُس حدیث صحیح کا جو حضرات معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے "لاجبر ولا تفویض بل امر بین الامرین" نہ جبر ہے نہ تفویض بلکہ ایک امر ان دونوں امروں کے درمیان ہی،

تیسری وجہ جس سے انسان اپنے اعمال و افعال میں متاثر ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کے اعمال کی پیروی کرتا ہے وہ سابق کی دونوں صورتوں کے علاوہ ہے اور وہ صورت تاثیرات و تاثیرات روحانیہ کی ہے اور بیان اسکا اور شرح اُسکی یہ ہے کہ جب ہم نے اسرار ارواح میں غور کیا جو مرنے کے بعد بدنوں سے جدا ہو جاتی ہیں تو معلوم ہوا کہ ارواح بعد موت ابدان کے زندہ لوگوں کے نفوس میں تصرف و تاثیر کرتی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ بڑے بڑے اعمال و افعال کے مرتکب ہوتے ہیں جو ان مردوں کی روحیں اُنکے دلوں میں ڈالدیتی ہیں خواہ وہ روحیں نیک ہوں خواہ بد، پاکیزہ ہوں یا خبیث اور یہ بھی علم ارواح یا علم اسرار ارواح میں جسے انگریزی زبان میں ٹیلیپیتھی کہتے ہیں مشاہدہ اور تجربہ میں آچکا ہے، اس علم کو اہل فرنگ کے حکمار موجودین نے ایجاد کیا ہے اور جو عجائب اس علم میں مقرر ہیں وہ مشاہدہ اور تجربہ میں آچکے ہیں کوئی شخص انکا انکار یا اُنمیں شک نہیں کرسکتا اس لیئے کہ وہ ہر روز اور ہر شب ہمارے مشاہدہ اور تجربہ میں آیا کرتے ہیں، اس علم کے علمانے ایک انجمن قائم کی ہے جس کی ممبر وہ مشہور و معروف حکمار فلاسفہ مادیین ہیں جو بعد موت بقار روح کے منکر تھے جیسے ڈاکٹر آلیور لاج اور ... ولیم کروکس" "ذولنر"،

وغیرہ وغیرہ یہ حکماان عجائب روحانیہ کو دیکھکر اپنے مذہب اور عقائد سابق سے پلٹ گئے اور موت کے بعد روح کی بقا اور اسکے اعمال عجیبہ اور اسکی خارق عادت قوت اور اس سے ان افعال عجیبہ کے صدور کے قائل ہو گئے جسکو عوام اور جہال کرامات سے تعبیر کرتے ہیں

میری رائے میں یہ فن اگرچہ ایک جدید فن اور علم جدید اور حکمت جدیدہ اہل فرنگ کے اختراعات سے ہے مگر بالکل قرآن عزیز کے سورۂ ناس میں منصوص ہے چنانچہ خدائے تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس — کہو اے رسول کہ پناہ مانگتا ہوں میں لوگوں کے پروردگار سے

من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی — لوگوں کے مالک سے لوگوں کے معبود سے شر سے وسواس

صدور الناس من الجنۃ والناس — خناس کے جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں جنوں اور آدمیوں میں سے

ان آیات کریمہ میں من الجنۃ والناس لفظ وسواس سے متعلق ہے صدور الناس سے متعلق نہیں جیسا کہ بعض احمق مفسرین نے گمان کیا ہے اور مطلب یہ ہو کہ میں شیاطین جن و انس کے وسوسہ ڈالنے سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالا کرتے ہیں نہ یہ کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے سے پناہ مانگتا ہوں جو ناس یعنی جنوں اور انسانوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالا کرتا ہے اسواسطے کہ اس صورت میں ناس یا صدور ناس کی دو قسمیں ہو جائینگی جن اور ناس اور واضح ہے کہ ناس کی ایک قسم جن اور دوسری قسم خود ناس نہیں ہو سکتی کیونکہ قسم اور قسیم متحد نہیں ہو سکتے لہذا واضح ہو گیا کہ من الجنۃ والناس" وسواس الخناس" سے متعلق ہے اور معلوم ہے کہ وسواس خناس ہی شیطان ہے اور جس طرح نوع جن میں پایا جاتا ہے اسی طرح نوع انسان میں بھی ہوتا ہے اور جس طرح وہ نوع جن کو بہکاتا اور گمراہ کرتا ہے اسی طرح انسان کو بھی بہکاتا اور گمراہ کرتا ہے اور لفظ یوسوس اس آیہ کریمہ میں ایک خاص لفظ ہے جسمیں نہایت غور و تامل کی ضرورت ہے اسواسطے کہ وسوسہ وہ شئے ہے جو صدور (سینوں) ہی سے تعلق رکھتا ہے اور یہی صورت تاثیرات و تاثرات روحانیہ کی ہے کیونکہ شیاطین انس لوگوں کو اسیوقت تک بہکا سکتے ہیں جبوقت تک وہ قید حیواۃ میں ہیں مگر وسوسہ کے طور پر نہیں اسواسطے کہ وہ حالت حیواۃ میں نا ممکن ہے بلکہ انکا گمراہ کرنا بہکانا باہمی میل جول اور صحبت کے ذریعہ سے ہوتا ہے دلوں میں وسوسہ پیدا کرنے کے طریقہ پر نہیں ہوتا مگر صناعت حکمت روحانیہ میں جسے انگریزی میں لسپریچولزم کہتے ہیں مقرر ہو چکا ہے کہ خبیث روحیں مرنے کے بعد زندوں کی روحوں اور بدنوں میں اسیطرح تصرف کرتی ہیں جس طرح حالت حیوۃ میں تصرف کرتی تھیں اور میرے نزدیک یہ آیہ کریمہ حکمت روحانیہ کی صحت پر نص صریح ہے علاوہ اسکے کہ لفظ خناس اس آیہ کریمہ میں ہمارے قول کی تائید کرتا ہے اسواسطے کہ خناس کے معنی نظروں سے پوشیدہ کے ہیں اور معلوم ہے کہ زندہ لوگ نظروں سے پوشیدہ نہیں ہوتے لہذا ضرور ہے کہ اس مقام پر ناس سے ان کی وہ خبیث روحیں مراد ہوں جو

جو اُن کے بدنوں سے جدا ہو کر اس دنیا سے اُس دنیا کی طرف منتقل ہو چکی ہیں مگر ہم انکو بھی محال نہیں جانتے کہ عالم وجود میں ایسے زندہ لوگ بھی ہیں جو دوسرے لوگوں کے دلوں اور سینوں میں حال حیوٰۃ دنیاوی میں تصرف کرتے ہوں جیسا کہ حکما موجودین کے بعض تجربہ اسکے شاہد ہیں اور جہاں تک مجکو علم ہے حکیم فاضل ادرھل نے اپنی کتابوں میں اُسکی تصریح کی ہے اور جو کتابیں اُن حکماء نے اس موضوع میں تالیف کی ہیں اُن سے بھی یہی کشف ہوتا ہے اگرچہ بہت اذ قلیل اور شدید مشقتوں کے تحمل اور اعمال شاقہ کی زحمت کشی کا مقتضی ہے جنکو انسان سہولت سے ادا نہیں کر سکتا بلکہ دشوار اعمال کا مقتضی ہے اور جب یہ امور واضح ہو چکے تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ آیۂ کریمہ سورۂ ناس کی جس سے ہمنے استشہاد کیا ہے خود ایک معجزۂ عظیمہ مستقلہ حکمیہ اور عجائب معجزات قرآن عزیز سے ہے اور عقل کی نعمت عطا کرنے والے کے لیئے بے انتہا حمد ہے،

یہی وہ آٹھ مقدمہ تھے جنکا بیان مقدم تھا جب یہ اذہان و قلوب میں مقرر و مستقر ہو گئے اور بطور قطع و یقین ہو گیا تو اب ہم پر باریتعالی کے قول والذین کفروا الی جھنم یحشرون کی تفسیر سہل ہو گئی بشرطیکہ ہم اُن اولیائے عصمت کے احادیث میں جو وحی خدا کے امین ہیں حریصانہ تلاش کریں کیونکہ ان حضرات نے اسکے بعض اسرار کو اُس حدیث میں بیان کر دیا ہے جسے ہمارے علما میں سے شیخ ثقہ امام حجت مولی محسن بن مرتضی کاشانی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب وافی شرح کافی میں بعض مشائخ اعلام سے جو ائمہ حدیث شیعیان کرام سے تھے اس طرح نقل فرمایا ہے اور یہ اُسکے الفاظ شریفہ ہیں جو بعینہ نقل کیے جاتے ہیں:۔

وقد اطلعت علی حدیث مبسوط فی الطینیات وبدء الخلائق جامع الکثر مقاصدھا تابی نفسی الا ایرادہ فی ھذا الباب وھو ما رواہ بعض مشائخنا عن احمد بن محمد الکوفی عن حنان بن سدیر عن ابیہ سدیر الصیرفی عن ابی اسحاق اللیثی قال قلت للامام الباقر محمد بن علی علیھما السلام یا ابن رسول اللہ اخبرنی عن المومن من شیعۃ امیر المومنین صلوات اللہ علیہ اذا بلغ وکمل فی المعرفۃ ھل یزنی قال لا قلت فیلوط قال لا قلت فیسرق قال لا قلت	اور میں حالات طینت اور ابتدائے خلقت خلائق میں ایک مفصل حدیث پر مطلع ہوا جو اسکے اکثر مقاصد کی جامع ہے میرے جی نے نہ مانا کہ میں اُسی امر متعلم پر ذکر کروں اور وہ روایت وہ ہے جسے ہمارے بعض مشائخ نے احمد بن محمد کوفی سے حنان بن سدیر سے اُنکے اپنے باپ سدیر صرافی سے ابو اسحاق لیثی سے روایت کیا ہے ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ مجھے شیعیان امیر المومنین صلوۃ اللہ علیہ میں ایک مومن کے حال سے مطلع کیجیے کہ جب وہ حد رسیدہ اور کامل المعرفت ہو جائے تو کیا وہ زنا کرے گا فرمایا نہیں عرض کیا میں نے کہ لواطہ

فیشرب خمراً قال لا قلت فیذنب ذنباً
قال لا قال الراوی فتحیرت من ذلک فی
ذلک وکثر تعجبی منہ قلت یا ابن رسول اللہ
انی اجد من شیعۃ امیر المومنین علی
علیہ السلام ومن موالیکم من یشرب
الخمر ویاکل الربوا ویزنی ویلوط ویتہاون
بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصوم والحج والجہاد
وابواب البر حتی ان اتاہ اخاہ المؤمن
یاتیہ فی حاجۃ یسیرۃ فلا یقضیہا لہ فکیف
ہذا یا ابن رسول اللہ وانی اجد الناصب
الذی لا اشک فی کفرہ یتورع عن ہذہ
الاشیاء لا یستحل الخمر ولا یستحل درہما
لمسلم ولا یتہاون بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصیام
والحج والجہاد ویقوم بحوائج المومنین و
المسلمین للہ وفی اللہ تعالیٰ فکیف ہذا او
لم ہذا،

فقال علیہ السلام یا ابراہیم لہذا
الامر باطن وہو سر مکنون وباب مغلق
مخزون وقد خفی علیک وعلی کثیر من
امثالک واصحابک وان اللہ عزوجل
لم یاذن ان یخرج سرہ وغیبہ الا الی من
یحتملہ وہو اہلہ قلت یا ابن رسول اللہ انی
لمحتمل من اسرارکم ولست بمعاند ولا ناصب
فقال علیہ السلام یا ابراہیم نعم انت لذلک
ولکن علمنا صعب مستصعب لا یحتملہ الا

کرے گا فرمایا نہیں عرض کیا میں نے کہ چوری کرے گا
فرمایا نہیں عرض کیا میں نے کہ زنا کرے گا؟ فرمایا نہیں عرض کی میں نے کہ اور
کوئی گناہ کرے گا فرمایا نہیں، راوی لکھتا ہے کہ میں
اس باب میں متحیر ہو گیا اور میرا تعجب اس ارشاد سے بڑھ گیا میں نے
عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ میں شیعیان امیر المومنینؑ اور آپ کے
دوستوں میں ایسے شخص کو بھی پاتا ہوں جو شراب پیتا ہے اور زنا کرتا ہے
اور لواطہ کرتا ہے اور نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج اور جہاد اور امور
خیر میں سستی کرتا ہے یہانتک کہ اگر اسکا برادر مومن اسکے پاس کوئی خفیف
سی حاجت لیکر آتا ہے تو اسکو بھی روا نہیں کرتا اے فرزند رسول اکرم
کیا بات ہے اور اس ناصبی سے بھی واقف ہوں جسکے کفر میں
مجھے شک نہیں ہے وہ ان چیزوں سے بچتا ہے نہ وہ شراب
کو حلال جانتا ہے اور نہ کسی مسلمان کے ایک درہم کو
حلال جانتا ہے اور نہ نماز اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اور
جہاد میں سستی کرتا ہے مومنین اور مسلمین کی حاجت برآری کے
لئے للہ و فی اللہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے، آخر یہ کیا بات ہے اور
کیوں ہے؟

یہ سنکر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم اس امر
ظاہر کے لئے ایک باطن ہے اور ایک پوشیدہ راز اور
ایک چھپا ہوا بند دروازہ ہے جو تم سے اور تمہارے
ایسے لوگوں سے اور تمہارے ساتھیوں سے مخفی ہے اور
خدائے عزوجل نے کسی سے اپنے راز اور غیب کے ظاہر کرنے
کی اجازت نہیں دی بجز ان لوگوں کے جو اسکے اہل ہوں
میں نے عرض کی کہ خدا کی قسم اے فرزند رسول میں آپ کے رازوں کا متحمل
ہوں اور معاند اور ناصب نہیں ہوں یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے
ابراہیم ہاں تم ایسے ہی ہو لیکن علم ہمارا سخت اور دشوار ہے کہ

ملك مقرب او نبی مرسل او مومن
امتحن الله قلبه للایمان وان التقیة
من دیننا ودین آبائنا ومن لا تقیة له
فلا دین له یا ابراهیم لو قلت ان تارك
التقیة كتارك الصلوٰة لكنت صادقاً
یا ابراهیم ان من حدیثنا وسرنا وباطن
علمنا ما لا یحتمله ملك مقرب ولا نبی مرسل
ولا مومن ممتحن قلت یا سیدی ومولای
فمن یحتمله اذن قال علیه السلام من شاء
الله وشئنا الا من اذاع سرنا الا الی اهله
فلیس منا ثلثاً الا من اذاع سرنا اذاقه
الله حر الحدید ثم قال یا ابراهیم خذ ما
سألتنی علماً باطناً مخزوناً فی علم الله
تعالی الذی حبا الله جل جلاله رسوله
صلوٰة الله علیه وحبا به رسوله وصیه
امیر المومنین علیه السلام ثم قرء هذه
الآیه عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احداً
الا من ارتضی من رسول ویحك یا ابراهیم
انك قد سألتنی عن المؤمنین من شیعة
مولانا امیر المومنین علی بن ابیطالب
صلوٰة الله علیه وعن زهاد الناصبة
وعبادهم من ههنا قال الله عز وجل وقدمنا
الی ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا
ومن ههنا قال الله عز وجل عاملة ناصبة تصلی نارا
حامیة تسقی من عین آنیة وهذا الناصب

ملک مقرب اور نبی مرسل یا اُس مومن کے جسکے دل کی
خدا نے ایمان کے بارے میں آزمائش کرلی ہو اور کوئی متحمل
نہیں ہو سکتا اور تقیہ ہمارا اور ہمارے آباؤ اجداد کا طریقہ ہے اور جو
تقیہ نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہے اے ابراہیم اگر میں کہوں کہ
تارک تقیہ مثل تارک صلوٰۃ کے ہے تو میں سچ کہوں گا اے
ابراہیم ہماری حدیث اور ہمارا علم باطن وہ ہے کہ بجز ملک
مقرب اور نبی مرسل اور امتحان دیئے ہوئے مومن کے
اور کوئی اسکا متحمل نہیں ہو سکتا میں نے عرض کیا کہ اے میرے
سید و مولا پھر آپ کون اسکا متحمل ہوگا فرمایا کہ جسے اللہ اور
ہم چاہیں، آگاہ ہو کہ جو شخص ہمارے راز کو بجز اسکے اہل
کے کسی اور سے بیان کرے وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے یہ کلمہ حضرت نے
تین مرتبہ فرمایا آگاہ ہو کہ جو شخص ہمارے راز کو شایع کریگا اللہ
اسکو حرارت آہن کا مزا چکھائے گا پھر فرمایا کہ اے ابراہیم جو سوال
تم نے مجھ سے کیا ہے اُسکا جواب لو یہ وہ جواب ہے جو اللہ تعالیٰ
کے علم میں مخزون تھا اور جسے اللہ نے اپنے رسول کو اور رسول نے
اپنے وصی امیر المومنین کو عطا کیا پھر حضرت نے یہ آیت تلاوت
فرمائی ,, تو نہ آگاہ کرے گا وہ اپنے غیب پر کسی کو مگر جسے
وہ پسند کرلے یعنی اپنے رسول کو ،، اے ابراہیم خدا تم پر رحم کرے
تم نے مجھ سے مومنین یعنی شیعیان مولانا علی بن ابیطالب
صلواۃ اللہ علیہ اور ناصبی زاہدوں اور عابدوں کا
حال پوچھا ہے دیکھو اسی مقام کے لیے خدائے عز وجل نے
فرمایا ہے ,, اور ہم اُنکے اعمال کی طرف توجہ کریں گے تو
اُنکو اڑتی ہوئی خاک بنا کر برباد کر دینگے ،، (فرقان ۲۳ غاشیہ ۵)
اور اسی مقام کے لیے خدائے عز وجل نے فرمایا ہے ,, مشقت کرنے والے
تھکے ماندے دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہونگے انھیں کھولتے ہوئے چشمہ کا

قد جبل على بغضنا و رد فضلنا و يبطل
خلافة ابينا امير المومنين عليه السلام
و يثبت خلافة معوية و بنى امية و يزعم
انهم خلفاء الله فى ارضه و يزعم ان من
خرج عليهم وجب عليه القتل و يروى
فى ذالك كذبا و زورا و يروى ان الصلوٰة
جائزة خلف من غلب وان كان خارجيًا
ظالمًا و يروى ان الامام الحسين بن على
صلوٰة الله عليهما كان خارجيًا خرج على
يزيد بن معاوية و يزعم انه يجب على كل
مسلم ان يدفع زكوٰة ماله الى السلطان
وان كان ظالمًا يا ابراهيم هذا كله رد
على الله عز وجل و على رسوله صلوٰة
الله عليه سبحان الله قد افتروا على
الله الكذب و تقولوا على رسوله الباطل
و خالفوا الله و خالفوا رسوله و خلفائه ثم
يا ابراهيم لاشرحن لك من كتاب الله الذى
لا يستطيعون له انكارا ولا منه فرارا ومن
رد حرفا من كتاب الله فقد كفر بالله و رسوله
فقلت يابن رسول الله ان الذى سألتك
فى كتاب الله قال نعم هذا الذى سألتنى
فى امر شيعة امير المومنين عليه السلام
و عداوة الناصب فى كتاب الله عز وجل
قلت يابن رسول الله هذا بعينه قال
نعم هذا بعينه فى كتاب الله الذى لا

پانی پلایا جائے گا،، اور ہماری عداوت اور ہماری فضیلت کا انکار اس ناصبی کی خلقت میں داخل ہے وہ ہمارے پدر بزرگوار امیر المومنین کی خلافت کو باطل اور معاویہ اور بنی امیہ کی خلافت کو ثابت کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہی خدا کی زمین پر اسکے خلیفہ ہیں اور اسکے زعم میں جو شخص انپر خروج کرے وہ واجب القتل ہے اور وہ اس بابمیں جھوٹی اور گڑھی ہوئی روایتیں بیان کرتا ہے اور روایت کرتا ہے کہ جو غالب آجائے اُسکے پیچھے نماز جائز ہے اگرچہ خارجی و ظالم ہو اور روایت کرتا ہے کہ امام حسین (معاذاللہ) خارجی تھے جنھوں نے یزید بن معاویہ پر خروج کیا تھا اور اُسکے نزدیک ہر مسلمان پر واجب ہے کہ زکوٰۃ مال کی سلطان وقت کو بھیجدے اگرچہ وہ ظالم ہو اے ابراہیم یہ سب باتیں خدا و رسول کے حکم کی رو سے سبحان اللہ ان لوگوں نے خدا پر افترا کیا رسول کی طرف جھوٹی باتوں کو منسوب کیا اللہ اور اُسکے رسول اور خلفاء رسول کی مخالفت کی اے ابراہیم میں تمہارے نفع کے لئے خدا کی کتاب سے اس کی شرح کیے دیتا ہوں وہ کتاب جس سے وہ انکار و فرار کی قدرت نہیں رکھتے اور جو شخص خدا کی کتاب کے ایک حرف کا انکار کرے اسنے خدا و رسول کا انکار کیا راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر میں نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول جو کچھ مینے آپسے پوچھا ہے وہ خدا کی کتاب میں موجود ہے فرمایا ہاں جو کچھ تم نے شیعان امیر المومنین اور اُنکے دشمنوں کے بارے میں مجھ سے پوچھا ہے یہ سب خدائے عز وجل کی کتاب میں ہے مینے عرض کی اے فرزند رسول یہ سب بعینہ فرمایا ہاں یہ سب بعینہ ہے ....

يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه
تنزيل من حكيم حميد يا ابراهيم اقرء هذه
الآية الذين يجتنبون كبائر الاثم والفواحش
الا اللمم ان ربك واسع المغفرة هو اعلم بكم
اذ انشاءكم من الارض اتدري ما هذه
الارض قلت لا قال عليه السلام ان الله
عز وجل خلق ارضا طيبة طاهرة وفجر فيها
ماء عذبا زلالا فراتا سائغا فعرض عليها
ولايتنا اهل البيت فقبلتها فاجرى عليها ذلك
الماء سبعة ايام ثم نضب عنها ذلك الماء
بعد السابع فاخذ من صفوة ذلك الطين
طينا فجعله طين الائمة عليهم السلام ثم
اخذ جل جلاله ثفل ذلك الطين فخلق
منه شيعتنا ومحبينا من فضل طينتنا فلو
ترك طينتكم يا ابراهيم كما ترك طينتنا لكنتم
انتم ونحن سواء قلت يا ابن رسول الله ما
صنع بطينتنا قال مزج طينتكم ولم يمزج طينتنا
قلت يا ابن رسول الله وبماذا مزج طينتنا
قال عليه السلام خلق الله عز وجل ايضا
ارضا سبخة خبيثة منتنة وفجر فيها
ماء اجاجا مالحا آسنا ثم عرض عليها
جلت عظمته ولاية امير المؤمنين صلوات الله عليه
فلم تقبلها واجرى ذلك الماء عليها
سبعة ايام ثم نضب ذلك الماء عنها
ثم اخذ من كدورة ذلك الطين المنتن

جس کے سامنے اور پس پشت باطل نہیں آسکتا وہ خدائے
دانا اور قابل حمد نے نازل فرمائی ہے، اے ابراہیم پڑھو
اس آیت کو وہ لوگ جو گناہان کبیرہ اور حد سے
بڑھی ہوئی برائیوں سے باستثنا پانوں اور زبان کی
لغزش کی پرہیز کرتے ہیں یقیناً تیرا پالنے والا بڑا بخشش
کرنے والا ہے وہ تمہارے حال سے خوب واقف ہے اسلیئے کہ
اسی نے تمکو زمین سے پیدا کیا ہے، تم جانتے ہو کہ یہ کون زمین ہے
مینے عرض کیا کہ نہیں میں نہیں جانتا فرمایا کہ خدائے عز وجل نے
ایک زمین طیب طاہر کو پیدا کیا اور اسمیں آب شیریں صاف
خوشگوار کی سوت نکالی پھر ہم اہل بیت کی ولایت کو اُس
زمین کے سامنے پیش کیا اور اُسنے اُسے قبول کیا تو اُسپر پانی کو
سات دن جاری رکھا پھر سات دنکے بعد یہ پانی زمین کے اندر
جذب ہو گیا پھر اُس مٹی سے عمدہ اور خالص مٹی الگ کر کے
اُسکو ائمہ علیہم السلام کی طینت قرار دیا پھر اُس مٹی کے ثفل کو لیکر
اُس سے ہمارے شیعوں اور محبوں کو ہماری بچی ہوئی مٹی سے پیدا
کیا تو اے ابراہیم اگر تمہاری طینت ہماری طینت کی طرح چھوڑ
دیجاتی تو تم اور ہم برابر ہوتے مینے عرض کی کہ اے فرزند رسول پھر
ہماری طینت سے کیا کیا فرمایا کہ تمہاری طینت میں آمیزش کر دی اور
ہماری طینت میں آمیزش نہیں کی مینے عرض کیا اے فرزند رسول
ہماری طینت میں کس چیز کی آمیزش کی فرمایا کہ خدائے عز وجل نے ایک
زمین شور خبیث بدبو کو بھی پیدا کیا اور اُسمیں ایک سوت کھاری گندے
بدبو پانی کی نکالی پھر اُسکے سامنے امیر المومنین کی ولایت کو پیش کیا
تو اُسنے قبول نہ کیا پھر یہ پانی اُسپر سات دن جاری رکھا
بعد اسکے یہ پانی اُس زمین کے اندر جذب ہو گیا پھر اُس
بدبو خبیث مٹی کی سیاہی سے کافر [illegible] اور سرکشوں

الخبيث وخلق منه ائمة الكفرة الطغاة
الفجرة ثم عمد الى بقية ذلك الطين
فمزجه بطينتكم ولو ترك طينتهم على حالها
ولم تمزج بطينتكم ما عملوا ابداً اعمالاً
صالحاً ولا ادّوا امانة الى احد ولا تشهّدوا
شهادتين ولا صاموا ولا صلّوا ولا
زكّوا ولا حجّوا ولا اشبهوكم في الصور ايضاً
يا ابراهيم ليس شئ اعظم على المؤمن من
ان يرى صورة حسنة في عدو من اعداء
الله عز وجل والمؤمن لا يعلم ان تلك الصورة
من طين المومن و مزاجه يا ابراهيم ثم
مزج الطينتان بالماء الاول والماء الثاني
فما تراه من شيعتنا ومحبينا من ربا وزنى
ولواطة وخيانة وشرب خمر وترك صلوٰة
وصيام وزكوٰة وحج وجهاد فهي كلها من
عدونا الناصب وسنخه و مزاجه
الذى مزج بطينته وما رأيته من
هذا العدو الناصب من الزهد والعبادة
والمواظبة على الصلوٰة واداء الزكوٰة
والصوم والحج والجهاد واعمال البر
والخير فذالك كله من طين المومن
ومزاجه وسنخه فاذا عرض اعمال المومن
واعمال الناصب على الله يقول الله عز
وجل انا عدل لا اجور ومنصف لا اظلم
وعزتي وجلالي وارتفاع مكاني ما اظلم

فاجروں کے ائمہ کو پیدا کیا پھر اُس مٹی کے بقیہ کی طرف
متوجہ ہوا اور اُسکو تمھاری طینت میں ملا دیا اور اگر انکی
طینت بحال خود چھوڑ دیجاتی اور تمھاری طینت میں نہ
ملائی جاتی تو کبھی وہ لوگ کوئی عمل نیک کرتے اور نہ
کسی کی امانت واپس کرتے اور نہ کلمۂ شہادتین پڑھتے اور
نہ نماز پڑھتے نہ زکوٰۃ دیتے نہ حج کرتے اور تم سے صورتیں
بھی مشابہ نہ ہوتے اے ابراہیم مومن پر کوئی شئے اس سے
زیادہ گراں نہیں ہے کہ وہ خدائے عز وجل کے دشمنوں میں سے
کسی اچھی صورت کو ملاحظہ کرے حالانکہ مومن کو کیا خبر کہ
یہ صورت مومن کی مٹی اور اُسکی آمیزش کا نتیجہ ہے اے
ابراہیم پھر دونوں طینتوں کو پہلے اور دوسرے پانی میں
ملا دیا تو ہمارے شیعوں اور دوستوں میں جو سود خواری
اور زنا اور لواطہ اور خیانت اور شراب خواری اور ترک
صوم وصلوٰۃ و حج و جہاد کو تم دیکھ رہے ہو یہ سب ہمارے
دشمن ناصبی اور اُسکی شور طینت اور اُسکی آمیزش کی
وجہ سے ہے جو اُسکی طینت میں ملا دی گئی ہے اور جو زہد
و عبادت اور نماز کی مداومت اور ادائے زکوٰۃ اور
روزہ اور حج اور جہاد اور اعمال بر و خیر تم ہمارے
اُس ناصبی دشمن میں دیکھ رہے ہو یہ سب طینت
مومن اور اُسکی آمیزش کا نتیجہ ہے تو جب مومن اور
ناصبی کے اعمال خدا کے سامنے پیش ہوں گے تو
خدائے عز وجل ارشاد فرمائیگا کہ میں عادل ہوں جور
نہ کروں گا اور منصف ہوں ظلم نہ کروں گا قسم مجھے
اپنی عزت و جلال اور رتبہ بلندی کی کہ میں کسی
ایمان دار پر ایسے گناہ کی وجہ سے ظلم نہ کروں گا

مومنا بذنب مرتکب من سنخ الناصب
وطینته ومزاجه هذه الاعمال الصالحة
کلها من طین المؤمن ومزاجه والاعمال
الردیة التی کانت من المؤمن من طین
العدو الناصب ویلزم الله تعالی کل واحد
منهم ما هو من اصله وجوهره وطینته
وهو اعلم بعباده من الخلائق کلهم فتری
یا ابراهیم ههنا ظلما وجورا وعدوانا ثم
قرء علیه السلام. معاذ الله ان ناخذ
الا من وجدنا متاعنا عنده انا اذا لظالمون
یا ابراهیم ان الشمس اذا طلعت فبدا شعاعها
فی البلدان کلها هو بائن من القرصة
ام هو منفصل بها شعاعها یبلغ فی الدنیا
فی المشرق والمغرب حتی اذا غابت یعود
الشعاع ویرجع الیها الیس ذلک کذلک
قال بلی یابن رسول الله قال فکذلک
کل شئ یرجع الی اصله وجوهره وعنصره
فاذا کان یوم القیامة ینزع الله تعالی
من العدو الناصب سنخ المومن ومزاجه
وطینته وجوهره وعنصره مع جمیع اعماله
الصالحة ویرده الی المومن وینزع الله تعالی
من المومن سنخ الناصب ومزاجه وطینته
وجوهره وعنصره مع جمیع احواله السیئة
الردیة ویرده الی الناصب عدلا منه
جل جلاله وتقدست اسمائه ویقول

جبکا ارتکاب ناصبی کی شور طینت اور اسکی آمیزش
کے سبب ہوا ہے یہ تمام اعمال صالحہ مومن کی طینت
اور اسکی آمیزش سے ہیں اور وہ اعمال بد جو مومن سے
ہوئے وہ عدو ناصبی کی طینت کے سبب سے تھے اور
اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک پر وہی لازم کرے گا جو اسکی
اصل اور جوہر اور طینت کی وجہ سے ہوا ہے اور وہ اپنے
تمام بندوں کے حال سے خوب واقف ہے کیوں اے
ابراہیم تمھیں اس مقام پر کوئی ظلم وجور تعدی نظر آتی ہے؟
پھر حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی وہ یوسف نے کہا کہ
(معاذ اللہ) یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم نے جس کے پاس
اپنی چیز پائی ہے اسے چھوڑ کر ہم کسی اور کو پکڑ لیں اگر ہم
ایسا کریں تو یقیناً ظالم و بے انصاف ٹھہریں گے"
اے ابراہیم جب آفتاب نکلتا ہے تو اسکی شعاع تمام
شہروں میں پھیل جاتی ہے بتلاؤ کہ وہ قرص آفتاب سے
الگ ہے یا اس سے متصل ہے؟ شعاع اسکی دنیا کے مشرق
مغرب میں پہنچی رہتی ہے یہاں تک کہ جب وہ غروب ہو جاتا ہے
تو وہ شعاع اسی کی طرف پلٹ جاتی ہے، کیا یہ امر اسی طرح نہیں ہے؟
میں نے عرض کیا کہ ہاں فرزند رسول فرمایا کہ پھر اسی طرح ہر شے
اپنے اصل و جوہر کی طرف پلٹ جاتی ہے تو جب قیامت کا دن آئیگا
تو اللہ تعالیٰ عدو ناصبی میں سے مومن کی اصل اور اسکے مزاج
اور اسکی طینت اور اسکے جوہر اور اسکے عنصر کو مع اس ناصبی کے
تمام اعمال صالحہ کے نکال لے گا اور مومن کی طرف پلٹا دیگا اور مومن
میں سے ناصبی کی اصل اور اسکے مزاج اور اسکی طینت اور اسکے جوہر
اور اسکے عنصر کو مع اس مومن کے تمام اعمال زشت وردی کے
نکال لیگا اور اپنی عدل کی راہ سے ناصبی کی طرف پلٹا دیگا اور ناصبی سے کہیگا

للناصب لا ظلم علیك هذه الاعمال
الخبیثة من طینتك و مزاجك وانت
اولی بها وهذه الاعمال الصالحة من طین
المؤمن و مزاجه وهو اولی بها الیوم تجزی
کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم ان الله سریع
الحساب افتری ههنا ظلماً وجوراً قلت
لا یا ابن رسول الله بل اری حکمة بالغة
فاضلة و عدلاً بیناً واضحاً ثم قال الا انبئك
بیاناً فی هذا المعنی من القرآن قلت بلی
یا ابن رسول الله قال الیس الله عز و جل
یقول الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات
والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات
اولئك مبرؤن مما یقولون لهم مغفرة
ورزق کریم وقال عز و جل والذین کفروا
الی جهنم یحشرون لیمیز الله الخبیث من
الطیب ویجعل الخبیث بعضه علی بعض
فیرکمه جمیعاً فیجعله فی جهنم اولئك هم
الخاسرون قلت سبحان الله العظیم ما
اوضح ذلك لمن فهمه وما اعمی قلوب
هذا الخلق المنکوس عن معرفته فقال
علیه السلام یا ابراهیم من هذا قال
الله تعالی ان هم الا کالانعام بل هم
اضل سبیلاً ما رضی الله تعالی ان شبههم
بالحمیر والبقر والکلاب والدواب
حتی زادهم فقال بل هم اضل سبیلا

کہ تجھپر کوئی ظلم نہیں ہی یہ اعمال خبیثہ تیری طینت اور
تیرے مزاج کا نتیجہ اور تو ہی اُن کا سزاوار ہے اور یہ
اعمال صالحہ مومن کی طینت اور اُسکے مزاج کا نتیجہ ہے
اور وہی ان کا سزاوار ہے آج کے دن ہر نفس اپنے کیے
کی جزا پائے گا آج کوئی ظلم نہیں ہی بیشک اللہ جلد حساب
لینے والا ہے کیوں اس مقام پر کوئی ظلم وجور تمکو نظر آتا
ہے عرض کی مینے کہ نہیں اے فرزند رسول بلکہ مجکو تو
حکمت بالغہ فاضلہ اور عدل بین واضح نظر آرہا ہے پھر
حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں اس مطلب کو قرآن مجید سے
اور زیادہ واضح کر دوں عرض کی مینے کہ ہاں اے فرزند رسول
فرمایا کہ کیا خدائے عز و جل یہ نہیں ارشاد فرماتا کہ خبیث باتیں
خبیث لوگوں کے لیے ہیں اور خبیث لوگ خبیث باتوں کے لیے
ہیں اور پاکیزہ چیزیں پاکیزہ لوگوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ
لوگ پاکیزہ چیزوں کے لیے ہیں یہ لوگ اُن باتوں سے
بری ہیں جو ان لوگ انکی طرف منسوب کرتے ہیں ان کے
لیے مغفرۃ اور رزق گرامی ہے اور خدائے عز و جل ارشاد
فرماتا ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ سب جہنم کی
طرف ہنکائے جائیں گے تا کہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے
اور ناپاک لوگوں میں سے ایک کو دوسرے پر رکھکر ڈھیر لگا دے پھر ان سب کو
جہنم میں جھونک دے یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں مینے عرض کی کہ
سبحان اللہ یہ بیان کسقدر واضح ہے اس شخص کے لیے جو اسکو سمجھے اور
کسقدر بے بصیرت ہیں دل اس خلق نگوں سار کے اسکی معرفت سے یہ سنکر
حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم اسی وجہ سے خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ
لوگ چارپایوں ہی کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ خدائے تعالیٰ نے
انہیں گدھے اور گائے اور کتوں اور چوپایوں سے تشبیہ دینا پسند نہیں کیا

یا ابراهیم قال الله عزوجل ذکره فی
اعدائنا الناصبة وقدمنا الی ما عملوا
من عمل فجعلناه هباء منثورا وقال عزوجل
یحسبون انهم یحسنون صنعا وقال جل
جلاله یحسبون انهم علی شئ الا انهم
هم الکاذبون وقال جل وعز والذین
کفروا اعمالهم کسراب بقیعة یحسبه الظمآن
ماء حتی اذا جاءه لم یجده شیئا کذلك
الناصب یحسب ما قدمه من عمله نافعه حتی
اذا جاءه لم یجده شیئا ثم ضرب مثلا
اخر او کظلمات فی موج من فوقه موج
من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق
بعض اذا اخرج یده لم یکد یراها ومن لم
یجعل الله له نورا فما له من نور ثم قال
یا ابراهیم ازیدك فی هذا المعنی من القرآن
قلت بلی یا ابن رسول الله قال علیه السلام
قال الله تعالی یبدل الله سیئاتهم حسنات
وکان الله غفورا رحیما یبدل الله سیئات
شیعتنا حسنات وحسنات اعدائنا سیئات
یفعل الله ما یشاء ویحکم ما یرید لا
معقب لحکمه ولا راد لقضائه لا یسئل
عما یفعل وهم یسئلون هذا یا ابراهیم
من باطن علم الله المکنون ومن سره
المخزون الا ازیدك من هذا الباطن
شیئا فی الصدور قلت بلی یا ابن رسول الله

بلکہ اُن سے بڑھا دیا اور ارشاد فرمایا کہ اُن سے بھی زیادہ
گمراہ ہیں اے ابراہیم خدائے عزوجل ہمارے ناصبی اعداء کے
بارہ میں ارشاد فرماتا ہے اور ہم اُنکے کردار کی طرف متوجہ
ہوئے تو ہم نے اُسکو برباد کر دیا اور نیز خدائے عزوجل نے ارشاد
فرمایا کہ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں اور نیز
خدائے جلیل ارشاد فرماتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کچھ ہیں
آگاہ ہو کہ وہ سب کافر ہیں اور نیز وہ غالب و جلیل ارشاد
فرماتا ہے کہ اور وہ لوگ جو کافر ہو گئے اُنکے اعمال مثل
ریگ صحرا کے ہیں جسکو پیاسا پانی سمجھتا ہے مگر جب اُسکے
پاس آتا ہے تو اُسکو کچھ نہیں پاتا اسیطرح ناصبی اپنے عمل
گذشتہ کو نافع جانتا ہے مگر جب اُسکے پاس آتا ہے تو اُسے
کچھ نہیں پاتا پھر خدا نے ایک دوسری مثل بیان کی ۔ یا
مثل موج بالائے موج کی تاریکیوں کے جسکے اوپر ابر ہو گیا
ہو جنمیں سے ایک بالائے دیگرے ہے جب وقت وہ اپنا ہاتھ
نکالتا ہے تو اُسکو دیکھ نہیں سکتا اور جس کے لیے خدا نے
نور نہ قرار دیا ہو تو اُسکے لیے کوئی نور نہیں ہے پھر ارشاد فرمایا
کہ اے ابراہیم اس مطلب کو قرآن سے اور زیادہ واضح کردوں
عرض کی بیشک ہاں اے فرزند رسول فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے کہ بدل دے گا اللہ اُن کے گناہوں کو نیکیوں
سے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے بدل دے گا اللہ
ہمارے شیعوں کے گناہوں کو نیکیوں سے اور ہمارے دشمنوں کی نیکیوں کو برائیوں سے
اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اُسکا حکم دیتا ہے نہ اُسکے حکم کا
کوئی پلٹانے والا ہے اور نہ اُسکی قضا کا کوئی پھیرنے والا جو کچھ وہ کرتا ہے
اُسکی پرسش نہ ہوگی اور اُن لوگوں سے پوچھ گچھ ہو جائے گی اور اے
ابراہیم یہ اللہ کا علم باطن پوشیدہ اور اُسکا چھپا ہوا بھید ہے کیا میں

قال فقال الذين كفروا للذين آمنوا اتبعوا سبيلنا ولنحمل خطاياكم وما هم بحاملين من خطاياهم من شیٔ وانهم لكاذبون وليحملن اثقالهم واثقالا مع اثقالهم وليسئلن يوم القيمة عما كانوا يفترون والله الذی لا اله الا هو فالق الاصباح فاطر السموات والارض لقد اخبرتك بالحق وانباتك بالصدق والله اعلم واحكم ۵

کیا میں اس علم باطن کو تیرے لئے کچھ اور واضح کر دوں عرض کی بیشک کہ ہاں اے فرزند رسول فرمایا کہ جو لوگ کافر ہو گئے انھوں نے اہل ایمان سے کہا کہ تم ہماری راہ کی پیروی کرو اور ہم تمہاری خطاؤں کو اٹھا لیں گے حالانکہ وہ انکی خطاؤں کو کچھ بھی نہیں اٹھا سکتے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں اور وہ لوگ اپنے بوجھے ضرور اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کچھ اور بوجھے بھی اور قیامت کے دن انکی افترا پردازیوں کی پوچھ گچھ ہو جائگی قسم اس خدا کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہی سفیدہ صبح کا ظاہر کرنے والا اور آسمانوں اور زمینوں کا خلق کرنے والا ہے میں نے تم کو ٹھیک ٹھیک خبر دیدی اور سچی بات سے آگاہ کر دیا اور اللہ بڑا عالم و حاکم ہے،

محقق کاشانی اس خبر شریف کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو صدوق طاب ثراہ نے بھی باختلاف الفاظ علل الشرائع میں روایت کیا ہے پھر جو مذاق اُن کا معارف حکمیہ میں ہے اُسکے موافق اس حدیث شریف کے معانی کی شرح شروع کر دی مگر ہمیں اُن کی عبارت کے نقل کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ جو مقدمات قطعیہ یقینیہ ہم اسکے پہلے بیان کر چکے ہیں ان شاء اللہ اُسکے معانی شریفہ کے حل کو ذہنوں کے قریب کرنے اور وضوح حق صواب کے ثابت کرنے کے لیئے کافی ہے اور عقل عطا کرنے والے کے لیئے بے انتہا حمد ہے،



معذرت

الواعظ بابت ماہ فروری ۱۹۳۰ء میں جو مضمون جناب مولانا الشیخ فدا حسین صاحب قبلہ کا امیر المومنین کی پر اسرار شہادت کے عنوان سے شایع ہوا تھا اُسکے ایک نوٹ میں ایک غلطی ہو گئی وہ یہ کہ جہاں جناب مولانا نے اپنے شیخ الحدیث مولوی حسن الزمان ترکمانی کی مدح و ثنا فرمائی ہے اور دکھایا ہے کہ وہ بڑے اجلۂ علما و مشائخ حدیث میں سے تھے اسمیں غلطی سے جناب مولانا کے دوسرے شیخ الحدیث کا نام اور بعض حالات درج ہو گئے ہیں گو وہ بھی بڑے اجلۂ علما و مشائخ حدیث میں سے تھے مگر پھر بھی ان دونوں میں بڑا فرق ہے ہم دونوں کا فرق اسلئے دکھلاتے ہیں کہ ناظرین کو ان دونوں عالموں کی نسبت دھوکہ نہو اور وہ دونوں کو ایک نہ سمجھیں مولوی حسن الزمان ترکمانی ایک نہایت صوفی منش محب اہل بیت عاشق امیر المومنین اور عزیز التصانیف کثیر المصنفات حنفی المذہب صوفی مشرب بزرگ تھے اور نظام حیدرآباد سابق کے پیر

طریقت تھے اور خود حافظ محرم علیشاہ صاحب خیرآبادی شاگرد شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مرید تھے حیدرآباد میں سکونت پذیر تھے اُن کے کتابوں سے جناب فردوس مآب طاب ثراہ نے عبقات الانوار و استقصار الافحام میں جا بجا استشہاد و احتجاج فرمایا ہے اور اُنکی کتابیں اکثر حیدرآباد میں شایع ہوئی ہیں خصوصاً القول المستحسن فی تفاخر الحسن بابی الحسنؑ اور فقہ اہلبیت۔ اُنھوں نے چاہا تھا کہ ایک نہج البلاغہ سی کتاب اور ایک صحیفہ کاملہ سی کتاب سنیوں کے لیئے تیار کریں تاکہ شیعوں کو یہ فخر سنیوں پر نہ رہے کہ سنیوں کے پاس نہج البلاغہ سی اخت القرآن یا صحیفہ کاملہ سی زبور آل محمد نہیں ہے مگر وہ اس کوشش میں ناکام رہے اُنکا جام عمر لبریز ہو گیا آتنا بڑا محب اہلبیت عالیشان محدث و مسند عزیز التصانیف دیکھنے میں نہیں آیا بالکل حافظ ابن حجر عسقلانی یا حافظ جلال الدین سیوطی کے ہم پایہ عالم تھے جناب مولانا کے دوسرے شیخ الحدیث جن کا ذکر غلطی سے رہ گیا ہے وہ شیخ حسن بن محسن الیمنی الحدیدی السعدی الانصاری الشافعی ہیں یہ یمن سے ہندوستان میں آئے اور بھوپال میں قاضی القضاۃ ہوئے یہ بالکل عرب خالص اور سخت وہابی تھے اور امام شوکانی سے بیک واسطہ روایت کرتے تھے اور یہ اُنھیں کے اجازہ کا اثر ہے کہ اسوقت جناب مولانا پوری کتاب نہج البلاغہ انکی سند سے جس میں سوائے اجلۂ و اکابر المحدیث اہلسنت کے کوئی بھی شیعہ نہیں ہے اس وقت اسکے راوی ہیں وکفاہ بذلک عزاً و فخراً انھیں وجوہ سے جناب مولانا کو اُن کے اجازہ پر بجا فخر و ناز ہے نواب صدیق حسن خان امام الوہابین بھوپالی نے اپنی کتابوں میں ان سے سند لی ہے اور اُسپر فخر کرتے تھے ملاحظہ ہو انکی ابجد العلوم و تاج مکلل وغیرہ ان دونوں بزرگان اہلسنت کے علاوہ اور بھی مشائخ اہلسنت سے جناب مولانا کو اجازہ روایت حاصل ہے اور غالباً اسوقت کوئی شخص بجز جناب مولانا کے دنیا میں ایسا نہیں ہے جو شاہ عبدالعزیز دہلوی سے دو واسطوں سے روایت کرنے کا حق رکھتا ہو۔ اس صدی کے آغاز میں تحصیل حدیث کا آپ کو شوق نہ تھا ورنہ آپ شاہ عبدالعزیز مذکور سے بجائے دو واسطوں کے ایک واسطہ سے روایت کر سکتے تھے کیونکہ مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی سے اجازہ لے سکتے تھے اور وہ شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے اور اُن سے روایت کرتے تھے ایک سو برس سے زائد عمر پائی تھی یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے گیارہویں صدی کے آخری حصہ میں شاہ عبدالعزیز کو دیکھا تھا جبکہ وہ تحفۂ اثنا عشریہ کی تصنیف میں مشغول تھے اس اعتبار سے سوا جناب مولانا کے کوئی نظر نہیں آتا جو شاہ عبدالعزیز سے دو واسطوں سے اس چودھویں صدی میں روایت کرتا ہو، اگر کوئی صاحب خواہشمند ہوں تو مولانا کے بقیہ شیوخ و علماء اہلسنت کے نام معلوم کرنا چاہیں تو ہم جناب مولانا سے دریافت کر کے لکھ سکتے ہیں، مگر شیعوں میں جناب مولانا کو صرف حضور مجلسی ثانی مسند دیار العراق خاتم المحدثین حاجی میرزا حسین النوری الطبرسی رضوان اللہ علیہ سے اجازہ حاصل ہے یا جناب آیۃ اللہ فی العالمین سرکار صدر المحققین ابی الفضل نجم الدین اسحاق بن ابی المظفر مہدی الموسوی النیشاپوری دامت برکاتہ سے اجازت حاصل ہے وکفاہ بذلک عزاً و فخراً "

(ناچیز مدیر)

کر دیا اسلیئے کہ کلمہ ازلیہ خدا کا بیٹا ہے اور اُسکی موت سے عدل الٰہی کا حق پورا ہو گیا،

خدائے سبحانہ نے ایک کتاب عزیز میں لکھا ہے کہ ہر گنہگار آدمی کو نار جہنم میں ابد کی موت مرنا پڑے گا اسلیئے کہ اُس کا عدل اُس کی قدامت بے نہایت اور اُسکی گناہ سے حد درجہ ناراضگی ایسے قصاص کو لازم قرار دیتی ہے لہذا ممکن نہیں کہ ان گناہگاروں کے قصاص سے چشم پوشی کر سکے اور خدا نے اپنی رحمت اور اپنی محبت کو ظاہر کیا کہ کلمہ ازلیہ مجسم بن گیا اور اُسنے لباس جسمانی پہن لیا اور یہ بات ضروری تھی کہ فدیہ ہونیوالا طاہر اور پاکیزہ ہو ہر نقصان سے منزہ ہو تاکہ عدل الٰہی کا پورا حق ادا کرے۔ پس مسیح نے ہمارے سزا دکھ اپنی سر لے لیا اور عدل الٰہی کے حق کو پورا کر دیا،

رفیق الدین۔ جناب! ان کلمۂ ازلیہ جس نے جسمانی لباس پہن لیا کون ہے؟ اور خدا کا بیٹا کون ہے؟

مسیح کیونکر خدا ہو سکتے ہیں؟

پادریصاحب۔ رفیق الدین۔ ہمارے مذہب والے کہتے ہیں کہ مسیح ہی کلمۂ ازلیہ ہیں اور کلمۂ ازلیہ ہی خدا ہے، اور انجیل یوحنا کی ابتدا میں ہے،

وکانت الکلمۃ اللہ اور وہ کلمہ ہی خدا ہے

اب رہا ابن اللہ تو وہ اقنوم خدا کا ہے اور وہ اور خدا دونوں ایک ہیں

رفیق الدین۔ جناب اس کلام کا مقتضا تو یہ ہے کہ مسیح کلمۂ ازلیہ ہیں اور کلمۂ ازلیہ خدا ہے اور ابن اللہ خدا کا اقنوم ہے اور وہی خدا ہے پس مسیح کلمۂ ازلیہ ہیں جو مجسم ہے اور وہ خداوند عالم ہے کہ جسنے یہ جسمانی لباس پہنا۔ کیوں جناب ایسا ہی ہے نہ؟

پادریصاحب۔ ہاں ایسا ہی ہے،

رفیق الدین۔ جناب! تو پھر اسوقت میں حاصل کلام یہ ہوگا کہ نار جہنم میں ابد تک رہنے کا

عذاب جس کے ہم مستحق تھے خدا نے خود اپنے جسم میں لے لیا۔ کیا ایسا ہی ہے؟ جناب! کیا ممکن ہے کہ کوئی عاقل اسکو سوچے یا اسکو زبان سے نکالے،

پادری صاحب۔ اس کلام کے لیئے یہی مناسب ہے کہ تم صرف اسکو سمجھ لو مگر اسکی تفتیش و تحقیق مت کرو۔ بلکہ واجب یہ ہے کہ تم اسکے ہر ٹکڑے کو دیکھو لیکن اپنے نظر کو اُسکے مفرد کلمات کی طرف متوجہ مت کرو۔

رفیق الدین جناب عالی! اگر ہم اس کلام کے مفرد کلمات ہی پر بس کریں تو تو معاملہ آسان ہے لیکن عقل معقول پر تو بلا اُسکے مجموعہ ہی کی طرف دیکھ کے نازل ہوتی ہے،

جناب عالی! کتاب الہدایہ (جو امریکن مشن کی معرفت ہماری مقدس علماء کی انجمن کی زیر نگرانی تالیف ہوئی) کی سطر ۱۳ صفحہ ۲۸ جلد دوم میں لفظ بلفظ یہ عبارت ہے۔

ان الکلمۃ الازلیۃ ھو اللہ کلمہ ازلیہ ہی خدا ہے "

اور صفحہ ۲۸۵ جلد چہارم میں یہ عبارت لفظ بلفظ ہے۔

ان المسیح ھو اللہ بیشک مسیح ہی خدا ہے "

اور صفحہ ۱۷۱ جلد ۳ میں ہے:۔

المسیحیون یعتقدون بان الذات العلیۃ والکلمۃ الازلیۃ والروح القدس ھو اللہ الواحد الاحد . مسیحی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ذات علیہ (خدا) اور کلمہ ازلیہ اور روح القدس یہ سب کے سب اللہ واحد و احد ہیں

توکیا جناب! یہ ساری باتیں مسیحیوں کے اعتقادات ہیں

پادری صاحب۔ ہاں رفیق الدین اور میں نے تم سے کہا اور تم سے بیان کیا کہ انجیل یوحنا کے ابتدائی حصہ میں ہے

"اور کلمہ خدا تھا،،

تو پھر تم دوبارہ کیوں پوچھتے ہو اور ایک بات کو بار بار کیوں کہلواتے ہو؟

معین الدین۔ جناب پادریصاحب! آپنے اپنی پاکیزگی سے اپنے خادم بندہ زادہ رفیق الدین کو اجازت دی کہ ان حقائق پر پوری سمجھداری کے ساتھ بحث کرے اور آپ ہی نے اسکو تحقیق اور حریت ضمیر کی مشق کرائی اور موجودہ مسائل میں لازم ہے کہ گھٹنے ٹیک دیئے جائیں اور سر اکیا ہے میں تو ایک جاہل آدمی ہوں میں تو یہ جانتا ہوں کہ آدمی کے لیئے زیبا نہیں کہ ان امور پر سطحی نظر بھی ڈالے اور میں نے آپ کی پاکیزہ جناب میں جیسا حسن خلق اور کشادہ دلی پائی دوسرے میں نہیں دیکھی لیکن جناب رفیق الدین کے سوال پر آپ کیوں ملول ہوتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ اس مقام میں بڑی بڑی باتیں ہیں اور سمجھ رہا ہوں کہ جناب پادریصاحب اس مسئلہ میں پہلو تہی کرنا چاہ رہے ہیں۔ لیکن جناب آپنے تو میرے بیٹے رفیق الدین کے لیئے دروازہ کھولا اور اسکو بحث کرنے کی اجازت دی تو پھر اب نتیجہ کے وقت آپ اسکے منھ پر دروازہ کیسے بند کیے دیتے ہیں،

پادریصاحب۔ معین الدین! بعض باتیں ایسی ہیں جن کے خیال میں بھی گزرنے سے میں مضطرب ہوجاتا ہوں تو بھلا بار بار ان کی تکرار سے میں کیسے بیچین نہ ہونگا نیز میں اس بھلے ہونہار لڑکے رفیق الدین سے یہ امید بھی رکھتا ہوں کہ وہ مجکو اس بیچینی سے معاف رکھیگا"

رفیق الدین۔ جناب! طبیب کے لیئے یہ زیبا نہیں ہو کہ زخم میں عمل جراحی (سرجری) کرنے یا زخم کی بو سے منھ پھرا لے بلکہ واجب یہ ہے کہ اسکے مادہ اور اُس کے خزانہ کی تلاش کرے اور اسکو نکال باہر کرے اور زخم کو اُس سے بالکل صاف کردے اگرچہ اپنی ہی ہاتھ پاکر سے کرنا پڑے اور اگر وہ ایسے لوگوں میں ہے جن کا زخم سے منہ پھر جاتا ہو تو وہ طبیب نہیں ہے اُس کو سرٹیفکیٹ نہیں دیاجائے گا،

معین الدین۔ جناب عالی فدیہ کا راز جیساکہ مسیحی کہتے ہیں اور روحانی لوگ اُسکی تشریح کرتے ہیں میرے دلمیں گزرتا تھا تو مجکو اس بارہ میں شبہات پیدا ہوجاتے تھے جنکو میں سمجھتا

تھا کہ مسلمانوں کے پاس اُٹھنے بیٹھنے سے پیدا ہوجاتے ہیں لیکن جناب! جب میں دہانوں کے پاس گیا کہ وہ شبہ کا غبار میرے دل سے دور کردیں تو میں نے ہمیشہ اُنکے پاس بجز اسکے جواب کچھ نہ پایا،

چپ بے ایمان یا دیہ کفر کا کلام ہے، یا بے سوچے سمجھے ایمان کے بغیر تو نجات نہیں پاسکتا اور فدیہ کی برکت حاصل نہیں کرسکتا، بیٹا! یہ درحقیقت تو عقل کے موافق ہے مگر ہماری عقلوں سے بالاتر ہے،

مگر اب ہم جناب آپکی پاکیزگی اور روحانیت سے یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ اس عقیدہ مہد کو صاف صاف بیان فرمادیں تاکہ ہمارا ایمان اُس پر پختہ ہوجائے اور ہمکو اپنے معاملہ میں فی الجملہ بصیرت حاصل ہوجائے اسلیئے کہ میں بھی اپنے بیٹے رفیق الدین کیطرح بے سمجھے ایمان لانا پسند نہیں کرتا ہوں،

پادری صاحب۔ مرحبا! مجکو تم دونوں صاحبان کی ناراضی سے مسرت ہوی اسلیئے کہ اسکا باعث طلب حق اور اپنے احباب کی تقلید نکرنے کا جذبہ ہے لہذا بیٹا رفیق الدین! تم اپنے سوالات کو جاری رکھو اور اچھی طرح پوچھ لو اور عزیزی معین الدین تم سنتے رہو

رفیق الدین۔ جناب عالی! خداوند عالم کا کسی گناہ کو اپنی رحمت سے بخشدینا عدل کے خلاف کیوں ہی؟ کیا مہربانی کرکے گناہ بخشدینا ظلم ہے؟ اور گناہ کا بخشدینا ظلم کس کے لیئے ہے،؟

اگر نہیں تو پھر کیوں کہتے ہیں کہ عدل خدا نار جہنم میں ابدی موت کو لازم کرتا ہے کیا گناہ کا بخشدینا خدا کے لیئے محال ہی،

خدا کی بخشش اور رحمت

پادری صاحب۔ نہ۔ رفیق الدین! ہماری مقدس کتاب میں خدا کی تعریف و تمجید رحمت



هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ

سورۂ آلِ عمران

الواعظ

نمبر ۹ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء مطابق ماہ ربیع الآخر ۱۳۴۹ھ | جلد ۹

فہرست مضامین

شذرات

جناب مولوی سید علی صاحب واعظ صوبہ بنگال میں

مدرسۃ الواعظین کے سالانہ جلسہ کی اجمالی کارروائی اور نیز الواعظ نمبر ۸ جلد ۹ کے ملاحظہ سے آپکو اجمالاً اتنا تو ضرور معلوم ہوگیا ہوگا کہ مولوی صاحب ممدوح ایک سال چار ماہ کے عرصہ سے اس صوبہ میں فرائض تبلیغ ادا کر رہے ہیں اور ایک مدرسہ دینیہ آپکے مساعی جمیلہ سے خاص کلکتہ میں اور ایک انجمن اور ایک مدرسہ موضع شنکرپور متصل بشیرہاٹ ضلع چوبیس پرگنہ میں قائم ہوچکا ہے اور آٹھ دینی کتابیں بھی زبان بنگلہ میں ترجمہ ہوکر اشاعت پذیر ہوچکی ہیں، شنکرپور علاقہ سندربن میں واقع ہے جہاں پچاس میل کے اندر ۲۰ ہزار نام نہاد شیعہ آباد ہیں جنکی اصلاح نہایت ضروری ہے اور اسی وجہ سے جناب ممدوح اس علاقہ اور وہاں کے مدرسے کے متعلق اپنی انتہائی کوشش صرف کر رہے ہیں چنانچہ ۱۹ اپریل ۳۶ء کو مدرسۂ مذکورہ کے ششماہی امتحان کا جلسہ منعقد ہوا جسمیں عمائد و اکابر کلکتہ کی ایک معقول تعداد رونق افروز جلسہ تھی، تینتالیس(۴۳) طلبہ حاضر تھے جن کا باقاعدہ امتحان لیا گیا اور تقریباً سب کامیاب ثابت ہوئے ختم امتحان کے بعد ایک بچہ نے بنگلہ زبان میں ایک نظم پڑھی جسمیں جناب واعظ کے خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا اور ایک بچہ نے ایک اردو نوحہ پڑھا اور ان سب بچوں کو بعض شرکاء جلسہ کیجانب سے انعامات تقسیم ہوئے،

تقریر دلپذیر جناب واعظ کا خلاصہ

ختم امتحان کے بعد جناب واعظ نے یہاں کے نام نہاد شیعوں کی تاریخی حالت اور انکے تشیع کی ابتدا اور ان کی جہالت و ضلالت کے اسباب اور ضرورت اصلاح پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے قابل قدر خدمات کا تعارف کراکے حاضرین سے عملی شرکت کی استدعا کی اور واضح کیا کہ یہ قوم چونکہ متفرق طور پر آباد ہے لہذا ضرورت ہے کہ ہر ایسے مقام پر جہاں مناسب تعداد میں طلبہ مل جائیں ایک مدرسہ دینیہ بغرض تعلیم و اصلاح کھول دیا جائے جسکے مصارف کم از کم تین سو روپیہ سالانہ ہونگے، موجودہ مدرسہ میرے محسن و مکرم دوست حاجی محمد جعفر شریف صاحب نے میری درخواست پر اپنے مصارف سے قائم کرایا ہے جسکا اثر آپنے ملاحظہ فرمایا اگر اسی طرح دیگر مدارس مقامات مناسبہ پر آپ حضرات قائم کرادیں تو کسقدر جلد اس قوم کے اطفال تعلیم یافتہ ہوسکتے ہیں ، +

مدرستہ الواعظین اسوقت تک اس صوبہ کے تبلیغی ضروریات پر ایک ہزار پانچسو کچھتر روپیہ صرف کر چکا ہے اور اب وہ اس سے زیادہ مصارف کا متحمل نہیں ہو سکتا کیونکہ اسے کل صوبہ جات ہندوستان میں کام کرنا ہے اگر آپ حضرات پانچ ہزار روپیہ سے مدرسہ کی اعانت فرما دیں تو وہ اپنے انتظام سے ضروری مقامات پر مدارس جاری کر سکتا ہے میںنے مدرسہ الواعظین کے سرمایہ کی موجودہ حالت پر نظر کر کے بنگلہ زبان میں کتابوں کے ترجمہ شایع کرنے کا بار مدرسہ پر ڈالنا پسند نہ کر کے زنجبار کے اثنا عشری خوجوں کی جماعت سے بذریعہ حاجی حسین شریف دیوجی درخواست کر کے امداد بہم پہونچائی اور انہیں حضرات کی اعانت سے چھ کتابیں ترجمہ ہو کر شایع ہو گئیں پھر دو کتابوں کے ترجمہ اور اشاعت کا بار جناب راجہ صاحب بہادر پنڈراول دام اقبالہ نے برداشت کیا اور خاص اس کار خیر کے لئے مبلغ تین سو روپیہ سے مدرستہ الواعظین کی اعانت فرمائی،

میں ان تمام معاونین کا تہ دل سے شکرگذار ہوں اور آپ حضرات کی زحمت کشی کا بیحد ممنون ہوں کہ آپنے میرے درخواست کو قبول فرما کر اس موسم گرم میں اس زحمت کو برداشت کر کے اس جلسہ کی رونق میں چار چاند لگا دیے -

تقریر جناب سکریٹری صاحب انجمن جعفریہ شنکرپور

جناب واعظ کی تقریر ختم ہونے کے بعد جناب طرفۃ اللہ منڈل سکریٹری انجمن نے اپنی مختصر تقریر میں واضح کیا کہ آج سے سو ڈیڑھ سو برس پیشتر سید نثار علی صاحب نے ہمارے باپ دادا کو مسلمان اور شیعہ بنایا تھا اور سید اجابت علی صاحب نے ایک کتاب مسمّی بہ تحفۃ الاحباب مسئلہ خلافت پر لکھکر ہمارے تشیع کو مستحکم کیا مگر چونکہ ہماری ملکی زبان میں کوئی علمی کتاب نہ تھی جس سے ہمارا نماز روزہ ہمارے نکاح ہمارے اموات کا دفن و کفن سب بیقاعدہ تھا، سید اجابت علی نے ہمارے بارے میں یہ کہا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جسمیں مذہب حق ظاہر ہو گا ہمارے ائمہ کے اقوال چار کتابوں میں مندرج ہیں اور ہمارے بڑے بڑے علما لکھنؤ شہر میں ہیں ہم اس دن کے منتظر تھے اور ہماری آنکھیں لکھنؤ کی طرف نگران تھیں کہ دفعۃً جناب مولانا سید علی صاحب واعظ منجانب مدرستہ الواعظین لکھنؤ یہاں پہونچ گئے اور جو نمایاں خدمتیں دین و مذہب کی آپنے انجام دیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں، علمی کتابیں بھی تیار ہو گئیں مدرسہ بھی جاری ہو گیا اور ہم اپنے

برادران وطن کی طعن وتشنیع سے بھی نجات پا گئے، مدرسہ کے مصارف حاجی محمد جعفر شریف ممباسہ نے ادا کئے ہیں اور مولوی مشتاق حسین صاحب نے مدرسہ کی چھت کے لئے ٹین دینے کا وعدہ کیا ہے اور پچیس روپیہ نقد سے بھی اعانت کا وعدہ فرمایا ہے اور جناب الطاف نواب صاحب ٹالی گنج نے بھی پچیس روپیہ کا وعدہ فرمایا ہے،

اس تقریر کے بعد حاضرین کا شکریہ ادا کر کے جلسہ برخواست ہوا،

حیدرپور ضلع چوبیس پرگنہ علاقہ سندربن کے نام نہاد شیعوں کے پیرومرشد سید مطلوب علی صاحب یہیں سکونت پذیر ہیں، عشرۂ محرم کے بعد آپ ایک دعوت کرتے ہیں جسمیں آپکو مہدی موعود اور آپکے گھر کو خانہ کعبہ سے بالاتر ماننے والے مدعو ہوتے ہیں امسال جناب واعظ اس موقع کو غنیمت جانکر اُن کے حالات کا اندازہ اور اُن کے فاسد خیالات کی اصلاح کا ارادہ کر کے ۲۲ جون کو کلکتہ سے حیدرپور روانہ ہوئے اور وہاں پہونچکر ممدوح کو سمجھا بجھا کر اس بات کا اقرار لیا کہ وہ حیوانات کو پچھم رُخ ذبح کرائیں گے اور اپنے مریدوں کو عقائد فاسدہ سے باز آنے کی ہدایت کریں گے مگر ۲۳ جون کو جب اُن کے مریدوں کا گروہ قریب پانچسو آدمیوں کے جمع ہوا تو پورب ہی کی طرف حیوانات ذبح کئے گئے اور جناب واعظ کو بجز صبر کے کوئی چارہ نہ ہوا، وعظ ونصیحت کے قصد سے لوگونکو جمع کیا تو وہ متفرق سوالات کرنے لگے تاکہ اصل عقائد کا کوئی ذکر نہ آنے پائے بالآخر جناب واعظ نے اُنکی غرض کو سمجھکر جوابات کا سلسلہ بند کر کے پورب کی طرف جانوروں کے ذبح کرنے اور پورب ہی کی طرف سجدہ کرنے کی وجہ اور اس عمل کے صحیح ہونے کی دلیل کا استفسار کیا جسکو اُن لوگوں نے بہت کچھ ٹالنا چاہا مگر اصرار بلیغ کے بعد ایک صاحب نے یہ جواب دیا کہ ہم کو خواب میں آواز آئی ہے کہ ہم جانوروں کو پورب رخ ذبح کریں اور جانور کا مونھ آسمان کی طرف کردیں کیونکہ بیت المعمور آسمان پر ہے اور وہی حقیقی خانہ کعبہ ہے اب زمانہ شریعت باطنی کا ہے اور یہی مطلوب علی مہدی موعود وامام زمانہ ہیں۔

اس جواب کے بعد جو مکالمہ جناب واعظ اور اُن لوگوں سے ہوا بعینہ حسب ذیل ہے:۔

س اس خواب کو تم کیوں اور کس دلیل سے رویائے صادقہ جانتے ہو ممکن ہے کہ یہ خواب شیطانی ہو اور شیطان نے تمھارے گمراہ کرنے کے لئے یہ آواز دی ہو،

ج چونکہ خدا ہر بندہ سے اُسکی رگ گردن سے زیادہ قریب ہے لہٰذا بوجہ قرب خدا شیطان ہمارے قریب نہیں آسکتا ہمارا دل بولتا ہے کہ یہ خواب ہمارا سچا ہے آنحضرت رسول پر جب وحی

آتی تھی تو وہ بھی بے ہوش ہو جایا کرتے تھے اور خواب کی حالت میں وحی کے الفاظ سنتے تھے تو جس طرح اُنپر خواب میں وحی آتی تھی اُسی طرح ہمپر بھی خواب میں وحی آتی ہے جس دلیل سے اُنکا خواب سچا ہوسکتا ہے اُسی دلیل سے ہمارا خواب بھی سچا ہوسکتا ہے۔ وہ بھی آدمی تھے ہم بھی آدمی ہیں خدا نے اپنے نور سے آنحضرت کو پیدا کیا اور حضرت کے نور سے ہم سب کو پیدا کیا تو کیا وجہ ہے کہ اُنکا خواب سچا اور ہمارا خواب جھوٹا ہو،

س (متعجبانہ لہجہ میں ذرا بلند آواز سے) تو کیا تم سب نبی ہو؟ وحی تو غیر نبی پر نہیں آتی مگر تمھاری اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ تم میں کا ہر شخص نبی ہو حالانکہ اگر ہر آدمی میں وحی کی اہلیت ہوتی تو خدا ہر آدمی پر وحی بھیجتا رہتا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کیوں خلق فرماتا۔

ج سکوت بحت،

س پورب کی طرف سجدہ کرنے کی اگر کوئی اور دلیل ہو تو بیان کرو۔

ج جب ملائکہ کو آدم کی طرف سجدہ کا حکم ہوا تو اُنکا منھ پورب کی طرف اور پشت پچھم کی طرف تھی ہم بھی اُسی طرف سجدہ کرتے ہیں اور اُسی طرف حیوانات کو ذبح کرتے ہیں۔

س حضرت آدم کا منھ پورب رخ ہونے کی کیا دلیل ہے ہم کہتے ہیں کہ حضرت آدم کا منھ پچھم کی طرف تھا اور ملائکہ نے اُسی طرف سجدہ بھی کیا تھا اگر تم اپنے دعوی کو کسی دلیل سے ثابت اور ہمارے دعوے کو کسی دلیل سے رد نہ کر سکو گے تو تمھارا دعوی باطل ہے،

ج اس سوال کا جواب ہم پھر دینگے،

س اسکے علاوہ اگر کوئی دلیل تمھارے عقیدہ کی ہو تو بیان کرو،

ج حضرت رسول نے فرمایا ہے کہ ہماری آل کی پیروی کرو کیونکہ حامل قرآن وہی ہے چونکہ سید مطلوب علی آل میں داخل ہیں لہذا ہم اُنکی اطاعت کرتے ہیں۔

س تو آل رسول ہم بھی ہیں ہماری اطاعت کیوں نہیں کرتے؟

ج سید مطلوب علی ہمارے پہلے پیر سید نثار علی کے فرزند اور ہمارے مہدی موعود ہیں اسلئے اُن کی اطاعت کرتے ہیں آپکی اطاعت کیوں کریں۔

س اگر سید مطلوب علی مہدی موعود ہیں تو کوئی معجزہ دکھائیں تاکہ ہم بھی اُن پر ایمان لائیں،

ج معجزہ اُن لوگوں کو دکھاتے ہیں جو اُنپر سچا ایمان لاتے ہیں آپ اُنپر سچا عقیدہ نہیں رکھتے،

س اچھا تم تو اُن پر سچے دل سے ایمان لائے ہو تمکو کیا معجزہ دکھایا۔

ج جس گاؤں میں وہ حصار باندھکر اپنا لکھا ہوا کاغذ لٹکا دیتے ہیں اُس گاؤں میں فصلی بیماری نہیں آتی جس بیمار پر اُنکا تعویذ باندھ دیا جاتا ہے وہ اچھا ہو جاتا ہے،

س یہ معجزہ نہیں ہیں بلکہ آیات قرآنیہ کے تاثیرات ہیں ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں معجزہ یہ ہے کہ کسی مردہ کو زندہ کسی نابینا کو بینا بنادیں اگر وہ ایسا دکھا دیں تو البتہ صاحب اعجاز ہیں،

س ایسا معجزہ ابھی نہیں دکھلا سکتے کیونکہ ابھی خدا کا حکم نہیں ہے جسوقت خروج کرینگے اُسوقت ایسا معجزہ بھی دکھا دیں کے حضرت رسول نے چالیس سال تک کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ جب حکم خدا ہوا تو دکھایا سید مطلوب علی کو بھی جب خدا خروج کا حکم دے گا اُسوقت ایسا معجزہ دکھا دینگے،

س حضرت رسول کی ولادت کے بعد آتش کدہ فارس کی آگ جو صدہا سال سے روشن تھی وہ گل ہو گئی سید مطلوب علی کی ولادت کے بعد کوئی ایسا ہی معجزہ ہوا ہو تو بیان کرو؟

ج سکوت بحت،

اس مکالمہ کے بعد جناب واعظ نے اُن کی تمام دلیلوں کو رد کر کے ایک تخویفی تقریر فرمائی جسکے اثر سے بعض لوگ آبدیدہ ہو گئے مگر سید مطلوب علی نے فوراً یہ تدبیر کی کہ اُس گروہ کے چند لوگوں کو فوراً بلا لیا جنکے اُٹھ جانے کے بعد مجمع متفرق ہو گیا صرف بارہ چودہ آدمی باقی رہگئے جنھوں نے اپنے عقیدہ فاسدہ سے توبہ کی جناب واعظ نے اُن کے اسمار لکھکر اُن کے دستخط لے لئے، ان لوگوں نے سید مطلوب علی سے کہدیا کہ ہم پورب کی طرف ذبح کئے ہوے جانور کا گوشت نہیں کہا سکتے ممدوح نے اُن کی تالیف قلب کے لئے ایک بکرا پچھم رخ ذبح کرا کے اُن کو کھانا کھلایا،

مجمع متفرق ہو جانے کے بعد سید مطلوب علی نے جناب واعظ کے پاس آکر بہت کچھ اپنی صفائی اور برأت اس عقیدہ سے ظاہر کی اور کہا کہ نہ یہ میرا عقیدہ ہے نہ مینے یہ تعلیم دی ہے اِن لوگونکا یہ عقیدہ ایک خواب کی وجہ سے قائم ہوا ہے میں لکھے دیتا ہوں کہ یہ لوگ آپکی کتابوں پر عمل کریں اور ایک تحریر بھی بنگلہ زبان میں اپنی دستخطی دیدی مگر اس عقیدہ کو باطل اور کفر محض لکھنے سے انکار کیا اور رفتہ رفتہ سمجھانیکا وعدہ کیا،

اس فاسد عقیدہ کے لوگون کی تعداد پانچسو ہے باقی لوگ ایسے فاسد العقیدہ نہیں ہیں ہاں اگر مدرستہ الواعظین اس طرف متوجہ نہ ہوجاتا تو تمام قوم کا متحد الخیال ہو جانا ناممکن نہ تھا دورہ اول میں جناب واعظ نے ایک پمفلٹ شایع کر دیا تھا جسکے اثر سے یہ دائرہ وسیع نہ ہو سکا اور اب بنگلہ زبان میں

کتابوں کی اشاعت اور ایک بنگلہ زبان جاننے والے شخص کا دورہ اور بھی سونے میں سہاگہ کا کام دے رہا ہے، مدرسہ شنکرپور کے علاوہ اگر تیں مدرسہ بھی ان اطراف میں صرف دو سال کے لئے قائم کردیے جائیں تو یہاں کے تمام اطفال اور انہیں کی وجہ سے اُن کے والدین کی بھی اصلاح ہوجائے مگر چونکہ جناب واعظ بنگلہ زبانمیں کتابوں کی اشاعت کے لئے بمبئی اور زنجبار اور ممباسہ سے ایک کافی رقم بارہ تیرہ سو روپیہ کی بہم پہونچا چکے ہیں لہذا آیندہ اُنہیں کی کوشش سے بنار مدارس کا چندہ فراہم کرنا دشواری سے خالی نہیں ہے، اگر اس علاقہ کے نام نہاد شیعوں کو مذہب جعفری کا سچا اور کامل پیرو بنانا ہے تو یہ فریضہ تمام قوم سے متعلق ہونا چاہیئے ان مدارس کے قائم ہوجانے سے بیس ہزار نفوس کا قوم شیعہ میں اضافہ ہوجائے گا۔

یہ جو کچھ ان چند صفحات میں لکھا گیا ہے اُس کی تصدیق کے لئے اخبار "حبل المتین" کلکتہ کا شمارہ ۲۹ - ۳۰ صفحہ ۷ ملاحظہ طلب ہے جسمیں ایک مختصر مضمون بعنوان "تبلیغ" جناب آقائے محمد کاظم شیرازی دام علاہ نے سپرد قلم فرمایا ہے۔

جناب مولوی سید مسرور حسین صاحب واعظ شملہ میں شملہ میں عید میلاد النبی کے اجلاس کی شرکت کے لئے سیرت کمیٹی شملہ کی طرف سے جناب مولوی فضل علی صاحب واعظ مدعو ہوئے تھے مگر چونکہ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے معذور تھے لہذا بجائے اُن کے مدرسہ نے جناب مولوی مسرور حسین صاحب واعظ کو منتخب کیا مگر ممدوح کا انتخاب ایسے تنگ وقت میں ہوا کہ وہ باوجود چوبیس گھنٹہ متواتر ریل اور موٹر پر قطع مسافت کرنے کے بھی رات کے آخری اجلاس میں بمشکل تمام شریک ہوسکے اور زحمات سفر کا مطلقاً خیال نہ کرکے ساڑھے دس بجے شب کو جلسہ گاہ میں پہونچ گئے اور مسٹر عبدالمجید صاحب قرشی بانی تحریک یوم النبی کی تقریر کے بعد ساڑھے گیارہ بجے جناب واعظ کو تقریر کا موقع ملا "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" عنوان تقریر قرار دیا گیا تھا جسکو ممدوح نے اس خوبی سے بیان کیا کہ تمام مجمع پر ایک وجدانی حالت طاری ہوگئی، قبل بعثت اور بعد بعثت کے حالات کا مقابلہ کرکے جناب ختمی مرتبت کی پاک سیرت سے اجمالی طور پر اخذ نتائج کرتے ہوئے آیات کلام مجید اور حدیث نور کے ضمیمہ سے ایک نورانی منظر سامعین کے پیش نظر کردیا اور اسی مختصر تقریر سے لوگون کو اندازہ ہوگیا کہ مدرسۃ الواعظین دنیائے اسلام میں کیسا ادارہ ہے اور اُسکے مبلغین وواعظین دین مبین کی خدمت کس خوش اسلوبی سے ادا کرسکتے ہیں،

دوسرے روز شب کو میلاد کمیٹی گورنمنٹ آف انڈیا پریس شملہ کی طرف سے مسجد قطب خانساماں میں ایک جلسہ منعقد ہوا جسمیں جناب واعظ بھی مدعو ہوے، مجمع بہت کافی تھا، مسٹر محمد امیں صاحب بیرسٹر کی تقریر کے بعد ساڑھے گیارہ بجے جناب واعظ کو تقریر کا موقع ملا جو نہایت مفید و مؤثر ثابت ہوئی اور تعلیم یافتہ طبقہ نے بالخصوص بہت اچھا اثر لیا اور ہر طرف سے مدرسۃ الواعظین زندہ باد کی صدائیں بلند ہو گئیں،

اس سلسلہ کے ختم ہونے کے بعد ارکین انجمن حیدریہ شملہ کے اصرار سے ایک ہفتہ تک اور قیام کرنا پڑا آیندہ اتوار کو انعقاد جلسہ کی تاریخ معین ہوئی جسکے درمیان میں کچھ مجلسیں بھی ہوتی رہیں، اتوار کے روز جناب راجہ رفیق حسین صاحب بن جناب راجہ توکل حسین صاحب کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا، بنا مسجد کا مسئلہ جو اس انجمن کے اغراض و مقاصد کی روح رواں ہے بہت کچھ ٹھنڈا ہو چکا تھا بلکہ بعض لوگ بجاے تائیدی کوششوں کے مخالفت کر رہے تھے اُس کی بھی تجدید ہو گئی اور جس مقصد سے یہ جلسہ منعقد ہوا تھا وہ بھی کافی طریقہ سے حاصل ہو گیا مسجد کے مسئلہ میں مخالف جماعت کے لوگ بھی شریک ہو گئے اور ماہواری چندہ کے علاوہ ایکسو چھتیس روپیہ نقد فوراً جمع ہو گیا اور دوسو یا اس سے کچھ زائد کے وعدہ ہوے اور جلسہ نہایت کامیاب رہا، (ناچیز مدیر)

انگریزی ترجمہ صحیفۂ کاملہ

کَلَامُ الْاِمَامِ اِمَامُ الْکَلَامِ

علی ثانی یا آدم ثالث امام چہارم حضرت علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کا وہ کلام بلاغت نظام جو تحت کلام الخالق و فوق کلام المخلوق اور مافوق تصور انسانی علوم و کمالات کا معدن اور رابطۂ عبدیت و معبودیت کے صحیح معانی کا مخزن اور دعا و مناجات کے اعلیٰ ترین طرق کا معلم مدرسۃ الواعظین کے کافی دقت و روپیہ کے صرف سے انگریزی میں ترجمہ ہو کر طبع ہو رہا ہے اور شائقین کے سخت تقاضہ سے پہلا حصہ جو ۳۰ دعاؤں پر مشتمل ہے اور ۱۰۹ صفحہ پر ختم ہوا ہے شایع بھی کر دیا گیا ایک صفحہ پر اصل عبارت عربی ہے اور دوسرے صفحہ پر ترجمہ ہے جلد نہایت عمدہ انگلش فنیش قیمت عہ جلد منگا لیجئے ایسا نہ ہو کہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے

مقالات

تذکرۂ شیعہ حفاظ قرآن

نمبر ۲

پہلا تبصرہ

حفظ الفاظ اور حفظ معانی

الفاظ و معانی کا ارتباط بجائے خود ایک غامض مسئلہ ہے جسکے متعلق افکار و عقول نے بہت کچھ ٹھوکریں کھائی ہیں، سلیمان بن عباد کا دعویٰ تو یہ تھا کہ لفظ ذاتاً معنی کے ساتھ ارتباط رکھتی ہے یعنی قبل اسکے کہ کوئی واضع لغت "پانی" کی لفظ کو اس مخصوص سیال بارد یا تطبع عنصر کے لیئے وضع کرے "پانی" کے حروف اور انکی ہیئت اجتماعیہ اس معنی کی طالب تھی اسکا خیال ہے کہ معانی کے خصوصیات الفاظ میں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں پانی چونکہ سیال جسم ہے اسکے لیئے جو لفظ عربی میں "ماء" پایا جاتا ہے خود اسکی آواز میں بھی ایک سیالانہ کیفیت موجود ہے اور پتھر چونکہ جامد ہے اسکی جتنی لفظیں ہیں انکی آواز میں ایک قسم کا انجماد پایا جاتا ہے شیر کے جتنے نام ہیں سب کی آواز ڈراونی اور باغ و بہار کے جتنے الفاظ ہیں انمیں کچھ نہ کچھ شگفتگی لازمی ہے۔

محققین کے نزدیک یہ خیال بالکل باد رہوا ہے، اگر الفاظ کے ساتھ معانی کا ارتباط ذاتی ہونیکے سبب کسی واضع کا ممنون احسان نہوتا تو چاہیے تھا کہ کسی مخصوص معانی رکھنے والے الفاظ سے ہر شخص کا ذہن معینی کی طرف منتقل ہو جایا کرتا اور کسی لغوی تصریح اور وضع واضع پر اطلاع کی حاجت نہوتی ایسی صورت میں افراد بشر کے درمیان زبان کا اختلاف معنی نہیں رکھتا، بلکہ ایک عربی لفظ سے کسی جاہل دیہاتی ہندوستان میں بسنے والے انسان کے اسی طرح معنی سمجھ میں آتے جس طرح ایک عربی زبان کے فاضل متبحر کی سمجھ میں آتے ہیں کیونکہ اس خیال کے مطابق خود زبان سے نکلتی ہوئی آوازوں میں ذاتی طور پر ایک مقناطیسی جذب مخصوص معانی کی طرف موجود ہے جو زبردستی ذہن کو انکی طرف منتقل کر دیتا ہے، الفاظ اور معانی کے خصوصیات میں جو یکجہتی دکھلائی گئی ہے وہ بھی خطابی حیثیت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی، اسد کی لفظ میں کونسی ڈراونی آواز ہے جو فرس بقر وغیرہ میں نہیں ہے اور جب ایک لفظ کے متعدد معنی ہوں کہ جنکے خصوصیات میں زمین آسمان کا تفرقہ ہو

تو ایک واحد لفظ کی آواز میں کہاں تک وہ تمام خصوصیات محفوظ رہ سکتے ہیں خصوصاً جبکہ معانی ایک دوسرے
کی ضد یا نقیض ہوں، مشترک الفاظ کا عموماً اور لغات اضداد کا وجود خصوصاً اس خیال کی کمزوری کو ثابت اور تمام
کرنے کے لیے کافی ہے

حقیقۃً الفاظ اپنے ذاتی اعتبار سے تمام معانی کے ساتھ مساوی مناسبت رکھتے ہیں، اُنکا ارتباط مخصوص معانی
کے ساتھ واضع کا رہین منت ہے، بے شک جبکہ کسی متند واضع نے لفظ کو ایک معنی کے لیے مقرر کردیا تو اُسکے سبب
سے لفظ اور معنی کے درمیان ایک خاص علاقہ مودت و اختصاص پیدا ہوجاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب لفظ کانوں
میں پہونچے معانی کی طرف ذہن منتقل ہوجائیگا،

معانی وہ عقلی مفاہیم ہیں جو خارجی یا غیر خارجی اشیا کے لیے ذہن میں موجود ہیں، وہ اس قابل نہیں کہ زبان پر
لائے جائیں اور مخاطب کے کانوں تک پہونچائے جائیں اُس طرف اجتماع اور باہمی معاشرت کا تقاضا یہ ہے
کہ ایک اپنے مافی الضمیر کو دوسرے تک پہونچائے اور اُس معنی پر جو اسکے ذہن میں ہیں مخاطب کو آگاہ کرسکے، ہاتھوں
کے اشارے تمام مقاصد کو سمجھانے میں ناکافی ہیں، اسی ضرورت کے پورا کرنے کے لیے الفاظ کی وضع ہوئی ہے جب
کسی مفہوم کو مخاطب تک پہونچانا ہو تو وہ لفظیں جو اس معنی کے لیے کسی واضع نے مقرر کردی ہیں زبان پر لائی
جائیں، اگرچہ براہ راست وہ چیز جو مخاطب تک پہونچیگی لفظیں ہیں لیکن اصالۃً ذہن کی توجہ معنی کی طرف ہوگی اور
وہ مفہوم جس کا پہونچانا مقصود ہو پورے طور پر واضح ہوجائیگا لہذا لفظ کی حیثیت معنی کے ساتھ ویسی ہی ہے جیسے
عینک کے تال کی کسی کتاب کے مطالعہ کے وقت کہ براہ راست جلیدیہ (آنکھ کے پردے) سے نکلکر جو شعاع منطبق
ہوتی ہے وہ عینک کے تال پر پہلے پڑتی ہے لیکن توجہ کا مرکز بالکل وہ نقوش ہوتے ہیں جو صفحہ کاغذ پر بنے
ہوتے ہیں، اسی طرح آئینہ میں صورت دیکھتے وقت اسکا صاف و شفاف شیشہ بالکل منظور نظر نہیں ہوتا، توجہ
ساری چہرہ کے خط و خال پر ہوتی ہے باوجودیکہ آنکھ کے سامنے براہ راست شیشہ ہوا کرتا ہے، بالکل یہی مثال
الفاظ کی ہے یعنی جو شئے مخاطب کے کانوں تک پہونچتی اور اُسکے ذہن میں داخل ہوتی ہے وہ الفاظ ہیں لیکن توجہ
ذہن کو ہوتی ہے وہ اُس معنی کی طرف جسکو الفاظ بتلا رہے ہیں گویا الفاظ اپنے معانی کے اندر فنا کا مرتبہ حاصل
کرلیتے ہیں کہ اُنکی ہست و بود بالکل فانی ہوکر عدم کی صورت اختیار کرلیتی ہے اگرچہ حقیقۃً وہ موجود ہیں،

لفظ اور معنی کے اسی ارتباط کا نتیجہ ہے کہ معانی کے خصوصیات کا پرتو لفظ پر پڑتا ہے اور خوف و دہشت یا
انس و لذت تازگی و شگفتگی یا افسردگی و پژمردگی جو معانی کے اندر پائی جاتی ہے الفاظ میں بھی وہ اثر پیدا
ہوجاتا ہے جسکا سبب حروف کی ترکیب اور اُنکی آواز کا اتار چڑہاؤ نہیں بلکہ وہ معانی ہیں کہ جو ان الفاظ سے
پیدا ہوسکتے ہیں اور اسی جہت سے الفاظ کی عزت و وقعت اور بلندی اُن معانی کے سبب سے ہوتی ہے جو

اُنکے تحت میں مضمر ہیں،

دہن سے نکلتی ہوئی آواز اور زبان پرکستے ہوسے الفاظ اگر اپنے تحت میں کسی معنی کو نہیں رکھتے تو وہ مہمل ہیں جو کسی عزت کے لائق نہیں بلکہ جس شخص سے صادر ہوں وہ مجنون وغیرہ کہلائے جانیکا مستحق ہے کلام اُسی وقت تک کلام ہے کہ انہیں الفاظ کے ساتھ ساتھ معانی کا جذبہ بھی محفوظ ہو

قرآن مجید انسانی کلام نہیں بلکہ خالق انسان کاکلام ہے اُسمیں بدرجۂ اتم موجود ہیں لفظ اور معنی حفظ کا تعلق ایک سے ہرایک کے ساتھ ہوسکتا ہے، الفاظ محفوظ ہوں اور معانی کی خبر نہیں یا معانی پر پوری اطلاع ہو لیکن الفاظ ازبر یاد نہیں، دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ان دونوں جہتوں میں اسلامی نقطۂ نظر اور عقلی و مذہبی اصول کی بنا پر کون زیادہ اہم اور کارآمد قابل قدر و عزت ہے، کیا صرف الفاظ کو رٹ لینا اور انکو ازبر یاد کرنا درصورتیکہ معانی کی خبر نہ ہو یا خبر ہو لیکن غور و تأمل اور نتائج کے استخراج میں غفلت شعاری سے کام لیا جائے کوئی قابل قدر اور اہم صفت ہے یا یہ کہ معانی میں پورا غور و فکر کرکے انکے نتائج و آثار پر عبور حاصل کر لے اگرچہ الفاظ ازبر یاد نہوں قابل قدر اور زیادہ مستحق اہتمام ہے،

قرآن مجید میں جابجا تدبر فی القرآن کا حکم دیا گیا ہے،

کتاب انزلناه الیک مبارک لیدبروا ایاتہ (پ ۲۳ سورہ صٓ)	یہ وہ بابرکت کتاب جسکو ہم نے تم پر (اے رسول) اسلئے نازل کی ہے کہ لوگ اُسکی آیتوں میں غور و تأمل کریں،
افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا (پ سورہ نسا)	ترجمہ یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ غیرخدا کی طرف سے ہوتا تو ان کو اسمیں بڑا اختلاف نظر آتا،
افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها (پ ۲۶ سورۂ محمد)	یہ لوگ قرآن میں فکر و تأمل سے کام کیوں نہیں لیتے یا اُنکے دلوں پر درحقیقت قفل ہی لگ گئے ہیں
تلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون (پ ا سورہ بقرہ)	یہ طرح طرح کی مثالیں ہم لوگوں کے لیے پیش کرتے ہیں اور انکا سمجھنا تعقل کرنا صرف باخبر افراد کا کام ہے،
کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تتفکرون (پ ۲ سورہ بقرہ)	خدا یونہیں اپنے آیات کو تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم لوگ فکر و تأمل کرو.
کذلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلهم یتفکرون (پ ۳ سورۂ آل عمران)	خدا یونہیں اپنے آیات لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے تاکہ وہ لوگ غور و فکر کریں،

ایسی ہی بہت سی آیتیں ہیں جنمیں غور و فکر و تأمل کا حکم دیا گیا ہے جسکا تعلق معانی سے ہوا کرتا ہے لیکن کہ

آیت بھی قرآن مجید میں ایسی نہ ملیگی جہاں حفظ الفاظ کی طرف توجہ دلائی گئی ہو،

اسی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ حفظ الفاظ وحفظ معانی میں کون زیادہ اہم ہے؟ یقیناً معانی کا حفظ حضرت باری کی نظر میں پوری اہمیت رکھتا ہے کہ اس پر مختلف الفاظ میں ترغیب دلائی گئی ہے لیکن حفظ الفاظ کی طرف توجہ نہ کی گئی

حفظ الفاظ کو اگر کوئی فضیلت ہوسکتی ہے تو ان ہی حیثیت سے کہ اسکے ذریعہ سے معانی کا استحضار زیادہ ہو لیکن یہ غرض اس وقت بالکل منتفی ہوجاتی ہے کہ جب الفاظ نے ذہن کو بالکل مسخر کرلیا ہو اس طرح کہ معانی کی بالکل خبر نہ ہو اور اگر خبر ہے بھی تو توجہ انکی طرف نہ پائی جائے،

الفاظ از برا اور معانی کی طرف سے چشم پوشی کسی طرح قرآن وحدیث کی رو سے قابل استحسان نہیں ہے قرآن مجید ہمیشہ اپنے نقطۂ نظر کو امثال کے ذریعہ سے واضح کرتا ہے " ولقد ضربنا للناس فی القرآن من کل شیء " (ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لیئے قرآن میں ہر قسم کی مثال ذکر کردی ہے)

اس نے اپنے اسی مخصوص رنگ میں ارشاد کیا ہے۔

مثل الذین حملوا التورٰة ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا (پ ۲۸ سورہ جمعہ)	مثال اُن لوگوں کی جنکو توریت کا حامل بنا دیا گیا پھر اسکو برداشت نہ کرسکے اُس گدھے کی سی ہے جو کتابوں

کو اپنی پر لادے ہوے ہو علمائے معانی وبیان سے دریافت کرو کہ وجہ مشابہت اس آیت میں کیا ہے،

محقق تفتازانی مطول میں لکھتے ہیں:۔

العقلی من وجہ الشبہ کحرمان الانتفاع ما بابلغ نافع مع تحمل التعب فی استصحابہ فی قولہ تعالیٰ مثل الذین حملوا التورٰة ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا جمع سفر بکسر السین وھو الکتاب ولاشک ان وجہ الشبہ فی اجبار الیھود بالحمار امر عقلی منتزع من عدة امور لانہ روعی من الحمار فعل مخصوص ھو الحمل وان یکون المحمول شیئاً مخصوصاً وھو الاسفار التی ھی اوعیة العلوم وان الحمار جاھل بما فیھا وکذا فی	عقلی وجہ شبہ کی مثال ہے انتہائے نفع رساں شئے کی منفعت سے محروم رہنا باوجود برداشت زحمت کے اسکے ساتھ رکھنے میں اس ارشاد باری تعالیٰ میں کہ مثال اُن لوگوں کی جو توریت کے حامل بنائے گئے پھر ان اسکو نہ اُٹھاسکے مثال حمار کی ہے جو اسفار کو اُٹھائی ہوے ہو اسفار جمع سفر کی ہے جسکے معنی کتاب کے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ وجہ مشابہت یہود کی حمار کے ساتھ امر عقلی ہے جو چند امور سے منتزع ہے اسلیئے کہ حمار میں ایک فعل مخصوص یعنی اٹھانے ہونیکا اعتبار کیا گیا ہے اور اس بات کا لحاظ ہے کہ وہ شئے جس کو حمار نے

جاهل بما فيها وكذا في جانب المشبه

اٹھایا ہے کتابیں ہیں کہ جو ودلیعت دار علم ہوا کرتی ہیں اور بہیرہ یہ کہ گدہا جاہل ہے ان مطالب سے کہ جو ان کتابوں میں ہیں اور یہی صورت مشبہ (یہود) اور حمل توریت میں بھی ہے

آیات قرآن جو معیار قائم کردیں انمیں تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں، وجہ شبہ اس آیت میں جب منقح ہو گئی تو کیا ایک ایسا شخص جو الفاظ قرآن کے حفظ میں پوری کوشش صرف کرے اور اسمیں جانفشانی و عرق ریزی کرے، دل و دماغ کو زحمت و تکلیف پہونچائے مگر اُسکے مطالب سے نفع یاب نہو، معانی کی طرف توجہ سے قاصر اور اُسکے حقائق و دقائق کے ادراک سے محروم رہے وہ مضمون آیت کا مصداق نہ ہوگا حالانکہ مذکورۂ بالا وجہ شبہ اُسمیں بدرجہ اتم موجود ہے

اس قسم کا حفظ قرآن کوئی ممدوح وصف نہیں ہے بلکہ مستند احادیث صحیحہ میں مذمت کے موقع پر پیش کیا گیا ہے ملاحظہ ہو صحیح بخاری صفحہ ۷۵۶ مطبوعہ کرزن پریس لاہور،

عن ابي سعيد الخدري انه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يخرج فيكم قوم تحقرون صلوتكم مع صلوتهم وصيامكم مع صيامهم وعملكم مع عملهم ويقرأون القرآن لايجاوز حناجرهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية ينظر في النصل فلا يرى شيئا وينظر في القدح فلا يرى شيئا وينظر في الريش فلا يرى شيئا ويتمارى في الفوق

ابوسعید خدری ناقل ہیں کہ میں نے رسالتمآب کو فرماتے ہوے سنا ہے کہ کچھ لوگ تم میں پیدا ہونگے کہ جنکی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو اور اُنکے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو اور اُنکے تمام اعمال کے مقابلہ میں اپنے اعمال کو بے حقیقت سمجھوگے وہ قرآن مجید کو اس طرح پڑھینگے کہ اُنکے گلوں کے آگے نہ بڑھتا ہوگا یعنی صرف آوازیں اُنکے گلوں میں گردش کرتی ہونگی لیکن معانی دل تک نہ پہونچینگے) وہ دین سے اسطرح نکلینگے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے، تیر کے پھل میں دیکھو توشکار کے خون کا کچھ اثر نہ دکھلائی دے، تیر کی لکڑی میں دیکھو تو بھی کچھ اثر نظر نہ آئیگا، تیر کے پروں پر نظر کرو تب بھی کچھ اثر نہ معلوم ہو اور سوفار میں بھی شک ہو کہ کچھ اثر ہے یا نہیں اسی طرح ان لوگوں کے قرآن پڑھنے کی یہ شان ہوگی کہ انپر کوئی اثر اُسکا نہوگا اُنکے دل پر چہرہ پر دیگر اعضا پر تلاوت قرآن کی تاثیر نہ ہوگی،

معلوم ہوا کہ ایسا حفظ قرآن جو صرف الفاظ تک محدود ہو اور ایسا قرأت قرآن کرنا جو معانی سے چشم پوشی کے ساتھ ہو نتیجہ بخش نہیں ہے چنانچہ علامۂ قسطلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے

یعنی نفذ السهم المرمی بحیث لم یتعلق بہ شیٔ لم یظهر اثرہ فیہ فکذلک قراءتهم لا یحصل لهم منها فائدۃ

مراد حضرت کی یہ ہے کہ تیر نشانہ سے اس طرح گذر گیا ہو کہ نہ خون سے بالکل آلودہ ہو اور اُس پر کچھ بھی اثر ظاہر نہ ہو اسی طرح اُن لوگوں کی قرأت سے اُن کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا،

دوسری حدیث عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی آخر الزمان قوم احداث الاسنان سفهاء الاحلام یقولون من خیر قول الناس یقرأون القرآن لا یجاوز تراقیهم الخ

(صحیح ابن ماجہ ج ۱ صفحہ ۳ طبع مصر)

ابن مسعود سے نقل ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا زمانہ کے آخری دور میں ایک ایسی جماعت ظاہر ہوگی جنکی عمریں کم عقلیں ناقص ہونگی، زبانی انکے دعوے بڑے اچھے ہوں گے، وہ قرآن کو رٹتے ہوں گے لیکن اسطرح کہ گلوں سے آگے بڑھنے نہ پاتا ہو،

تیسری حدیث عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بعدی من امتی قوما یقرأون القرآن لا یجاوز حلوقهم الخ

ابوذر غفاری سے روایت کی ہے کہ رسالتمآب نے فرمایا کہ میرے بعد میری اُمت میں ضرور ایسی جماعت آنے والی ہے جو قرآن کو رٹتے ہوں گے اسطرح کہ حلق سے تجاوز نہ کرے،

چوتھی حدیث عن جابر بن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجعرانۃ وهو یقسم التبر والغنائم وهو فی حجر بلال فقال رجل اعدل یا محمد فانک لم تعدل فقال ویلک ومن یعدل بعدی اذا لم اعدل فقال عمر دعنی یا رسول اللہ حتی اضرب عنق هذا المنافق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا فی اصحاب لهم یقرأون القرآن لا یجاوز تراقیهم الخ

جابر انصاری کی زبانی منقول ہے کہ جناب رسالتمآب مقام جعرانہ میں فروکش تھے، بلال کے دامن میں مال غنیمت کا طلاء و نقرہ تھا اور حضرت اُسکو تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے حضرت کو نام لیکر آواز دی اور کہا کہ عدالت سے کام لو تم نے عدالت و انصاف سے کام نہیں لیا حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر میں نے عدالت نہیں کی تو میرے سوا کون ہو سکتا ہے جو عدالت کرے عمر نے عرض کیا کہ مجکو اجازت دیجئے اسکو قتل کر ڈالوں حضرت نے فرمایا نہیں یہ ایک ایسی جماعت کے ساتھ نکلیگا جو قرآن کا ورد کرینگے اس طرح کہ گلوں سے نیچے نہ اترے،

پانچویں حدیث عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ینشأ نشو یقرأون القرآن لایجاوز تراقیهم الخ

عبد اللہ بن عمر ناقل ہیں کہ رسالتمآب نے فرمایا ایک ایسی نئی جماعت پیدا ہوگی کہ جو قرآن کو پڑھتے ہونگے اسطرح سے کہ اُنکے گلوں کے آگے نہ بڑھے

چھٹی حدیث عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج قوم فی آخر الزمان او فی هذه الامة یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیهم او حلوقهم (ابن ماجہ صفحہ ۳۰)

انس بن مالک نے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب فرمایا ایک جماعت آخری دور میں یا اس اُمت میں ایسی ظاہر ہوگی کہ جو قرآن کا ورد کرتے ہوں گے اسطرح کہ انکے گلوں سے نیچے نہ اترے،

اس قسم کے احادیث کا تعلق اگرچہ خوارج نہروان کے ساتھ ہے اور انہی کے اوصاف کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے لیکن ہم اس بات کو دکھلانا چاہتے تھے کہ قرآن کا حفظ اس طرح سے کہ ان الفاظ تک محدود ہے اور معانی کا اثر نفس پر نہ پڑے مذہبی نقطہ نظر سے کوئی قابل مدح صفت نہیں ہے بلکہ مذمت کے موقع پر ذکر کا مستحق ہے اور یہ امر مذکورہ بالا احادیث سے صاف ظاہر ہے (باقی آئندہ)

(علی نقی النقوی عفی عنہ)

رپورٹ وقف منصبیہ میرٹھ

وقف مذکور اپنی انتہائے شہرت اور فیض رسانی سے کسی مزید تعارف کا محتاج نہیں ہے اور جو دینی اور مذہبی شعبہ اس وقف سے متعلق ہیں مثلاً کربلائے منصبیہ، عزاخانہ منصبیہ، مدرسہ منصبیہ، کتب خانہ منصبیہ وہ سب نہایت اہم و ضروری ہیں، خاندان واقف سے اسکی تولیت نکل جانے کے بعد جناب خان بہادر سید محمد حسین صاحب شوق ڈپٹی کلکٹر پنشنر دام عزہ گیارہ برس تک جس خوش و خلوص سے فرائض تولیت کو آنریری طور پر ادا کرتے رہے وہ جناب ممدوح کو نہایت پرجوش و پرزور شکریہ کا مستحق ثابت کر رہا ہے اور ممدوح کے مستعفی ہوجانے کے بعد جناب حاجی سید جلال الدین حیدر صاحب ایم اے اور جناب سید محمد محسن صاحب بیرسٹر متولی حال کے اسمائے گرامی بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جنہوں نے انتہائے ہمدردی سے اس عہدہ کے فرائض کو انجام دیا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جناب خان بہادر ممدوح باوجود مستعفی ہوجانے کے بھی جو شغف وقف مذکور سے ساتھ رکھتے ہیں وہ بہت کچھ قابل شکریہ ہے چنانچہ زیر تبصرہ رپورٹ بابت سال سیزدہم نظم جدید بھی آپ ہی کی مرتب کی ہوئی ہے جو ہماری نظر میں ہر طرح باضابطہ و مکمل اور قابل اطمینان ہے ایسے ہے وہ اعتراضات و مباحث جو وقتاً فوقتاً اخبارات میں شایع ہوتے رہے اور آیندہ بھی جنکا انسداد ناممکن ہے وہ محض لائق نگاروں کے زور قلم کا نتیجہ اور ذاتیات کا ثمرہ ہیں سچے اور خالص کام

شعائر اللہ اور اُن کی شبیہ

حق کے سینہ پر ہمیشہ ناحق کے تیرون کی لگاتار بارش رہی۔ اور حق کی بارگاہ مین باطل نے ہر عہد میں نئے زور یاں کیں عصر حاضر بھی انھیں کا نشانہ اور آماجگاہ ہے لیکن حق کا پشت پناہ خدا ہے اس لئے فتح کا سہرا بھی ہمیشہ حق ہی کے سر رہتا ہے الا ان حزب اللہ ہم الغالبون "تعزیہ داری" کے خلاف باطل کو شونکا عرصہ سے پروپیگنڈا جاری ہے۔ اسطرف ایک مصدقہ خبر مظہر ہے کہ بعض مقامات پر نئے اجزا سے اعتراضات کی "بارود" تیار کی گئی ہے۔ میں پہلے اعتراضات کو نقل کرتا ہون مختصر جواب کو مقدم کرونگا اسکے بعد تفصیلی جوابات کی جانب عنان خیال کو منعطف کرونگا۔

اعتراضات کا خلاصہ صفا و مروا وغیرہ شعائر اللہ میں داخل ہین یا نہیں انکی نقل بنانا کیسا ہے؟ روضۂ حسین شعائر اللہ میں داخل ہے یا نہیں۔ تعزیہ تابوت وغیرہ کا ائمہ نے حکم دیا یا نہیں اگر حکم نہیں دیا تو اُن کا رواج خلاف شریعت کیوں نہیں ہے اور اگر حکم دیا تو وہ احکام کیا ہین۔

مختصر جوابات شعائر اللہ کے متعلق قرآن میں چار مقام پر حسب ذیل تذکرہ ہے۔

(۱) ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح ان یطوف بہما الایہ (پ۲ البقرہ ع)	بیشک صفا اور مروہ داخل شعائر اللہ ہیں تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ بجا لائے تو اسپر ان دونوں کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔
(۲) یا ایہا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام الایۃ (پ۶ المائدہ ع)۔	اے ایماندارو شعائر اللہ کی بے توقیری اور محترم مہینہ کی بے حرمتی نہ کرو۔
(۳) ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب ع (پ۱۷ الحج)	اور جس شخص نے شعائر اللہ کی تعظیم کی تو بیشک یہ دلوں کی پرہیزگاری کا نتیجہ ہے۔
(۴) والبدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر (پ۱۷ الحج)	اور قربانی کے اونٹ کو ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ سے قرار دیا ہے اسمیں تمہارے لئے بھلائی ہے۔

ان آیات میں صفا و مروا وغیرہ کے شعائر اللہ ہونے کا ذکر ہے انکی نقل بنانے کے متعلق قرآن

کوئی ممانعت نہیں ہے،

شعائر کے معنی الفاظ ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں،

الاصل فی شعائر اللہ الاعلام التی بھا یعرف الشئ شعائر اللہ وہ چیزیں ہیں جو خدا سے شناسا کرائیں (مجالس مفجعہ صفحہ ۷۶ تفسیر کبیر ج ۶ صفحہ ۲۳)

ان معانی کی بنا پر صاف ظاہر ہے کہ روضہ بلکہ تعزیہ وغیرہ سب شعائر اسد ہیں انکی نقل بنانے کے متعلق قرآن وحدیث کسی میں کوئی ممانعت نہیں ہے بلکہ چودہ معصوم اور صحابہ نے شبیہ کے متعلق عمل اور حکم دونوں سے رہنمائی فرمائی ہے،

تفصیلی جوابات انسانی افعال واعمال جن سے شارع کا احتساب متعلق ہے اور جن کے فعل وترک کا حکم دیا گیا ہے دو طرح کے ہیں،

(۱) ایک وہ ہیں جنھیں بعنوان خاص ارشاد فرمایا ہے اور انکے واسطے دلیل مخصوص وارد ہوئی ہے جیسے تعداد صلواۃ عدد رکعات۔ مقدار صیام واجبہ تحدید اوقات وغیرہ، یا شراب خواری، قمار بازی وغیرہ کی حرمت ان امور کے متعلق خاص طور سے ادلہ وارد ہوئے ہیں، جنسے مذکورہ اشیاء اور ان کے امثال کا وجوب وحرمت بالخصوص مستفاد ہے، اور نام بنام ان چیزوں پر حکم لگایا ہے،

(۲) دوسری قسم ادلہ عامہ کی ہے، مثلاً حرمت غنا کا حکم عام ہے، لہذا جس مورد میں غنا کا حصول ہوگا اسکا ارتکاب ناجائز سمجھا جائیگا، خواہ زبان انسان پر غنا کا حصول ہو یا کسی باجہ یا فونوگراف میں محقق ہو بہرطور تمام مقامات اس حکم کے ماتحت آجائینگے،

ذکر الٰہی کا حکم عام ہے، اور اسکو شارع نے عبادت کا مرتبہ بخشا ہے لہذا جسطرح ذکر الٰہی عمل میں آئے اور جو ذکر یاد خدا کا مصداق ہو وہ اسی حکم عام میں شامل ہوگا، اسی بنا پر جس طرح اسمار الٰہی کا ورد عبادت ہے اسیطرح خدا کے رسل اور اوصیائے رسل کا ذکر بھی عبادت ہے، مختصر یہ ہے کہ جو چیز ذکر الٰہی کی باعث ہو بشرطیکہ خارج سے کسی اور ممانعت شرعیہ کی مورد نہو اسکا امتثال حتماً مطلوب خدا ہوگا اور وہ شے یقیناً ذکر الٰہی میں داخل ہوگی اور یہ تعلیم ذکر خدا کے عام رجحان سے ہرگز خارج نہوں گے، اسیطرح حدیث

من جلس مجلسا یحیی فیہ امرنا الخ یا — جو اس مجلس میں بیٹھے جہاں ہمارا امر زندہ کیا جائے الخ یا

من تذکر مصابنا وبکی لما ارتکب منا الخ — جو ہمارے مصائب کو یاد کرے اور جو ظلم ہم پر ہوئے ہیں ان پر روئے

مجالس مفجعہ صفحہ ۲۵۴ بحار صفحہ ۱۶۲

کے امثال سے مستفاد ہوتا ہے کہ اہلبیت کے مصائب کی یادآوری جس عنوان سے ہو مطلوب خدا ہے،

لہذا اس "نظریہ" کے ماتحت ہر اُس امر کا بیان جو اُن حضرات کی یاد کا باعث ہو مستحب اور راجح ہوگا خواہ تعزیہ کے آئینہ میں قبر مطہر کی تصویر دیکھ کے رونا۔ یا علم کے ذریعہ سے لشکر حسین کے نشانوں کو یاد کر کے آنسو بہانا، یا دلدل نکال کے سید الشہداء کے زخم آلود مرکب کی یاد تازہ کرنا، اور اُن ذرائع سے امام مظلوم پر اشک فشانی کرنا، یہ سب افعال حکم "من تذکر" وغیرہ میں داخل ہوں گے "ناصیہ تحریر میں" بتایا گیا ہے کہ جتنی چیزیں موجبات ذکر میں شامل ہیں اُن سب پر ذکر کا ثواب مرتب ہوگا لہذا کل وہ چیزیں جو ذکر حسین میں معین ہوں یقیناً ذکر خدا میں محسوب ہوں گے اس لیئے عزاداری کے ساز و سامان کا شمول ذکر خدا میں ضمناً و جزواً ہوگا، کلی احکام ایسے ہی ہوتے ہیں حاکم جزئیات کا نام نہیں لیتا لیکن کلی کے سب افراد مرضی حاکم میں داخل ہوتے ہیں مثلاً اگر کوئی سلطان کسی افسر کو کسی مقام پر جنگ کا حکم دے۔ اُسوقت وہ مامور افسر وہاں جا کر تلوار سے لڑے یا توپ سے، یا بندوق سے یا مشین گن لگائے یہ سب تدابیر افسر کے واسطے حاکم کی اطاعت کے ضمن میں شمار ہوں گے اور پوچھنے والا اس سوال کا حقدار نہ ہوگا کہ مشین گن لگانے کا حکم سلطان نے کب دیا تھا اس ایراد کا موقع اسلیئے نہیں ہے کہ سلطان نے فتح جنگ کی عنان مطلق حاکم کے سپرد کر دی تھی۔ اور مطلوب سلطان صرف دشمن پر تسلط اور غلبہ تھا لہذا دشمن جس صورت سے بھی زیر ہو مرضی سلطانی کے موافق ہوگا بلکہ عین اطاعت ہوگی یہی حال عزائے حسین کے ادارہ کا ہے کہ اسکے متعلق شریعت میں احادیث و روایات عامہ وارد ہوئے ہیں ان کے ماتحت جتنے افراد ہیں سب حکم عام میں داخل ہوں گے اور جزئی افراد کے نام لینے کی ضرورت نہ ہوگی، ہر موجب بکا کا بجالانا مستحب ہوگا خواہ "شبیہوں" کا اٹھانا ہو۔ یا تعزیہ کا رکھنا۔ یا ضریح کا نکالنا کوئی چیز بھی ہو جبتک وہ کسی دوسرے حکم شرعی سے نہ ٹکرائے استحباب کی ذمہ دار اور ضامن ہوگی دنیا عالم اسباب ہے کوئی شے بغیر سبب کے موجود نہیں ہوتی، ادائے نماز کے لیے غسل و وضو یا تیمم کی احتیاج غسل و وضو یا تیمم کے واسطے پانی یا خاک کی ضرورت اور اُن کی تحصیل مسافت طے کرنے یا اُن کے امید گاہ تک پہونچنے پر موقوف وغیرہ وغیرہ،

یہ کل اسباب فعل صلوٰۃ کے غیر منفک اور نہ جدا ہونیوالے لوازم ہیں۔

جس طرح نماز کا بجالانا واجب یا مستحب ہے اسیطرح اُن کل اسباب کا بجالانا بھی واجب یا مستحب ہوگا، ان کیواسطے علحدہ سے ادلۂ شرعیہ کی ضرورت نہیں ہے اسیطرح جب بکائے حسین مستحب ہے تو اُن اسباب کا فراہم کرنا جنکے ذریعہ سے آپ پر گریہ واقع ہو مستحب ہوگا اور یہ تمام امور اسباب غم میں داخل ہوں گے جنکے رجحان کے لیے صرف ایک بکائے حسین کا رجحان کافی ہے جسکے بارے میں نصوص خاص وارد ہیں،

اگر شارع جزئی چیزوں کیواسطے احکام نافذ فرماتا تو اسکے یہ معنی ہوتے کہ آج تک اسلام کی قانونی کتاب نامکمل ہی رہتی اور اسکا شیرازہ ہمیشہ پریشاں ہی رہتا جزئیات غیر متناہی ہیں انکی پیداوار کا سلسلہ کسی فصل

میں نہیں رکتا لیکن یہ بالکل حق ہے کہ ہر جزئی کا حکم کتاب اللہ سے بعنوان عموم مستفاد ہوتا ہے اسی قاعدہ پر اتبک اسلامی دنیا کاربند ہے دیکھئے دوسری صدی میں مدارس کی بنیاد کا خیال پیدا ہوا اور تیسری صدی میں خانقاہ کی داغ بیل ڈالی گئی اور خود کتاب اللہ عہد صحابہ و تابعین تک غیر معرب تھی اور بعد میں اعراب لگائے گئے،

(دیکھو رسالہ ازالۃ الاوہام مولوی عبد الواحد خاں ابن الابن مولوی عبد العلی بحر العلوم)

کتاب اللہ اور احادیث کے کشکول مذکورہ واقعات اور اسیطرح انکےایسے کثیر امثال کے متعلق کوئی مخصوص ورتصریحی حکم پیش کرنے سے انکار کرینگے مگر ان کے جواز یا انحباب میں کوئی اشکال وارد نہیں ہوسکتا اور نہ کسی نے آجتبک کوئی اشکال کیا،

وجہ یہ ہے کہ یہ تمام سنتیں یا مقدمہ یا ذوالمقدمہ کی ملازمت یا حکم منصوص العلۃ یا اصل اباحت کے ماتحت آتی ہیں یا عام اور مطلق کے بسیط حکم میں سموئی ہوئی ہیں،

(ان مباحث کے لیے دیکھو بحر الرائق، الہدایہ، اسعاف المامول صفحہ ۸۸، ۱۰۸، ۱۷۰، ۱۶۹، ۲۳۲ معالم الاصول صفحہ ۸۷، قوانین الاصول۔ فصول وغیرہ)

جبسے زمانہ «انسداد خیر» کے سلسلہ میں جقدر موانع پیدا کر رہا ہے اُسیقدر طالبان خیر کو رفع موانع کے لیے اسباب و آلات کو تقویت دینے کی ضرورت پڑ رہی ہے جنگ عاشورا جو میرے خیال میں اتبک موقوف نہیں ہوئی ہے اور اس جنگ کے جنبہ دار سپاہیوں نے صرف قتل حسین ہی پر قناعت نہیں کی بلکہ اس زمانہ سے لیکر آجتک وہ تمام حسینی مظاہرات کو روا اعلام کے پیچھے لانا چاہتے ہیں۔ اس بارے میں برابر انکی بلیغ کوششیں جاری ہیں۔ یہی وہ موانع ہیں جو بتدریج شجرۂ حسینی کو زیر بار خزاں کرتے رہتے ہیں۔ اور ارباب خیر ان کے خلاف اس شجر کی آبیاری میں اپنی ایڑی چوٹی کا پسینہ ایک کیے ہوے ہیں،

معصومین کے زمانہ فیض کا یہ ادنیٰ نتیجہ ہے کہ اس وقت اطراف عالم ذکر حسین سے مملو اور لبریز نظر آرہے ہیں۔ یہ انھیں کی تخم پاشیوں کا اثر ہے جنکے صالح بیج مراد کو پہونچکر آج تناور درخت دکھائی دے رہے ہیں اواخر کی مبسوط کارروائیاں اوائل کے مختصر کارناموں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں کیونکہ اول الذکر ثانی الذکر کے نتیجہ میں واقع ہیں درخت کی اچھائی کو برگ وبار اور پھولوں سے آراستہ دیکھکر کبھی تنے کی بے رونقی پر نہ جانا چاہیے یہ اصل ہے وہ شاخ جو کچھ بھی شاخ میں ہیں وہ سب اصل کا طفیل و تصدق ہے ائمہ علیہم السّلام کے زمانے میں اگرچہ اس شد و مد سے عزائے حسین کی اشاعت نہ تھی لیکن جسقدر بھی تھی وہ اتنی پر مغز کہ ہمارے زمانہ کا پورا ادارہ اسی کا کرشمہ ہے،

واقعۂ کربلا کے قریب زمانہ میں بانیان عزا کو ایسے مواقع کم دستیاب ہوے جنمیں وہ اس ادارہ کو وسیع

پیمانہ پر لیجا سکتے، زمانہ عمر سے چنداں فاصلہ نہ تھا قلوب خود متاثر تھے۔ ادنی اسباب کی وجہ سے حصول مقصود ممکن تھا، اسلئے اُسوقت تکثیر اسباب کی زیادہ احتیاج تھی بھی نہیں

اور سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ وہ زمانہ اتنی آزادی کا نہ تھا کہ اصل سے ترقی کرکے شاخ و برگ تک حوصلہ کی نگاہ بلند ہوتی وہاں اصل ہی کا تحفظ دشوار اور بس سے باہر تھا، آل رسول کے دشمن ناپید یا مفلوج نہ تھے اُنکا تسلط زیارت اصل قبر حسین کا مانع تھا چہ جائیکہ اُسکی شبیہ درست کیجاتی۔ اس زمانہ کے مومنین کی انتہائی کامیابی صرف اس امر میں منحصر تھی کہ مظلوم کربلا کا جسم شریف زیر خاک پوشیدہ رہ سکے

مختصر یہ کہ اصل قبر کی زیارت ناممکن ہو رہی تھی نقل نہ بنائے جانے اور اُسکی اشاعت کا ذکر ہی کیا ہے، اصل ونقل کی اشاعت کا سوال اُسوقت کسقدر تعجب خیز معلوم ہوگا جب اس امر کا صادق تصور کرلیا جائے کہ صرف اُن حضرات کے نام لینے کے الزام میں سر و گردن کی جدائی اور صلیب و دار کی پاداش فیصلہ میں سنائی جاتی تھی،

(دیکھو تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جمال الدین یوسف مزی۔ حاشیہ تذہیب صفی الدین خزرجی تدریب الراوی شرح تقریب النووی علامہ سیوطی وغیرہ)

امیر المومنین کی قبر ایک طویل عہد تک انہیں خطرات سے بے نشان رہی اور ائمہ نے قوم سے اُسکے تعارف کرانیکا ایک زمانہ تک موقع نہ پایا۔ اور بے اعتنائی اور غفلت کی رسی کو ڈھیل ہی دینے میں انتہائی کامیابی سمجھی گئی جب امام جعفر صادقؑ نے امیر المومنین کی قبر پر خط کھینچا ہے اُسوقت صفوان جمال بھی ہمراہ رکاب تھے ذیل کے الفاظ میں صفوان اور امامؑ میں سوال وجواب ہوتا ہے،

صفوان۔ یا ابن رسول اللہ ما منع الابرار من اهل البیت من اظهار مشهده	فرزند رسول امیر المومنین کے مشہد کے اظہار میں اہلبیت کو کیا کھٹکا تھا،
امام۔ قال حذراً من بنی امیۃ والخوارج ان تحتال فی اذاہ (بحار ج ۲۲ صفحہ ۳۷)	صفوان بنی امیہ اور خوارج کی حیلہ سازی کا دھڑکا تھا،

خود امام حسین کی قبر کے انہدام اور پسپا کرنے کے متعلق جو تدابیر عمل میں آئیں وہ اسقدر دردناک ہیں کہ انکا اجمالی تصور ہی دلکو دہلا دیتا ہے،

تاریخی تفحص سے میری قاصر نظر اور ناقص دستگاہ نے جہاں تک مجھے پہنچایا ہے کم از کم تین زبردست سلطنتیں ایسی ملتی ہیں جن کا سارا زور نشان قبر کے مٹانے میں صرف ہوگیا۔

(۱) خلیفہ رشید عباسی۔ (۲) موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی (۳) متوکل عباسی،

دیکھو امالی شیخ طوسی وصدوق و ناسخ و مناقب ابن شہر آشوب

تقریب فہم کے لیئے ہم اس محل پر ایک عبارت نقل کیے دیتے ہیں

فی سنۃ ست وثلثین ومائتین امر المتوکل	۲۳۶ھ میں متوکل نے فرمان نافذ کیا کہ امام حسین کا
بھدم قبر الحسین بن علی وھدم ماحولہ	مرقد اور اُسکے گرد کے کل مکانات ڈہا دیے جائیں اور
من المنازل والدور وان یبذر موضع	وہاں کھیتی کیجائے اور اس مقام پر جانے سے لوگوں کو
قبرہ وان یمنع الناس من اتیانہ فنادی	روک دیا جائے چنانچہ منادی کرادی گئی کہ جو وہاں
بالناس فی تلک الناحیۃ من وجد ثاہ	جائیگا گرفتار ہوگا اس قدغن سے لوگ اسقدر ڈرے
عند قبرہ حبسناہ فھرب الناس وترکوا زیارتہ	کہ آخر کار زیارت سے ہاتھ دہو بیٹھے ،

ز تاریخ کامل ابن اثیر

ان صریحی حوالوں کے بعد زمن ائمہ میں آزادانہ اور تفصیلی محرکات غم اور اسباب تعزیت کا مطالبہ تم ایجادی اور ظلم بالائے ظلم نہیں تو اور کیا ہے مگر یاد حسین کی عظمت و جلالت اور کمال حرمت کی قوت کوئی حد و انتہا نہیں ہوتی جب ہم ان شدائد اور کوہ شکن موانع کے باوجود اہل زمانہ کے اُن آثار کو مٹانے کی پے در پے اور پیہم جد وجہد کو پورے غور وخوض سے دیکھتے ہیں تو اسلام کی ایک تازہ معجزنمائی اور یادگار کے پرطاقت ہونیکا انکشاف ہوتا ہے۔ اگر کاسۂ سر میں آنکھیں اور آنکھوں میں بینائی اور بینائی میں نور علم ہو تو تعزیہ داری کے متعلق خاص احکام بلکہ عمل رسول کے شواہد ہی خاص طور سے نظر آئینگے ،

عہد رسول میں شیشہ کا تعزیہ جبکہ شہادت حسین کا زمانہ برسوں دور تھا اور آپ مادر گیتی کے دامن میں نہیں بلکہ کنار رسول میں جلوہ افروز تھے اور زمین حجاب افگن نہ تھی اور آج کیطرح آپکی آرامگاہ کے لیئے قبر کا کوئی ایک گوشہ معیّن نہ تھا بلکہ آپکی قدمبوسی کے لیئے زمین کا ہر ذرہ چشم براہ تھا اور اُسی آرزو تھی کہ حسین کا نقش قدم معبد پر بن جائے سو قت جبرئیل امین جناب رسالتمآب کو خاک کربلا لاکے دیتے ہیں اور رسول اُسے ایک شیشہ میں محفوظ کرکے ام سلمہ اور بعض دیگر مخصوص حضرات کو مرحمت فرماتے ہیں تاکہ روضہ تک نہ پہونچنے والے افراد اس شیشہ کے تعزیہ سے جذبۂ غم والم کو متحرک کریں بلکہ خود امام حسین نے اپنی نانی ام سلمہ سے یہی طریق عمل اختیار کیا اسکے معنی یہ ہیں کہ رسول اور حسین نے خود تعزیہ سازی کی۔

(ابن سعد، طبرانی، ابن داؤد، نحوی، ابی حاتم، بیہقی، ابونعیم وغیرہ اس روایت کو نقل کرتے ہیں دیکھو مسند احمد ابن حنبل ج ۶ صفحہ ۲۸۲ غنیۃ الطالبین مصری ج ۲ صفحہ ۶۱ و ۶۲ سر الشہادتین کامل الزیارۃ، ناسخ۔ ارشاد، کشف الغمہ اثارۃ الاحزان قلمی صفحہ ۴۹

صحابہ میں شبیہ سازی کا دستور عبد اللہ انصاری کے متعلق ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو،

فلما بلغہ سم الحسن وسوتہ مثل فی منزلہ قبلا وحللہ بالحریر و السد یباج وکان یندب الحسن ویرثیہ صباحا ومساء (اکسیر العبادات مجلس ۲۸ صفحہ ۴۹۸)

جب امام حسن کی زہر خورانی اور شہادت کی خبر پہونچی تو آپنے گھر میں ایک قبر بنائی اور اسکو حریر و دیبا کی پوشش پہنائی اور صبح اور شام امام حسن پر مرثیہ خوانی کرتے تھے،

شبیہ بنانے کے متعلق ائمہ کے ارشادات۔

(۱) تحول وجھك نحو قبر الحسین مضجعہ وتمثل لنفسك مصرعہ

قبر حسین اور انکی خوابگاہ کی طرف اپنا رخ کرو اور انکی قبر کا نشان اپنے سامنے بنا،

(۲) تحول وجھك نحو قبر ابی عبد اللہ وتمثال بین یدیہ مصرعہ

اپنا مونہ قبر ابی عبد اللہ کی طرف پھیرے اور اپنے سامنے انکی قبر کا نشان بنالے،

(۳) فتمثل بین یدیہ شبہ القبر واکتب علیہ اسمہ الخ

پھر اپنے سامنے قبر کی شبیہ بنا اور اسپر حضرت کا نام لکھدے،

مزار بحار ج ۲۲ مصباح الزائر سید ابن طاوس، واقبال ابن طاوس کامل الزیارۃ، زاد المعاد زیارت لود، حیات القلوب فصل سی ہفتم زیان دیکھو زاد الجلاح اور سبل وغیرہ کے متعلق ص۲۲ بخاری ہدایۃ الشیعہ انبیا صفحہ ۱۳ و ۴۱۱ جامع الاصول ومصابح الزیت فی فضائل اہل البیت صفحہ ۲۴۲ و مدارج النبوۃ وسنن ابی داؤد شرح مشکوۃ عبد الحق صفحہ ۵۵ غنیۃ الطالبین صفحہ ۹، ۵ ارشاد النعیم صفحہ ۱۱ ، آثارۃ الاحزان صفحہ ۱۲،

باقی آئندہ

ناچیز مجتبی الحسن

سائنس اور قدرت

نمبر ۶ جلد ۹ صفحہ ۱۶ ملاحظہ ہو

فرمایا جبکہ تمکو کعبہ جانیسے روک دیا جائیگا اور سورج اور چاند ایک ہوجائینگے اور تارے اُنکے گرد اکٹھا ہوجائینگے
میرا مطلب یہاں صرف یہ ہی کہ سورج اور چاند ایک جا جمع ہو سکتے ہیں اور چاند میں گہن لگتا ہے جسوقت
سورج اور چاند ایک جا جمع ہو جائینگے اور تارے اُنکے گرد جمع ہو جائینگے، ....
توحقیقتاً یہ ایک عجیب قدرتی نظارہ ہوگا، سائنس داں اسکو لکھلیں اور منتظر رہیں مگر افسوس اسوقت ان
چیزوں کے سمجھنے کیلئے اُنکے حواس بجانہ رہینگے اور دوربینیں وغیرہ سب بیکار ہونگی، یہ سب قیامت برپا
ہونیکے وقت ہوگا،

(۱۸) آیا کوئی سائنس دان صاحب بتلاسکتے ہیں کہ سورج پہلے پیدا کیا گیا کہ چاند۔ ن کیا بتائینگے قرآن
مجید بتاتا ہے، سورہ یٰسین میں فرماتا ہے کہ نہ سورج کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑ پائے اور نہ رات ہی کی یہ
قدرت ہے کہ دن سے آگے بڑھ جائے حالانکہ یہ سب کسی نہ کسی آسمان میں چکر رہتے ہیں تفسیر قمی میں
امام محمد باقر ع سے اس پوری آیت کا مطلب یہ منقول ہے کہ سورج اور چاند ہر ایک اپنے راستہ پر اپنے
اپنے آسمانوں میں چل رہے ہیں، ظاہر ہے جیسا پہلے بیان ہوا کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے چاند پہلے آسمان
پر، یہ دونوں اپنے مقررہ راستہ پر چل رہے ہیں اور تفسیر مجمع البیان میں بحوالہ تفسیر عیاشی امام رضا سے
منقول ہے کہ دن رات سے پہلے پیدا کیا گیا، جیسا کہ خدا نے فرمایا کہ رات کی یہ مجال نہیں کہ دن کے
آگے بڑھ جائے احتجاج طبرسی میں امام جعفر صادق ع سے منقول ہے کہ دن رات سے پہلے پیدا کیا گیا،
سورج چاند سے پہلے، زمین آسمان سے پہلے اور نور ظلمت سے پہلے،

(۱۹) سورۂ یٰسین۔ منزہ ہے وہ ذات جسنے زمین سے اُگنے والی چیزوں کے جوڑے جوڑے پیدا کئے
اور ان منکرین کے ذات سے بھی اور اُن چیزوں کے بھی جنکو یہ نہیں جانتے " اس سے ثابت ہوا
کہ خدائے پاک نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اور نباتات کا خاص طور سے ذکر فرمایا اور آدمیوں کے
جوڑے یعنی عورتیں پیدا کیں اور اُنکے بھی جنکو دنیا والے نہیں جانتے علم نباتات کا معرکتہ الآرا مسئلہ جواب
ثابت ہوا ہے قرآن مجید تیرہ سو برس پہلے بتا دیا تھا یعنی یہی کہ ہر قسم کے درختوں اور پودوں وغیرہ
کے جوڑے ہوتے ہیں اُنکے باہمی تعلقات سے جسکا طریقہ عجیب و غریب ہے نئے پودے وغیرہ پیدا ہوتے

ہیں، مگر ایک سوال یہ ہے کہ ان چیزوں کے بھی جوڑے پیدا کیے جنکو دنیا والے نہیں جانتے وہ چیزیں
کیا ہیں کوئی سائنس والے صاحب بتائیں، مگر انکو وہ جانتے ہی نہیں تو بتلائینگے کیا، سائنس والوں کو
سر جھکانا پڑیگا اس قادر مطلق کے آگے اور کہنا پڑے گا کہ بیشک پروردگار ہم جاہل ہیں اور تو عالم ہے
ہر بات کا اسی کے آگے فرماتا ہے کہ سورج بھی پیدا کیا جو برابر حرکت کرتا چلا جا رہا ہے، اور چاند بھی جسکی ہمنے
منزلیں مقرر کردی ہیں یہاں تک کہ وہ پلٹ کر پرانی شاخ کی تو سی صورت اختیار کرلیتا ہے" تفسیر
مجمع البیان میں ہے کہ امام جعفر صادق و امام محمد باقرؑ بجائے لمستقر لھا کے لا مستقر لھا پڑھتے تھے جسکے
معنی یہ ہوے کہ سورج کو سکون و قرار نہیں برابر حرکت کر رہا ہے زمانہ حال کے ہیئت داں زمین کی ایک
تیسری حرکت بھی ثابت کرتے ہیں یعنی اس فضائے وسیع میں آفتاب مع اپنے تمام نظام کے کسی طرف چلا
جا رہا ہے یا کسی دوسرے آفتاب کے گرد گھوم رہا ہے، اس خیال کی تائید لا مستقر لھا سے ہوتی ہے جسکے
ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اسکے لیے کوئی مقر جگہ نہیں،

(۲۰) سورۂ لقمان - فرماتا ہے کہ کیا تمنے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور
دن کو رات میں - اور سورج اور چاند کو مطیع کر لیا ہے اور ہر ایک ایک مدت مقررہ تک کے لیے چل رہا ہے
تفسیر قمی میں ہے کہ اسکا یہ مطلب ہے کہ موسم گرما میں رات کا جو حصہ گھٹ جاتا ہو وہ دن میں داخل ہو جاتا ہے
اور موسم سرما میں دن میں سے جو کچھ کم ہوتا ہے وہ رات میں داخل ہو جاتا ہے، اس سے موسم ثابت
ہوئے کیونکہ آگے فرماتا ہے سورج اور چاند برابر چل رہے ہیں اور اسکے قبل زمین کے چلنے کے متعلق
بھی فرما چکا ہے، ایک بات اور ثابت ہوئی کہ یہ سب کرشمے ایک مدت مقررہ ہی تک کے لیے ہیں یعنی
قیامت کے آتے ہی یہ سب کا یا پلٹ ہو جائیگا، سائنس والے صاحبان اسکو غور سے نوٹ کرلیں
وہ قیامت کے قائل نہیں اور ان کے فنا ہونیکے بھی قائل نہیں، انکے ان اقوال کی اس سے رد
ہوتی ہے،

(۲۱) سورہ تکویر - فرماتا ہے کہ وہ جبکہ سمندروں و دریاؤں میں آگ لگ جائیگی، کوئی سائنس والے
صاحب اسکو سمجھائیں کہ پانی کیسے آگ بن سکتا ہے وہ آگ کی ضد ہے، تفسیر قمی میں ہے کہ دنیا کے گرد اگرد
جتنے سمندر ہیں وہ سب آگ ہو جائینگے،

(۲۲) سورۂ دہر میں فرماتا ہے کہ ہمنے انسان کو (زن و مرد کے) ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا، یقیناً انسان پر
ایک ایسا وقت آیا ہے کہ وہ کوئی چیز ہی نہ تھا اور پھر پیدا کرنے کی شان بھی ملاحظہ ہو وہ یہ کہ پہلے
نطفہ پیدا کیا پھر اسکو بستہ بوند قرار دیا پھر اس سے لوتھڑا بنایا پھر ہڈی پیدا کی پھر گوشت اسپر چڑھایا اور

پھر مختلف اعضا ناک کان وغیرہ بنائے پھر بدصورت خوبصورت موٹا، دبلا، لمبا ٹھنگنا جیسا منظور ہوا بنایا، یہ سب کارروائیاں ایک اندھیری کوٹھری میں ہوتی ہیں، ان کارروائیوں کا پتہ منزل بہ منزل لگانے سے سائنس داں عاجز ہیں پھر بچہ کی غذا کا انتظام اور پیدائش کی کیفیت عجیب و غریب قدرت کے کرشمے ہیں، اس پر بھی ڈاروِن صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کا مورث اعلیٰ بندر ہے بھلا اب اُنکے دماغ کا کوئی کیا علاج کرے، خدا تو صاف صاف انسان کی پیدائش کے ہر درجے کو تفصیلاً بیان فرماتا ہے اور کوئی صاحب زبان بہکے تو سرے سے خدا ہی کا انکار کر دیا۔ اُنکے اقوال کی یہ آیات رد کرتی ہیں،

مشرق و مغرب

(۲۳) سورۂ والصفت۔ خدا مشرقوں کا مالک ہے۔ سورہ رحمن میں ہے کہ وہ مشرقوں اور مغربوں کا مالک ہے اور سورۃ المعارج میں ہے کہ مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم، معانی الاخبار میں حضرت امیر سے منقول ہے کہ سورج کے لیے ۳۶۰ مشرق اور ۳۶۰ مغرب ہیں جس دن وہ کسی مشرق سے طلوع کرتا ہے تو آئندہ سال کے اسی دن سے پہلے وہ پھر اس سے طلوع نہیں کر سکتا۔ اسی طرح غروب کا حال ہے،

جدید سائنس نے بھی دنیا کو ۳۶۰ درجوں میں تقسیم کیا ہے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں یہ مسلۂ جدید تحقیقات میں جو کچھ ہے وہی قرآن مجید نے بتایا ہے، مگر یہ واضح رہے کہ یہ تیرہ سو سال قبل بتایا،

(۲۴) سورۂ والصفت میں پھر فرماتا ہے کہ یقیناً ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا ہے اور ہر سرکش شیطان کے لیے اُنکو نگہبان بنایا ہے اب وہ ملاء اعلیٰ کی کنوسیاں نہیں لے سکتے یعنی وہاں کی باتوں کا پتہ نہیں لگا سکتے اور ہر طرف سے اُنکو بھگانے کے لیئے مار پڑتی ہے اور یہ اُنکے لیے پائدار عذاب ہے سوا اسکے کہ کوئی اڑتی ہوئی بات لے بھاگا تو ایک ستارا ٹوٹ کر اُسکا بھی پیچھا لیتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ستارے آسمان کی زینت کے لیئے پیدا کیے گئے اور اندھیری میں مسافروں کو راستہ بتانے کے لیئے اور سرکش شیاطین کے نگہبانی کرنے کے لیئے یعنی جب کوئی شیطان ملاء اعلیٰ تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے تو اُس پر ایک ستارا ٹوٹکر پیچھا لیتا ہے یہی مار اس پر پڑتی ہے جو زبردست عذاب ہے اور اس سے شیطان کا وجود ثابت ہو اجسکے سائنس داں منکر ہیں اور ان ٹوٹنے والے تاروں کی وجہ تسمیہ بھی معلوم ہو گئی نہ یہ کہ وہ خرافات اور بے بنیاد باتیں جو سائنس داں ان ٹوٹنے والے تاروں کے بابت بتاتے ہیں،

ہوا کی قسمیں

(۲۵) سورہ الحجر۔ فرماتا ہے کہ پھر ہمنے پانی سے بھری ہوئی ہوائیں بھیجیں، تفسیر عیاشی میں حضرت امیر سے
منقول ہے کہ تم ہواؤں کو برا نہ کہو خوشخبری پہونچانے والی ۔ ڈرانیوالی اور پانی کو لا کر لانیوالی ہیں حضرت
کے کلام سے معلوم ہوا کہ خوشخبری پہونچانیوالی ہوا گویا نسیم سحری ہے یا ٹھنڈی ہوا جس سے معلوم ہوجاتا ہے
کہ پانی برسنے گا، اور ڈرانیوالی ہوا گویا آندھی یا گرم ہوا ہے اور پانی سے لدی ہوئی ہوا برسات والی
ہے جس سے پانی برستا ہے، اس سے سائنس کے مسئلہ کی مطابقت ہوتی ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ
ہوا میں پانی کی بھاپ کثرت سے ہوتی ہے جو ٹھنڈک پانے سے پانی کی شکل میں ہوجاتی ہے اور یہی برسنے
والا پانی ہے بعض ہوائیں درختوں میں پھل پھول لاتی ہیں اور بعض پھولوں کو خراب کردیتی ہیں ۔

(۲۶) سورہ جاثیہ۔ میں بھی فرمایا ہے کہ زمین کو اسکے موت کے بعد پھر زندہ کردیا ہمیں اور ہواؤں کے چلنے میں
عقلمندوں کے لیئے نشانیاں ہیں تفسیر قمی میں ہواؤں کی قسمیں وہی بیان ہوئی ہیں جنکا ذکر نمبر ۲۵
میں کیا گیا

(۲۷) سورہ زمر۔ فرماتا ہے "اُسنے آسمان اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا۔ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے اور
دنکو رات پر ۔ اور اُسنے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے ہر ایک وقت معین تک کے لیئے پھرا کرتا ہے۔
خبردار ہو وہ سب پر غالب اور بڑا بخشنے والا ہے اسی نے تمکو ایک ذات سے پیدا کردیا پھر اُسی سے اسکا جوڑا
بنا دیا اور تمھارے واسطے چوپاؤں کے آٹھ جوڑے اُتارے ۔ وہ تمکو تمھاری ماؤں کے پیٹ میں تین
اندھیروں میں اسطرح پیدا کرتا ہے کہ ایک حالت کے بعد دوسری حالت بدلتی رہتی ہے وہی اللہ تمھارا
معبود ہے اُسی کو ہر طرح کا اختیار ہے اُسکے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کدھر بہکے چلے جاتے ہو"

اس سورہ مبارکہ کے ان آیات سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں، اول یعنی زمین کی
اپنے محور پر گردش جس سے دن رات پیدا ہوتے ہیں اُسکے متعلق اسکے قبل مفصل عرض کرچکا ہوں
دوسرے یہ کہ سورج اور چاند اپنی اپنی فضا میں حرکت کررہے ہیں اور ہر ایک کا ایک کار خاص ہے
سورج کا کام دنیا کو روشنی اور گرمی دینا اور اُسکی اسی روشنی اور گرمی سے انسان کے لیئے بھی فوائد ہیں اور
جانوروں نباتات اور جمادات کے لیئے بھی، کوئی درخت یا پودا بڑھ ہی نہیں سکتا جبتک کہ سورج
کی گرمی اور روشنی نہ ہو۔ جواہرات کو سورج ہی مختلف رنگوں میں رنگ دیتا ہے۔ چاند سے فائدہ
یہ ہے کہ اسکے طلوع و غروب سے ماہ و سال کا حساب ممکن ہوا۔ اور رات کی تاریکی کو ایک خوشگوار

روشنی دیکر دُور کرتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر ایک ایک مقررہ مدت کے لیے حرکت کرتے
ہیں اُسکے بعد فنا ہو جائینگے یعنی جسوقت قیامت آئے گی اسوقت تمام کائنات کے ساتھ یہ بھی فنا
ہو جائینگے معلوم ہوا کہ آسمانوں زمینوں اور ان سبکا پیدا کرنیوالا اللہ پاک ہے جسنے اُنکو جس طرح چاہا
پیدا کیا اور جو کام چاہا ان سے لیا نہ یہ کہ بقول مادئین سب کچھ آپ ہی آپ ہے، تیسرے یہ کہ انسان کی
نسل حضرت آدم وجناب حوا سے بڑھی، چوتھی بات یہ کہ خلقت انسان کی توضیح فرمائی نہ یہ کہ مادئین
کے قول کے بموجب سب کچھ آپ ہی آپ ہوتا رہتا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی کام آپ ہی آپ ہو
ہاں کوئی قادر ایسا ہو کہ کسی چیز کو اسطرح ترتیب دیدے کہ بعد اس ترتیب کے وہ سب منازل کام
کی طے ہوتی رہیں، بچے کی پیدائش کے متعلق تین طرح کی اندھیریاں فرماتا ہے، تفسیر صافی میں
اسکا مطلب یہ ہے کہ نطفہ بننے کے بعد بستہ بوند اسکے بعد لوتھڑا اُسکے بعد ہڈیاں اور اُنکو گوشت و پوست سے
منڈھ دیا، مجمع البیان اور تفسیر قمی میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہو کہ پہلی اندھیری پیٹ کی ہے، دوسری
رحم کی، تیسری جھلی اندر مشیمہ کی۔ التوحید میں امام جعفر صادقؑ سے یہی مضمون منقول ہو اور یہ بھی کہ
اس مقام پر نہ اُسکو غذا طلب کرنیکی میسر آتی ہو نہ ایذا دفع کرنیکی تجویز، خون حیض سے اسکو غذا ملتی ہے
جیسے پانی نباتات کو۔ اور جب اُسکی خلقت کامل بدن مضبوط اور جلد پائیدار ہوجاتی ہے کہ ہوا کی برداشت
کرسکے تو بچہ پیدا ہوجاتا ہے، دنیا ہمارے ائمہ کے علم کو دنیا کے ہر شعبہ کے متعلق دیکھے اور اُنکے آگے
سر تسلیم خم کرے، مگر تعصب کبھی [illegible] ہونے دیگا، ان تمام امور کی منتظم وہی ذات قادر ہو کیا یہ ممکن ہو کہ
یہ تمام باتیں آپ ہی آپ ہوسکیں، ہرگز بھی عقل قبول نہیں کرتی کوئی چیز بغیر بنانے بنتی ہی
نہیں دنیا میں کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دکھلا سکتا ہو کوئی نہیں متذکرہ بالا مسائل کی تحقیق جدید سائنس
داں اسی طرح کرچکے ہیں،

(۲۸) سورہ انفعال۔ اُسنے آسمان سے تمپر پانی اُتارا تاکہ تم اپنے کو پاک کرو اور تاکہ شیطان کی نجاست کو
تم سے دور کرے معلوم ہوا کہ اُسی کے حکم سے تبخیر اور انجماد کے بعد پانی برستا ہے اور بارش کے
پانی کے فوائد جو سائنس دانوں کو نہ معلوم ہوں وہ یہ ہیں کہ وہ بدن کو پاک کرتا ہے اور امراض کو
دور کرتا ہے،

۲۹ سورہ انبیاء۔ جو لوگ کافر ہوگئے ہیں کیا اُنکی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ آسمان اور زمین دونوں بند تھے پھر
ہمنے دونوں کو کھولدیا اور ہمنے ہر چیز کو پانی سے زندہ بنا دیا، اور زمین میں ہمنے بھاری بھاری پہاڑ
قائم کردیے کہ وہ اُنکو لیکر کسیطرف جھک نہ جائے اور اُسمیں اُنکے لیے چوڑے چوڑے راستے بنائے

اور آسمان کو ایک محفوظ چھت قرار دیا انھی نے رات، دن، سورج چاند کو پیدا کیا اور سورج اور چاند آسمان میں پھرتے ہیں، ان آیات سے معلوم ہوا کہ آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین سے جو اسی کی مدد سے غلہ اگتا ہے جیسا کہ کافی میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہو۔ پھر معلوم ہوا کہ پہلے یہ سب کچھ نہ ہوتا تھا یعنی آسمان و زمین بند تھے جب اُس قادر مطلق نے انسان کو پیدا کیا تو اُسکے اسباب زندگی بھی فراہم فرمائے یعنی پانی برسایا غلہ اگایا۔ انسان کی خلقت سے قبل ہی آسمان و زمین پہاڑ وغیرہ پیدا ہو گئے تھے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر زندہ چیز کی ابتدا یعنے اصل پانی ہی سے ہے .... یہ بہت بڑا مسئلہ حل ہوا، یا یہ مراد ہو کہ پانی نہایت عظیم شے ہے جسکے بغیر زندگی محال ہے، اسکے علاوہ اور جو باتیں اس آیت میں بیان فرمائیں ہیں انکے متعلق میں اس کے پہلے لکھ چکا ہوں، ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ ایک ذات قادر مطلق ایسی ہے جو تمام امور کو انجام دیتی ہے نہ یہ کہ سب کچھ آپ ہی آپ ہو جاتا ہے منکرین خداوند عالم ان نشانیوں کو غور سے دیکھیں و سمجھیں

(۳۰) سورۂ فرقان ۔ وہ وہی ہے جسنے تمھارے لیے رات کو پردہ مقرر کیا اور نیند کو راحت اور دن کو چلنے پھرنے کا اور کام کا ذریعہ بنایا، اور وہ وہی ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیج دیتا ہے اور ہمنے آسمان سے پاک پانی اتارا کہ اسکے ذریعہ سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اپنے مخلوقات میں سے چوپایوں اور بہتسے آدمیوں کو اس سے سیراب کر دیں اور وہ وہی ہے جسنے دو دریا ملادیے ایک میٹھا دوسرا کھاری یا کڑوا اور ان دونوں کے درمیان میں ایک فاصلہ اور مادہ اور آڑ لگادی اور وہ وہی ہے جسنے پانی سے آدمی کو پیدا کیا" خداوند عالم نے بے عقل اور سرکش بندوں کے سمجھانیکے لیے بار بار اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں مگر اسپر بھی نہیں سمجھتے اور اسکو نہیں مانتے، ان تمام نشانیوں کو جو اوپر ذکر کی گئیں کوئی بھی عقلمند دیکھکر اس ذات واحد و قادر پر کیا ایمان نہ لائیگا ضرور لائیگا مگر برا ہو سائنس داں ادمیوں کا کہ وہ سمجھتے ہی نہیں دیکھیے وہ نعمتیں یہ ہیں یعنی رات دن کا پیدا کرنا نیند کا آنا ٹھنڈی ہواؤں کا چلانا جو بارش کی خبر دیتی ہیں، پانی کا آسمان سے برسنا اور اس سے مردہ ملک یعنی خشک زمین اور کھیتی کو زندہ کرنا یعنی شاداب کرنا چوپاؤں کو انسان ہی کی راحت کے لیے پیدا کرنا، اور دو دریا ایسے پیدا کرنا کہ ایک انمیں سے میٹھا ہو اور دوسرا کڑوا اور دونوں کو ملا کر بہنے دینا اور اپنی قدرت سے ایک آڑ لگا دینا کہ ایک کا مزہ دوسرے سے ملنے نہیں پاتا اور آدمی کیا بلکہ ہر جاندار چیز کو پانی یعنی نطفہ سے پیدا کرنا۔ کیاان علامات و نعمات قدرت کو آدمی نہیں سمجھتا۔ افسوس۔

(۳۱) سورۂ ق ۔ فرماتا ہے، کیا اُنھوں نے اپنے اوپر آسمان کو غور سے نہیں دیکھا کہ ہمنے اسکو کیسا بنایا ہے

اور اسکو کیسا مزین کیا ہے اور اسمیں ایک بھی شگاف نہیں ہے اور زمین کو ہمنے پھیلا دیا ہے اور اسمیں بڑے بڑے پہاڑ ٹہرا دیے ہیں اور ہمنے اسمیں ہر قسم کے لہلہاتے ہوئے نباتات پیدا کر دیے ہیں اور آسمان سے ہم نے برکت والا پانی اتارا، پھر اسی کے ذریعہ سے بندوں کے لیے باغات اور اناج کے کھیت اور کھجور کے لمبے درخت جنکے بور تہ بتہ ہوتے ہیں پیدا کیے اور اسی پانی کے ذریعہ سے ہمنے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ قیامت کے دن نکلنا بھی ایسا ہی ہوگا " دہریوں اور مادیین کی رد کسطرح صاف ثابت ہوتی ہے، آسمان کا بنانیوالا اور مزین کرنے والا وہی خدائے پاک ہے، اسی نے زمین کو پھیلایا اور پہاڑ قائم کیے اور اسی نے اوپر سے برکت والا پانی جس نے خشک کھیت زمین اور نباتات اور باغات ہرے ہو گئے پیدا کیا۔ اسی طرح وہ قادر ہے کہ قیامت کے دن مردوں کو بھی جلا دے جیسا کہ اسنے خود فرمایا ہے:۔

سورہ نحل۔ فرماتا ہے "وہ وہی ہے جسنے آسمان سے تمھارے لیے پانی اُتارا جسمیں سے تم پیتے بھی ہو اور اسی سے درخت بھی پیدا ہوتے ہیں جن میں تم مویشی وغیرہ چراتے ہو، اسی پانی سے وہ تمھارے لیے کھیتی پیدا کرتا ہے اور زیتون اور کھجور کے درخت اور انگور اور ہر طرح کے پھل اور اسنے رات کو اور دنکو سورج اور چاند کو تمھارے کام میں لگا دیا ہے اور ستارے اسی کے حکم کے تابع ہیں اور جو کچھ اسنے تمھارے نفع کے لیے زمین میں پیدا کیا ان رنگ برنگ ہے وہ وہی ہے جسنے سمندر کو تمھارا مطیع کر دیا ہے کہ تم اُس سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور زیور کی چیزیں نکالکر پہنو اور تم دیکھتے ہو کہ جہاز اسکو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں، اور زمین میں اسنے بڑے بڑے پہاڑ قائم کر دیے اور ندیاں اور رستے بنا دیے کہ تم راہ پالو اور علامتیں مقرر کر دیں اور ایک مقررہ ستارے کے ذریعہ سے لوگ راہ پالیتے ہیں، یہ سب اسلیے کہ تم غور و فکر کرو ان نشانیوں کو دیکھکر اُسکو پہچانو خدا کے فضل کے خواستگار ہو اور شکر گزار ہو اس مبارک اور طویل آیت سے ہزار ہا باتیں معلوم ہوئیں وہ یہ کہ پانی کا برسانے والا وہی ہے جس سے ندیاں دریا وغیرہ بھر جاتے ہیں جو پینے کے کام میں بھی آتا ہے اور جس سے درخت پھل مختلف قسم کے اگتے ہیں اگر پانی نہ برستا تو یہ سب کچھ نہ ہوتا، سورج اور چاند کو جن سے سیکڑوں فوائد ہیں جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے بندوں ہی کے لیے کام میں لگا دیا ہے جو سورج پرست ہیں انکو سمجھنا چاہیے اور انکے خالق کی عبادت کرنا چاہیے، ستارے اُسی کے تابع ہیں منجمین کی تکذیب یہیں سے ثابت ہوتی اور مادیین کی بھی انکی تو پوری آیت تکذیب کر رہی ہے، اور اُسنے زمین میں ہزار ہا چیزیں مخلوق کے نفع کے لیے پیدا کر دی ہیں جنکا شمار ممکن نہیں، سمندر کو انسان کا مطیع کر دیا ورنہ ایک ذرا سی ہستی ،

ہوا میں آجاتی ہے تو ساری عقل دنگ ہوجاتی ہے ایک مٹھی بھر ہڈیوں کا انسان اُسکی یہ مجال کہ اس عظیم مخلوق سے اسطرح فائدہ اُٹھائے، جہاز اُسی کے حکم سے چلتے ہیں اور اسی سمندر مین سے مچھلیاں وغیرہ انسان پکڑ لیتا ہے کھاتا ہے اور اُن سے ہزاروں فائدہ حاصل کرتا ہے، زیورات موتی مونگا وغیرہ اُسمیں سے نکالکر پہنتا ہے، پہاڑ اُسی نے قائم کر دیے دریا ندی نالے اُسی نے نکالے اور راستے بنا دیے اور قطب ستارہ ونالنجم یاجدی اُسی نے بنایا جو ایک ہی مقام پر رہتا ہے تاکہ قبلہ کی پہچان ہو اور راستہ چلنے والے راہ پالیں، تمام دنیا کے جہازی سفر کادار مدار اُسی ستارہ پر ہے قطب نما نہ ہو تو ایک قدم جہاز نہیں چل سکتا، سائنس داں اور مادیین دیکھیں کہ ان مالک حقیقی کسطرح بندوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلاتا ہے اور ان اُسکو کسطرح لمنتے ہی نہیں، کتنے اہم مسئلے جواب سائنس دانوں نے تحقیق کیے ہیں اُنکی خبر خداوند عالم قران میں دیدی ہے، انہیں سے ہر ایک ایک مستقل بحث ہے طوالت کی وجہ سے ترک کرتا ہوں اصرف اشارہ کرتا ہوں تفصیل کا محل نہیں ہے! کہ صاحبان عقل غور کریں اور اُس خالق و مالک حقیقی قادر مطلق کو پہچان لیں اور مادیین اپنے زعم فاسد سے باز آئیں سکی ابتدا اُسی سے ہے وہی ہر چیز کا خالق اور مدبر ہے،

روح

۳۲ سورہ حجر " پھر جب میں اُسے بنا چکوں اور اپنی (پیدا کی ہوئی) روح اُسمیں پھونک چکوں تو تم اسکے لیے سجدہ میں گر پڑنا۔ یہ آیت خلقت جناب آدم اور ملائکہ کے سجدہ کرنیکے متعلق ہے، کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقرؑ سے دریافت کیا گیا تھا کہ یہ روح کا پھونکنا کیسے ہوا تھا فرمایا کہ روح مثل ریح یعنی ہوا کے ایک متحرک چیز ہے، اور اسکو روح کہتے ہیں اسلیے کہ اُسکا نام لفظ ریح سے مشتق ہوا ہے اور روح اور ریح ہم جنس ہیں، اور خدائے تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف جو اُسکی اضافت فرمائی یعنی فرمایا میری روح تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اور روحوں میں سے اسے برگزیدہ کر لیا تھا جیسا کہ اور مکانوں میں سے ایک مکان کو برگزیدہ کر لیا اور فرمایا بیتی (کعبہ) اسیطرح اور رسولوں میں سے ایک رسول کو برگزیدہ کر لیا اور فرمایا حبیبی۔ پس اس قسم کی جتنی چیزیں ہیں سب اسکی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اُسکی بنائی ہوئی اُسی ایجاد کی ہوئی ہیں وہی اُنکی تربیت کرتا ہے اور وہی اُنکی تدبیر فرماتا ہے،

بقول جناب امیر المومنینؑ روح کی پانچ قسمیں ہیں (۱) روح القدس، (۲) روح الایمان، (۳) روح القوۃ (۴) روح الشہوۃ (۵) روح البدن، اور سب آدمی تین قسم کے ہیں (۱) السابقون

(۲) اصحاب الیمین (۳) اصحاب الشمال، پہلی قسم میں انبیا اور اوصیا داخل ہیں، اُنکو پانچوں روحیں ملتی ہیں دوسری قسم میں مومنین، اُنکو روح القدس کے سوا سب روحیں ملتی ہیں تیسری قسم میں کفار و منافقین، اُنکو آخری تین روحیں یعنی نمبر ۳۔۴ و ۵، ملتی ہیں، کمیل ابن زیاد سے روایت ہے کہ مینے حضرت سے عرض کی کہ مولا میرا نفس کیا چیز ہے اُسکو سمجھا دیجئے، فرمایا اے کمیل کونسے نفس کو سمجھا دوں نفس چار ہیں (۱) نامیہ نباتیہ (۲) حسیہ حیوانیہ (۳) ناطقہ قدسیہ (۴) کلیۃ الٰہیہ، اور انمیں سے ہر ایک کی پانچ قوتیں اور دو خاصیتیں ہیں، پس نمبر ا کی قوتیں یہ ہیں ماسکہ، جاذبہ، ہاضمہ، دافعہ، مربیہ اور خاصیتیں یہ ہیں زیادت اور نقصان، یعنی جسم کا گھٹنا بڑھنا، اُسکی پیدا ہونیکی جگہ جگر ہے نمبر ۲ کی قوتیں سننا، دیکھنا، چکھنا، چھونا، سونگھنا، خاصیتیں رضا و غضب یعنی راضی ہونا، اور ناراض ہونا اُسکی پیدا ہونیکی جگہ دل ہے، نمبر ۳ کی قوتیں، فکر، ذکر، علم، حلم، نباہت خاصیتیں، نزاہت اور حکمت یعنی بری چیزوں سے الگ رہنا اور دانائی، اُسکے پیدا ہونیکی کوئی جگہ نہیں ہے بلکہ یہ فرشتوں کے نفس سے زیادہ مشابہ ہے، نمبر ۴ کی قوتیں، فنا کی حالت میں باقی رہنا، کچھ نہ ملنے کو نعمت سمجھنا، حالت ذلت کو عزت سمجھنا، باوجود غنی ہونیکے فقیر رہنا، ہر بلا میں صبر کرنا، خاصیتیں (رضا و تسلیم) یہی وہ ہے جسکا مبدا خدا کی طرف سے ہوا۔ اور اسکا عود بھی خدا کی طرف ہوگا اور اُسی کے متعلق خدا نے فرمایا ہے فنفخت فیہ من روحی اور اُسی سے خطاب ہوگا یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ، اور عقل اُنمیں سے ہر ایک کا وسط ہے، فدا ہوں تا رجعی نہیں اس باب مدینۃ علم پر کہ نفس کا فلسفہ کیا بیان فرما دیا، سائنس داں اور ملحدین غور سے قول امام کو دیکھیں اور سمجھیں، اگرچہ فلسفۂ جدیدہ کسی حد تک اس سے متفق ہے مگر جو کچھ کمی ہے وہ پورا کر لیں اور امام ؑ پر ایمان لائیں، حدیث اول سے روح کی حقیقت اور دوم سے اسکی تفصیلات معلوم ہو گئے،

(۴۳) سورہ بنی اسرائیل۔ فرماتا ہے وہ تجھسے لوگ روح کی بابت سوال کرتے ہیں کہدو کہ روح میرے پروردگار کا حکم ہے اور تمکو اُسکے بارے میں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے، لیجئے اب تم آگے قدم بڑھانیکی گنجائش ہی نہیں، قدرت خود ہی نہیں بتاتی اور پھر اُس پر لطف یہ کہ فرمایا کہ تمکو اس کے بارے میں بہت کم علم دیا گیا ہے، پھر بھی میں عرض کروں گا کہ روح کے متعلق جو کچھ بھی بتایا ہے وہ اسلام ہی نے بتایا ہے سائنس داں ابتک ناپ رہے ہیں اور ناپتے رہینگے، اسکے متعلق سائنس دانوں کے مختلف اقوال ہیں جنسے انکا جہل ٹپکتا ہے، لکھنا انکا تضییع اوقات ہے بہرحال وہ ہمسے سیکھیں ....

فہرست رقوم اعانت مدرسۃ الواعظین بابت ماہ اگست ۳۳ء

مستقل

نام	رقم
عالیجناب مولوی لال محمد صاحب متولی وقف صحت بی بی سرایاں ضلع شاہ آباد	عہ/
رامپور اسٹیٹ	۱۰/
عالیجناب محمد جمال صاحب مدراس	عہ/
عالیجناب محمد محمود صاحب منیجر شاہ کمپنی لکھنؤ	عہ/
عالیجناب نواب سید محمد رضا صاحب چوک لکھنؤ	عا/
عالیجناب صابر حسین صاحب سب رجسٹرار رانچی	عا/
عالیجناب سید مظفر حسین صاحب وکیل سیتاپور	صہ/

۱۱۱ ہوں ۱۴/

غیر مستقل

نام	رقم
عالیجناب ڈاکٹر عزیز الرحمٰن صاحب رانچی	عہ/
عالیجناب سید اکرم حسین کھونٹی ضلع رانچی	عا/
عالیجناب محمد ابراہیم صاحب کھونٹی ضلع رانچی	عا/
عالیجناب سید محمد عباس صاحب صفوی شمس آباد ضلع فتحگڈھ	لعہ/
انجمن اثنا عشری پشاور	ما/
عالیجناب مولوی حشمت علی صاحب گورکھپور	عا/
عالیجناب فصیح اللہ صاحب گورکھپور	عہ/
عالیجناب ذاکر حسین صاحب گورکھپور	عہ/
عالیجناب سید احمد حسن صاحب گورکھپور	عا/
عالیجناب سید کریم بخش صاحب سکریٹری انجمن حسینیہ علی پور ضلع مظفر گڈھ	عہ/
عالیجناب سکریٹری انجمن حسینیہ حسنپور ضلع گوگادل	عہ ۱۴/

ما ہوں ۲/

میزان کل ۱۳۱ للعہ ۱۰/

بندہ عاشق حسین ہیڈ کلرک مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

اور مہربانی اور بخشش کیساتھ کرتی ہیں اور لکھتی ہیں کہ خدا رحمت والا اور مہربان ہے گناہ معصیت اور خطا کا بخشنے والا ہے کتاب خروج باب ۳۴ آیت ۶ و ۷ کتاب عدد باب ۱۴ آیت ۱۸،

اور بہت بخشنے والا اور بڑی رحمت کرنے والا ہے اُن تمام لوگوں کے لئے جو اُسکو پکاریں زبور، مزمور ۸۶ آیت ۵

وہ تیرے سب گناہوں کو بخشدے گا زبور- مزمور ۱۰۳ آیت ۳،

تیرے مثل خدا کون ہے کہ گناہوں کی بخشش کرتا اور خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اور اپنے غضب کو ہمیشہ تک باقی نہ رکھیگا کیونکہ وہ رحمت سے خوش ہوتا ہے بالآخر ہم پر رحمت کرے گا اور ہمارے گناہوں کو بخشدے گا، کتاب میکاہ باب ۷ آیت ۱۸ و ۱۹

میں میں وہ ہوں جو فقط اپنی ذات کی خاطر تیری گناہوں کو محو کر دوں گا اور تیری خطاؤں کا کبھی ذکر بھی نہ کروں گا، کتاب اشعیا باب ۴۳ آیت ۲۵

اسی قسم کے بیانات ہماری کتب مقدسہ میں بہت ہیں

رفیق الدین۔ جناب! ہم جانتے ہیں کہ خدا قدوس وطاہر ہے گناہ سے بہت سخت ناراض ہوتا ہے، لیکن جناب اُسکی پاکیزگی اور خطا سے ناراضگی کے لئے لازم فقط یہ ہے کہ خطا کو پسند نہ کرے اور خود کبھی اُسکی طرف مضطر نہ ہو، مگر اُسکی پاکیزگی کو یہ لازم نہیں ہے کہ ایک تعصب کرنیوالے اور اپنے رب کی اطاعت کیطرف رخ کرنیوالے کو نہ بخشے اور بندہ آخر جائے کہاں؟ اُسکے لئے اُسکے رحیم مولا کے سوا اور کوئی پناہ ہے تو پھر کیسے ممکن نہیں کہ وہ گناہگار کو عذاب کرنے سے چشم پوشی کرے جب کہ وہ تائب ہو اور اُسکی طرف رجوع کرے، کیا خدائے جل شانہٗ توبہ کرنے والے کو عذاب کرکے اپنی تشفی اور اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے؟ جناب عالی! ہم تو انسان سے بھی جو واقعی تشفی اور اپنا دل ٹھنڈا کرنے کا محتاج ہے عفو کو پسندیدہ سمجھتے ہیں تو پھر خدائے غنی قدوس سے توبہ کرنے والے کو معاف کر دینا، کیونکر ممکن نہیں،

پادری صاحب۔ رفیق الدین! درست کہتے ہو یہی ہماری مقدس کتابیں بھی بول رہی ہیں
چنانچہ باب ۱۸ کتاب حزقیال میں خداوند عالم فرماتا ہے

پس جب شریر اپنی تمام خطاؤں سے جنکو کرچکا ہے باز آئے اور میرے
تمام فرائض کا پابند ہو جائے اور حق اور عدل پر عمل کرے تو یقین زندہ جاوید
ہوگا کبھی نہ مرے گا اُس کے سارے گناہ جو ن کرچکا ہے اُسکے منھ پر نہ
لائے جائینگے. کیا کوئی خوشی ہے کہ میں شریر کی موت سے خوش ہوں
خداوند خدا کہتا ہے مگر یہ کہ شریر اپنے حرکات سے باز آکر زندہ ہو جائے

اور باب ۳۳ میں حزقیال سے خدا کا ارشاد نقل ہے:۔
اور تو اے آدم زاد بنی اسرائیل سے کلام کر اور کہہ کہ تم یہ کہتے ہوئے بولتے
ہو کہ ہمارے گناہ اور ہماری خطائیں ہم پر ہیں اور ہم اُنھیں کے ساتھ ہم فنا
ہو جائیں گے، پس ہم کیونکر زندہ ہو سکتے ہیں اُن سے کہہ کہ میں زندہ ہوں
خداوند خدا کہتا ہے کہ میں شریر کی موت سے خوش نہیں ہوتا بلکہ اس سے
کہ وہ اپنی کارستانیوں سے باز آئے اور زندہ ہو جائے، اپنے برے
حرکات سے باز آؤ باز آؤ پس تم کیوں مرے جاتے ہو،

اور پطرس کے پیغام ثانی باب ۳ میں ہے:۔
خدا یہ نہیں چاہتا کہ لوگ ہلاک ہو جائیں بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کو
توبہ کی راہ لگائے،
اور اسی طرح کے بیانات ہماری کتابوں بہت ہیں

قرآن آیات و توبہ و غفران

رفیق الدین۔ جناب! معاف فرمائیگا، میں آپ سے ایک علمی مسئلہ پوچھتا ہوں لیکن آپکو

میرے سوال سے کچھ اور گمان نہو،
کیا قرآن میں توبہ اور بخشش کا بھی کوئی ذکر ہے؟

پادری صاحب۔ رفیق الدین، قرآن تو آئیات کا ایک خزانہ ہے اور مغفرت اور توبہ کا اسمیں بہت ذکر ہے سب کو چھوڑکر سورۂ طٰہٰ مکیہ آیت ۸۲ میں قرآن کا ایک ہی ارشاد کافی ہو،

وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل — اور میں بہت بخشنے والا ہوں اُس شخص کا جو توبہ
صالحاثم اھتدی — کرے اور ایمان لائے اور عمل صالح کرے پھر راستہ پر لگ جائے،

معین الدین۔ جناب عالی! میں دیکھتا ہوں کہ آپ قرآن کی بہت زبانی تعریف وتوصیف کرتے ہیں اور یہ ایک اندیشہ ناک بات ہے،

پادری صاحب۔ معین الدین! تم نے مجھ سے اپنے بیٹے کو حقائق کا درس دینے کی فرمائش کی اور کیا تم مجھ سے یہی چاہتے ہو کہ جب حقیقت کا ذکر آجائے تو میں حقیقت پر ظلم بھی کروں اور تعصب کی رذیلہ ملوث بن جاؤں پس اگر تم حق بات کہنا اندیشہ ناک سمجھتے ہو تو میں آج ہی تمہارے پاس سے رخصت ہوتا ہوں ...... غور سے سنو! تم میں جو تیز کامادہ ہے میں اس سے بہت خوش ہوں بس تم قرآن کو لو اور اُسکو اول سے آخر تک پڑھ جاؤ دیکھنا ہے کہ تم اُسمیں کوئی ایک چیز بھی ایسی پاتے ہو جو عقل کے خلاف ہو یا کوئی بات بھی اسطرح کی ملتی ہے جس سے تم نے اور تمھارے بیٹے رفیق الدین نے توریت پر اعتراض دھرتا نا،

معین الدین۔ جناب! معاف کیجیے، میں نے غلطی کی معاف کیجیے یہ میری جہالت کا مرض ہی جس نے مجھسے ان بات کہلوادی جو آپنے سنی بھلا آپ کسطرح اُس سے رنجیدہ ہوسکتے ہیں حالانکہ آپ مرض جہل کے طبیب اور اس مرض ذلیل کے حملوں سے واقف

ہیں۔ جناب! معاف کیجئے اور میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجکو خدمتگزاری کی کبرت سے محروم نہ کیجئے اور یہ کہکر کہ میں تم سے رخصت ہوتا ہوں ہمارے دلوں کو پارہ پارہ نہ کیجئے

رفیق الدین۔ جناب عالی! آباجان کو ملامت نہ کیجئے اسلیئے کہ سُنی ہوی بات انسان کے ذہن کو کبھی کبھی پریشان کردیتی ہے اور ہمارے بہائی نصاریٰ تو خدا اونکی ہدایت کرے تبلاتے ہی ہیں کہ قرآن ایک ان پڑھ وحشی معارف و کمال سے بے بہرہ شخص کا کلام ہے جو بت پرستی کی سوم عرب کی کر ختگی و وحشیوں کی درشتی اور تاریخی عرفانی اور تمدنی غلطیوں سے لبریز ہے

جناب عالی! جب وہ قرآن کی یہ مذمت سنے ہوسے ہیں بااینہمہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ توریت خدائے قدوس کا کلام ہے اور پھر گزشتہ مواقع پر توریت پر جو گرانبار اعتراضات کیے گئے اُس میں بھی ہمارے شریک رہے ہیں تو پھر آپ اُنکو اس بات پر کہ اُنھوں نے قرآن سے بدگمانی کی اور اوسکی تعریف و توصیف سے تعجب کیا تھا بیچین ہوگئے ملامت نکریں بلکہ جناب، پادریصاحب کے الطاف پر لازم ہے کہ آباجان کے راستہ سے لغزش کے اسباب کو صاف کردیں،

آباجان! کیا آپنے ہمارے پادریصاحب کو نہیں دیکھا کہ جب سے ہم نے توریت پڑہنی شروع کی اور ہم بات بات پر مخالفت عقل ہونے کا اعتراض کرتے گئے تو کسطرح وہ جلد جواب دینے سے پہلو تہی کرتے رہے اور ہماری قوت فکر کو امید دلاکر ریاض دیتے رہے۔ یہ سب کچھ تعصب کے ہیجان میں آجانیکی خوف سے کیا، اور ابھی تک وہ ہمارے معاملہ میں اپنے غصہ کو پیتے ہی چلے جارہے ہیں، اور آباجان آپ ہیں کہ ہمارے پادری صاحب کے افادات میں سے فقط ایک کلمہ ہی سُنکر اندیشہ میں پڑگئے، پھر جو حقائق اُنکے دماغ میں ہیں اب آپ اُنسے کیونکر اُن کے بیان کرنے کی امید رکھ سکتے ہیں؟

فدیہ کے راز کا دوبارہ ذکر

پادریصاحب۔ بیٹا رفیق الدین تم فدیہ کے راز کے متعلق اپنے سوال کو دوبارہ شروع

کرد اور عزیزی معین الدین سنتے رہیں۔

رفیق الدین۔ جناب عالی! ہماری قوم کہتی ہے کہ خداوند قدوس ہے ممکن نہیں کہ وہ گناہگار کو نار جہنم میں ابدی موت کا عذاب کرنے سے چشم پوشی کرے لہذا ہم اب کلام پر اپنی سابقہ اعتراضات سے تو چشم پوشی کیے لیتے ہیں لیکن اُن سے صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ گناہ کے دشمن رکھنے والے خدائے قدوس نے گناہگار کے عذاب کرنے سے کیوں کر چشم پوشی کی؟ اور فدیہ کی طرف رخ کرکے اُسی سے اپنے عدل اور پاکیزگی کو کیونکر راضی کرلیا ہے؟ جیسا کہ تمہارا بیان ہے اور کیونکر اُس کا عدل سارے جہان کے گناہگاروں کے گروہوں سے فقط ایک شخص کے ایکدن اور ایک رات کی موت پر اوتر آیا؟ اور اتنے اوپر سے اتنے کچھ نیچے اُتر آنے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی؟

کیا خدا دیوالیہ ہو گیا تھا؟ ہم نے تو یہ سنا ہے کہ کوئی سوداگر جب دیوالیہ ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ مال تجارت میں سے کچھ کھا جائے اور چرا ڈالے تو چپکے سے مال تجارت کی کچھ قیمت گرا دیتا ہے اور سستا بیچ ڈالتا ہے لیکن اگر کوئی تاجر بے عقل اور بالکل بے حیثیت ہی ہو تو بھی وہ اپنا کھلا اور بیحد و بے انتہا گھاٹا نہیں اُٹھاتا۔

جناب! اور فرض بھی کر لیجئے کہ فدیہ ہونیوالے مسیح مر بھی گئے اور جہنم میں اُترے بھی جیسا کہ پروٹسٹنٹ کی نماز کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے لیکن یہ پھر بھی گناہگاران عالم کے قصاص اور اُنکو نار جہنم میں موت ابدی کا عذاب دیے جانے کے برابر نہیں ہوتا۔ اور عدل الٰہی نے اتنا بڑا دھوکہ کیسے کھالیا۔ جناب کیا ملائکہ یا آسمان کے لشکروں میں کوئی بھی حساب اور علم القیاس کا جاننے والا نہ تھا کہ عدل الٰہی کو اتنا بتلا دیتا اور کہہ دیتا اسقدر گھٹ کر معاملہ کرنے کی تو کوئی حد ہی نہیں اور نہ یہ عقل کے نزدیک پسندیدہ ہے لہذا تو اس دھوکے میں مت پڑ وہ سانپ کہاں چلا گیا تھا جو توریت موجودہ کے خیالات کی بنا پر راست گو نصیحت کیش اور دانا ہے وہی حوّا والا سانپ؛

جناب آپ تو عدل الٰہی کی حمایت کے لیئے وکیل بن جائیے اور میں رحمت الٰہی کی طرف سے وکالت کرتا ہوں اور تبلائیے کہ آپ مجکو عقل و فطرت کے اجلاس میں کیا جواب دینگے جب میں آپ سے کہوں کہ رحمت الٰہیہ کہتی ہے کہ اے خدا کے عدل جو گنہگار کو نار جہنم میں ابدی موت کا عذاب دینے کو لازم قرار دیتا ہے اور اسکے لیئے اس سے چشم پوشی کرنا ممکن نہیں سمجھتا۔

مان کہ میں تجھے تیرے وظیفہ میں دخل اندازی نہیں کرتی اور تجھ پر یہ اعتراض بھی نہیں کرتی کہ تو نے اپنے قانون کی خود مخالفت کی اور تجھ سے یہ بھی نہیں کہتی کہ گنہگار کو نار جہنم میں ابد تک عذاب دینے کے لیئے تیری پابندی کا پھندا کیسے کھل گیا اور یہ بھی نہیں کہتی کہ وہ کون تھا اور کیا تھا جسنے اس پھندے کو توڑا اور اسکی گرہ کھولدی اور میں تجھ سے یہ بھی نہیں کہتی کہ تو نے اسدرجہ گھٹ کر معاملہ کیوں کیا کہ سارا حساب ہی غارت ہوا اور اے خدائے قدوس کے عدل میں تجھ سے یہ بھی نہیں کہتی کہ تو نے گنہگار کے عذاب کا بار نیکوکار پر کیسے ڈالدیا یہ تو خدا کی قدوسیت تجھ سے خود ہی پوچھے گی لیکن میرا مطالبہ تجھ سے رحمت الٰہیہ کے فرائض منصبی کی بابت ہے اور میں تجھ سے کہتی ہوں کہ مسیح جسکو تو نے فدیہ کے لیئے منتخب کیا اور اس نے قصاص کا بار اٹھایا وہ غمگین ہوا اور رویا اور دل ملول اور بیچین اور عاجز ہوا اور اس قصاص سے اس نے استعفا دیا اور خدا سے یہ چاہا کہ موت کا کاسہ اور اسکی گھڑی مجھ سے ٹالدے اور بڑی بجاجت سے اسکے لیئے دعائیں مانگتا رہا اور کہا کہ میرے خدا تو نے مجکو کیوں چھوڑ دیا اور میری شاہد اس بات میں مقدس انجیلوں کی صراحت موجود ہے جیسا کہ انجیل متی باب ۲۶ آیت ۳۳ و ۳۹ اور انجیل مرقس باب ۱۴ آیت ۳۵ و ۳۶ اور انجیل لوقا باب ۲۲ آیت ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ میں موجود ہے

اے عدل الٰہی اگر تو نے اپنے فرض منصبی کی مخالفت کی اور تو اپنی جگہ سے نیچے لوتر آیا تو میں رحمت الٰہیہ تو اپنے مقدس وظیفہ سے نیچے نہیں اتر سکتی۔ نہ تو نیچے ہی اترونگی اور نہ اس بارہ میں بازپرس کا بار ہی اپنے اوپر لونگی۔ پس اگر میں جو رحمت الٰہی ہوں مسیح

نیکوکار کی فریاد کو اسکے رنج و گریہ اور فدیہ کے قصاص سے استغفا دینے کے موقع پر پہونچوں
تو پھر بتاؤ کہ میرے منصب کے فرائض کیا ہیں ؟

معین الدین ۔ جناب پادری صاحب اور میں اپنے کو عدل الٰہی کیجانب سے وکالت کے
لیئے پیش کرتا ہوں اور روحانیوں (علما) سے کہتا ہوں کہ تم عدل الٰہی کی پاکیزگی پر
انسان کے وحشیانہ ظلم کے روایات کو کیوں چسپاں کرتے ہو ہم نے تمھارے تقدس کو معاف
کیا کہ تم نے عقل اور ضمیر کی روشن باتوں سے غفلت کی انھیں میں میرے بیٹے رفیق الدین کے گذشتہ سوالات
بھی ہیں انھیں میں خود تمھاری ہی طرف سے تمھارے اس قول کی مخالفت بھی ہے ....
جسکو تم عدل الٰہی کے معنی اور اسکی حقیقت کے متعلق بیان کرتے ہو اور انھیں میں تمھارے
اقوال کا قدس جلالت و استغنا الٰہی سے متناقض ہونا بھی ہے لیکن کہنا یہ ہے کہ جو بات
تم کہتے ہو وہ گناہ کے دوست رکھنے والے کو اور جری بنا دینے والی ہے اور اعلان کرتی
ہے کہ گناہگار کھلے گناہوں میں بھی بالکل آزاد ہیں اور یہ بتلا کر کہ اُن کے قصاص کا بار نیکو کار
پر ڈالدیا گیا ہے اُنکو بالکل بے خوف کر دیتی ہے اور اپنی آواز خواہشات نفسانی کے ساتھ
ملاکر پکار کے کہتی ہے ،،

وائے گناہ کے دوست رکھنے والو تم کو فدیہ مبارک باد اب خواہش
نفس اور ظلم جو چاہے کر گذرو

لیکن اے روحانیوں ہم تم کو معاف نہیں کر سکتے کہ تمھارے تقدس نے اُس بات
سے بھی غفلت کی جو ہماری کتب مقدسہ میں بار بار بہت تکرار کے ساتھ موجود ہے
کتاب حزقیال باب ۱۸ میں آیت ۲ سے آخر باب تک بالتکرار یہ صراحت نہیں ہے کہ
گنہ گار آدمی ہی مرتا ہے نیکو کار کی نیکی نیکو کار پر اور بدکاری کی بدی
بدکار پر
ایسا ہی زبور مزمور ۶۲ کتاب ارمیا باب ۱۷ و باب ۳۲ اور کتاب حزقیال باب

و باب ۳۳ اور انجیل متی باب ۱۶ اور رومیہ باب ۲۱ اور کو دنتوس اول باب ا اور کو دنتوس ۲ باب ۵ اور افسیس باب ۵ اور کولوسی باب ۳ اور بطرس ا باب ۱ میں یہی ہے

پادری صاحب۔ تمہاری معرفت پر مرحبا!! اور تمہاری کتب مقدسہ کی معلومات پر مرحبا!! مگر اور تلاش حقیقت میں نرمی ہی سے چلے چلو خدا توفیق دینے والا ہے

رفیق الدین۔ جناب! مجھے ایک بات کہنی رہ گئی مجھے اجازت دیجیے کہ کہہ لوں اگرچہ تکرار ہو گی اور اگرچہ جناب پادری صاحب کو اس قسم کی باتوں کے تصور میں لانے سے بھی اذیت ہوتی ہے لیکن حق تک پہونچنے کے لیے اُن مشقتوں کو برداشت کرنا ہی پڑتا ہے جو راستہ سے اسباب لغزش کے دور کرنے میں پیش آتی ہیں

جناب! ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ مسیحی روحانیں لکھتے ہیں کہ "مسیح عیسی ہی کلمہ ازلیہ ہیں اور کلمہ ازلیہ ہی خدا ہے اور مسیح خدا کے بیٹے اور خدا کے وہی اقنوم ہیں جو خود خدا ہے اور مسیح ہی وہ کلمہ ازلیہ ہیں جو مجسم بنا اور وہی وہ خدا ہیں جس نے یہ لباس جسم پہنا"

جناب! تو پھر فدیہ کے معاملہ کا حاصل یہ ہوا کہ گناہ سے دشمن رکھنے والے خدائے قدوس عادل نے گناہگاروں کے قصاص میں سزا جہنم میں ابدی موت کا حکم دیا لیکن وہ گناہگار کے ساتھ بغض رکھنے اور اپنی بے نہایت پاکیزگی کی وجہ سے غضبناک ہو کر کچھ دیر یعنی تین دن تک گناہگاروں کا قصاص خود اپنے ہی جسم میں اُٹھائے رہا،

جناب عالی! اگر کسی شخص سے اُسکے غلام سرکشی پر کمربستہ ہو جائیں اور ظلم اور بدکاری کریں اور وہ اُنکو سزا دینے پر قادر ہو لیکن وہ لوگوں میں نکلکر آئے اور زور سے آواز لگائے کہ میں مقدس عادل ہوں اور میرا عدل گناہگار کو سخت ترین سزا دینا ضروری قرار دیتا ہے اور ممکن نہیں کہ میں اس سے چشم پوشی کر سکوں کر کیسے لوں میں تو مقدس عادل ہوں پھر ہاتھ بڑھا کر اپنے بیٹے یا اپنے آپ ہی کو مارنے لگے اور کہے کہ اب میرے عدل نے اپنا حق پورا کر لیا اور گناہگاروں پر سے میں نے اپنا قرضہ پورا دا کر لیا۔ اے میرے محترم

انجمن موید العلوم دار التالیف مدرسۃ الواعظین کے مفید اور قابل قدر تصنیفات

فوراً منگا لیجئے قیمتوں میں زبردست رعایت

البنوۃ والخلافہ تصنیف حضرت شمس العلما نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن مسئلہ خلافت پر تنقیدی اور محققانہ نظر قابل دید رسالہ ہے انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے ۳ر

الموحد رشحہ قلم شمس العلماء نجم الملۃ مدظلہ صدر انجمن مسئلہ توحید کو نہایت متقن دلائل سے ثابت کیا گیا ہے عنقریب انگریزی ترجمہ بھی طبع ہو جائیگا۔ ۳ر

خطاب فاصل اردو ترجمہ میزان عادل ترجمہ جناب شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ نائب صدر انجمن اسلام اور عیسائیت کے اصول کا مقابلہ ۳ر

مسالک الحکما اردو ترجمہ مناہج الحکما ترجمہ جناب شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ دہریوں کے مذہب کی تفصیل اور انکے خیالات کا رد ۳ر

ید بیضا توریت کی پیشگوئیوں سے جناب رسالتمآب کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید علی غضنفر صاحب مرحوم نبیرہ جناب سلطان العلماء اعلی اللہ مقامہما ۳ر

رد تناسخ مصنفہ جناب مولانا محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم مسئلہ تناسخ پر یکتا لیکن عام فہم بحث روح و مادہ کی قدامت کا ابطال آریوں کی مایہ ناز کتابوں کا مسکت جواب ۱۲ر

انسانی قربانی ویدوں کے زمانہ میں انسانی قربانی از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب ۲ر

ویدمت قربانی وید سے قربانی کا جواز از جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب

تصدیق رسالت گوتم بدھ کی پیشگوئیوں سے جناب ختمی مرتبت کی رسالت کا ثبوت از جناب مولوی سید احمد علی صاحب موہانی بی اے ۲ر

اسلام اینڈ دی لائٹ آف شیعزم انگریزی ترجمہ شریعۃ الاسلام حصہ اول ترجمہ بادشاہ حسین صاحب بی اے اصول و عقائد اسلام کی حقیت دیگر مذاہب کے مقابلہ میں زبردست دلائل سے ثابت کی گئی ہے جلد انگلش فی نسخہ ۱ر

دی پرافٹ شپ اینڈ دی کیلیفٹ انگریزی ترجمہ النبوۃ والخلافہ ترجمہ جناب مولوی لقا علی صاحب اعظمی جلد انگلش فی نسخہ ۱۱ر

دی ٹریجڈی آف کربلا عزاداری پر انگریزی میں بے نظیر تبصرہ از جناب امیر علی صاحب لیکچرار لکھنؤ یونیورسٹی ۱ر

الاعجاز معجزہ کی حقیقت کا انکشاف اور شبہات کا رد از جناب مولانا محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم ۱ر

المعراج دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معراج کا ثبوت از جناب مولانا السید محمد ہارون صاحب قبلہ مرحوم

اسلام مغرب کی نظر میں از جناب شہنشاہ حسین صاحب ایم اے ۱ر

شریعۃ الاسلام حصہ اول اصول و عقائد مذہب حقہ کا با دلائل تذکرہ از جناب مولانا السید محمد صاحب ابن سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۳ر

شریعۃ الاسلام حصہ دوم طہارت و صلوۃ کے مسائل مصدقہ جناب سرکار نجم الملۃ مدظلہ ۲ر

شریعۃ الاسلام ضمیمہ مستورات کے متعلق ضروری احکام اور دیگر مسائل ۲ر

سیاستِ علویہ

حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کے عہد خلافت ظاہرہ میں آپ کے مخالفین کی تخریبی
سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف [illegible] کی جو صورت رونما ہوگئی ہے
اس پر نظر کرکے اکثر ناواقف و کوتاہ نظر لوگ اس شبہہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ حضرت
کی ذوات ملکوتی صفات میں سیاست ملک و نظم حکومت کا وہ مادہ موجود نہ تھا جو ایک مدبر
حکمراں میں ہونا چاہیئے اس خلاف واقع خیال کو دفع کرنے کے لیئے فاضل جلیل جناب
مولوی سید محمد رضی صاحب زنگی پوری تلمیذ حضرت قدوۃ الکاملین مولانا السید محمد ہارون
صاحب مرحوم و مغفور زنگی پوری نے اس گرانقدر رسالہ کی ترتیب و تالیف میں محققانہ جد و
جہد فرمائی ہے اور بے شبہہ اس موضوع خاص میں یہ رسالہ کم نظیر بلکہ عدیم النظیر ہے فاضل
ممدوح نے دین و دنیا اور انکی سیاسیات کے باہمی تعلق اور اہل دنیا کی سیاستوں کے حقیقی
اغراض و مقاصد سے وسعت نظر کے ساتھ بحث کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین
صلوات اللہ علیہ نے نظام حکومت کی بنیاد جن اصول پر قائم فرمائی تھی ان سے بہتر کسی
انصاف پیشہ و عدالت شعار مدبر دماغ میں نہیں آسکتی ہے اور انہیں اصول میں دین و دنیا
دونوں کی فلاح و ترقی کا راز مضمر تھا نیز یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آپ کے عہد میں اختلال و
افتراق رونما ہونے کے حقیقی اسباب کیا تھے غرض اس رسالہ کی خصوصیات کا تقاضا یہی
ہے کہ اہل ذوق کو اسکے مطالعہ سے دریغ نہ کرنا چاہیئے قیمت مجلد [illegible] محصول ڈاک بارہ آنہ

ملنے کا پتہ منیجر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ